

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	<p>بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ</p> <p>فہرست</p> <p>موضوع</p> <p>حضرت علامہ مولانا دینار علی محدث الوری کے حالات</p> <p>۱۔ حضرت صاحبزادہ محمد عبدالسلام صدیقی</p> <p>۶۔ تقریر طویل (۱): محقق اہل سنت علامہ جلال الدین قادری</p> <p>۱۲۔ تقریر طویل (۲): استاذ الاسلام علامہ محمد عبدالکحیم شرف قادری</p> <p>۱۹۔ تقدیم: استاذ الاسلام علامہ حافظ خادم حسین رضوی</p> <p>۳۳۔ گزارشات مرتبہ علی عنہ</p> <p>معتقدات، مستحسنات، بدعات</p> <p>۳۷۔ آخرت میں نماز روزہ عبادات کیوں نہ ہوں گی؟</p> <p>۳۹۔ ایک عورت کے یکے بعد دیگرے کئی خاوند ہوں تو وہ قیامت میں کس کے ساتھ ہوگی؟</p> <p>۴۰۔ قبول تو ہے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اترنے کا حکم کیوں ہوا؟</p> <p>۴۳۔ کیا حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لوہڑی تھیں؟</p> <p>۴۴۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کیا بارہ برس کے بعد ڈوبی ہوئی برات کو؟</p> <p>۴۵۔ ایک شخص اپنے مریدوں سے رسول اور پیغام آور کہلواتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟</p>	<p>فتویٰ نمبر 1</p> <p>فتویٰ نمبر 2</p> <p>فتویٰ نمبر 3</p> <p>فتویٰ نمبر 4</p> <p>فتویٰ نمبر 5</p> <p>فتویٰ نمبر 6</p>

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 7	ایصالِ ثواب کا کیا ہر دوں کو فائدہ دیتا ہے؟ ایک چیز کا ثواب اگر چند لوگوں کو پہنچایا جائے تو کیا سب کو ہر ثواب ملتا ہے یا تقسیم ہو کر؟	۴۸
فتویٰ نمبر 8	تھل میلا دمن قیام کی شرعی حیثیت؟	۴۹
فتویٰ نمبر 9	مدینہ منورہ، شانہ کعبہ اور بیت المقدس کے علاوہ کسی اور زیارت کے لیے سفر کرنا	۵۰
فتویٰ نمبر 10	بچوں کو قرآن مجید ختم کرانے کا کوئی تعین طریقہ نہیں ہے۔ ختم قرآن کی خوشی میں کھانا کھانا عمدہ بات ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:	۵۱
	بچ آیت پڑھ کر شیرینی یا بغیر شیرینی کے ایصالِ ثواب جائز اور باعث برکت ہے	۵۲
فتویٰ نمبر 11	عوام جو اللہ تعالیٰ کی سلامتی پہنچاتے ہیں بے اصل امر ہے۔ ایصالِ ثواب کا طریقہ	۵۳
فتویٰ نمبر 12	قرآن مجید پڑھا سجدہ تلاوت نہ کیا کیا اس کا ثواب پہنچتا ہے؟ سجدہ تلاوت نہ کرنے والے واجب کفایہ کی حالت میں۔ تلاوت کا سجدہ تلاوت کے دوران کریں یا بعد میں۔	۵۴
فتویٰ نمبر 13	سنت اور نوافل کے بعد دوبارہ امام کے ساتھ رکعتیں پڑھنا کیا ہے؟ چتر معشرب اور عشاء میں سنت و نوافل کے بعد امام کے ساتھ تین بار رکعتیں پڑھنا کیا ہے؟	۵۵
	الحمد شریف، قل هو اللہ اور درود شریف وغیرہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کیا ہے؟	۵۶

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 14	تہوار ادا یا پرست ماننا مسجدہ کرنا انا چاہتا تھا۔ تہزیہ داری اور اس میں کوشش کرنا بدعتی اور فاسق کا عمل ہے۔ سود خور و سود دینے والا اور قہزیہ میں چندہ دینے والا فاسق ہے ترکیہ تقلید بدعت اور فسق ہے۔ کسی نیک آدمی کی قبر کے قریب حصول برکت کے لیے مسجد بنادی جائے تو جائز ہے سنت کا قلیل عمل بدعت کے کثیر عمل سے بہتر ہے۔ رمضان اسمائے الہیہ سے ہے۔ تمام حروفِ حق اسمائے الہیہ ہیں۔ فاقہ سوم میں جس وارث نے دعوہ ورثہ کی فرمائش کے بغیر خرچ کیا وہ اسی کے حصہ سے وضع کیا جائے گا۔	۵۸ ۱۲۰ ۱۳۲، ۱۳۳ ۱۳۲ ۳۲۵ ۶۶۲ ۶۷۷ ۶۷۷ ۸۱۲
فتویٰ نمبر 15	حدیث میں مجبور اور پانی کو اسود کیوں کہا گیا۔	۶۱ ۶۳
فتویٰ نمبر 16	مسلمان بھائی کی مدد کی فضیلت۔ عمیر مسجد کی فضیلت۔ علماء اہنی کانیاہ بنی اسرائیل زیارت تہوار سے ممانعت کے بعد اجازت نبی کریم ﷺ اور تمام سنتیں گھر میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ نماز عمید اور نماز خسوف نبی اکرم ﷺ نے بغیر اذان و اقامت کے ادا کی	۶۳ ۶۵ ۴۷ ۵۱ ۵۶ ۸۷

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	لا وضوء إلا بالسواک	۹۷
	لا صلاة لجار المسجد إلا فی المسجد	۹۷
	لا مهدی إلا عیسیٰ	۹۸
	لا فتی إلا علی	۹۸
	لا صلاة إلا بفاتحة الكتاب کا مفہوم	۹۷
	تعلموا اللحن فی القرآن کما تتعلمونه	۹۹
	أنا أفصح من نطق بالضاد	۱۰۳
	اتقوا مواضع التهم	۱۱۹
	صبح کی نماز کے بعد دریا فت فرمایا کیا فلاں فلاں موجود ہے اور پھر یہ فرمایا یہ دو	
	نمازیں مسافروں پر بھاری ہیں	۱۲۹
	حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ کا شب بیداری کے باعث حجر کی نماز میں شریک نہ ہونا اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا صحیفہ فرماتا (مع ماہر)	۱۲۹، ۱۳۰
	لا یقبل اللہ صلاة من تقدم قوما وهم له کارهون	۱۳۶
	اخلاقیات کے بارے میں چند احادیث مبارکہ	۱۳۵، ۱۳۷
	نماز کی محافظت کرنے والے کے لیے نور برپاں اور نجات ہوگی اور محافظت نہ کرنے والے کا شر قارون، ہامان اور الہی بن خلف کے ساتھ ہوگا	۱۳۷
	نماز چنگانہ کی فرضیت اور فضیلت کے بارے میں حدیث	۱۳۸
	حجر کی سنتوں کے بارے میں حدیث	۱۶۹
	نماز فجر اور عصر کے بعد نفل نماز کی ممانعت میں حدیث	۱۶۸

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	چتر کی سنتیں قضا ہو جائیں تو ان کو چتر کے فرضوں کے متصل بعد پڑھنے کی ممانعت میں احادیث	۱۶۹
	چتر کی سنتوں کی قضا ظلوں آفتاب کے بعد کی جائے (حدیث)	۱۷۰
	نہ بند کرانے والے کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا	۱۷۶
	جو شخص پیا زہن کھائے ہماری مسجد کے قریب نہ آئے	۱۷۹، ۱۸۳
	سوالی کو پینے کے بارے میں احادیث	۱۸۳، ۱۸۴
	بغیر ضرورت سوال کرنے کی ممانعت میں احادیث	۱۸۸، ۱۸۶
	نماز جنازہ میں تین صغوں کی فضیلت	۲۱۵
	نبی اکرم نے مقررہ نماز کی نماز جنازہ ادا نہ فرمائی	۲۳۱، ۲۳۰
	من ترک الصلاة معصدا فقد کفر	۲۳۱
	بین العبد و الکفر ترک الصلاة	۲۳۲
	نقلی روزہ کو عذر کی بنا توڑ دینا	۲۳۹
	ایک شیخ میں دو بیویوں کی ممانعت	۲۶۰
	نہی عن ثمن الکلب و مهر البغی و حلوان الکاهن (ماشیش)	۲۳۸
	لعنة الله على اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبيائهم مساجد	۲۴۳
	من اقتطع حق امرا مسلم فقد اوجب الله له النار الخ	۳۴۹
	مفتوحہ کی بیوی کے بارے میں حضرت نبی اکرم ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد	۴۴۳
	البينة على المدعى واليمين على من انكر	۵۲۶

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
۵۳۶	آنکھوں کو حرام امور سے بند رکھو اور شرم گاہوں کی حفاظت کرو (حدیث)	
۵۳۷	سمیر میں بناؤ سنگار کر کے عورت کے آنے کی ممانعت	
۶۶۲	العمل القلیل من السنة خیر من عمل کثیر فی بدعة	
۶۶۳	التکبر علی المتکبر صدقة (من ماشیہ)	
۶۷۳	لا تکلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ	
۶۷۷	طہارت	
۶۹	ستر کو لئے سے وضو نہیں ٹوٹتا	فتویٰ نمبر 17
۶۹	وضو ٹوٹنے والی چیزیں	
۷۱، ۷۰	مغذور کا حکم	
۷۲	نسوار چڑھانا ناقص وضو ہے یا نہیں؟	فتویٰ نمبر 18
۷۳	منہ بھرتے کی قریظ	
۷۳	کان میں تیل ڈالنا کس سے نکلا وضو نہ ٹوٹے گا	
۷۳	کان میں تیل ڈالنا منہ سے نکلا وضو ٹوٹ جائے گا	
۷۵	غسل کے بعد نئے وضو کی ضرورت نہیں	فتویٰ نمبر 19
۷۵	پانی یا دوسرے کی شرم گاہ دیکھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا	
۷۶	درد و دھوئیں کا رقبہ	فتویٰ نمبر 20
۷۶	درد و دھوئیں میں تھوک یا سینک ڈالنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔	
۷۷	کپڑے کے موزے کا حکم	فتویٰ نمبر 21
۷۸	بیمار یا ضعیف کو غسل سے مرض بڑھ جانے کا یقین، پتہ چیم کرنا جائز ہے۔	فتویٰ نمبر 22

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	حجیم غسل کا غلیف ہے۔ اس کے بعد کھانا پینا، مسجد میں جانا جائز ہے	۷۸
	حالات آنے پر غسل کرنا واجب ہے	۷۸
فتویٰ نمبر 23	ہاتھی کے جسم پر پسینہ یا نجاست نہ ہو تو اس پر بیٹھنے سے آبی ناپاک نہیں ہوتا	۷۹
فتویٰ نمبر 24	دھوبی کا دھویا ہوا کپڑا پاک ہے	۸۰
فتویٰ نمبر 25	دودھ وغیرہ میں ناپاک پانی کے ملنے کا یقین نہ ہو تو دودھ دہی کھانا جائز ہے	۸۱
	شہرے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی	۸۱
	شرکین کے کھانے پینے کی چیزوں سے بچنا افضل ہے	۸۱
فتویٰ نمبر 26	پوسٹ مارٹم کے دوران مردہ کا خون یا گوشت بدن کو لگ جائے تو دھونا لازم ہے	۸۳
۸۵	نماز	
فتویٰ نمبر 27	عید کے لیے اذان و اقامت سنت نہیں اور نہ بکیر	۸۷
	نماز عید کے اعلان کے لیے الصلاۃ جامعۃ یا دہرا اشارے جائز ہیں	۸۷
فتویٰ نمبر 28	دفن کے بعد قبر پر اذان پڑھنا مستحب ہے عزاحت نہ کی جائے۔ اور پڑھنا بھی ضروری نہیں	۸۸
فتویٰ نمبر 29	اقامت کہنے والا صف میں ایک جگہ کھڑا ہو کر اقامت کہے یا دروازے سے کہتا شروع کرے اور صبح اولیٰ پر ختم کرے	۹۰
فتویٰ نمبر 30	انگوٹھے چومنا	۹۲
فتویٰ نمبر 31	زمانہ طاعون وجہ میں اذان کہنا	۹۳
فتویٰ نمبر 32	نیت کی تعریف	۹۵
	نماز میں نیت کی غلطی کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم	۹۵

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
۹۶	صرف زبان سے نیت کا اعتبار نہیں۔ لیکن دلی ارادہ کے ساتھ زبان کے الفاظ کا جمع ہونا مستحسن ہے	
۹۷	فاتحہ غلبہ لاہام کی بحث	فتویٰ نمبر 33
۹۹	قرآن مجید کو ایسی غلطی سے پاک پڑھنا جس سے معنی میں تضاد لازم آئے	فتویٰ نمبر 34
۹۹	واجب ہے	
۹۹	تو اعدتہ تفتیٰ عظیم، ادنام، تشدد و غیرہ کا جاننا فضل و مستحب ہے	
۹۹	حسن کی تعریف	
۱۰۱	ضاد کو کس طرح ادا کیا جائے	فتویٰ نمبر 35
۱۰۲	ضاد کو ادا کرنے کا طریقہ	فتویٰ نمبر 36
۱۰۳	چار رکعت والی نماز میں آخر میں قعدہ کرنا فرض ہے اور اس میں تشہد پڑھنا واجب	فتویٰ نمبر 37
۱۰۴	چار رکعت والی نماز میں پہلا قعدہ واجب اور اس میں تشہد کا حکم (مع التاخیر)	
۱۰۵	نماز کی رکعتوں میں غلطی کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم	
۱۰۶	قعدہ اخیرہ میں التیات کے بعد درود شریف پڑھنا سنت نوکدہ اور دما پڑھنا مستحب ہے	فتویٰ نمبر 38
۱۰۶	مستحب کے ترک سے نماز کا مادہ مستحب، سنت کے ترک سے امادہ سنت اور واجب کے ترک سے واجب ہے	
۱۰۷	الحمد شریف کے بعد سورت ملانا واجب ہے	فتویٰ نمبر 39

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	واجب کے ترک سے مجدد ہو لازم ہوتا ہے مجدد ہو بھول جانے کی صورت میں نماز کا مادہ واجب ہے	۱۰۷
	ترک واجب کے باعث امام سمیت لوگوں نے نماز کا مادہ کیا تو اس میں فرض کی نیت سے نئے نمازی شریک نہیں ہو سکتے	۱۰۷
فتویٰ نمبر 40	توہمہ اہل اقلیات کے ترک سے نماز کا مادہ واجب ہے	۱۰۸
فتویٰ نمبر 41	متولی اور اہل محلہ نمازیوں میں امام اور مؤذن کے تقرر میں اختلاف کی صورت میں شرعی حکم	۱۰۹
فتویٰ نمبر 42	مرد اور عورت اگر ایک نماز میں شامل ہوں تو مرد کی نماز کے باطل ہونے کے شرائط	۱۱۰
	مردوں بچوں اور عورتوں کی صفوں میں ترتیب	۱۱۱
فتویٰ نمبر 43	امام کو کتنی اونچی چمک کھڑا ہونا مکروہ ہے؟	۱۱۲
	منوریت کی بنا پر اونچی چمک کھڑا ہونے میں مطلقاً کراہت نہیں	۱۱۵
فتویٰ نمبر 44	امام کی بیوی غربت کے باعث لہنگا پہنتی تو اس کی امامت جائز ہے۔	۱۱۷
فتویٰ نمبر 45	امام کا بازو ڈھٹا ہوا ہو اور کانوں تک نہ لے جائے، انگڑا، جو قدم کے ایک حصہ پر کھڑا ہوتا ہو جھڑائی پیٹاب روکنے والے اور جس کا ایک ہاتھ ہوان کی اقتداء مکروہ ہے بشرطیکہ دوسرا امام مل سکتا ہو	۱۱۸
فتویٰ نمبر 46	بدعتی کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے	۱۱۹
فتویٰ نمبر 47	بدعتی اور فاسق کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے	۱۲۰
فتویٰ نمبر 48	فاسق کی امامت کے بارے میں ایک غلط فتویٰ کی تصحیح	۱۲۱

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	داڑھی منڈانے والے سافطی کی اقدام میں نماز مکروہ تحریمی واجب الامارہ ہے	۱۲۳
	جو شخص ایسی نماز کا امارہ نہ کرے وہ فاسق ہے	۱۲۳
فتویٰ نمبر 49	فاسق کی اقدام مکروہ تحریمی ہے۔ اسے امام بنانا قطعاً ناجائز اور موجب گناہ ہے	۱۲۷
فتویٰ نمبر 50	بلا عند شرعی ہمیشہ نماز قضا کرنا فاسق ہے۔ اسے امام بنانا جائز نہیں	۱۲۹
	فاسق کی اقدام میں ادا کردہ نماز واجب الامارہ ہے	۱۳۰
فتویٰ نمبر 51	سود خور، سود دینے والا اور تعویہ میں چندہ دینے والا فاسق ہے۔ اس کی اقدام	
	میں نماز مکروہ تحریمی ہے	۱۳۲
فتویٰ نمبر 52	کسی شرعی خرابی کے باعث لوگ کسی کی امامت کو ناپسند کرتے ہوں تو اسے امام	
	بنانا مکروہ تحریمی ہے	۱۳۵
فتویٰ نمبر 53	قمار باز لائق امامت نہیں	۱۳۸
فتویٰ نمبر 54	حنفی کو مالکی کی اقدام جائز ہے جب کہ وہ مختلف فیہا مسائل میں احتیاط کرے	۱۳۹
	بلا وہ جماعت ترک کرنے والے کی اقدام میں نماز مکروہ تحریمی ہے۔	۱۳۹
فتویٰ نمبر 55	حنفیوں میں قابل امامت شخص موجود ہوتا ہے شافعی کی اقدام کی بجائے حنفی کو	
	امام بنانا افضل ہے	۱۴۱
	شافعی اگر مختلف فیہا مسائل میں احتیاط نہ کرے تو حنفی کے لیے اس کی اقدام	
	میں نماز نہ ہوگی	۱۴۱
	شافعی اگر مختلف فیہا مسائل میں احتیاط کرے تو اس کی اقدام میں نماز ادا کرنا	
	الگ نماز سے افضل ہے	۱۴۱
	تخلیہ ترک کرنے والا فاسق و بدعتی ہے اس کی اقدام میں نماز مکروہ تحریمی ہے	۱۴۲

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 56	فسق کی چند صورتیں	۱۴۳
۱۴۳	فاسق کی اقتداء میں نماز کروہ تحریمی اور واجب الامارہ ہے	
فتویٰ نمبر 57	فسق کی چند صورتیں	۱۴۴
۱۴۵	فاسق کی اقتداء میں نماز کروہ تحریمی اور واجب الامارہ ہے	
فتویٰ نمبر 58	فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے	۱۴۹
فتویٰ نمبر 59	امام کو التمسد دینے سے امام کی نماز قاسد ہوتی ہے اور نہ ہی مقتدی کی	۱۵۲
فتویٰ نمبر 60	اوقات منہیہ میں نفل واجب اور فرض تینوں مکروہ ہیں	۱۵۳
۱۵۳	ان اوقات میں نماز جنازہ اور تہجد تلاوت کا حکم (مع الغلظہ)	
فتویٰ نمبر 61	اوقات منہیہ کی تفصیل اور ان میں نماز ادا کرنے کا حکم	۱۵۳
۱۵۳	انصاف الیہا شرعی سے کیا مراد ہے	
۱۵۳	ان اوقات میں نماز جنازہ ادا کرنے کا حکم (مع الغلظہ)	
فتویٰ نمبر 62	طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک قصد نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ بلا قصد پڑھ لئے تو حرج نہیں	۱۵۸
۱۵۸	اوقات مکروہہ میں نفل قصد پڑھنے ثواب ہوگا لیکن گناہ کا بھی ہوگا۔	
فتویٰ نمبر 63	سجدہ جبر ادا کرنے کی صورت میں باجماعت نماز کے ترک کا خوف، بقوہ سنت ترک کر دے	۱۶۱
۱۶۱	حجری ستیس نہ پڑھ سکے تو ان کو بعد میں ادا کیا جائے یا نہ؟	
فتویٰ نمبر 64	تراویح سنتہ نو کدہ ہے	۱۶۳
فتویٰ نمبر 65	حجری ستیس قضا ہو جائیں تو ان کو بعد میں ادا کیا جائے یا نہ؟	۱۶۶

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 66	نماز وتر کی رکعتوں میں مسنون قراءۃ	۱۷۱
فتویٰ نمبر 67	سجدہ سہو کے واجب ہونا ہے	۱۷۲
	سری نماز میں جہر کے ساتھ یا جہری نماز میں سر کے ساتھ الحمد شریف کی ایک آیت بھی پڑھی جہدہ سہو واجب ہے	۱۷۳
فتویٰ نمبر 68	سجدہ سہو کے واجب ہونے کا قاعدہ کلیہ	۱۷۴
	سجدہ سہو کر لینے سے ترک واجب یا تاخیر فرض کا نقصان پورا ہو جاتا ہے۔	۱۷۴
	قعدہ اخیرہ میں درود پاک گفتی تعداد میں پڑھے تو سجدہ سہو واجب ہوتا ہے (مذہب حاشیہ)	۱۷۴
فتویٰ نمبر 69	پکلی یا تیسری رکعت میں اتقیات پر صنی شروء کر دینے سے سجدہ سہو لازم آئے گا	۱۷۵
	رکعتوں کی تعداد بھول جانے کی مختلف صورتوں کا حکم	۱۷۵
فتویٰ نمبر 70	پا جا مریاتہ بند کشتوں کے نیچے ہفتہ نماز مکروہ ہے	۱۷۶
فتویٰ نمبر 71	نماز کے بعد نماز کا کونڈ لوٹ دینا کیسا ہے؟	۱۷۷
فتویٰ نمبر 72	مسلمان ناکہ روپوں کو مسجد میں آنے اور نماز پڑھنے کا حق حاصل ہے۔	۱۷۸
۱۷۹، ۷۴	بیازہن کچا کھا کر مسجد میں جانا مکروہ ہے	
فتویٰ نمبر 73	مسجد میں سوال کرنا حاجت مند اور غیر حاجت مند دونوں کو حرام ہے	۱۸۰
	مسجد میں سائل کو دینا مکروہ ہے	۱۸۰
	کسی غریب کے لیے سوال کرنا جائز ہے اور اسے خیراء میں داخل ہے۔	۱۸۳
	بلا ضرورت سوال کرنے والوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دُڑوں سے سزا دی	۱۸۵
	جب تک قرآن سے حاجت مند ہونا ثابت نہ ہو اسے دینا حرام ہے۔	۱۸۹

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 74	جہد کے دن کس وقت خرید و فروخت ناجائز ہے۔	۱۹۱
فتویٰ نمبر 75	ذیلہ کے دوران وہ اعمال حرام ہیں جو نماز میں حرام ہیں۔	۱۹۲
	ذیلہ جہد کی شرائط	۱۹۳
	جہد کے لیے دو خطبے سنت مذکورہ علی الاطلاق ہیں	۱۹۵
	ذیلہ میں مسنون قراءت	۱۹۵
	ذیلہ میں امور پر مشتمل ہوتا ہے	۱۹۶، ۱۹۷
	ذیلہ میں خانقاہ کرام اور اہل بیت کا ذکر مستحسن ہے۔	۱۹۷
	بادشاہ اسلام کے لیے دنا ذیلہ میں مستحب نہیں	۱۹۷
	عربی ذیلہ کے بعد ذیلہ علمی کے اردو مضامین نفع عوام کے لیے پڑھ دیے جائیں جائز ہے	۱۹۸
فتویٰ نمبر 76	نماز جہد کے بعد اعتیاداً الطہیر ادا کرنا ضروری ہے۔	۱۹۹
فتویٰ نمبر 77	عیدین اور جہد شہر میں متعدد مقامات پر جائز ہے	۲۰۱
	متقی امام کی موجودگی میں فاسق کی اقتداء میں نماز جہد اور عیدین کر دھڑکری ہے	۲۰۱
فتویٰ نمبر 78	نماز عید میں زائد تکبیرات اور ان کا مقام	۲۰۲
فتویٰ نمبر 79	مناوند بیوی کی میت کو کندھا دے سکتا ہے۔ مناوند اپنی مردہ بیوی کے بازو اور چہرہ کو کچھ سکتا ہے	۲۰۳
	مناوند مردہ بیوی کو غسل نہیں دے سکتا بلکہ جنم کرائے	۲۰۳
	مناوند اپنی مردہ بیوی کو غسل نہیں دے سکتا اور نہ ہی چھو سکتا ہے۔	۲۰۵
فتویٰ نمبر 80	حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ماتون جنت کو غسل کیوں دیا؟	۲۰۶

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 81	عہد نامہ اسلام اللہ تعالیٰ پر لکھنے کا حکم	۲۰۷
فتویٰ نمبر 82	مستشرقین نے کفن میں ملا، مشائخ کے لیے عمامہ باندھنا مستحسن قرار دیا ہے۔	۲۰۹
فتویٰ نمبر 83	جتازہ کو کس رفتار سے لے کر چلیں؟	۲۱۰
فتویٰ نمبر 84	نماز جتازہ کی نیت	۲۱۱
	نماز جتازہ کی شرائط	۲۱۱
فتویٰ نمبر 85	تیسری بجیر کے بعد مرد اور عورت کے لیے دھام	۲۱۲
فتویٰ نمبر 86	نماز جتازہ کی صفوں کے درمیان فاصلہ	۲۱۳
فتویٰ نمبر 87	جتازہ کی صفیں طاق ہوں	۲۱۵
فتویٰ نمبر 88	جتازہ سے چند ہوں کو ایک بار سب پر نماز پڑھی جائے یا باری باری ان کو رکعت کی ترتیب	۲۱۶
فتویٰ نمبر 89	امام مردہ سے کتنے فاصلے پر کھڑا ہو	۲۱۸
فتویٰ نمبر 90	جتازہ کی نماز کے لیے نماز جمعہ کا انتظار کرنا مکروہ ہے	۲۱۹
فتویٰ نمبر 91	نماز جتازہ کے لیے مرد کو مسجد یا محکم میں رکھنا کیسا ہے؟	۲۲۰
	نذر کی بنا پر مسجد میں نماز جتازہ درست ہے	۲۲۲
فتویٰ نمبر 92	بغیر جتازہ پڑھے مردے کو دفن کر دیا تو کتنے عرصہ تک اس کی قبر پر نماز جتازہ ادا کی جاسکتی ہے؟	۲۲۳
فتویٰ نمبر 93	مردے کو قبر میں کس طرف سے اتارا جائے؟	۲۲۶
فتویٰ نمبر 94	نماز جتازہ نہ ادا نہ کرنے والے کی نماز جتازہ کا حکم	۲۲۸
	کن لوگوں کی نماز جتازہ نہ پڑھی جائے گی	۲۲۹

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	مقروض کی نماز جنازہ کا حکم	۲۳۱، ۲۳۰
	شوہر نے بیوی کے مرنے پر تجھیز و تکھن کے اخراجات دیا، کے کہے بغیر کچھ	۷۱۱
	عقب بیوی کے متروکہ مال سے وصول نہیں کر سکتا	۲۳۳
	زکوٰۃ	
فتویٰ نمبر 95	زکوٰۃ عشر اگر خاتم ماکم نے وصول کر کے بے جا صرف کر لیا، بقوہ دو بارہ ادا کرنا	۲۳۵
	افضل ہے	
فتویٰ نمبر 96	جس شخص کے پاس ایک دن کا کھانا موجود ہو یا تندرست ہو اور کھا کر کھلا سکتا، بقوہ	۲۳۷
	اسے سوال کرنا حرام ہے۔	۲۳۸
	کن لوگوں کو سوال کرنا جائز ہے اور کن کو حرام ہے؟	۲۳۹، ۲۳۸
	جن لوگوں کو سوال کرنا جائز نہیں، انہیں دینا بھی جائز نہیں	۲۴۱
فتویٰ نمبر 97	صدقہ فطر کی مقدار کی تحقیق	۵۳۹، ۱۳۲
	صدقہ فطر کی درج بالا تحقیق سے آپ نے رجوع فرمایا تھا	ماہیت میں
	روزہ	۲۴۳
فتویٰ نمبر 98	معلق امر آلود ہونے کی صورت میں عید کے چاند کے اثبات کے لیے کہتے	۲۴۵
	کو اہوں کی ضرورت ہے۔	۲۴۸
فتویٰ نمبر 99	عرفہ کے دن کے روزے کا حکم	
فتویٰ نمبر 100	تفلی روزہ کسی مسلمان کو خوش کرنے یا غری یا بیاس کے غلبہ کے باعث توڑنا	۲۴۹
	جائز ہے لیکن قضا واجب ہے	

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	خرید و فروخت	۲۵۳
فتویٰ نمبر 101	نوٹ پر کمیشن لے کر فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں	۲۵۵
فتویٰ نمبر 102	مشترک جائیداد کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں	۲۵۷
فتویٰ نمبر 103	قرض کی ادائیگی کے وقت قرض کی مقدار سے زائد دینا مستحب ہے	۲۵۸
	قرض لیتے وقت اگر زیادہ دینے کی شرط لگائی تو سود ہے	۲۵۸
فتویٰ نمبر 104	ادھار بقدر قیمت سے زائد پر فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں	۲۶۰
فتویٰ نمبر 105	بوع سے قبل قربانی کی مکمل فروخت کرنا جائز نہیں۔	۲۶۱
	تھن میں دودھ، ممدف میں موقی، پیٹھ پر ادون اور حیوان کے جسم پر چڑے کی	
	فروخت جائز نہیں	۲۶۱
فتویٰ نمبر 106	تاڑی میں نشہ نہیں آیا کھڑ کو پیچنی یہ معلوم ہے کہ نشہ کے لیے خرید رہا ہے تو بعض	
	کے نزدیک جائز ہے	۲۶۲
	بغیر نشہ کے تاڑی مسلمان کو فروخت کی یہ معلوم ہو کہ نشہ کے لیے خریدے تا ہے تو	
	بالا تفاق مکروہ ہے۔	۲۶۲
فتویٰ نمبر 107	سود کی رقم انگریزی سکولوں میں صرف کی جاسکتی ہے یا نہیں۔	۲۶۵
فتویٰ نمبر 108	روپیہ اس شرط پر قرض دیا کہ واپسی پر اس قدر جس یا رقم زائد ادا کروں گا سود ہے	۲۶۸
فتویٰ نمبر 109	حتیٰ المقتدرہ سود کا ادا نہ کرنا ضروری ہے	۲۷۰
فتویٰ نمبر 110	بیع مسلم کی شرائط اور حکم	۲۷۱
فتویٰ نمبر 111	ایک من جوا اور نو دسے کوغض ایک من غلہ کسی مدت پر لینا جائز ہے یا نہیں	۲۷۲

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	ایک شخص نے اپنا حصہ بلا تقسیم فروخت کر دیا تقسیم سے دوسروں کو نقصان نہ ہو ہو تو بقول امام ابو یوسف بیع جائز ہے ورنہ بالاتفاق ناجائز ہے	۷۱۳
	حجر	۲۷۵
فتویٰ نمبر 112	تائب لڑکی اپنا مہر معاف نہیں کر سکتی کسی کو اپنی کوئی چیز مہر نہیں کر سکتی تائب ہونے پر بلا حرج واکرا مہر معاف کر سکتی ہے۔ تائب لڑکی کا باپ بھی مہر معاف نہیں کر سکتا۔	۲۷۷ ۲۷۷ ۲۷۷
	مضاربت	۲۸۱
فتویٰ نمبر 113	مضاربت کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ مال کے مالک اور کام کرنے والے کا نفع میں حصہ مقرر ہو۔ ہر وہ شرط جس سے نفع کا حصہ مجہول ہو وہ مضاربت کو فاسد کر دیتی ہے۔ یہ شرط نکالی کہ نقصان کا امداد مضارب ہو گا یہ شرط فاسد ہے لیکن مضاربت صحیح ہے۔ مضاربت صحیح ہو تو مضارب کو کچھ نہ ملے گا۔ مضاربت میں نقصان کی صورت میں نقصان پہلے نفع سے پورا کیا جائے گا اگر پورا نہ ہو تو مضارب سے کچھ وصول نہ کیا جائے گا۔ اصل زر سے پورا کیا جائے گا کسی کو ہزار روپیہ دیا کہ آدھے مضاربت کے لیے ہیں اور آدھے مہر ہیں ساری رقم ضائع ہو گئی تو مہر کے حصہ کا ضامن ہوگا	۲۸۳ ۲۸۳ ۲۸۳ ۲۸۵ ۲۸۶ ۷۱۷

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 114	وکالت وکیل کے پاس وصول شدہ روپیہ امانت ہوتا ہے۔ اس کے ضائع ہونے پر وہ ضمانت نہیں۔	۲۸۷
فتویٰ نمبر 115	غریب شاہ شخص بغرض وصول قبض شرعاً مین ہوتا ہے قرض وصول کرنے کے لیے وکیل خصوصاً کا وکیل نہیں ہوتا وصول کے بعد وہ مین ہوتا ہے	۲۹۰، ۲۸۹ ۲۹۲ ۲۹۳
فتویٰ نمبر 116	ہبہ بیہ کے ارکان اور اس کے مکمل ہونے کے شرائط۔ تاباٹ داوا بھائی ماں یا چچی کی کنالیت میں ہو کسی نے تاباٹ کو بیہ کیا اور کنیل نے بیہ پر قبضہ کیا تو صحیح ہے کہ بیہ کال ہو جائے گا۔ باپ نے تاباٹ کو بیہ کیا تو عقد ہی سے کال ہو جائے گا تاباٹ لڑکیاں باپ کی کنالیت میں ہیں ماں نے کوئی چیز بیہ کی جب تک وہ باپ کے قبضہ میں نہ دے بیہ کال نہ ہوگا اجنبی تاباٹ کی کنالیت کرنا، بقول اس کے قبضہ سے بیہ کال ہو جائے گا	۲۹۷ ۳۰۰ ۳۰۰ ۳۰۱، ۳۰۰ ۳۰۲
فتویٰ نمبر 117	باپ اپنی اولاد میں کسی ایک کو جائیداد بیہ کرے اپنا قبضہ اٹھا کر اسے قبضہ دے دے تو بیہ کال ہے چند وٹا لکچرہم کر کے ایک یا باقی کو بیہ کرنا حرام تو نہیں مگر وہ اور علم ضرور ہے مرض الموت میں کسی وارث کو بیہ کرنا یا وصیت نامہ لکھ دینا وصیت ہے جو باطل ہے	۳۰۳ ۳۰۳ ۳۰۴

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 121	زمین وقف کی تو جب تک متولی کے حوالہ نہ کی وقف کامل نہ ہوا۔ وقف کا ارادہ کرنے سے زمین وقف نہ ہوگی۔ غیر وقف کو وقف قرار دینا بے دینی ہے۔ وقف کا بیچنا اور اس کے بدلے روپیہ لینا حرام ہے۔	۳۱۳ ۳۱۳ ۳۱۳ ۳۱۳
فتویٰ نمبر 122	قبضہ دینے بغیر وقف پورا نہیں ہوتا۔ جب تک وقف کرنے والا نماز ادا کرنے کی اجازت نہ دے جگہ مسجد قرار نہیں پاتی وقف کی اجازت سے ایک دو مردے دفن ہو جائیں تو جگہ قبرستان کے لیے وقف قرار پائے گی۔	۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۶ ۳۱۶
فتویٰ نمبر 123	وقف کیے بغیر کسی کا مال وقف نہیں ہو سکتا۔ مکان اور مکان جب تک وقف کر کے متولی کے سپرد نہ کر دے وقف نام نہیں ہو سکتا	۳۱۷ ۳۱۸
فتویٰ نمبر 124	قدیمی قبرستان میں قبروں کے نشانات مٹ چکے ہوں طلبہ کے لیے مدرسہ بنانا جائز نہیں ہے ایک یا دو قبریں کسی جگہ ہوں ان پر حجر یا گنبد بنا کر مسجد کا محن بنانا جائز ہے۔ قبرستان کا گھاس کاٹ کر چوپایوں کو کھلایا جاسکتا ہے۔ چوپائے قبرستان میں نہ چھوڑے جائیں۔	۳۱۹ ۳۲۱ ۳۲۱ ۳۲۱، ۳۲۲
	زمین قبرستان کے لیے وقف کی ایک مردہ بھی دفن کر دیا گیا لیکن وہ جگہ مردے دفن کرنے کے لائق نہ ہو تو قبرستان قرار نہ پائے گی۔	۳۲۲، ۳۲۱
فتویٰ نمبر 125	ہندو کے روپیہ سے جو مسجد بنوائی جائے اس کا حکم مسجد کا سا نہیں ہوتا۔	۳۲۳

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	ہندو کے روپیہ سے مسجد کے لیے جہاز 'فانوس' بچنے' مسجد کے کونویں وغیرہ پر خرچ کر سکتے ہیں	۳۲۳
فتویٰ نمبر 126	وقف کے گنج ہونے کے بعد وقف چیز واپس نہیں لے سکتا۔	۳۲۵
	وقف کے بعد وقف چیز کا مالک نہیں رہتا۔	۳۲۶
	وقف کی ہوئی چیز پرانی ہو جانے پر ضرورت کی بنا پر متولی یا وقف اس کے بدلے میں نئی چیز خرید کر رکھنے کو بالائینفاق جاز ہے۔	۳۲۶
	مخلد ویران ہونے کی صورت میں میت کو اٹھانے کا تاویز منہلا نے کا حق وغیرہ قریب کے مخلد میں منتقل کر دیے جائیں گے۔	۳۲۸
فتویٰ نمبر 127	بجیل کے درخت کے نیچے ہندو عبادت کرتے ہوں اس کے نیچے سے مسجد بنائے تو اس کو کفارہ کرنے میں بڑا ثواب ہے۔	۳۲۹
فتویٰ نمبر 128	مسجد کی تعمیر کے وقت وقف کرنے سے پہلے مسجد کے نیچے یا اوپر حجر یا مکان تعمیر کیا جاسکتا ہے۔	۳۳۰
	وقف کرنے کے بعد مسجد کے نیچے یا اوپر کوئی حجر یا مکان بنا جاسکتا ہے۔	۳۳۰
فتویٰ نمبر 129	مسجد یا خانے مسجد میں دکان تعمیر کرنا درست نہیں۔	۳۳۲
	مسجد بنوائے لیکن اس کے نیچے یا اوپر اپنی ملکیت برقرار رکھ کر قہرمانہ یا مکان بنایا تو وہ جگہ مسجد قرار نہ پائے گی۔	۳۳۳
فتویٰ نمبر 130	زمین یا مکان اگر عینہ و عی ہے جس کو وقف نے وقف کیا ہو تو اسے بیچنا ناجائز ہے	۳۳۵
	وقف کی آمدنی سے مکان یا زمین خریدی تو اسے فروخت کر سکتے ہیں۔	۳۳۵

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	کوئی مکان منہدم ہو گیا اس کو آبا دکرنا محذور ہو اور کرایہ پر نہ چڑھایا جاسکتا ہو تو قاضی کی اجازت سے اسے فروخت کر سکتے ہیں۔	۳۳۵
فتویٰ نمبر 131	غیر مسلم نے مسجد بنوائی اس میں نماز ادا کرنا جائز ہے لیکن مسجد کا ثواب نہ ہوگا۔	۳۳۷
فتویٰ نمبر 132	ردی (طائفہ) کا روپیہ مسجد میں لگانا جائز نہیں۔	۳۳۸
فتویٰ نمبر 133	مسجد میں پہلی اسلام کے سوا کسی کا روپیہ نہ لگائیں۔	۳۳۹
فتویٰ نمبر 134	مسجد کی تعمیر کے لیے سامان غیر مسلم سے خریدا جاسکتے ہیں	۳۴۰
فتویٰ نمبر 135	مسجد ویران ہو گئی اگر اس کا سامان کے تلف ہونے کا خطرہ نہ ہو تو اسے کسی دوسری مسجد میں منتقل کرنا جائز نہیں۔	۳۴۱
	ویران مسجد کا سامان تلف ہونے کا نابالغ گنہگار ہو تو اسے دوسری مسجد میں منتقل کر سکتے ہیں	۳۴۲
	مسجد کی گھاس اور چٹائیاں اگر ان کی ضرورت نہ رہے تو قریب ترین مسجد میں صرف کر سکتے ہیں۔	۳۴۳
	وقف کو تمیں اور سرائے کی چیزوں کا بھی یہی حکم ہے	۳۴۴
فتویٰ نمبر 136	پرانی مسجد کی اشیا فروخت کر کے ان کی قیمت نئی مسجد میں صرف کرنا جائز ہے۔	۳۴۵
فتویٰ نمبر 137	صرف اتنا کہہ دینے سے کہ میں نے اپنا مکان مسجد کے لیے وقف کیا وہ مکان وقف نہ ہوگا جب تک متولی کے سپرد نہ کرے۔	۳۴۶
فتویٰ نمبر 138	مسجد کا فتویٰ مفتی اور اسٹلائی تحریف	۳۴۸
	مسجد کے لیے وقف کرنے کے بعد نہ رجوع کر سکتا ہے نہ فروخت کر سکتا ہے اور نہ ہی اس کی وراثت بنتی ہے۔	۳۴۹

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	کسی نے مسجد بنوائی لیکن اس کے نیچے تہ خانہ یا اوپر اپنا گھر بنایا تو وہ اس کو غروث کر سکتا ہے۔	۳۵۰، ۳۳۹
فتویٰ نمبر 139	ماٹم باپ مر گیا اولاد چھوڑی جو باپ کی طرح اپنی خدمات انجام دیتی ہو تو ماکم پر لازم ہے کہ باپ کا وکفہ اس کی اولاد کو دے۔	۳۵۳
	جامل اور ناقابل امامت اولاد باپ کے بیت المال سے مقرر وکفہ کی حق دار نہیں	۳۵۵
فتویٰ نمبر 140	واقف خود حوالی ہو یا واقف کی جانب سے دیانت دار حوالی ہوا سے معزول کرنا درست نہیں	۳۵۹
فتویٰ نمبر 141	بانی مسجد اور اہل عہدہ مسجد کی خبر گیری کریں اگر جھگڑا کریں تو ان کا یہ حق جاتا رہتا ہے	۳۶۱
فتویٰ نمبر 142	دکاندار مجبوری کے باعث پانی کو جامع مسجد سے دکان پر لے جاسکتے ہیں یا نہیں	۳۶۳
فتویٰ نمبر 143	مسجد کی زمین میں نئی ہو تو درخت لگانا جائز ہے۔	۳۶۳
	مسجد میں درخت ہوا اس کا فائدہ نہ ہو تو اسے باقی رکھنا جائز نہیں۔	۳۶۳
فتویٰ نمبر 144	مسجد کی چھت پر نماز پڑھنے کا حکم۔	۳۶۶
	مسجد کی چھت مسجد کا حکم رکھتی ہے اس پر بھتان کرنا پامانہ پھرنا مکروہ تحریمی ہے	۳۶۶
	کعبہ کی چھت پر چلنا مکروہ ہے	۳۶۷
	سات مقامات پر نماز ادا کرنا مکروہ ہے (حدیث)	۳۶۷
	بیت اللہ کے اندر داخلہ مستحب ہے جب کہ خود کو یا دوسروں کو تکلیف نہ دے	۳۶۸
	مسجد کی چھت پر بلا ضرورت چڑھنا مکروہ ہے۔	۳۶۸

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	بفرض اذان مسجد کی چھت پر چڑھنا صحابہ کرام سے ثابت ہے۔	۳۶۹
	علامہ ثنائی سے اختلاف۔	۳۷۰
	مسجد حرام میں نمازی سے آگے گزرا ممنوع نہیں۔	۳۷۱
فتویٰ نمبر 145	کسی بادشاہ یا امیر کا مسجد کے لیے وقف کا حکم امام اوقاف سے مختلف ہے۔	۳۷۳
	ایسے اوقاف سے طلباء منتخرانہ امام مدرس کی تحزاہ وغیرہ دے سکتے ہیں اختطاری کا بندوبست بھی کر سکتے ہیں۔	۳۷۳
فتویٰ نمبر 146	محول نے مسجد کے مقدمہ پر اپنی جیب سے خرچ کیا وہ مسجد کے فخر سے وصول کر سکتا ہے۔	۳۷۸
فتویٰ نمبر 147	مسجد کی پرانی اشیاء کا فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد میں صرف کر سکتے ہیں۔	۳۷۹
فتویٰ نمبر 148	محبین مسجد میں پرانی قبریں آجائیں تو ان کو برابر کر کے مسجد میں داخل کر لیا جائے۔	۳۸۰
فتویٰ نمبر 149	شیعہ کی مسجد کا حکم	۳۸۱
فتویٰ نمبر 150	وقف کی تعریف اور حکم (وقف کی قسم اول)	۳۸۲
	وقف کنندگان کنی ایک ہوں یا وقف کنندہ ایک ہو لیکن وقف کی جہات مختلف ہوں تو وقف کی شرط کے خلاف کرنا جائز نہیں	۳۸۳
	وقف کنندہ ایک ہو اور اوقاف متعدد ہوں اور تمام کی جہت ایک ہی ہو تو ایک کا باقی ماندہ مال دوسرے میں خرچ کرنا جائز ہے۔	۳۸۴
	مسجد میں واقع مدارس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک ایک کی آمدنی دوسرے میں خرچ کرنا جائز ہے اور بعض کے نزدیک جائز نہیں	۳۸۵

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	مسجد کے لیے معین وقف کی آمدنی مدرسہ پر اور اسی طرح اس کے برعکس جائز نہیں ہے۔	۳۸۵
	مسجد کی تعمیر کے لیے وقفہ رقم سے بچا رہا اس کا مصرف کیا ہے۔	۳۸۶
	واقف کی شرط کے بغیر معین وقف سے کسی کا وظیفہ بغیر ضرورت کے مقرر کرنا قاضی کے لیے جائز نہیں ہے اور ضرورت کی صورت میں جائز ہے۔	۳۸۷
	وقف کی دوسری قسم:	۳۸۷
	واقف نے مطلق مصالح مسجد کے لیے وقف کیا تو مصلحتوں کا تعین عرف زمانہ کے لحاظ سے ہوگا۔	۳۸۸
	قدیم زمانہ کا عرف معلوم ہو تو بھی عرف زمانہ بحال ملحوظ ہوگا۔	۳۸۸
۳۸۹، ۳۸۸	اختلاف زمانہ کے باعث مصالح مسجد کا اختلاف	
	مسجد اور مدرسہ کے ملازم ایسے ہوتے ہیں بغیر کام کے اجرت کے مستحق نہیں ہو سکتے	۳۹۶
	وقف کی تیسری قسم (امرا اور بادشاہ ہوں کے واقف)	۳۹۹
	اس قسم کا حکم بیت المال سے وقف کا سا ہوتا ہے واقف کو اس سے ثواب ہوگا	۳۹۹
	بیت المال کی وقف شدہ چیز میں واقف کی شرط کا اعتبار نہیں ہوتا۔ دوسری جگہ بھی صرف کیا جاسکتا ہے۔	۴۰۱
	بیت المال کے وقف سے امداد کے مستحقین	۴۰۳
	بیت المال کے وقف کی آمدنی کم ہونے کی صورت میں مستحق کون ہوں گے۔	۴۱۱
	جن لوگوں کو بیت المال سے بطریق امانت و عزت اسلامی کے وظیفہ ملتا ہو ان کے مرنے کے بعد ان کے بیٹوں کو وہی وظیفہ دیا جائے گا۔	۴۱۳

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 151	<p>مسجد کو اپنی جگہ سے منتقل نہ کیا جائے اگرچہ دوسری جگہ مافوق ہو</p> <p>اگر مسجد ویران ہو جائے اور ظالم لوگ اس کا سامان اپنے کام میں لائیں تو اسے منتقل کرنا جائز ہے۔</p> <p>تاجب مسجد چھین کر قیمت دے متولی کے لیے وصول کرنا جائز ہے اس سے نئی مسجد بنادے</p> <p>مسجد یا حوض ویران ہو جائے اور اس کے طبع کے چوری ہونے کا خدشہ ہو تو دوسری مسجد میں منتقل کر دیا جائے۔</p>	۳۱۵
فتویٰ نمبر 152	<p>قبرستان کو بے صورت ضرورت مسجد بنانا جائز ہے۔</p> <p>کفار کے قبرستان کو مسلمانوں کا قبرستان بنایا جاسکتا ہے جب کہ ہڈیاں ختم ہو چکی ہوں</p> <p>قبرستان کی نیت سے ایک یا دو قبریں بنادیں لوگ کسی خاص وجہ سے وہاں دفن کرنا ترک کر دیں تو اس جگہ کو فروخت کرنا جائز ہے۔</p> <p>دفن کے بعد میت کو نکالنا جائز نہیں مگر چند عذروں کی بناء پر جائز ہے۔</p> <p>قبر پر بیٹھنے کا عذاب (حدیث)</p> <p>مسجد کے نیچے یا اوپر واقعہ کو بھی اپنی سکونت کا مکان بنانا بالاتفاق ناجائز ہے</p> <p>لیکن حضرت امام محمد نے اس کی اجازت دے دی۔</p> <p>قبر کا نشان مٹائے بغیر مسجد کی کرسی اونچی رکھ کر ان پر کوفہ بے بنادے جائیں۔</p> <p>قبر کو مسجد بنانے کی ممانعت کا حق ہے کہ ان کو قبضہ نہ بنایا جائے۔</p> <p>نیک آدمی کی قبر کے پاس مسجد بنانا بغرض حصول برکت جائز ہے۔</p>	۳۱۹ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۳ ۳۲۵

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 153	چوتروہ مقوقہ علی السجد مسجد سے امتداد دور ہو کہ درمیان میں رستہ حائل ہو تو اس پر نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب ہوگا	۴۲۶
	غصب	۴۲۷
فتویٰ نمبر 154	کسی کا مال تلف کرانے یا حق تلفی کرانے اس کے واسطے و میہذا غائب ہے۔ مشترکہ جانکا ادکا کر ایہ وصول کرتا رہا اس پر لازم ہے کہ دوسرے حصہ داروں کا حصہ ان کو ادا کرے۔ کسی کی زمین میں مالک کی اجازت کے ساتھ مکان تعمیر کیا تو خرچ وصول کر سکتا ہے اگر بغیر اجازت تعمیر کیا تو خرچ وصول نہیں کر سکتا۔	۴۲۹ ۷۱۵ ۸۴۴
	عاریہ	۴۳۱
فتویٰ نمبر 155	شوہر کی جانب سے زیور اگر ماریت ہے تو وہ واپس لے سکتا ہے اگر مہر ہے تو واپس نہیں لے سکتا۔ شوہر ماریت کا دعویٰ کرے اور عورت مہر کا اور کوہ کوئی نہ پیش کرے تو عرف کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ شوہر نے جو زیور پہنایا اگر عرف میں وہ ماریت شمار ہوتا ہو تو وہ ماریت ہے ورنہ عورت کی ملک ہے۔ ثابت کا مال اس کے سر پرست کے پاس بائٹ ہونے تک بطور امانت ہوتا ہے	۴۳۳ ۴۳۳ ۴۳۴ ۵۰۶ ۸۴۸
	مفقود	۴۳۷
فتویٰ نمبر 156	انتہائی مجبوری کی صورت میں مفقود خاوند کی زوجہ کے لیے شافعی اور مالکی قول کے مطابق عمل کرنا جائز ہے۔	۴۳۹

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 157	مسئلہ منقود میں ضرورت کے وقت مالکی اور شافعی قول کے مطابق عمل درست ہے۔	۴۴۰
فتویٰ نمبر 158	منقود خاوند کی بیوی اس وقت طلاق نہ کرے جب تک اس کے خاوند کے ہم عمر نہ مر جائیں	۴۴۱
فتویٰ نمبر 159	منقود کی بیوی کے لیے شوہر کی جائیداد سے ماں و فقہ کا انتظام کیا جائے۔ قاضی کو اختیار نہیں کہ منقود کی بیوی اور خاوند کے درمیان تفریق کا حکم نافذ کرے	۴۴۲
	منقود کی عمر نوے برس ہوگی تو اس کی موت کا حکم لگایا جائے گا اس کے بعد عورت عدت گزارے اور پھر نکاح کرے	۴۴۳
	ضرورت کی بناء پر منقود کی بیوی کے بارے میں امام مالک کے قول پر فتویٰ جاری ہے۔	۴۶۸
۴۴۵	احیاء الموات	
فتویٰ نمبر 160	خود روگھاس اور درخت ایسی زمین میں ہوں جو کسی کی ملکیت نہیں ان میں سب مسلمانوں کا حصہ ہے۔	۴۴۷
	خود روگھاس اور درخت مملوکہ زمین میں ہوں تو بھی سب مسلمانوں کا حصہ ہے لیکن صلابہ زمین کو حق حاصل ہے کہ اپنی زمین میں کسی کو نہ آنے دے	۴۴۷
	خود روگھاس یا لکڑی کاٹ کر رکھی تو وہ کاٹنے والے کی ملکیت ہے۔	۴۴۸
	گھاس پونے اور لگانے سے اُگے لکڑیہ مالک زمین کی ملکیت ہے۔	۴۴۸
	پانی گھاس اور آگ سب کا حکم یہی ہے۔	۴۴۸

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 161	نکاح نکاح کے رکن ایجاب وقبول ہیں اور شرط دو کو ایوں کا مجلس نکاح میں موجود ہوتا ہے۔	۴۵۱
۴۵۳	قاضی شہر کے علاوہ جو بھی نکاح پڑھائے نکاح ہو جاتا ہے۔	۴۵۳
۴۵۳	دلہا دلہن کو ایوں کے سامنے ایجاب وقبول کر لیں نکاح ہو جاتا ہے۔	۴۵۳
فتویٰ نمبر 162	اگر عورت مجلس نکاح میں موجود نہ ہو اور نہ ہی وکیل یا ولی ہو تو قاضی خود عورت سے اجازت لے کر دلہا کو قبول کرادے۔	۴۵۳
۴۵۳	قبول کرا تے وقت عورت کا نام مع اس کے والد کے نام کے ضرور لے تاکہ سب پہچان لیں	۴۵۳
فتویٰ نمبر 163	نکاح میں عورت کی پہچان ضروری ہے جس سے نکاح ہو رہا ہے اس کی مختلف صورتیں	۴۵۵
۴۵۸	حاملہ یا انکاح کا نکاح درست نہیں	۴۵۸
فتویٰ نمبر 165	زمانے سے نکاح نہیں ٹوٹتا	۴۵۹
فتویٰ نمبر 166	عدت کے دوران نکاح درست نہیں۔	۴۶۰
۴۶۱	نکاح صغیرہ میں مہر مثل سے کم جائز نہیں اگر کم ہوگا تو پورا مہر مثل شوہر سے دلایا جائے گا	۴۶۱
فتویٰ نمبر 167	عدت گزرنے سے پہلے نکاح درست نہیں۔	۴۶۳
۴۶۳	جن لوگوں نے عدت کے دوران نکاح پڑھالیا یا کواہ بنے یا وکیل بنے تو سب پر تو بلا لازم ہے	۴۶۳

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 168	جس کا دودھ پیاس کی کسی لڑکی سے نکاح درست نہیں۔	۴۶۴
	رضاعی بھالی کی بہن سے نکاح درست ہے۔	۴۶۴
فتویٰ نمبر 169	ممانی اور بھانجے کا نکاح درست ہے۔	۴۶۵
فتویٰ نمبر 170	نابالغ کے نکاح کے لیے ولی کا ہونا شرط ہے۔	۴۶۶
	جس کو نابالغ کے مال میں تعریف کا حق ہے اسے اس کی ذوات میں تعریف بھی جائز ہے	۴۶۷
فتویٰ نمبر 171	نابالغ کا نکاح قاضی بھالی یا ماں نے کیا تو بلوغ کے بعد اسے خیارت حاصل ہے	۴۶۸
فتویٰ نمبر 172	آزاد مائل بالغ عورت نے اپنا نکاح کسی سے کرایا تو جائز ہے۔	۴۶۹
فتویٰ نمبر 173	بالغہ باکرہ عورت کو نکاح پر مجبور نہ کیا جائے گا۔	۴۷۰
	بچا ہوا یا ماں نے بالغ عورت کی اجازت کے بغیر نکاح کر دیا تو نکاح نہ ہوگا۔	۴۷۰
۴۷۱، ۴۷۰	بالغہ عورت کا بوقت نکاح چستنا چپ رہنا ذہن کے قائم مقام ہے۔	
	نثار زاد بھالی کے ساتھ نکاح درست ہے۔ جائز نہ سمجھنے والوں کے نکاح ٹوٹ جائیں گے	۴۷۱
فتویٰ نمبر 174	نابالغ کا نکاح ولی اقرب (باپ) کی اجازت پر مقبوف ہے خواہ اجازت صراحت ہو یا دلالت	۴۷۲
	ولی البعد نے ولی اقرب کی موجودگی میں نکاح کیا تو وہ نکاح ولی اقرب کی اجازت پر مقبوف رہے گا۔	۴۷۲
	غیر کفو میں نکاح کرے تو ولی کو اعتراض کا حق حاصل ہے۔	۴۷۳
	ولی البعد نے نکاح کیا ولی اقرب مجلس میں موجود تھا تو اس کا سکوت اجازت قرار نہ پائے گا صریح اجازت کی ضرورت ہے۔	۴۷۳

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 175	<p>باپ کا نکاح بغیر صریح اجازت کے مکمل نے کر دیا نکاح صحیح نہیں۔</p> <p>بچا زاد بھائی ماں سے زیادہ قریب ولی ہے۔</p> <p>غیر کفو میں نکاح میں سکوت رضامندی نہیں۔</p> <p>عورت نے ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کیا تو ولی کے مطالبہ پر قاضی تفریق کر دے گا۔</p>	۴۷۴ ۴۷۴ ۴۷۴ ۴۷۵
فتویٰ نمبر 176	<p>بلا اجازت اور اطلاع نکاح کو فضولی کہتے ہیں۔</p> <p>نکاح فضولی اجازت پر موقوف ہوتا ہے اجازت نہ دے تو نکاح نہیں ہوتا</p>	۴۷۶ ۴۷۶
فتویٰ نمبر 177	<p>باپ کی موجودگی میں اس کی ماں یا بھتیجی کا نکاح ہوا تو یہ باپ کی اجازت پر موقوف ہوگا</p> <p>درج بالا صورت میں باپ کا سکوت اجازت نہیں بلکہ صراحتاً یا دلائل اجازت ضروری ہے</p> <p>باپ یا دادا کے سوا کسی اور نے غیر کفو میں نکاح کیا یا مرثیہ سے کم نکاح کیا تو بھی نکاح صحیح نہیں۔</p>	۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۸
فتویٰ نمبر 178	<p>انا بعدترین اولیاء سے ہے</p> <p>ولی اقرب کی موجودگی میں ولی بعد نے نکاح کیا نکاح صحیح نہیں۔</p> <p>ولی اقرب اہل ولایت نہ ہو یا وہ اتنی دور چلا گیا ہو کہ کفو کی پیش کش کے فوت ہونے کا خوف ہو تو ولی بعد کا نکاح درست ہے۔</p> <p>ولی بعد نے نکاح کیا تو لڑکی کو خیار فسخ حاصل ہے۔ لیکن عورت قاضی سے فسخ کرائے</p> <p>خیس آنے کے متصل بعد دو گواہ فسخ پر مقرر نہ کرے تو خیار فسخ باقی نہیں رہتا</p>	۴۸۰ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۲

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 179	خیار بلیغ سے طہرہ لگی ہوئی خاوند نے دخول نہ کیا تھا تو عورت کو مہر نہ ملے گا۔	۴۸۳
فتویٰ نمبر 180	فاسق صالحہ عورت کا کفو نہیں ہے۔	۴۸۳
	مہر کی اقسام، مہر، مہر، مہر اور مہر	۴۸۵
	مہر، مہر، مہر، مہر، مہر	۴۸۵
	مہر، مہر، مہر، مہر، مہر	۴۸۶
	حاملہ یا لڑکا سے نکاح درست ہے اگر زانی نے نکاح کیا تو وہی بھی درست ورنہ	
	بوجہ حمل تک بھارت جائز نہیں۔	۷۸۸
	مہر، مہر، مہر، مہر، مہر	۴۸۷
	نکاح طلاق کب واجب ہوتا ہے اور اس کی تفصیل	۴۸۹
فتویٰ نمبر 181	مہر، مہر، مہر، مہر، مہر	۴۹۱
فتویٰ نمبر 182	نکاح کریم شرط جواز نکاح نہیں ہے۔	۴۹۲
	یہ وقت عقد نکاح جو مہر مقرر کیا جائے وہی لازم ہوتا ہے۔	۴۹۲
	بلاذکر مہر نکاح کی صورت میں مہر، مہر، مہر، مہر، مہر	۴۹۲
	مہر کے بغیر نکاح کیا پھر بھی مہر، مہر، مہر، مہر، مہر	۴۹۲
فتویٰ نمبر 183	نکاح لڑکے کا نکاح عورت سے والدین کی ولایت میں نکاح ہو تو مہر خاوند پر	
	واجب ہوتا ہے	۴۹۳
	نکاح لڑکے کے مہر کے ضامن ہونے کی صورت میں باپ پر مہر واجب ہوتا ہے	۴۹۳
فتویٰ نمبر 184	مہر، مہر، مہر، مہر، مہر	۴۹۷
	کن صوفیوں میں عورت خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکل سکتی ہے اور	
	کن میں نہیں	۴۹۸

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 185	لڑکی کے بائٹ ہونے کے بعد خاوند کو زہد کے پاس آمد و رفت رکھنے سے روکنا ظلم ہے کوئی مرض باعث تنہا مہر نہیں۔	۴۹۹ ۵۰۱
فتویٰ نمبر 186	نکاح صحیح ہونے سے قبل عورت مر جائے تو پورے مہر کی مستحق ہے۔	۵۰۲
فتویٰ نمبر 187	مہر بھل یا موت کے ساتھ پختہ ہو جاتا ہے۔ وہ میوہ جن میں عورت کو خیار صحیح حاصل ہوتا ہے۔ خاوند یا بیوی کے مرنے سے کال مہر واجب ہو جاتا ہے۔	۵۰۳ ۵۰۳ ۵۰۵
فتویٰ نمبر 188	عورت کی کسی غیر مرد سے شناسائی ہو تو نکاح نہیں جاتا مرد خواہ طلاق دے	۵۰۷
	یا نہ دے	۵۰۷
	نکاح میں ما بائٹ کا ولی اقرب باپ ہے۔	۵۰۷
	دورانِ عدت نکاح خاوند کے علاوہ کسی اور سے ہرگز درست نہیں۔	۵۰۷
	مہر واجب الطالب مرد کو ادا کرنا واجب ہے۔	۵۰۷
	تجزیہ جولوڑی کو دیا جاتا ہے وہ عورت کی ملکیت ہے	۵۰۷
	عدت کے ختم ہونے سے پہلے خاوند کے علاوہ کسی اور سے نکاح باطل ہے	۵۰۷
	خاوند نے مہر میں اضافہ نہ کیا یہ اضافہ جب لازم ہوگا جب عورت نے قبول کیا ہو	۵۰۷
	تمام ورثہ نے مہر کے لیے ایک ماہ کی مہلت دی تو مہینہ سے پہلے بھی مطالبہ	۵۰۷
	کر سکتے ہیں	۵۰۷
	زنا کی اولاد کا نسب زانی سے ثابت نہیں ہوتا۔	۵۰۷
		۸۳۲

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	طلاق	۵۰۹
فتویٰ نمبر 188	طلاق رجوع کی ایک صورت اور اس کا حکم	۵۱۱
	طلاق مغلطہ کا حکم	۵۱۲
	طلاق دینے کے بعد عاوند انکار کرے تو کیا حکم ہے	۵۱۲
فتویٰ نمبر 189	بیوی کا ہاں اولاد ہو یا نہ ہو طلاق واقع ہو جاتی ہے	۵۱۳
	طلاق سرج اور کنایہ اور ان کا حکم	۵۱۳
	پائے اور مغلطہ طلاق اور ان کا حکم	۵۱۳
فتویٰ نمبر 190	طلاق مغلطہ دی گیاں بیوی عدانہ ہوئے تو بصورت ثبوت طلاق اور انحصارے	
	عدت عورت دوسرے عاوند سے نکاح کر سکتی ہے۔	۵۱۶
فتویٰ نمبر 191	مغلطہ طلاق کا حکم	۵۱۷
فتویٰ نمبر 192	مغلطہ طلاق کا حکم	۵۱۸
فتویٰ نمبر 193	طلاق کے ثبوت کے لیے دو مادل مسلمان کو اہل کافی ہیں تحریر کی ضرورت نہیں	۵۱۹
	عدت گزار جانے کے بعد خواہ پہلے عاوند سے نکاح کرے یا کسی اور سے جائز	
	ہے طلاق مغلطہ ہو تو عدت گزارنے کے بعد بھی پہلے عاوند سے نکاح نہیں کر سکتی	۵۱۹
فتویٰ نمبر 194	تین طلاق کا حکم	۵۲۰
فتویٰ نمبر 195	مدخلہ اور غیر مدخلہ کو تین طلاق دینے کے حکام	۵۲۱
فتویٰ نمبر 196	طلاق کی ایک صورت	۵۲۳
فتویٰ نمبر 197	طلاق کی ایک صورت	۵۲۳
فتویٰ نمبر 198	عاوند نے تہائی میں طلاق دی تو طلاق ہو جائے گی	۵۲۵

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	تلاخ طلاق اور ثبوت طلاق دوا لگ بجز میں ہیں ثبوت طلاق کے لیے کوا ہوں کی ضرورت ہے	۵۲۵
فتویٰ نمبر 199	”طلاق دے دوں گا“ سے طلاق نہیں ہوتی	۵۲۶
	طلاق کے ثبوت کے لیے دوا مل کوا ہوں کی ضرورت ہے	۵۲۶
	رجعی طلاق کا حکم	۵۲۶
فتویٰ نمبر 200	زمانہ میں جتا بیوی کو تھڑک کر نکال دینے سے طلاق نہیں ہوتی	۵۲۷
فتویٰ نمبر 201	بعض رضہ بخار دمانہ میں نقص پیدا ہو گیا طلاق دی واقع نہ ہوگی	۵۲۸
فتویٰ نمبر 202	نقص کی حالت میں کسی نے طلاق نامہ پر انگوٹھ لگوا لیا تو کیا حکم ہے؟	۵۲۹
فتویٰ نمبر 203	دیوانے کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔	۵۳۱
فتویٰ نمبر 204	مجتون، مجنونا، مجنونا، نابالغ اور بے ہوش کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔	۵۳۳
	ماہیت صحت میں کہا اگر میں اس مکان میں قدم رکھوں تجھے طلاق دیوانہ ہونے کے بعد وہاں گیا طلاق ہو جائے گی	۵۳۳
فتویٰ نمبر 205	عورت بلا اجازت گھر سے نکلے نکاح نہیں ہو تا	۵۳۶
فتویٰ نمبر 206	ایجاب و قہل سے قبل خیار طلاق کی شرط معتبر نہیں۔	۵۳۸
	خیار طلاق کی شرط پر ایجاب و قہل ہوا اس کا اعتبار ہے	۵۳۹
	نابالغ یا بڑھاپے کے باعث جس کو حیض نہ آتا ہو اس کی عدت تین ماہ ہے۔	۳۶۱
	خلع	۵۴۱
فتویٰ نمبر 207	منافع کی تہریف	۵۴۳
	منافع ایک طلاق باندہ ہوتا ہے	۵۴۳

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	سرراہِ عِلْم کرنا اور طلاقِ نڈے کا حکم پھر اطلاق دلوا دے	۵۴۴
	ظہار	۵۴۵
فتویٰ نمبر 208	تو میری ماں بہن کی شل ہے کہا تو کیا حکم ہے؟	۵۴۷
	تلہار کے کنارہ کی تفصیل	۵۴۷
فتویٰ نمبر 209	”تو اب میری ماں بہن کے برہم ہے“ کہا تو کیا حکم ہے	۵۴۹
	تلہار کے کنارہ کی تفصیل	۵۴۹
	عنین	۵۵۱
فتویٰ نمبر 210	عنین کے احکام	۵۵۳
فتویٰ نمبر 211	سرکا آہ متاثر کتنا ہوا چھوٹا ہو کر ادخال ممکن نہ ہو تو تفریق کر دی جائے گی	۵۵۶
	اگر مرد ہو یا خسی ہو تو اسے ایک سال کی مہلت دی جائے گی	۵۵۶
	اگر سال کے بعد وہ ٹھیک نہ ہو اور طلاقِ نڈے کا خسی اس کے قائم مقام ہو کر	
	طلاق دے دے	۵۵۷
فتویٰ نمبر 212	اگر آہ متاثر کتنا ہوا ہو یا اتنا چھوٹا ہو کر ادخال ممکن نہ ہو تو فوراً تفریق کر دی	
	جائے گی	۵۵۸
	تا مرد یا خسی ہو تو ایک سال کی مہلت دی جائے گی	۵۵۹
	عدت	۵۶۱
فتویٰ نمبر 213	تا بائد کی عدت تین ماہ ہے بائد کی عدت تین حیض اور جسے حیض نہ آتا ہو اس کی	
	عدت تین ماہ ہے۔	۵۶۳
فتویٰ نمبر 214	عورت اپنی عدت کہاں پوری کرے۔	۵۶۴

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	ماں بچے کی پرورش کی حق دار ہے اس کو پرورش پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔	۸۱۲
	نفقہ	۵۷۷
فتویٰ نمبر 219	ایام عدت میں مکان سکونت، نان و نفقہ اور لباس مرد کے ذمہ ہے۔	۵۷۹
	متعدلات کی اقسام اور ان کے احکام	۵۷۹
	شوہر کی شادی پر برادری کو کھانا کھلانے وغیرہ کا خرچہ باپ کے ذمہ ہے شوہر کے ذمہ نہیں	۵۸۱
فتویٰ نمبر 220	عورت بلا حق شرعی بلا اجازت شوہر کے گھر سے چلی جائے وہ نان و نفقہ کی حقدار نہیں	۵۸۲
فتویٰ نمبر 221	شوہر بدسلوکی کرے خبر گیری نہ کرے عورت کو حق ہے کہ اس کے ہاں نہ ٹھہرے	۵۸۳
فتویٰ نمبر 222	نفقہ کی دھورتیں تنگیں اور ایصال	۵۸۳
	ادائے نفقہ کی مدت	۵۸۶
	بیوی کے اپنے نفقہ کے ساتھ خادمہ کے نفقہ کے حصول کرنے کی صورت	۵۸۶
فتویٰ نمبر 223	باپ بچہ کی عمر سات برس ہونے تک اس کا نفقہ اور پرورش کرنے والی ماں کا نفقہ ادا کرے	۵۸۸
فتویٰ نمبر 224	عدت کے ایام کا نان و نفقہ خاوند کے ذمہ ہے	۵۹۱
فتویٰ نمبر 225	ایام عدت کا نفقہ خاوند کے ذمہ ہے۔	۵۹۳
	ایام عدت کا نفقہ مرد کے ذمہ ہے۔	۵۱۵
	بچہ کا نان و نفقہ باپ کے ذمہ ہے۔	۵۷۵
	زمانہ عدت کا نفقہ خاوند کے ذمہ ہے۔	۵۷۵

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	حضانہ کے زمانہ کا نفقہ باپ کے ذمہ ہے۔ ان وفقت کی ضروریات کے علاوہ بیوی نے خاوند کے مال سے مال چرایا تو وہ اسے ہر میں شمار کر سکتا ہے۔	۵۹۷ ۷۱۱
	شکار و بیع	۵۹۹
فتویٰ نمبر 226	حیر یا برجمی سے ہسم اللہ کہہ کر شکار کو زخمی کیا اور شکار تک پہنچنے سے پہلے مر گیا تو اس کا کھانا حلال ہے۔ ایسی چیز سے شکار کو زخمی کیا جو اپنے بوجھ کے باعث زخمی کرتی ہے شکار تک پہنچنے سے پہلے مر گیا تو اس کا کھانا حرام ہے۔ زخمی کرنے سے شکار صرف اس وقت حلال ہے جب کہ باقاعدہ ذبح کرنے پر قدرت نہ ہو کوئی سے شکار کا حکم	۶۰۱ ۶۰۱ ۶۰۱ ۶۰۲
فتویٰ نمبر 227	مشرک خواہ ہسم اللہ چہ کر شکار کو زخمی کرے وہ حلال نہیں۔ شکار کے حلال ہونے کے لیے شکاری کا مسلمان ہونا شرط ہے۔	۶۰۳ ۶۰۳
فتویٰ نمبر 228	غیر اللہ کے تقرب کی خاطر ذبح کیا جانور حرام ہو گیا۔ اگر کسی کے ایصال ثواب کے لیے ذبح کرے تو جانور حلال ہے۔ اگر اول نیت غیر اللہ کی تھی آخر میں نیت کو بدلے آ آخری نیت کا اعتبار ہوگا۔	۶۰۵ ۶۰۵ ۶۰۶
	قربانی	۶۰۷
فتویٰ نمبر 229	قربانی کے جانور اور ان کی عمروں کی تحصیل چھ ماہ کا دہندہ یکے میں سال بھر کا مٹو اس کی قربانی جائز ہے۔	۶۰۹ ۶۰۹

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	گائے اور اونٹ میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔	۶۱۰
	قربانی کی نیت کے بغیر اگر ایک شخص بھی شریک ہوا تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی۔	۶۱۰
	قربانی کی کمال کو اپنے خرچ کی نیت سے بچتا مکروہ اور صدقہ کی نیت سے جائز ہے	۶۱۰
فتویٰ نمبر 230	قربانی کی دما	۶۱۱
فتویٰ نمبر 231	قربانی کا گوشت اور کمال کو اپنے خرچ کی نیت سے بچتا مکروہ ہے اور صدقہ کی نیت سے جائز ہے	۶۱۲
	قربانی کے گوشت کا ایک حصہ (تہائی) غرباء کو ایک حصہ (تہائی) خولیس ہوا قارب کو دے اور ایک حصہ (تہائی) اپنے استعمال میں لائے۔	۶۱۳
فتویٰ نمبر 232	قربانی کی کمال کی قیمت مسجد میں لگ سکتی ہے یا نہیں۔	۶۱۴
فتویٰ نمبر 233	قربانی کمال مسجد میں خرچ کی جا سکتی ہے یا نہیں	۶۱۵
فتویٰ نمبر 234	کیا قربانی کا پیڑا اور دست و احباب کو دینا جائز ہے۔	۶۱۶
فتویٰ نمبر 235	گائے کی قربانی میں عقیقہ کا حصہ ڈالنا جائز ہے۔	۶۱۷
فتویٰ نمبر 236	قربانی کے دن گزر گئے قربانی نہ کی تو اب کیا کرے	۶۱۸
	اکراہ	۶۲۱
فتویٰ نمبر 237	دیون کی معافی اکراہ کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔	۶۲۳
	بہر اکراہ سے معاف نہیں ہو سکتا۔	۶۲۳
	مناورہ بیوی کا سلطان ہے۔	۶۲۳

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	جس کو مجبور کیا اس کے عقود جو قابلِ فتح ہیں نافذ ہو جاتے ہیں لیکن اکراہ کے اٹھ جانے کے بعد مجبور کیے ہوئے شخص کی اجازت پر موقوف ہوتے ہیں۔	۶۲۵
	تحقیق اکراہ کی کم از کم ادنیٰ صورت یہ ہے کہ ماکم سخت آواز کے ساتھ حکوم کو کہے کہ یہ کام کر دے	۶۲۵
	سیر	۶۲۷
فتویٰ نمبر 238	سنت رسول اور آیت مبارکہ کا مذاق کفر ہے۔	۶۲۹
	ارتداد کے زمانہ کی اولاد دولہا لڑتا ہوتی ہے۔	۶۳۱
	مرتد کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے۔	۶۳۱
فتویٰ نمبر 239	مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ	۶۳۲
	کسی نبی کو گالی دینے والا شرعی حد میں قتل کیا جائے گا اس کی توبہ قبول نہیں۔	۶۳۵
	حضرات شیخین اور حضرت مائتہ صمد بقدر رضی اللہ عنہم کو گالی دینے والا کافر ہے۔	۶۳۶
	حرام کھانا لے بھجنے والا کافر ہے۔	۶۳۶
	مرتد کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے۔	۶۳۹
	ارتداد کے زمانہ کی اولاد دولہا لڑتا ہوتی ہے۔	۶۳۹
فتویٰ نمبر 240	توڑی رسول سے مرتد ہو جاتا ہے۔	۶۴۱
	کسی کلمہ کفر کہنے والے کو کب کافر قرار دیا جائے گا۔	۶۴۱
	مرتد کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے۔	۶۴۱
	ارتداد کے زمانہ کی اولاد دولہا لڑتا ہوگی	۶۴۱

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
۶۴۲	سرد ایمان لانے کے بعد حج کا مادہ کرے نماز اور روزے کا مادہ لازم نہیں۔	۶۴۲
۶۴۲	اردہ کے بعد عادت کے طور پر شہادت پڑھنے سے ایمان دار نہ ہوگا	۶۴۲
فتویٰ نمبر 241	اہل حدیث (غیر قلعہ واپائی) کے بارے میں شرعی حکم کہ ان کو مسجد میں آنے سے روکا جائے	۶۴۳
۶۴۳	ان کے بعض مسائل	۶۴۳
فتویٰ نمبر 242	نبی اکرم ﷺ کی توہین آپ کے کسی قول و فعل سے حسد یا اسے ہلکا جاننا کفر ہے	۶۴۷
۶۴۷	کلمات کفر کہہ کر اظہار کرنا اور ان کے کلمات کفر ہونے کا اقرار قائم مقام توہین کے ہے	۶۴۸
۶۴۸	نبی اکرم ﷺ کو برا بھلا کہنے والے کی توبہ قبول نہیں۔	۶۴۸
فتویٰ نمبر 243	نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا منکر کافر ہے۔	۶۵۰
فتویٰ نمبر 244	بہا ما اللہ اور باب اللہ نبوت و رسالت کے مدعی ہیں لہذا کافر ہیں۔	۶۵۲
۶۵۳	کافر کو کافر کہنا گالی نہیں مکمل شریعت کو بیان کرنا ہے۔	۶۵۳
فتویٰ نمبر 245	نبی اکرم ﷺ کے تمام اہل واحد آدمی و مومن و مومنہ تھے	۶۵۵
فتویٰ نمبر 246	عدل اور اس کے درجات	۶۵۶
۶۹۲	چند کلمات کفر	۶۹۲
۱۱۷	لوہکا پہننا ہندوؤں کا طریقہ ہے	۱۱۷
۱۱۸	حرام کھانا کھانا کفر ہے۔	۱۱۸
۱۳۶	سنت کو ہلکا جاننا کفر ہے۔	۱۳۶
۱۴۰	کسی شر والوں نے جماعت تک کر دی تو ان سے جنگ کی جائے گی	۱۴۰

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	جو مسلمان حرام قلعی کو حلال جانے یا کسی کو حرام قلعی چیز کھانے کی اجازت دے وہ کافر ہے۔	۱۵۱
	ہندوستان دارالحریم نہیں ہے۔	۲۶۵
	مالت تندرستی میں کلمہ کفر کہے یا خدا و رسول کی شان میں گستاخی کرے تو کافر ہو جائے گا	۵۳۵
	حاجت جنون اور بے ہوشی میں نکلتے کفر کا اعتبار نہیں۔	۵۳۵
	زیادہ فرق کافر ہے۔	۶۵۱
۶۵۷	حظر و اباحت	
۶۵۹	مضافی ایک ہاتھ سے سنت ہے یا دو ہاتھ سے	فتویٰ نمبر 247
۶۶۱	نماز کے بعد مضافی کا کیا حکم ہے۔	فتویٰ نمبر 248
۶۶۳	ماسداور کینہہ و کوسلام نہ کرنا چاہیے۔	فتویٰ نمبر 249
۶۶۳	سر دکو کون سا رنگ پہننا درست ہے۔	فتویٰ نمبر 250
۶۶۶	پھولوں کا ہار پہننا جائز ہے۔	فتویٰ نمبر 251
۶۶۶	مستدی جو خوشی سے مژدہ کر رہی لے گا جائز ہے۔	
۶۶۷	خجندی مرد کا جھوٹا پانی یا کھانا مکروہ ہے۔	فتویٰ نمبر 252
۶۶۹	جس کی زیادہ آدھنی حال اور کم حرام ہو تو اس کی دھوت کھانا جائز ہے۔	فتویٰ نمبر 253
۶۶۹	زیادہ آدھنی حرام اور کم حرام حال ہو تو اس کی دھوت کھانا حرام ہے	
۶۷۱	غیر مذہب کے تہوار، بولی، دوائی وغیرہ کی تقسیم اور ان میں خوشی کرنا جائز نہیں۔	فتویٰ نمبر 254
۶۷۲	عورت کے مطالبہ پر خاوند کے لیے طلاق دینا لازم نہیں	فتویٰ نمبر 255

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 256	عورت کے روعہ کے مطالبہ پر خاوند کے لیے مکان سیدہ لازم نہیں۔ مسجد میں سوال کرنا اور سائل کو دینا کیسا ہے۔	۶۷۲ ۶۷۳
فتویٰ نمبر 257	مسجد کی دیوار پر نہ لکھنا چاہیے ہاں اگر مضبوط لکھا ہو تو حرج نہیں۔ میت کے پاس غسل سے پہلے تلاوت کرنا مکروہ ہے۔ غزغون یا ابو جہل کا نام لکھ کر نکالنا جائز نہیں۔	۶۷۶ ۶۷۹ ۶۷۹
فتویٰ نمبر 258	چار دیواریوں اور دیوار پر اگر قرآن مجید لکھا جائے تو امید ہے کہ جائز ہوگا۔ بیلر می پر رمضان المبارک کدہ ہو تو اسے وہاں سے ہٹانا لازم ہے۔ تھیلہ میں احادیث یا فقہ کی کتابیں ہوں اسے حفاظت کی نیت سے سربانہ بنانا جائز ہے ورنہ نہیں۔	۶۸۰ ۶۸۰ ۶۸۱
فتویٰ نمبر 259	تھوپیہ موسم بارش میں ملا ہوا ہو بیت الخلاء جاتے وقت یا غسل کے وقت اتار دے ہندی اور کوئی دوسری زبان پڑھنا پڑھانا جائز ہے جب کہ بطریق کفر نہ پڑھائی جائے	۶۸۳ ۶۸۳
فتویٰ نمبر 260	بچھانے کی چیز پر قرآن مجید یا اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا ہے بچھانا جائز نہیں۔ جس کاغذ پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا اسے اور اوراق کے درمیان نشانی کے طور پر رکھنا جائز نہیں تحریر کے حروف کو ایک دوسرے سے قطع کر دیا جائے یا بعض حروف پر کڑھائی کر دی جائے یہاں تک کلمہ متصل نہ رہے تو بھی کراہت ختم نہیں ہوتی۔ اگر بچھونے پر ”الملک“ لکھا ہو یا الف علیحدہ اور لام علیحدہ تو بھی کراہت ختم نہیں ہوتی	۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۶ ۶۸۶

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	فرعون یا ابوجہل کا نام لکھ کر اسے نشانہ بنانا مکروہ ہے۔	۶۸۶
	بوسیدہ قرآن مجید کے اوراق کفر آن مجید کی جلد کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں	۶۸۶
	ملہارت کے بغیر ایسے سکنوں کو انعاماً جن پر اللہ کا نام لکھا ہو مکروہ ہے۔	۶۸۷
	چیتا یا ککیر کے خون سے آیت مبارکہ لکھنے کا مضموم	۶۸۷
	نقصان کو دور کرنے کے اسباب کی تین قسمیں ہیں۔	
	(۱) یقینی (۲) ظنی (۳) موبہوم اور ہر ایک کا حکم	۶۸۸
	مریض کو خون یا چیتا یا مریض یا مردار کھانا جائز ہے جب کہ مسلمان طیب نے	
	بتایا ہو کہ ان میں شفا ہے اور ان کے علاوہ کوئی مباح چیز موجود نہیں۔	۶۹۰
فتویٰ نمبر 261	طاعون زدہ علاقہ سے یہ سمجھ کر بھاگنا کہ بیماری اڑ کر مجھے لگ جائے گی مکروہ تحریمی ہے	۶۹۳
	اگر کھڑے اموات اور لوگوں کی پریشانی دیکھ کر وحشت دور کرنے کے لیے	
	بھاگے جائز ہے	۶۹۵
فتویٰ نمبر 262	منظہر حق اور تلویح الاوطار کے مصنفین میں قدرے وہابیت پائی جاتی ہے۔	۶۹۶
	بعض المذہبات اور تقریر عزیز کی کا مطالعہ کیا جائے	۶۹۶
	تسوار اس کثرت سے سوگھنا کہ مسجد میں نمازیوں کو تکلیف ہو مکروہ ہے۔	۷۳
	انہوں کی مانند بدو راجہ کھانا مکروہ ہے اسے مسجد میں آنے سے روکا جائے گا۔	۷۳
	کوئی شخص زبان سے مسلمانوں کو ایذا دے اسے بھی مسجد میں آنے سے روکا	
	جائے گا	۷۳
	بے ضرورت لڑکا پڑنا مکروہ ہے۔	۱۱۷

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	<p>مسجد کے قریب نئی جماعت قائم کرنا گناہ اور قاتل قہر ہے۔</p> <p>۱۳۹</p> <p>ہمو کی پہلی اذان سے فراموش ہو کر شریعہ فروخت کر دیا ہے۔</p> <p>۱۹۱</p> <p>مسجد کے مسائل کو دینا کیسا ہے</p> <p>۲۳۸</p> <p>جس کو وال کرنا حرام ہے اسے دینا بھی حرام ہے۔</p> <p>۲۳۷</p> <p>قرض دار سے قرض لینا جائز نہیں جب کہ پہلے آپس میں تحائف کا لین دین نہ ہو</p> <p>۲۵۹</p> <p>مسجد کی چھت پر تھان چڑھنا اور پانا نہ کر دیا ہے۔</p> <p>۳۳۱</p> <p>بیوی عاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلے گی تو گناہ گار ہوگی۔</p> <p>۵۳۶</p>	
	<p>وصیت</p> <p>وارث کے لیے وصیت جائز نہیں۔</p> <p>۷۰۷</p> <p>کسی کے لیے وصیت اس وقت نافذ ہوگی جب وصیت کنندہ کی وفات کے وقت وہ وارث نہ ہو۔</p> <p>۷۰۸</p> <p>لڑکے کی ہونے والی بیوی کے لیے وصیت کی اگر وصیت کے وقت معقنی ہو چکی ہو تو وصیت درست ہے ورنہ نہیں۔</p> <p>۷۱۰</p> <p>وصیت کے درست ہونے کے لیے موصی کا معلوم ہونا شرط ہے۔</p> <p>۷۱۰</p> <p>مرض الموت میں بہرہ وصیت بن جاتا ہے۔</p> <p>۷۱۸</p>	
	<p>میراث</p> <p>تقسیم میراث</p> <p>۶۹۷</p> <p>جس ترکہ کا کوئی وارث نہ ہو اس کا صرف خیر ماوراء الذر لوگ ہوتے ہیں۔</p> <p>۷۰۲</p>	<p>فتویٰ نمبر 263</p> <p>تقسیم میراث</p>
	<p>تقسیم میراث</p> <p>۷۰۳</p>	<p>فتویٰ نمبر 264</p>

صفحہ نمبر	موضوع	فتویٰ نمبر
۷۰۶	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 265
	اگر کسی ذوالقروض اور عصبیات میں سے کوئی نہ ہو تو ذوالارحام سارے ترکہ کے وارث ہوتے ہیں۔	
۷۰۷	حنفی وراثت کا مستحق نہیں ہے۔	
۷۰۸	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 266
۷۱۰	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 267
۷۱۳	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 268
۷۱۶	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 269
۷۲۱	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 270
۷۲۲	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 271
۷۲۳	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 272
۷۲۷	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 273
۷۳۲	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 274
۷۳۵	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 275
۷۳۸	زندگی میں انسان اپنے مال کا مالک ہے جس کو چاہے کل یا بعض بخش دے	فتویٰ نمبر 276
۷۴۰	زندگی میں اپنا مال تقسیم کرنے کا طریقہ	
۷۴۰	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 277
۷۴۱	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 278
۷۴۳	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 279
۷۴۵		

صفحہ نمبر	موضوع	فتویٰ نمبر
۷۴۷	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 280
۷۴۹	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 281
۷۵۰	کوئی وارث بد چلتی کے باعث میراث سے محروم نہیں ہے۔	
۷۵۱	بیٹی کی موجودگی میں پوتی وارث نہیں۔	فتویٰ نمبر 282
۷۵۱	مردہ منصب قضا را ضلی میراث نہیں	
۷۵۲	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 283
۷۵۳	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 284
۷۵۴	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 285
۷۵۵	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 286
	قرض اگر مال میراث سے زائد ہو تو کل مال سے قرض ادا کیا جائے گا ورنہ دو	فتویٰ نمبر 287
۷۵۶	کچھ نہ ملے گا	
۷۵۷	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 288
۷۵۸	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 289
۷۶۰	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 290
۷۶۱	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 291
۷۶۳	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 292
۷۶۵	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 293
۷۶۷	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 294
۷۶۸	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 295

صفحہ نمبر	موضوع	قوتی نمبر
۷۷۰	تقسیم میراث	قوتی نمبر 296
۷۷۲	تقسیم میراث	قوتی نمبر 297
۷۷۳	تقسیم میراث	قوتی نمبر 298
۷۷۵	تقسیم میراث	قوتی نمبر 299
۷۷۶	تقسیم میراث	قوتی نمبر 300
۷۷۷	تقسیم میراث	قوتی نمبر 301
۷۷۸	تقسیم میراث	قوتی نمبر 302
۷۸۰	تقسیم میراث	قوتی نمبر 303
۷۸۱	تقسیم میراث	قوتی نمبر 304
۷۸۲	تقسیم میراث	قوتی نمبر 305
۷۸۳	اگر اولاد ہو تو شوہر کو چوتھائی مال ملے گا ورنہ نصف خاوند کے بغیر کوئی وارث نہ چھوڑا تو خاوند مطلق ہو گا سارا مال اس کو دیا جائے گا ورنہ مسلمان غریب میں تقسیم کیا جائے گا۔	قوتی نمبر 306
۷۸۴	تقسیم میراث	قوتی نمبر 307
۷۸۷	تقسیم میراث	قوتی نمبر 308
۷۸۹	تقسیم میراث	قوتی نمبر 309
۷۹۴	تقسیم میراث	قوتی نمبر 310
۷۹۵	تقسیم میراث	قوتی نمبر 311
۷۹۷	تقسیم میراث	قوتی نمبر 312

صفحہ نمبر	موضوع	فتویٰ نمبر
۷۹۸	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 313
۷۹۹	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 314
۸۰۰	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 315
۸۰۲	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 316
	کافر بھی ان اسباب کی بنا پر وارث ہوتے ہیں جن کی بنا پر مسلمان وراثت پاتے ہیں	فتویٰ نمبر 317
۸۰۳	زنا کی اولاد اپنے باپ (زانی) کی وراثت نہیں پاسکتی۔	
۸۰۵	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 318
۸۰۷	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 319
۸۰۹	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 320
۸۰۹	عصبہ کی موجودگی میں دووالا رحام کا کوئی حصہ نہیں	
۸۱۰	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 321
۸۱۱	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 322
۸۱۲	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 323
۸۱۲	مصارفہ تجیز و تکفین اور قرض کی ادائیگی کرنے والے کے ترکہ سے کی جانی گی	
	فاتحہ سوم میں کسی وارث نے دئے ہوئے رقم کی اجازت کے بغیر خرچ کیا تو اس کے حصہ سے وضع کیا جائے گا	
۸۱۲	تہائے کا حصہ تمام ورثہ ہونے والا اتفاق خرچ کیا تو تمام ورثہ کے حصوں سے وضع کیا جائے گا	
۸۱۲		

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
فتویٰ نمبر 324	تقسیم میراث	۸۱۴
فتویٰ نمبر 325	تقسیم میراث	۸۱۵
	ابن الحکم کی موجودگی میں بھانجہ کو کچھ نہ ملے گا۔	۸۱۶
فتویٰ نمبر 326	مرنے والے کے مال سے پہلے تحفہ و تحفین کے مصارف اور قرض ادا کیا جائے گا	۸۱۷
	قرض کی ادا نیکی کے بعد وصیت جاری ہوگی۔	۸۱۷
	تقسیم میراث	۸۱۷
فتویٰ نمبر 327	تقسیم میراث	۸۱۸
فتویٰ نمبر 328	تقسیم میراث	۸۱۹
	وراثت میں چھوٹے بڑے کے حصہ میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔	۸۲۱
فتویٰ نمبر 329	اقرب عصبہ کی موجودگی میں البعد عصبہ کو وراثت سے حصہ نہیں ملتا	۸۲۲
	بیٹے کی موجودگی میں پوتے کا حصہ نہیں ہوتا۔	۸۲۲
فتویٰ نمبر 330	تقسیم میراث	۸۲۳
فتویٰ نمبر 331	تقسیم میراث	۸۲۵
فتویٰ نمبر 332	تقسیم میراث	۸۲۶
فتویٰ نمبر 333	تقسیم میراث	۸۲۷
فتویٰ نمبر 334	تقسیم میراث	۸۲۹
فتویٰ نمبر 335	تقسیم میراث	۸۳۱
فتویٰ نمبر 336	تقسیم میراث	۸۳۳
فتویٰ نمبر 337	تقسیم میراث	۸۳۵

صفحہ نمبر	موضوع	فتویٰ نمبر
۸۳۶	لے پا لک شرا پیا نہیں :-	
۸۴۱	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 338
۸۴۷	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 339
۸۴۸	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 340
۸۴۹	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 341
۸۵۲	تقسیم میراث	فتویٰ نمبر 342
	تاریخ و سوانح	
	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی الاش تین روز تک پڑی رہی یہ روایت محض	فتویٰ نمبر 343
۸۵۳	افترا مایور دروغ ہے	
	18 ذی الحجہ بروز جمعہ بعد عصر آپ شہید ہوئے اور ہفتہ کی رات مغرب اور	
۸۵۵	عشاء کے مابین دفن ہوئے۔	
	جنس بلوانیوں نے آپ کو کورستان یسود آپ کو دفن کرنے کا ارادہ کیا لیکن	
۸۵۵	کامیاب نہ ہوئے	
	امام حسین رضی اللہ عنہ کی الاش پر گھوڑے دوڑائے گئے۔ بے کور کفن پڑی رہی	
۸۵۶	یہ سب آپ کے لیے بامعجہ ترقی درجات ہے۔	
	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنی بہن کو گردن مروڑا بہ حالہ کھانا کسی معتبر کتاب	فتویٰ نمبر 344
۸۵۷	سے ثابت نہیں۔	
۲۰۶، ۲۰	حضرت ملی رضی اللہ عنہ کے حضرت حاتون جنت کو غسل دینے کی وجہ	
۲۴	حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کثیر اور لمبی نہ تھیں۔	

فتویٰ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
۵۶۲، ۵۶۶	البینۃ علی المدعی والیمین علی من أنکر	
۸۱	اصل ہر شے میں شر ماطہارت ہے۔	
۲۶۶	کل قرض جر نفعاً فہو حرام	
۲۶۸	کل قرض جر نفعاً فہو ربا	
	إن کل من تصرف فی مالہ (ای مال الصغیر) لہ تصرف فی نفسہ	
۳۶۷	وما لا فلا	
	رسم المفتی	
۸۱	شہر سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی۔	
	جب دو اقوال کی صحیحی میں اختلاف ہو تو ظاہر روایت اور اطلاق حدیث پر عمل کیا جائے گا	
۱۱۶	انصف التہار کے بارے میں ملائے ماورائہم کی بجائے ملائے خوارزم کی تحقیق کے مطابق فتویٰ دینے میں احتیاط ملحوظ ہوتی ہے	
۱۵۵		

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حالات

حضرت مولانا ابو محمد سید محمد دیدار علی شاہ محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ

از

حضرت صاحبزادہ مولانا عبدالسلام صدیقی مجددی دامت برکاتہم العالیہ

خانقاہ سلطانیہ نزدکالادیو (جہلم)

آپ کے اسلاف شہید (ایران) سے ہندو تشریف لائے سید ظیل شاہ رحمۃ اللہ علیہ (آپ کے پردادا) پہلے شخص ہیں جن کا نام تاریخ کے صفحات پر جلوہ گر ہوا آپ ہی شہید سے نگرام اور وہاں سے فرخ آباد آئے کچھ عرصہ کے بعد فرخ آباد کو خیر آباد کر کے ریاست الوری میں قیام پزیر ہوئے آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے جس کی وجہ سے آپ حسنی حسینی رضوی سید ہیں۔

مولانا سید محمد دیدار علی شاہ مجددی رضوی نقشبندی قادری محدث الوری قدس سرہ ۱۳۷۳ھ بمطابق 1856ء میں کے دن ریاست الوری میں اپنے عم بزرگوار سید "عارف علی" شاہ کی دما سے پیدا ہوئے حضرت نے آپ کی والدہ محترمہ کو پہلے ہی بشارت دی تھی کہ تیرے گھر ایک بیٹا پیدا ہوگا جو دین اسلام کا چراغ ہوگا اس کا نام "دیدار علی" رکھنا۔

حضرت سید صاحب نے ابتدائی تعلیم الوری میں حاصل کی پھر دہلی کا رخ کیا اور مولانا کریم اللہ خان صاحب سے درس نظامی کا کچھ حصہ پڑھا۔ مولانا عبدالعلی رامپوری رحمۃ اللہ علیہ مولانا ارشاد حسین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی زانوئے تلمذ طے کیا اس زمانہ میں سہارن پور میں مولانا احمد علی محدث سہارن پوری

مذہبیں حدیث میں یگانہ روزگار مانے جاتے تھے ان کے پاس آپ نے دورِ حدیث پر عالمانِ دلوں آپ کے ہم سبق مولانا دینی احمد محدثِ سورتی اور حضرت بیہ مر علی شاہ صاحب کلزوی تھے یہ وہ لوگ ہیں جو انسانِ علم و شہرت پر آفتاب و مانتاب بن کر چمکے دورِ حدیث سے فارغ ہو کر معقولات کا بڑا دہشتِ نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ حضرت مولانا احمد علی سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ آپ کو درج ذیل مشائخِ طریقت اور شیوخِ حدیث سے سلاسلِ طریقت اور فقہ و حدیث و تفسیر میں اجازت حاصل تھی۔

- 1- حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت محمد سیالوری رحمۃ اللہ علیہ دو سال تک ان کی تربیت میں رہے اور ان سے سلاسلِ طریقت کی اجازت اور خلافت حاصل ہوئی۔
- 2- حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ حضرت توکل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق آپ ان کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ نقشبندیہ میں آپ سے بیعت ہوئے اور سندِ حدیث حاصل فرمائی جو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تک صرف ایک واسطہ سے پہنچی ہے۔ آپ کو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبِ زادے مولانا شمس الدین احمد میاں کے درسِ حدیث میں ساتھی ہونے کا شرف بھی حاصل رہا ان سے بھی تمام افعال و اذکار سلاسلِ اولیاء میں اجازت اور خلافت حاصل کی۔
- 3- حضرت مولانا عبدالغنی بہاری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے چالیس اکابر ملائے کرام سے فقہ و حدیث میں اجازت حاصل تھی ان سے بھی سند حاصل کی۔
- 4- امام فنِ قرأت حضرت قاری عبدالرحمن پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ان سے بھی قرآن مجید حدیث اور فقہ کی اجازت سے شرف ہوئے۔
- 5- اعلیٰ حضرت امامِ ہبل سنت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ نے بھی حضرت محدثِ الوری رحمۃ اللہ علیہ کو تمام سلاسلِ اولیاء کے کرام کے اعمال و اذکار اور جملہ مرویاتِ فقہ و حدیث کی اجازت اور خلافت عطا فرمائی۔
- 6- حضرت سید اولادِ رسول محمد میاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی ناندا میر ہشیرف کے سجادہ نشین تھے۔ حضرت محدثِ الوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے بھی طریقت

کے سلاسل کی خلافت اور حدیث و علوم دینیہ کی سند حاصل کی۔

7- حضرت سید ثناء علی رضویؒ شہیدی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ سلسلہ چشتیہ کے عظیم روحانی پیشوا اور رشتہ میں حضرت مجدد ثلثیؒ اور فی رحمۃ اللہ علیہ علم محترم تھے۔ تکمیل علوم کے بعد آپ نے ایک عرصہ صان کی خدمت میں گزارا اور ان کی صحبتوں سے مستفیض رہے۔ انہوں نے بھی آپ کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا۔

8- حضرت شاہ ابو احمد محمد علی حسین اشرفیؒ کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت مجدد ثلثیؒ اور فی رحمۃ اللہ علیہ ان سے بھی سند حدیث اور سلاسل طریقت میں خلافت سے سرفراز ہوئے۔

سید صاحب جب علم سے فارغ ہوئے تو آپ اپنے استاد مولانا ارشاد حسین رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق ”ارشاد العلوم رام پور“ میں مدرس اول مقرر ہوئے چند برس کے بعد 1906ء میں یعنی روانہ ہوئے وہاں ایک سال پورا کام کرنے کے بعد 1907ء میں وطن مالوف ”الوز“ میں تشریف لائے اور مسجد ”دائرہ“ میں ”قوت الاسلام“ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا یہ مدرسہ آپ کی علمی زندگی کا سبب اولین قرار دیا جاتا ہے جو آپ نے دینی علوم و فنون کی اشاعت کے لیے قائم کیا۔ ”مسجد دائرہ“ میں درجہ قرآن کا آئنا زفر ملایا درس کی خصوصیت یہ تھی کہ سننے والے پابند شریعت ہو گئے، سیکڑوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی حتیٰ کہ ہندو بھی آپ کے درس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے ”مسجد کے باہر کھڑے ہو کر درجہ قرآن سنتے تھے، الوز کا ہندو دلہ بڑا متعصب تھا اس نے حضرت کا درس بند کرانے کے لیے مختلف حربے استعمال کرنا شروع کیے مگر آپ استقامت کے ساتھ اپنا کام کرتے رہے۔

حضرت قبلہ سید صاحب ۱۳۳۰ھ بمطابق ۱۹۱۲ء میں لاہور تشریف لائے اس دور میں پنجاب کی شجرہ آفاق واحد دینی درس گاہ ”دارالعلوم نعمانیہ“ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے مدرسہ میں درس حدیث شریف دیتے اور لاہور اور اس کے مناسقات میں تبلیغی جلسوں میں خطاب فرماتے تھے آپ کا وعظ بہت مقبول اور نوثر تھا جس اجتماع میں آپ کا اعلان ہوتا خلق خدا کثیر تعداد میں آپ کی زیارت اور وعظ سننے کے لیے جمع ہو جاتی۔

1916ء میں لاہور سے آگرہ تشریف لے گئے اور رمضان ۱۳۳۳ھ بمطابق ۱۹۱۶ء جامع مسجد

اکبر آباد آگرہ کے مفتی و خطیب مقرر ہوئے اور ۱۹۱۹ء تک آگرہ میں آپ کا قیام رہا۔

۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۲۰ء میں آپ حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ رسول شریف کے لیے روانہ

ہوئے اور حج سے واپسی پر ۱۹۲۰ء میں آپ مستقل سکونت کے ارادہ سے لاہور تشریف لائے اور جامع مسجد

وزیر خان کے خطیب مقرر ہوئے خطابت کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع فرمایا۔

۱۳۳۲ھ بمطابق ۱۹۱۳ء میں آپ نے مرکزی انجمن تہذیب و احکام کی اور دارالعلوم حزب

الاتحاد کی بنیاد رکھی جہاں سینکڑوں علماء و فضلاء اور مدرسین پیدا ہوئے آج شاہی پاکستان کا کوئی شہر یا قصبہ

ایسا ہوگا جہاں حزب الاتحاد کے خارج تحصیل علماء مدنی خدمات سرانجام نہ دے رہے ہوں۔

حضرت کی ذات ستودہ صفات ممتاز تعارف نہیں ہے بے باکی اور حق گوئی آپ کی طبیعت غائبہ تھی مخالفین

کے طوفان آپ کے پائے ثابت کو جنبش نہ دے سکے دنیا کی کوئی طاقت آپ کو مغرب نہ کر سکی، علم و فضل کے

کیا سمندر تھے کسی مسئلہ پر گفتگو شروع کرتے تو گفتگوں بیان جاری رہتا سورہ فاتحہ شریف کا درس شروع کیا تو

ایک سال تک صرف سورہ فاتحہ شریف کا درس جاری رہا۔ آپ کے ظلموں، ایمان زدہ و تقویٰ سادگی اور اخلاق

عالیہ کے مخالف دوافع سب محرف تھے عوام و خواص سے انکساری سے ملنے، ملائے مشائخ اہل سنت کی

عزت و تکریم کرتے دینی طلباء پر شفقت فرماتے بحث سے اجتناب کرتے مناظروں کی حوصلہ شکنی کرتے

کالیوں کے جواب میں خاموش رہتے اپنی ضروریات کی اشیاء خود بازار سے خرید لیتے جہاں خلاف شرع بات

دیکھنے فز سے صیحت کرتے دوکانداروں کو مسائل شریعت سے آگاہ فرماتے۔ لباس سادہ کپڑے کی ٹوپی

نگے والا کڑیا پتھروں سے اونچلیا جامہ دیکھی ساخت کا جو استعمال کرتے تھے۔

حضرت علامہ سید صاحب کے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں جن میں سے ایک

صاحبزادی اور دو صاحبزادوں نے بڑی عمر پائی ہے۔ چچا سید احمد ابو البرکات قادری رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم

حزب الاتحاد کا انتظام و انصرام آپ کے ذمہ ہی تھا جسے آپ نے بڑی خوبصورت انداز سے نبھایا

۲۰ علامہ ابوالحسنات سید محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ جامع مسجد وزیر خان کے خلیفہ اور جمعیت علمائے پاکستان کے صدر رہے آپ تحریک پاکستان، جہاد، کشمیر اور ختم نبوت کی جہم کے سچے جاننا سپہ سالار تھے۔

۲۲ رجب المرجب ۱۳۵۴ھ بمطابق ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو آپ نے وصال فرمایا جب کہ آپ نماز عصر کے لیے نیت بنا رہے تھے ان دنوں دہلی دروازہ دار اسلمو جزب الاحناف میں آپ کی آخری آرامگاہ ہے۔

ہندو پاک میں آپ کی انتھک مدرسہ کاوشوں کی بدولت بے شمار فائدہ نے آپ سے علوم دینیہ کی تعلیم پائی آپ کے صاحبزادگان کے علاوہ چند فائدہ کے نام یہ ہیں۔

- 1- مولانا ارشد علی لوری
- 2- مولانا محمد رمضان بلوچستانی
- 3- مولانا رکن الدین نقشبندی
- 4- مولانا غلام محی الدین کاناٹنی
- 5- مولانا محمد اسلم جمال آبادی
- 6- مولانا محمد رمضان سبیلہ سندھ
- 7- مولانا عبدالحق ولائی
- 8- مولانا شفیق الرحمان پشاور۔
- 9- مولانا سید فضل شاہ
- 10- مولانا محمد مہر الدین
- 11- مولانا ابوالخیر نور اللہ ضمی
- 12- مولانا عبد العزیز۔ پورے والا۔
- 13- مولانا عبدالقیوم ہزاروی۔

آپ نے محققانہ تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے جن میں تصانیف کے نام یہ ہیں۔

(۱) تفسیر میزان الادیان (مقدمہ تفسیر سورۃ فاتحہ شریف)

(۲) علامات و آیات ہدایۃ الحقوی یا ارشد علی در در و روافض۔

(۳) ہدایۃ الحقوی یا ارشد علی در در و روافض۔

(۴) اصول الکلام

(۵) تحقیق المسائل

(۶) ہدایۃ الطريق

(۷) سلوک قادریہ

(۸) فضائل رمضان

(۹) فضائل شعبان

(۱۰) الاستغاثۃ من اولیاء اللہ عین الاستغاثۃ من اللہ

(۱۱) دیوان دہلی۔ قاری۔ اردو

تقریر طویل

از

محقق اہل سنت علامہ مولانا محمد جلال الدین قادری زید مجدہ

کھاریاں ضلع گجرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

استخفا اور روشنی کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی پرانی تاریخ اسلام کی ہے۔ قرآن مجید فرقانِ حید کے نزول کے دوران صحابہ کرام علیہم السلام وارضوان نے بعض امور سے متعلق حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرعی حکم دریا فرمایا تو اسی وقت بعض اوقات اللہ تعالیٰ جل و علا نے قرآن مجید میں اس کا جواب نازل فرمایا اور اکثر اوقات خود شارح اسلام علیہ التقدیر والسلام نے حکم شرعی واضح فرمایا۔ قرآن مجید کی متعدد آیات اور احادیث کثیرہ میں یہ صورت حال ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

نبی اکرم رسول معظم ﷺ کے وصال ہر ملاں کے بعد صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین کے دور میں شرعی امور میں استخفا طلب کیے جاتے رہے اور مقتدر صحابہ کرام اور جلیل القدر ائمہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ان کو جواب عطا فرماتے رہے۔ یہی جواب فتاویٰ کہلائے۔ یہ سلسلہ سوال اور جواب کا دین نہیں رکا بلکہ اب تک جاری ہے اور انشاء اللہ قریب قیا مت تک جاری رہے گا۔

استخفا کرنے والے کبھی اپنی ذات سے متعلق پیش آمدہ صورت حال سے سوال کرتے اور کبھی معاشرہ کو پیش آمدہ اجتماعی صورت حال سے سوال کرتے۔ مفتی انہیں حسب حال شرعی اصول و قواعد کی روشنی میں جواب عطا فرمادیتا۔ اس طرح بعض فتاویٰ کا تعلق ایک شخص سے ہوتا ہے اور بعض کا تعلق اجتماعی طور پر معاشرے

سے۔ فتاویٰ کی اہمیت اور قدر و قیمت دونوں صورتوں میں یکساں ہوتی ہے مگر اثر و نفوذ کے اعتبار سے فتاویٰ الٰہیہ اور فتاویٰ دنیویہ کے درمیان فرق ہے۔ ایسے فتاویٰ بعض اوقات معاشرے سے کسی برائی کو ختم کر دیتے ہیں۔ بعض اوقات ان کا اثر و نفوذ اتنا بڑھ جاتا ہے کہ اس سے مقتدر اعلیٰ کے اقتدار پر زبرد پڑتی ہے اور یہ بھی دیکھا گیا کہ فتاویٰ سے بعض اوقات بحکمرانی تبدیل ہو گئی۔ یہ مقام اختصار ہے ورنہ اس کی کثیر مثالیں تاریخ میں موجود ہیں جن کو یہاں درج کیا جاسکتا ہے۔

فتاویٰ کی ایک حیثیت زبانی اور ایک تحریری ہے۔ مفتی نے سوال اگر زبانی کیا تو مفتی نے اس کا جواب زبانی دے دیا اور اگر مستفتی نے تحریری سوال کیا تو اس کا جواب مفتی نے تحریری دے دیا۔ زبانی سوال و جواب کا انضباط بہت دشوار ہے۔ البتہ تحریری فتاویٰ کی جمع و تالیف اور ترتیب قدرے آسان ہے۔

درج بالا حقیقت کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی تاریخ میں کتب فتاویٰ لا تعداد ہیں مگر مرتب و موجود ہوں مگر شاید ایسا نہیں اس کی وجہ یہ ہے جو اسلامی کتب فقہیہ، تاریخ، حدیث، فقہ، تاریخ، شریعت کے ساتھ صادر ہوئے ہیں وہ علمی مسودات کا ایک حصہ ہوا جس سے علم کے حاملین نے فائدہ اٹھا لیا۔ بعض حصہ اسلام دشمن حکمرانوں کے حملوں کی نذر ہو چکا ہے۔ یہ بات تو بطور ضرب المثال کہی جاتی ہے کہ تاریخوں کے حملوں سے عربی البلاد بغداد مقدس کا مایاب اور کثیر علمی ذخیرہ دریائے دجلہ کی نذر ہوا جس سے علمی مسودات کی روشنائی سے دریائے دجلہ کا پانی سیاہ ہو گیا تھا۔ ایسے مایبوں کا حصہ اسلامی کتب کے ساتھ ہو چکے ہیں۔ تاہم بحمدہ تعالیٰ اسلامی کتب کا ایک معتد بہا قیمتی ذخیرہ کسی نہ کسی طرح محفوظ رہ سکا ہے۔ چنانچہ دیر کتب اسلامیہ کے ساتھ ساتھ کتب فتاویٰ کی ایک کثیر مقدار علمی یا مطبوعہ صورت میں موجود ہے۔

توئی کیا ہے اور اس کی مذہبی اور معاشرتی حیثیت کیا ہے؟ یہاں ان امور کے بیان کا موقع نہیں۔ مختصر ایوں جان لیجئے ایک شخص یا معاشرہ کو درپیش صورت حال میں اسلامی حکم جاننے کی کوشش اختیار ہے اور اس صورت حال میں کتاب و سنت اور اقوال ائمہ و فقہاء کی روشنی میں کسی عالم دین کا شرعی جواب فتویٰ کہلاتا ہے۔ کیا فتویٰ کو ایک شخص یا ایک معاشرہ کی دینی معاشرتی، معاشی اور سماجی زندگی میں بنیادی اہمیت

حاصل ہے۔

زیر نظر فتاویٰ کی کتاب مسمیٰ یہ ”فتاویٰ دیداریہ“ تین مفتیان کرام کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔

- 1- مولانا مفتی محمد رمضان صاحب۔
- 2- مولانا مفتی سید محمد اعظم شاہ صاحب
- 3- مولانا مفتی سید ابوالمحمد محمد دیار علی شاہ صاحب۔

تینوں مفتیان کرام جامع مسجد اکبر آباد (آگرہ) کے خطیب اور مفتی ہیں۔ جو یکے بعد دیگرے مذکور مسجد میں افتاء اور خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ جس رجسٹر میں تینوں مفتیان کرام کے فتاویٰ درج ہیں اس کا دورانیہ جب تک تنظیم اول کا زمانہ (1914ء تا 1919ء) ہے۔

اول الذکر دو مفتیان کرام کے حالات فقیر غفرلہ اللہ پر (راقم السطور) کو معلوم نہیں۔ البتہ تیسرے مفتی نبراس الحد ثین استاذ العلماء والمدرسین مولانا سید ابوالمحمد محمد دیار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کتب تذکرہ میں موجود ہیں۔ یہ وہی ہیں جنہیں امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز سے خلافت و اجازت حاصل تھی۔ ہاں یہ وہی ہیں جو بعد میں مرکزی دارالعلوم حزب الاذنیاف لاہور ہند (اور اب پاکستان) کے بانی ہیں۔

تینوں مفتیان کرام کے فتاویٰ کی کیفیت و کیفیت بھی مختلف ہے۔

اول الذکر مفتی مولانا محمد رمضان صاحب کے فتاویٰ بہت قلیل ہیں۔ جو انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔ ان کے فتاویٰ تحریر کرنے کا انداز بھی مختصر ہے۔ وہ مختصر عبارت میں (اور اکثر اوقات) بغیر حوالہ کتب فقہ وغیرہ کے فتویٰ تحریر کر دیتے ہیں۔

ثانی الذکر مفتی مولانا سید محمد اعظم شاہ صاحب کے فتاویٰ اول الذکر مفتی کے فتاویٰ سے ذرا زیادہ ہیں۔ مجموعی طور پر وہ بھی قلیل ہیں۔ مگر ان کا انداز تحریر قدرے مفصل ہے وہ کتب حوالہ جات سے اپنی تحریر کو مزین کرتے ہیں۔

تالٹ الذکر مفتی مولانا سید ابوبکر محمد دین ارغلی شاہ صاحب کے اکثر فتاویٰ طویل ہیں۔ وہ قرآن مجید کی آیات کریمہ، احادیث طیبہ اور اقوال ائمہ اور کتب فقہاء و لو شرع محمد شین کے کثیر در کثیر حوالہ جات سے اپنے موقف کو مستحقی کے لیے واضح کرتے چلے جاتے ہیں۔ بعض اوقات ائمہ کرام اور فقہائے عظام کے اختلاف کو بڑی شرح و وسط سے بیان کر دیتے ہیں اور ان اختلافات کی روشنی میں جواب فتویٰ کے مختلف پہلو واضح کر دیتے ہیں۔ (اگرچہ یہ امر ملامکی عظمت کا نشان ہے مگر بعض اوقات قاری اس سے الجھن محسوس کرتا ہے)

”فتاویٰ دیناریہ“ کے چند فتاویٰ سے اتفاق مشکل ہے۔ مگر یہ امر باعج و قعر نہیں۔ مفتی اگر اخلاص، للہیت اور مکنت تحقیق کے بعد جواب دے اور وہ جواب دینے پر مجبور فقہائے امت اور مفتیان ملت کے خلاف واقع ہو تو اس کو خطائے اجتہادی کے ماتہ محمول کرنا چاہئے۔ مفتی مذکور باوجود خطا کے ماجور و مثاب ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز۔

”فتاویٰ دیناریہ“ میں بعض وہ فتاویٰ ہیں جن کی بنا پر مرجعہ پکبریوں میں فیصلے ہوئے جس کا صریح مفہوم یہ ہے کہ مولانا سید ابوبکر محمد دین ارغلی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے فتاویٰ کو عوام و خواص کے علاوہ مرجعہ پکبریوں میں قائل حجت تسلیم کیا جاتا ہے۔

بعض فتاویٰ وہ ہیں جن کا بواسطہ تعلق مرجعہ پکبریوں سے تھا۔ وہ یوں کہ اوقاف، مساجد، مدارس وغیرہ کے مقدمات کے مصارف پورے کرنے سے متعلق فتویٰ دیا۔ بعض فتاویٰ کا تعلق مسلمانوں کے اجتماعی معاملات سے متعلق تھا۔ مثلاً عید گاہ یا جامع مسجد میں سائلمین کے سوال کرنے اور ان کی امداد کرنے والوں سے متعلق شرعی احکام کا واضح کرنا ہے۔

غرضیکہ ”فتاویٰ دیناریہ“ کتب فتاویٰ میں ایک قائل قدر اضافہ ہے۔ لیکن اس کی موجودہ افادیت کی صورت گری کا سہرا اور دم محترم علامہ مولانا مفتی محمد سلیم الدین نقشبندی مجددی مدظلہ العالی کی گراں قدر مشکل اور مسلسل مساعی جیلہ کامر ہون منت ہے۔

مفتی محمد سلیم الدین مجددی مدظلہ العالی نے فتاویٰ کے رجسٹر کو نظر عتیق پر صفا۔ شکستہ خطا اور بوسیدہ ہونے

کے باعث پڑھنے میں جو مشکل پیش آئی وہ صرف وہی جانتے ہیں دوسرا اس مشکل کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ ہاں وہ حضرات جو اس نوعیت کے غلطو طے مرتب کرتے ہیں وہ اس سے واقف ہیں۔

رجسز فتاویٰ پڑھ لینے کے بعد جو مراحل مفتی مراتب نے طے کیے ان کا مختصر تعارف (جو فقیر غفرلہ راقم اسطور کی کچھ میں آیا) یوں ہے۔

1- رجسز فتاویٰ اسی ترتیب سے ہے جس ترتیب زمانی سے مفتی نے سوال کیا ظاہر ہے کوئی عبادات سے متعلق سوال کرتا ہے کوئی معاملات سے متعلق کوئی مناکات سے متعلق سوال کرتا ہے کوئی میراث کے بارے میں فتویٰ پوچھتا ہے۔ جس ترتیب زمانی سے جس نے جو سوال پوچھا اسی ترتیب سے جواب رجسز میں نقل کر دیا۔ یہ مجموعہ فقہی ابواب سے یکسر مختلف تھا۔ قاری کے لیے اس سے استفادہ بہت دشوار تھا۔ مرتب مفتی صاحب نے تمام فتاویٰ کو فقہی ابواب پر مرتب کر دیا ہے۔ اب اس سے قاری کے لیے استفادہ نہایت آسان ہے۔ وہ اپنی پسند کا باب کھول کر پڑھ سکتا ہے۔

2- مفتیان کرام نے فتویٰ کے دوران جن کتب کا حوالہ دیا ہے ان میں اکثر اوقات کتاب کا باب اور صفحہ درج نہیں اور نہ یہ درج ہے کہ متعلقہ کتاب کس مطبع کی ہے۔ مرتب موصوف نے حوالہ بات کی تخریج بڑی عرق ریزی سے کر دی ہے۔

3- عربی یا فارسی عبارات مندرجہ فتاویٰ جن کا ترجمہ مفتیان کرام نے نہیں کیا مرتب موصوف نے ان کا سلیس اردو ترجمہ کر دیا ہے تاکہ قاری کے لیے آسانی پیدا ہو جائے۔

4- بعض مقامات پر عربی یا فارسی عبارت کا ترجمہ مفتیان کرام نے کیا ہے مگر وہ درست نہیں۔ مرتب موصوف نے اس ترجمہ کی تصحیح ماثیہ میں کر دی ہے۔

5- بعض مقامات پر مفتیان کرام نے جس کتاب کا حوالہ درج کیا ہے اصل کتاب میں وہ حوالہ ان الفاظ سے نہیں۔ مرتب موصوف نے ماثیہ میں کتاب متعلقہ کے اصل الفاظ نقل کر دیے ہیں۔

6- بعض اوقات مفتیان کرام نے جو عبارت کسی کتاب سے بطور حوالہ نقل کی وہ عبارت اس کتاب کی نہیں

بلکہ کسی اور کتاب کی ہے۔ مرتب موصوف نے اصل کتاب کی نشان دہی فرمادی ہے۔

7- مرتب موصوف جو بذات خود مفتی ہیں، نے جہاں کہیں فتویٰ جمہور فقہائے امت کے خلاف ملاحظہ کیا اس کی تصحیح ماثیہ میں کر دی ہے۔

اس نوعیت کی کثیر مساعی ہیں جن کا حوالہ اصل مرتبہ ”فتاویٰ دیراریہ“ میں باعجلا ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

8- اصل مجموعہ فتاویٰ میں بوجہ بوسیدگی یا غلطگی جو کلمات پڑھنے نہ جاسکے مرتب موصوف نے انہیں اندازہ سے درج کیا ہے مگر ماثیہ میں صاف وضاحت کر دی ہے کہ یہ کلام اندازاً سیاق و سباق کے پیش نظر لکھا گیا ہے۔

9- مفتیان کرام نے بعض اوقات کسی عبارت کے لیے ایک حوالہ درج کیا ہے۔ مرتب موصوف نے وہی عبارت دیکر کتب میں موجود ہونے کی نشان دہی کر دی ہے۔

10- ایک اہم کام مجموعہ فتاویٰ کی تفصیلی فہرست درکار تھی جو مرتب موصوف نے نہایت عرق ریزی سے فقہی ابواب پر مرتب فرمادی ہے۔ فہرست پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ غلام مسئلہ یا فتویٰ کہاں اور کس صفحہ پر ہے۔

یہ قیام کوشش قاری کی سہولت کے لیے کی گئی ہیں اور ساتھ یہ بھی مقصد ہے کہ مفتیان کرام کا وہ مجموعہ از سر نو زندہ ہو سکے۔ فخر اللہ تعالیٰ احسن الجزاء آخر میں یہ فقیر ماثو اس مرتب موصوف مولانا مفتی محمد عظیم الدین نقشبندی مجددی کی بے مثال کوششوں کو بنظر تحسین دیکھتے ہوئے انہیں اس فتاویٰ کی ترتیب پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب کریم ﷺ کے طفیل ان کی مساعی مقبول فرمائے اور یہ فتاویٰ صحت مسلمہ کے لیے مفید فرمائے۔ آمین بجاہد ولس علی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ دبارک وسلم وکرم و شرف۔

فقیر قادری محمد جلال اللہ بن علی عنہ

۸/ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ

17/ مئی 2005ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ طلیل

از

استاذ الاساتذہ حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی

محدثہ الوری حضرت مولانا ابو محمد سید محمد دیوبند علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ ابن سید نجف علی ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۶ء اور (اغیا) میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم الوری میں حاصل کی مزیہ تعلیم کے لیے دہلی جا کر مولانا کرامت اللہ خان سے درسی نظام کی اکثر و بیشتر کتابیں پڑھیں اس کے بعد سہارنپور جا کر بخاری شریف کے بھیجی مولانا احمد علی سہارنپوری سے حدیث شریف پڑھی شیخ الحدیث مولانا وصی احمد محدث سورتی اور مقتداۃ علماء واصفیاء علیہ مہر علی شاہ کلزوی آپ کے رشتہ میں سے تھے فراغت کے بعد مکتوبات کی مزیہ تعلیم کے لیے رامپور جا کر مولانا ارشاد حسین رامپوری اور مولانا عبدالحی رامپوری سے استفادہ کیا۔

دو سال تک حضرت سائیں توکل شاہ ابدالوی قدس سرہ کی خدمت میں رہ کر ان کی خلافت سے مستفید ہوئے پھر ان کے ارشاد کے مطابق حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی شاگرد حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دیوبند کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے دستِ اقدس پر سلسلہ نقشبندیہ اور قادریہ میں بیعت ہوئے اور حضرت کے صاحبزادے مولانا شمس الدین احمد میاں رحمہ اللہ تعالیٰ کی معیت میں کچھ حصہ بخاری شریف منوطاً امام مالک اور کچھ شرح وقایہ سن کر اجازت حاصل کی۔

اس کے علاوہ انہیں امام احمد رضا دیوبندی سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی جس کا کچھ حصہ راقم کو حضرت مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری سے حاصل ہوا تھا جسے راقم نے اپنی تصنیف ”مذکرہ اکبر اہل سنت“ میں شائع کر دیا تھا وہاں سے لے کر اس مضمون کے آخر میں اس کا نگہ شائع کیا جا رہا ہے۔

فراغت کے بعد کچھ عرصہ 1901ء سے 1905ء تک مدرسہ "ارشاد العلوم" راپور میں فرائض مدرسہ ریس انجام دیتے رہے اس کے بعد دو سال بمبئی چلے گئے پھر اپنے وطن الودھکریف لائے اور وہاں "مقتد الاسلام" کے نام سے ایک دارالعلوم قائم کیا۔ کچھ عرصہ بعد لاہور شریف لا کر جامعہ نعمانیہ میں فرائض مدرسہ ریس انجام دیتے رہے ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۶ء میں مولانا ارشاد حسین راپوری کے ایما پر اکبر آباد (آگرہ) شریف لے گئے اور شاہی مسجد کے خطیب اور مفتی کی حیثیت سے دینی و مدداریاں ادا کرتے رہے سید محمد اعظم شاہ کے بعد آپ وہاں کے مفتی مقرر ہوئے۔ سید محمد اعظم شاہ صاحب کے آخری بیٹوں پر یکم جولائی ۱۹۲۶ء/۳۰ شعبان ۱۳۳۳ھ درج بجا اور حضرت سید صاحب کے پہلے بیٹوں پر ۳ رمضان ۱۳۳۳ھ اس کے بعد کے کسی بیٹوں پر سید محمد اعظم شاہ کے دخل نہیں ہیں۔ ادھر لاہور کے اہل علم و درو آپ کو لاہور لانے کے لیے مسلسل کوشاں تھے چنانچہ 1922ء میں آپ دوبارہ لاہور شریف لے آئے اور جامعہ مسجد وزیر خاں میں خطابت مدرسہ و مدرس اور افتاء کے فرائض انجام دیتے رہے۔

۱۹۲۳ء "مرکزی انجمن حزب الاحناف" قائم کی اسی انجمن کے تحت بعد میں دارالعلوم قائم کیا جہاں سے بڑی تعداد میں علماء و خطباء اور مدرسین تیار ہوئے۔ بعد میں دارالعلوم حزب الاحناف کتب خانہ روڈ پر منتقل ہو گیا۔ آج کل آپ کے پر پوتے سید ثار شرف صاحب دہلی دروازہ کے اندر چنگلوٹہ میں واقع قدیم حزب الاحناف کو دوبارہ آباد کیے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ کی مزید توفیق و ہمت عطا فرمائے۔

مازیں کشمیر مولانا علامہ ابو الحسنات سید محمد قادری اور مفتی اعظم پاکستان علامہ ابو البرکات سید احمد قادری رحمہما اللہ تعالیٰ آپ کے دونوں صاحبزادوں کے اہل سنت و جماعت پر بڑے احسانات ہیں "شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی آپ کے پوتے اکابر علماء اہل سنت و جماعت میں سے ہوئے ہیں۔ اس وقت ان کے صاحبزادے مولانا سید مصطفیٰ اشرف رضوی ان کے جانشین ہیں۔

4 جولائی 1986ء کو مرکزی مجلس رضا لاہور کے بانی اور صدر حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ حکیم عبدالحمید بھٹی صدر خلافت کھیتی لاہور نے بیان کیا کہ ترکی کی مشہورادیہ عالمہ ادیب

خانم لاہور آئی تو طے ہوا کہ جمعہ کے بعد مسجد وزیر خاں میں جلسہ کیا جائے، جمعہ سے پہلے مولانا سید دین ارعلی شاہ نے تقریر کی، ان کی تقریر میں ترکی کا نام سن کر خالدہ ادیب خانم نے پوچھا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ اسے بتایا کہ تمہاری اور مصطفیٰ کمال پاشا کی پارٹی پر تنقید کر رہے ہیں، جمعہ کے بعد اس نے فارسی میں تقریر کی، اس کے بعد مولانا نے ڈیز گھنٹہ تقریر کی، واپسی پر خالدہ نے کہا:

”یہ بہت بڑا مالم ہے“

حضرت مفتی اعظم پاکستان علامہ ابو البرکات سید احمد قادری نے تحریک خلافت اور تحریک ترکہ مولائے کے دور کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کیا کہ ایک دفعہ مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی اور ڈاکٹر کپلو وغیرہ نے مسجد وزیر خان میں جلسہ منعقد کرنے کا پروگرام بنایا، حضرت تاجی (مولانا سید محمد دین ارعلی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ) نے مجھے فرمایا کہ اخباری تراشوں والا فائل اٹھا کر لاؤ، وہ لے کر آیا تو آپ نے زوردار خطاب کیا اور اس میں مولانا محمد علی جوہر اور دوسرے لیڈروں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ نے فلاں موقع پر یہ کہا کہ فلاں موقع پر یہ کہا، یہ اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے، آپ کے خطاب کے بعد مولانا محمد علی جوہر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: اللہ کا شکر ہے کہ ایسے علمائے ربانی موجود ہیں جو ہماری غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں، یہ کہا اور اپنا خطاب ختم کر دیا۔

یہ بھی حضرت مفتی اعظم پاکستان ابو البرکات سید احمد قادری نے بیان کیا کہ ایک دفعہ علامہ اقبال الیکشن میں کھڑے ہوئے اور حضرت تاجی (مولانا محمد دین ارعلی شاہ) سے ملاقات کے لیے آئے، علامہ حضرت کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھے ہوئے تھے، میں تو یاد نہیں کہ حضرت ’تاجی‘ کس مسئلے پر گفتگو فرما رہے تھے، لیکن اتنا یاد ہے کہ وہ انبیاء کے کسی مسئلے پر گفتگو کر رہے تھے اور علامہ کی آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا۔

حالیہ حضرت محدث الوری کے خلاف پروپیگنڈا کرتے ہوئے اس بات کو بہت اچھا لیتے ہیں کہ انہوں نے علامہ اقبال کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا تھا، جب کہ حقیقت اس سے مختلف تھی، اقبالیات کے ماہر جناب سید نور محمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ حضرت محدث الوری کی خدمت میں علامہ کے کچھ اشعار علامہ کا

نام لیے بغیر پیش کیے گئے جن میں آفتاب کو غائب کرتے ہوئے اس کے لیے صفات الوہیت ثابت کی گئی تھیں ظاہر کو دیکھتے ہوئے حضرت محدث الوری نے فرمایا کہ یہ کفر ہے جب کہ واقعہ یہ تھا کہ علامہ نے اللہ تعالیٰ کو آفتاب کہہ کر غائب کیا تھا اس صورت میں یہ مسئلہ اگرچہ نور طلب ہوگا کہ اللہ کو آفتاب کہا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام تو قیفی ہیں اس ذات اقدس کے لیے وہی نام استعمال کیے جائیں گے جو قرآن و حدیث میں آئے ہیں تاہم ان اشعار کی بنا پر حکم کفر مآخذ نہیں ہوگا۔

فتاویٰ دیدارِ یہ آگرہ

کچھ عرصہ پہلے دارالعلوم حزب الاحناف کے مفتی مولانا مفتی غلام حسن قادری امام و خطیب جامع مسجد مولانا رومی اندرون بھائی دروازہ لاہور کے پاس مجھے ایک رجسٹر ملا جس میں مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد قادری امام المجد ثین مولانا سید محمد دیوبند علی شاہ نقشبندی قادری محدث الوری مولانا مفتی محمد رمضان اور مولانا مفتی سید محمد اعظم شاہ (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے علمی فتاویٰ تھے رجسٹر کے کاغذات بوسیدہ اور سیاہ ہو چکے تھے۔ ان میں سے مفتی اعظم پاکستان علامہ ابو البرکات سید احمد قادری رحمہم اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ تو دور حاضر کے ولی کامل و متفصل من المطلق تھے بے نیاز از خلافتی رحمہم اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت میں منہمک شیخ الشان حضرت ثوابہ قاضی محمد صادق نقشبندی مجددی دامت برکاتہم العالیہ کے پوتے جناب صاحبزادہ محمد عبدالسلام حفظہ اللہ وہیں السلام نے مرتب کر کے مکتبہ ”منار الہدیٰ“ کی طرف سے 363 صفحات میں شائع کر دیئے جزاء اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

آج سے چند دن پہلے صاحبزادہ صاحب کے استاد حضرت مولانا محمد جمال الدین قادری مدظلہ العالی (کھاریاں) کے برادر اصغر بور شاگرد خاص مولانا مفتی محمد عظیم الدین نقشبندی مجددی مدظلہ العالی مدرس دارالعلوم سلطانپور دہلی جہلم نے 642 صفحات پر مشتمل مسودہ چھپوایا جو کہ پوز شدہ فتاویٰ کی فوٹو ٹیٹ کاپی کی صورت میں تھا۔

اس مسودے کو دیکھ کر خوشی کے ساتھ ہی حیرت بھی ہوئی مفتی صاحب نے تھوڑے سے عرصے میں نہ

صرف یوسیدہ اور سیاہ و راق سے ان فتاویٰ کو پڑھا نقل کیا، بلکہ حاشیہ میں حوالوں کی تجزیہ بھی کی، نتیجہ ہے اس غلو کا جو ان کے سینے میں دین اور علوم دینیہ کے لیے موج زن ہے، بعض مقامات پر انہوں نے اختلافی نوٹ بھی لکھے ہیں اور یہ دلیل علم کا حق ہے، بعد میں دیکھنے والے علماء فیصلہ کریں گے کہ ان میں سے درست کیا ہے؟

اس مجموعے میں زیادہ حضرت امام الحرمین سید محمد دیرا علی شاہ محدث الحوری کے فتاویٰ ہیں یا درجہ کہ بقول مولانا محمد طیم الدین صاحب یہ ان کے تین سال ایک ماہ اور چند روز کے فتاویٰ ہیں، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے ساٹھ سال کے عرصے میں کتنے فتوے دینے ہوں گے۔ کچھ فتاویٰ مولانا مفتی محمد رمضان اور حضرت مولانا سید محمد اعظم شاہ (رحمہما اللہ تعالیٰ) کے بھی ہیں، انہوں نے ان کے بارے میں اس حال راقم کو سوائے ان کے نام کے کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

کچھ مرتب اور محقق کے بارے میں

گزشتہ طور میں عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد طیم الدین نقشبندی مجددی مدظلہ العالی اپنے بڑے بھائی نور کتب کثیرہ کے مصنف حضرت مولانا علامہ محمد جلال الدین قادری مدظلہ العالی (کھاریاں) کے شاگرد خاص ہیں وہ طویل عرصے سے دارالعلوم سلطانپور نزد کالادین، جہلم میں فرائض تدوین، انجام دے رہے ہیں، بلاشبہ یادگار اسلاف ہیں۔

تدوین، تحقیق اور تصنیف سے انہیں شغف ہے، سنا ہے کہ چپکے چپکے امام علامہ یوسف صالحی شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی سیرت طیبہ کے موضوع پر شجرہ آفاق تصنیف ”سبل الہدی والرشاد“ کا اردو ترجمہ کر رہے ہیں، ان کی منظر عام پر آنے والی چند تصانیف کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) سیرت سید الانبیاء علیہ السلام

یہ حضرت مولانا علامہ محمد محمد باقم ٹھٹھوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی نہایت اہم تصنیف ”بذل القوی فی حوادث سنی الملوٰۃ“ کا ترجمہ ہے اور اس کے صفحات 610 ہیں۔

(۲) احکام طہارت - 230 صفحات پر مشتمل یہ کتاب طہارت (وضو، غسل اور جنم) کے ضروری احکام پر

مشتمل ہے۔

(۳) دلیل زائر حرمین شریفین

498 صفحات پر مشتمل یہ کتاب حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ”المسک المصنوع فی

المسک الوسط“ سے ماخوذ اور حج و عمرہ کے مسائل کے ساتھ مدینہ طیبہ کی ماضی کے آداب پر بھی مشتمل ہے۔

(۴) التبیان الطہر (۵) مذکرہ قاضی فتح اللہ قادری شطاری رحمۃ اللہ علیہ

(۶) تعلیم و تعلم (۷) شرح مسلم الثبوت

(۸) ترجمہ خزائن فحیۃ الاسرار (۹) شرح صحیح معذات

(۱۰) ترجمہ قرآن کریم

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے حضرت علامہ کو صحت و تندرستی کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے اور ان کا علمی

ورودمانی فیض دور دراز تک پہنچائے۔

محمد عبدالکلیم شرف قادری

۲۰ ہجری اولیٰ ۱۴۲۶ھ

بانی مکتبہ قادریہ لاہور

28 جون 2005ء

امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی سند کا عکس

جو آپ نے

حضرت مولانا سید ویدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابوالبرکات سید احمد رحمۃ اللہ علیہ

کو عطا فرمائی۔

بسم الله الرحمن الرحيم

تقديم

از

استاذ الاساتذہ علامہ حافظ خادم حسین رضوی نقشبندی مجددی مدظلہ العالی

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

الحمد لله موفق المتقين لشكر النعمة والصلاة والسلام على من ارسله الله

للعالمين رحمة وعلى آله واصحابه الهداة وعلى سائر من اتقى اثره واعتدى بهداه

أما بعد!

اللہ تبارک و تعالیٰ نے سلسلہ انبیاء و رسل امام و انبیاء حضور پر نور ﷺ کی ذات اقدس پر مکمل کرتے

ہوئے اعلان فرمایا:

ولكن رسول الله وخاتم النبيين (آل حزاب: ۳۵)

حضور نبی کریم ﷺ نہ صرف آخری نبی ہیں بلکہ آپ ﷺ پر نازل شدہ کتاب آخری الہامی کتاب

آپ ﷺ کی امت آخری امت اور آپ ﷺ کا دین (اسلام) آخری اور کامل دین ہے اللہ تعالیٰ نے

اسلام کو اپنی پسندیدگی اور جامعیت کی سند یوں عطا فرمایا۔

اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام ديناً (المائدہ: ۳)

ترجمہ: آج میں نے کامل کر دیا تمہارے لیے تمہارا دین اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے

لیے اسلام کو دین پسند کیا۔

إن الدين عند الله الإسلام (آل عمران: ۱۹)

ترجمہ: بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

ان آیات میں اسلام کو کامل دین قرار دیا گیا ہے جس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ دین اسلام میں انسان کی جملہ ضروریات و مشکلات کا حل موجود ہے۔ اگر ایمان نہ آتا تو یہ نصت ”کامل“ ہونے کے لیے کوئی پختی۔ اسلام کا نظام حیات آخری وابدی ہے اسی میں ہماری تمام ضروریات کا حل پنہاں ہے۔

نبی کریم ﷺ کے دور مقدس میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی تمام دینی و دنیاوی مشکلات کے حل کے لیے حضور ﷺ کی جانب رجوع فرماتے۔ آپ ﷺ ان کے تمام سوالات کے جوابات عطا فرماتے اور یوں امت محمدیہ میں شرعی ضروریات کے حل کے لیے سوال و جواب کی روایت قائم ہوئی جسے استسنا و وثوقی کا نام دیا گیا۔

فتوئی کی فتویٰ و اسلامی تحقیق

فتوئی کا فقرہ (زیر) کے ساتھ (فتویٰ) بھی منقول ہے اور ضمہ (فتی) کے ساتھ (فتویٰ) بھی۔ اس کا مادہ فحس و فحسی ہے بمعنی قوت و طاقت۔ طاقتور جو ان کو بھی فحی کہتے ہیں لیکن یہاں مراد ”مدل و مضبوط شرعی حکم“ ہے۔ بعض نے اس کا معنی مطلق ”جواب دینا“ بھی کیا ہے اس میں شرعی و غیر شرعی کی کوئی قید نہیں۔ علامہ سر سید شریف حر جانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الإفتاء بيان حكم المسئلة (التعريفات : ص : ۲۶)

ترجمہ: حکم مسئلہ بیان کرنے کو افتاء کہتے ہیں۔

علامہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

الإفتاء فإنه إفاضة الحكم الشرعي (رد المختار: ج ۳)

ترجمہ: شرعی فیصلے سے آگاہ کرنے کو افتاء کہتے ہیں۔

فتوئی کے اسلامی معنی کو اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا ہے:-

إنما الإفتاء أن نعتمد على شيء وتبين لسانك أن هذا حكم شرعي

(فتاویٰ رضویہ: ج ۱)

ترجمہ: افتاء کا مفہوم یہ ہے کہ تو (کتاب و سنت، اجماع و قیاس اور کتب فقہ میں سے) کسی چیز پر اجماع ذکر کے سوال پوچھنے والے کو بتائے کہ یہ شریعت مطہرہ کا حکم ہے۔

المصباح ص ۱۶ پر مذکور ہے کہ:

الإخبار بحکم اللہ تعالیٰ عن مسئلة دینیة بمقتضى الأدلة الشرعية لمن سأل عنه

فی أمر تازل علی جهة العموم والشمول لا علی وجه الإلزام

ترجمہ: کسی پیش آمدہ صورت میں اُردہ شریعہ کے تقاضے کے مطابق سائل کو دینی سوال کے بارے میں عموم وشمول کے طور پر نہ کہ لازم کرنے کے انداز پر اللہ تعالیٰ کا حکم بتانے کو افتاء کہتے ہیں۔

افتاء کی اہمیت

افتاء کی اہمیت اس سے واضح ہے کہ یہ سید الہیہ ہے اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

وَيَسْأَلُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللَّهُ يَفْتِيكُمْ فِيهِنَّ (النساء: ۱۲۷)

ترجمہ: اور توئی پوچھتے ہیں آپ سے عورتوں کے بارے میں آپ فرمائیے اللہ تعالیٰ توئی دیتا ہے تمہیں ان کے بارے میں۔

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

يَسْأَلُونَكَ قُلِ اللَّهُ يَفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ (النساء: ۱۷۶)

ترجمہ: اے محبوب آپ سے توئی پوچھتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ اللہ تمہیں کالالہ میں توئی دیتا ہے۔

ان آیات میں افتاء کی نسبت تو اللہ تعالیٰ کی جانب ہے مگر اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ ”مفتی“ کا استعمال

قلعاً درست نہیں کیونکہ اس سے بہت سی خرابیاں لازم آئیں گی۔ بہر کیف ان آیات حیات کے تحت توئی کی اہمیت سے کوئی ذی شعور انکار نہیں کر سکتا۔

فتویٰ دور رسالت مآب ﷺ میں

ہادی عالم حضور نبی کریم ﷺ کی الہی کے ذریعے فتویٰ دیا کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی

مقدس جماعت

فستلوا أهل الذکر إن كنتم لا تعلمون (النحل: ۴۳)

ترجمہ: پس اگر تم نہیں جانتے تو دہلی علم سے سوال کرو

کے مطابق نبی کریم ﷺ سے فتویٰ طلب کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ مسلمانوں کو عبادات، معاملات، اخلاقیات، آداب اور معاشرت وغیرہ میں شرعی احکام بیان فرماتے تھے۔ حضور ﷺ کے فتویٰ کی حیثیت اسی قدر اعلیٰ و ارفع ہے جس قدر آپ ﷺ کی ذات اقدس اعلیٰ و ارفع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:-

ما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا (الحشر: ۷)

ترجمہ: رسول تم کو جو کچھ دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز سے تمہیں روکیں رک جائیو۔

فتویٰ دور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں

سید عالم حضور ﷺ کے ظاہری طور پر دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم منصب افتاء پر فائز ہوئے۔ ان میں حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کی قیادت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک طبقہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کی قیادت میں ہر وقت حفظ حدیث اور اس کی روایت میں مصروف رہتا جب کہ دین بالا دین اور اہل بیت کے امور اور غور و فکر کر کے احکام کاخذ کرتا تھا۔ ان کے پیش نظر قرآن کریم، نبی کریم ﷺ کے اقوال، اعمال اور تقریرات ہوتے تھے۔ مسائل کو اجتہاد کے ذریعے اخذ کرنے کا ثبوت قرآن کریم میں موجود ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

لَعَلَّه الذِّينَ يَسْتَبْطِنُوهُ مِنْهُمْ (النساء: ۸۴)

ترجمہ: تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے (یہ جو بعد میں کوشش کرتے ہیں)

کتاب امادیٹ میں حضرت معاذ بن رضی اللہ عنہ سے مروی وہ حدیث اس بارے میں غصہ دہل ہے جب آپ کو یکن کا قاضی بنا کر بھیجا جانے لگا اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

تمہارے پاس اگر کوئی جھگڑا آئے تو فیصلہ کیسے کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تم اللہ کی کتاب میں نہ پاؤ؟ عرض کی رسول اللہ ﷺ یہی سنت سے فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا سنت میں بھی نہ پایا تو؟ عرض کی بغیر کسی کتابی کے پوری کوشش و محنت کے ذریعے اپنی رائے سے معلوم کروں گا۔ پس نبی پاک ﷺ نے ان کے سینے پر دست شہقت پھیرتے ہوئے فرمایا: اللہ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ کے قاصد کو رسول اللہ کے پسندیدہ عمل کی توفیق دی۔

(ترمذی شریف، ابوداؤد شریف)

فتویٰ بعد از دورِ صحابہ

جب اسلام پہلیکا ہوا بغداد مصر روم بلخ بخارا سمرقند مہمان شیراز آذربائجان مہربان زنجبار مغولں بطام استرا باذخوار زم مرغیان دامغان کرمان ہند اور یمن وغیرہ تک پہنچا تو مسلمانوں میں آئے روز نئے مسائل نے جنم لینا شروع کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جانشین حضرات تابعین رحمۃ اللہ علیہم نے ان مسائل کو حل کرنے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ ان میں سر فرست حضرت علقمہ بن قیس حضرت امیر اہم غنی حضرت حماد بن مسلم حضرت نعمان بن ثابت حضرت سعید بن المسیب اور حضرت عطاء بن ابی رباح ہیں۔

نقد (شرعی احکام) کی ابتدا جو حضور ﷺ کے دورِ اقدس سے ہو چکی تھی اب ضرورت اس امر کی تھی کہ اس کی باقاعدہ تدوین کی جائے۔ چنانچہ اس ضرورت کو امام ابو حنیفہ حضرت نعمان بن ثابت نے پورا کیا اور نقد کی تدوین شروع کی۔ تدوین کا مطلب یہ تھا کہ کسی بھی مسئلہ سے متعلق آیات و احادیث اور اقوال صحابہ پیش

کیے جاتے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اس میں متعدد احتمالات بیان فرماتے اور ان کی تائید میں نصوص و عبارات پیش کرتے۔ تمام اصحاب (اپنے زمانے کے ہر فن کے ماہر ترین تقریباً چالیس افراد) ان احتمالات کی تصحیح و توضیح فرماتے جب کسی ایک احتمال پر اتفاق ہو جاتا تو بچے تلے الفاظ میں لکھ لیا جاتا اور بعض اوقات متفق نہ ہونے کی صورت میں وہ احتمال اسی شخصیت کی طرف منسوب کر کے لکھ لیا جاتا۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اس علمی مجلس کا مرتب کردہ مجموعہ نہایت ضخیم تھا بعض حضرات نے اس میں درج مسائل چھ (۶) لاکھ اور بعض حضرات نے بارہ (۱۲) لاکھ بھی بیان کیا ہے۔ مطابق اندازے کے مطابق ان احتمالات کی تعداد ساٹھ (۶۰) ہزار سے زائد تھی۔

الفقه زرعہ عبد اللہ بن مسعود و سقاہ علقمہ
وحصہ ابراہیم النخعی و دامہ حماد
وطحنہ ابو حنیفہ و عجنہ ابو یوسف
وخیزہ محمد فسائر الناس یا کلون من خیزہ

(در مختار)

ترجمہ: فقہ کا حکیت حضرت عبد اللہ بن مسعود نے بویا حضرت علقمہ بن قیس نے سینا حضرت ابراہیم نخعی نے اس کو کاٹا حضرت حماد بن مسلم نے مانا امام اعظم نے جیسا حضرت ابو یوسف نے کوٹھا اور حضرت محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہم نے روئیاں پکا کیں اور باقی سب اس کے کمانے والے ہیں۔

یعنی اجتہاد و استنباط کا سلسلہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے شروع ہوا علقمہ نے تقویت پہنچائی ابراہیم نے اس کے فوائد متفرقہ کو جمع کیا حماد نے فروغ کو زیادہ کیا امام اعظم نے اس کو درجہ کمال تک پہنچایا اور وہ ابن فقہ کی ہم سر کی آپ ہی کے نقش قدم پر چلے ہوئے امام مالک امام شافعی امام احمد بن حنبل امام ابو یوسف امام محمد اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہم نے اصول مرتب کیے۔

ان حضرات نے قرآن کریم اور احادیث نبویہ ﷺ کے ساتھ ساتھ وہ تمام علوم جو اس دین کی تفسیر

تفسیر کے لیے ضروری تھے نہ صرف ایجاد کیے بلکہ ان تمام علوم و معارف میں مختلف افراد نے مہارت نامہ حاصل کر کے ان علوم کے قواعد و ضوابط تک مرتب کیے اور لسل در لسل ان علوم کے ماہرین کی تیار کاری کا ایک حوالہ سلسلہ قائم فرمایا۔ الحمد للہ یہی سلسلہ آج اس دور میں بھی قائم ہے اور قیامت تک قائم رہے گا۔

فتویٰ برصغیر پاک و ہند میں

خلفائے عباسیہ کے دور سے لے کر گزشتہ صدی کے اوائل تک اکثر و بیشتر اسلامی ممالک میں فقہ حنفی قانونی شکل میں رائج تھی۔ سلفیہ عقیدہ کے زوال کے بعد فتویٰ نویسی یا افتاء کا کام مدارس دینیہ کی جانب منتقل ہو گیا ہے۔ اس وقت سے لے کر اب تک مدارس دینیہ بحسن و خوبی یہ خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد اسلام کے تحفظ اور افتاء کے کام کو ملے حق نے سنیہ الامان میں مرفہ حضرت مولانا شاہ فضل حق خیر آبادی، حضرت مولانا احمد اللہ شاہ مدرسی، حضرت مولانا کنایت علی کانی، حضرت مولانا مفتی عنایت احمد کاکوروی، حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی، حضرت مولانا ارشاد حسین رامپوری، حضرت مولانا مفتی تقی علی خان، حضرت مولانا مفتی تقی علی خان، حضرت مولانا مفتی عبدالعلی رامپوری، علی حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی، تاجدار کوٹہ، حضرت پیر سید عمر علی شاہ، مفتی امیر علی خان، مفتی سید یحییٰ اعظمی شاہ، مفتی غلام جان ہزاروی، مفتی عطاء محمد رتوی، مفتی عبداللطیف حقانی، مفتی احمد یار خان، مفتی محمد عمر نعیمی، مفتی سید مسعود علی قادری، مفتی امین الدین بدایونی، مفتی اعجاز ولی خان اور مفتی ابوالبرکات سید احمد اور مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی وغیرہ ہیں۔

کتب فتاویٰ کی تاریخ

بعض فقہائے امت نے کتب فقہ مرتب کیں تو بعض نے کتب فتاویٰ کو مرتب کیا۔ خالص فتاویٰ کے تحریری مواد کی تاریخ بھی عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے شروع ہوتی ہے۔ ابو الحسن بصری نے اپنی کتاب "المعتمد فی اصول الفقہ" میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فتاویٰ کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ کا مجموعہ بھی کتابی صورت میں پانچویں ہجری تک پایا جاتا تھا۔

کتب فقہ کی تاریخ بہ صاحب دہلوی سے شروع ہو کر آج کے اس دور تک پہنچتی ہے۔ حاجی غلیظہ نے کشف القلوع اور اسماعیل پاشا بغدادی نے ہدایت البحار میں بارہویں صدی ہجری سے قبل تک کتب فتاویٰ کا ذکر کیا ہے۔ بارہویں صدی ہجری سے قبل اور اس کے بعد کی کتب فتاویٰ درج ذیل ہیں:

فتاویٰ الہی بکر	فتاویٰ سراجیہ	فتاویٰ قاضی خان
فتاویٰ ظہیر	فتاویٰ طرطوسیہ	فتاویٰ بزاز
فتاویٰ تارنامیہ	فتاویٰ خبریہ	فتاویٰ عزیزیہ
فتاویٰ سائگیہ	فتاویٰ حمادیہ	فتاویٰ رضویہ
فتاویٰ نظامیہ	فتاویٰ مہریہ	فتاویٰ جمالیہ
فتاویٰ ضمیمہ	فتاویٰ ختمیہ ملت	فتاویٰ امجدیہ
فتاویٰ شریعیہ	فتاویٰ مصطفویہ	فتاویٰ فیض الرسول
فتاویٰ ہندیہ	فتاویٰ حامدیہ	فتاویٰ نوریہ
فتاویٰ مسعودی	فتاویٰ مظہریہ	فتاویٰ بریلی
فتاویٰ حزب و احناف	فتاویٰ دہلویہ	

کچھ صاحب فتاویٰ کے بارے میں

آخر الذکر کتاب استاذ الفہم شین حضرت علامہ مولانا مفتی سید محمد دین علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دیئے گئے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ مصوف کے حالات زندگی کا مطالعہ حضرت قبلہ صاحبزادہ قاضی محمد عبدالسلام نقشبندی مجددی سلطان فیضیہ کریں گے۔ رقم بھی اس کار خیر میں حصہ ڈالنے کی غرض سے استاذ محترم حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کی تحریر (موجودہ زندہ کروا کا برہمست) کا خلاصہ پیش کرتا ہے جو کہ یہاں نہایت موزوں ہے۔

استاذ العلماء والفقہاء حضرت مولانا سید محمد دین علی شاہ ابن سید نجف علی شاہ ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء بروز جمعہ بمقام الور محلہ نواب پورہ ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں سلسلہ نقشبندیہ کے معروف

بزرگ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی ہفتی بخاری حضرت مولانا محمد علی سہارنپوری حضرت مولانا قمر الدین اور جامع العلوم حضرت مولانا ارشد حسین رامپوری جب کہ ہم درس ساتھیوں میں سلسلہ چشتیہ کی معروف شخصیت تاجدار کولہہ حضرت مولانا میر علی شاہ کولہوی اور محدث سورتی حضرت مولانا وحی احمد رتنہ اللہ علیہم ایسی شخصیات شامل تھیں۔

سلسلہ قادریہ میں آپ امام العاقبتین اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان رتنہ اللہ علیہ سے بیعت اور خلیفہ مجاز ہوئے۔ بعد میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلی نے آپ کو تمام کتب فقہ حنفی کی روایت کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔

لاہور میں آخری بار تشریف لانے سے پہلے آپ شاہی مسجد واقع آگرہ بھارت کے خطیب و مفتی مقرر ہوئے پھر پاکستان کے دل شہر لاہور میں تشریف لائے اور درس و تدریس کا آغاز فرمایا۔ اس دوران دہلی دروازہ کی قدیم و معروف مسجد وزیر خان میں خطابت کی ذمہ داری آپ نے احسن انداز سے پوری کی۔ درس و تدریس سے دلی لگاؤ کے پیش نظر ۱۹۵۳ء میں آپ نے دارالعلوم حزب الاحناف کی بنیاد رکھی اور دین شہن کی خدمت کے لیے پتنگڑوں ملائی ایک جماعت تیار کی۔

آپ کی تصانیف کی تعداد دس سے زائد ہے جن میں تفسیر میزان الدیان، علامات و پایۂ ہدایت، الفتویٰ در رد و افاض، تحقیق المسائل اور پیش نظر فتاویٰ کا مجموعہ ”فتاویٰ دیدار“ مرقوم ہیں۔
آپ کا وصال ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ بمطابق ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو ہوا۔

چند معروضات فتاویٰ دیدار کے بارے میں

یہ کتاب اہلسنت کے قمن ممتاز مفتیان کرام کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ ان میں حضرت مولانا مفتی محمد رمضان، حضرت مولانا مفتی سید محمد اعظم شاہ اور حضرت مولانا مفتی سید محمد دیدار علی شاہ رتنہ اللہ علیہم شامل ہیں۔ ہر سر حضرت کے فتاویٰ اس دور کے ہیں جب وہ حضرات یکے بعد دیگرے اکبریا شاہ کی تعمیر کردہ شاہی مسجد واقع آگرہ ہندوستان کے مفتی و خطیب کی حیثیت سے خدمت دین میں مصروف تھے۔

یہ کتاب تین سو چالیس (۳۴۴) فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ جن میں بارہ (۱۲) فتاویٰ حضرت مولانا مفتی محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ کے ”کچھر“ (۷۵) فتاویٰ حضرت مولانا مفتی سید محمد اعظم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے اور دوسو ستاون (۲۵۷) فتاویٰ اہل حضرت کے تالیف، اہل حضرت مولانا سید محمد دہلوی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے صادر ہوئے۔ امام اہلبیت سید محمد شین حضرت مولانا سید محمد دہلوی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کی تعداد دس دو مکتوبات کرام کے مجموعی فتاویٰ سے زائد ہے لہذا اسی نام پر فتاویٰ کے اس مجموعہ کا نام ”فتاویٰ دیہاریہ“ رکھا گیا ہے۔

یہ کتاب صرف فتاویٰ کا مجموعہ نہیں بلکہ فقہی مسائل کا ایک عظیم ذخیرہ ہے اس مجموعہ میں مختلف موضوعات مثلاً عقائد، طہارت، نماز، زکوٰۃ، طلاق، وقف، میراث وغیرہ کے متعلق انتہائی پرمغز اور تفصیلی معلومات جواب کی صورت میں موجود ہیں۔ حضرت سید محمد شین نے اپنے فتاویٰ میں بالکل وہی اسلوب اپنایا ہے جسے اہل حضرت عظیم المرتبت رحمۃ اللہ علیہ نے اصطلاحاً بالعبودیت، فی الفتاویٰ الرضویہ میں اپنایا، ان شرعی معلومات سے نہ صرف ملنا، خواص بلکہ عوام بھی یکساں مستفید ہو سکتے ہیں۔

اس مجموعہ میں حضرت سید محمد شین کے پہلے فتویٰ پر حلق تاریخ ۳ رمضان ۱۳۳۳ھ/۱۳/۱۳ گست ۱۹۱۶ء رقم ہے جب کہ آپ ۲۶ ذوالحجہ ۱۳۳۷ھ/۲۲ دسمبر ۱۹۱۹ء تک شاہی مسجد آگرہ ہندوستان کے منصب افتاء پر فائز رہے۔ اس لحاظ سے آپ کا شاہی مسجد آگرہ میں منصب افتاء پر فائز رہنے کا کل دورانیہ تقریباً ۳ سال ۱۰ ماہ ۱۱ دن بنتا ہے۔ حضرت سید القہما کے لانا فتاویٰ کے کئی ایک مجموعے ہوں گے ان کو تلاش کر کے منظر عام پر لانا ملائے، پہلی منت پر فرض ہے تا کہ ان کو زمانہ کی دست برد سے بچایا جاسکے۔ حزب الاحناف کا کتب خانہ ان کا مخزن ہو سکتا ہے۔ وہاں ان کی تلاش ضروری ہے۔

اس مجموعہ میں سب سے زیادہ فتاویٰ میراث کے باب میں ہیں اور سب سے طویل فتویٰ وقف کے باب میں موجود ہے، یہاں دلچسپ امر یہ ہے کہ اس کا سوال بھی تقریباً سب سے مختصر ہے۔

حضرت سید محمد شین نے بعض فتاویٰ میں اپنے نام کے ساتھ رضوی لکھا ہے۔ یہ نسبت امام مؤید رضا رحمۃ اللہ علیہ کی جانب ہے اہل حضرت عظیم المرتبت رحمۃ اللہ علیہ کی جانب نہیں چونکہ فتاویٰ کے اس مجموعہ کے

زمانہ میں آپ کو اعلیٰ حضرت سے خلافت اور سند حدیث نہیں ملتی تھی۔

حضرت مولانا مفتی سید محمد اعظم شاہ نے بعض اوقات عربی عبارت نقل کرتے وقت یہ وضاحت نہیں کی وہ عبارت کس کتاب سے ماخوذ ہے؟ بعض جگہوں پر اصل عبارت اور درج شدہ عبارت میں فرق بھی ہے کیا حضرت والا نے بعض مقامات پر روایت بالمعنی سے بھی کام لیا ہے۔

فتاویٰ دیدار یہ کی انفرادیت

فتاویٰ دیدار یہ اکثر کتب فتاویٰ سے کئی جہتوں میں ممتاز ہے ان میں سے چند خوبیاں درج ذیل ہیں۔

☆ حضرت امام الفقہاء المجددین رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل کا شرعی حکم بیان کرتے وقت کثرت سے معتبر کتب سے حوالہ جات نقل کیے ہیں۔ اس بنا پر وہ فتویٰ جہاں امام افراد کو شرعی معلومات فراہم کرنے کا ذریعہ بنے گا وہیں علماء کرام کے لیے معلومات کا ایک بیش بہا خزینہ ثابت ہوگا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حوالہ جات بیان فرمانے میں مفصل اسلوب اپنایا ہے اور صرف کتب کا نام بتانے پر ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ جلد فہرست منصفیہ اور مطبع کا ذکر بھی فرمایا ہے۔

☆ جواب دیتے وقت صرف ہاں یا نہ سے کام نہیں لیا گیا بلکہ جواب کے حلقہ امور پر بھی انتہائی مفید بحث فرمائی ہے اس طرح جواب اور اس کے حلقہ امور خوب نکھر کر واضح ہوتے ہیں اور ایک جواب کئی سوالات کا جواب بن جاتا ہے۔

☆ بعض مقامات پر شرعی حکم کی وضاحت کرتے ہوئے دوسرا نسخہ کرام کے متعدد اقوال نقل فرمائے ہیں اور آخر میں مفتی بقول کو بھی ذکر فرمایا ہے۔

☆ پیش نظر فتاویٰ میں کئی مقامات پر فقہی قواعد کو بیان فرما کر مسائل کا استخراج کیا ہے اور تقریباً دس فقہی قواعد بھی درج فرمائے ہیں۔ ان فقہی قواعد کو محدوم العلماء حضرت مولانا مفتی محمد طیم الدین ہشتبندی دامت برکاتہم نے فہرست مضامین کے آخر میں ایک جامعہ نظر فرمادیا ہے۔

☆ متعدد درست فتاویٰ کی زبردست دلائل کے ساتھ اصلاح فرمائی کہیں کسی مفتی کے جمل فتویٰ کی

وضاحت فرما کر اس کے اجمال کو دور فرمایا تو کہیں کسی مفتی صاحب کی نقل کردہ عبارت کے دوران فقہی کتاب کی جمل عبارت سے اخذ کیے گئے غلط نتیجہ کی درنگی فرمائی آپ نے یہ درنگی اس شاندار انداز میں فرمائی کہ حکم شرعی ٹکڑا کر واضح ہو گیا۔ اس کی واضح مثال فتویٰ ۴۸ (صفحہ ۷۴ تا ۷۵) میں موجود ہے۔

☆ حضرت سید صاحب نے اکابرین کے نقش قدم پر عمل کرتے ہوئے فتویٰ میں غلطی معلوم ہو جانے کی صورت میں بلا خوف و تامل رجوع الی الحق فرمایا۔ اس مجموعہ میں بھی آپ کا دو مقام پر پہلے دیئے گئے فتویٰ سے رجوع کا علم ہوتا ہے۔ پہلا مقام صدق فطر کی مقدار کے حلق اور دوسرا مقام وراثت کے ایک مسئلہ کے حلق ہے۔ ان کی تفصیل متعلقہ ابواب میں دیکھی جاسکتی ہے۔

کچھ مرتب فتاویٰ دیدار یہ کے بارے میں

فتاویٰ کے اس عظیم مجموعہ کو منظر عام پر لانے کے سہرا استاذ العلماء مالم باعلیٰ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد علیم الدین نقشبندی رحمۃ اللہ بظول حیاتہ کے سر ہے۔ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم بہترین مدرس میدان تحقیق کے شہسوار اور انتہائی مضجے ہوئے مصنف ہیں۔ اللہ رب العزت نے آپ کے سینے میں دینی متین کی خدمت کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مشاغل و اوقات میں بیش بہا برکتیں عطا فرمائی ہیں آپ کے کاموں کو دیکھ کر گمان ہوتا ہے کہ آپ ایک شخص نہیں بلکہ ایک ادارہ ہیں۔ اسلاف کی علمی میراث سے حدود و محبت فرماتے ہیں اور اس پر عمل یقین رکھتے ہیں ”البرکۃ مع اکابرکم“ یہ محبت صرف دل و دماغ تک ہی محدود نہیں بلکہ قلم و قلم کے ذریعے اس کا اظہار بھی فرماتے ہیں۔

شاعر نے اکابر کی میراث کے حلق مسلمانوں کو خوب بھجوزا ہے:

کبھی اے نوجوان مسلم! تذکرہ کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا جس کا تو ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اس قوم نے پالا ہے آنکوشی محبت میں
یکل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاج سردارا

ہمارے اکابر کی ہزاروں قیمتی علمی تحقیقات و جنوز اشاعت کی بھرتی ہیں لیکن نہ تو کوئی ان پر کام کرنے والا ہے اور نہ ہی شائع کرنے والا۔ اکیبر ہلی سنٹ کا بیشتر علمی خزانہ یا تو قصہ ماضی بن گیا ہے یا پھر خوراک دیمک۔ ہماری سستی کی وجہ سے انبیاء ہماری کتابوں سے مسلسل علمی تحقیقات چرا کر اپنی جانب منسوب کر رہے ہیں لیکن ہم خواب خرگوش میں مست ہیں۔

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
 ثریا سے زمین پر آسمان نے ہم کو دے مارا
 مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی
 جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ
 باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر از رو ہو
 پھر پھر قاتل میراث پر کیونکر ہو
 ہر کوئی مست ہے ذوق تن آسانی ہے
 تم مسلمان ہو! یہ انداز مسلمانی ہے
 حیدری فخر ہے نے دواچ مٹائی ہے
 تم کو اسلاف سے کیا نصبت رومانی ہے

اس وقت جو مجموعہ آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ بھی ہماری ختم ظریفی کا شکار ہونے ہی والا تھا کہ اللہ رب العزت نے حضرت مولانا مفتی محمد طیم الدین نقشبندی کے دل میں اس مجموعہ کو منظر عام پر لانے کا جذبہ ودیعت فرمایا۔ اگرچہ یہ مجموعہ پون صدی سے زائد عرصہ کے بعد منظر عام پر آیا ہے لیکن اس کا مقدر یہی وقت تھا کہ کل امر مرہون باوقافتھا۔ حضرت مفتی صاحب نے یہ مجموعہ حضرت صاحبزادہ قاضی محمد عبدالسلام نقشبندی صدیقی سے اور انہوں نے محقق العصر حضرت علامہ محمد عبدالکیم شرف قادری کی وساطت سے حضرت مولانا محمد جلال الدین قادری (کھاریاں) سے حاصل کیا۔ حضرت مولانا محمد عبدالکیم شرف قادری نے ہی حضرت مولانا مفتی محمد

ہاں الدین کو یہ مجھ و مرتب کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ بہر کیف اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت حضرت مفتی محمد طیم الدین صاحب کے نصیب میں لکھی۔ مفتی صاحب نے اپنی بے پناہ علمی و ذاتی مصروفیات کو پس پشت ڈال کر ہل سنت کا یہ عظیم ذخیرہ ضائع ہونے سے محفوظ فرمایا۔ شروع میں مفتی صاحب کا ارادہ صرف حضرت سید محمد دین اعلیٰ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کو مرتب کرنے کا تھا لیکن اس سے دیر دو مفتیان کرام کے فتاویٰ پس منظر میں جانے کا اندیشہ قابض حضرت مفتی صاحب نے ان فتاویٰ کو بھی شامل کر لیا تا کہ یہ کہیں قصہ حاشی نہ بن جائیں۔

فتاویٰ کا یہ مجموعہ ترتیب پانے سے قبل نہ صرف انتہائی خشک تحریرات پر مشتمل تھا بلکہ کئی باتوں کا لکھا ہوا تھا۔ ان تحریرات کو چھپنا انتہائی دشوار تھا لیکن مفتی صاحب نے اس کام کو مکمل کرنے کا مضبوط ارادہ کر رکھا تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کی نبیی مدد فرمائی اور تمام مشکلات کو آسانی میں تبدیل فرماتے ہوئے آپ سے یہ عظیم کام لے لیا۔ اس کام کو دیکھ کر اس بات کا بحسن و خوبی اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مفتی صاحب پر اللہ تعالیٰ کا کس قدر فضل و احسان اور نبی کریم ﷺ ویز و گان دین رحمۃ اللہ علیہم کی کس قدر توجہ تھی کہ یہاں نہ ہیں۔

قبلہ مفتی صاحب کے گر افق علمی شہ پار سے درج ذیل ہیں۔

۱ النبی الأظهر سیرت خیر البشر

تلفیح فہوم اہل الآثار فی عیون التاریخ و السیر مصنف: علامہ عبدالرحمن ابن جوزی (۵۹۷-۵۱۰) علامہ جوزی کی کتاب ۷۰۰ صفحات پر مشتمل ہے اس میں علامہ نے ابتدائے آفرینش سے اپنے عہد تک کی عظیم شخصیات کا انتہائی دلکش تذکرہ فرمایا ہے۔ کتاب کا ایک اہم جز و حضور ماتم النبیین ﷺ کے بارے میں جس کا ترجمہ علامہ مفتی صاحب نے ۱۸۲ صفحات میں کیا ہے۔

۲ بذل القوۃ فی حوادث منی النوبۃ مصنف: علامہ محمد امجد باشم سندھی (۱۱۷۴-۱۱۳۱)

کا ترجمہ سیرت سید الانبیاء کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ سیرت نبوی ﷺ کے موضوع پر بیابیت جامع اور اہم کتاب ہے۔

حضرت مفتی صاحب نے نہ صرف کتاب کا ترجمہ کیا ہے بلکہ کتاب کو مزید باطنی حسن کے ساتھ نکھارا

ہے۔ کتاب پر کئی مکتبہ کو کچھ کر دل کی افتاء گہرائیوں سے مفتی صاحب کے لیے دما میں نکلتی ہیں۔ ہر صاحب ذوق کے لیے یہ کتاب نہایت ضروری ہے۔

۳ دلیل زانو حرمین دو کتب ہیں: جمل، مفصل، مصنف: مفتی محمد عظیم الدین نقشبندی (صفحات ۴۹۸) یہ کتابیں حجاج کرام کے لیے بہترین راہنما ہے۔ ان میں حج کے متعلقہ مسائل کو عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ حاجیوں کے لیے بہترین تحفہ ہیں۔

۴ احکام طہارت مصنف: مفتی محمد عظیم الدین صاحب
اس کتاب میں قبلہ مفتی صاحب نے طہارت کے تقریباً تمام فقہی مسائل کو کلیل انداز میں بیان فرمایا ہے۔ اس موضوع پر دور حاضر میں اس قدر جامع کتاب میرا آنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔
۵ قرآن یکم کا ترجمہ (زیر طبع)

۶ سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد کا ترجمہ (جلد ۲ زیر طبع)
ان شاء اللہ مفتی صاحب کی یہ کاوشیں ہرگز رائیگاں نہیں جائیں گی کیونکہ اللہ رب العزت کا وعدہ ہے
فمن يعمل من الصالحات وهو مؤمن فلا کفران لیسعہ (سورۃ الانبیاء: ۹۴)
ترجمہ: جس جو شخص کرتا ہے کوئی نیک کام بشرطیکہ مؤمن ہو تو رائیگاں نہیں جانے دیا جائے گا۔
آخر میں اللہ تعالیٰ کے حضور نبی ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے دعا ہے کہ وہ معظّمین فتاویٰ کے درجات بلند فرمائے اور حضرت مفتی صاحب اور تمام دوسرے حضرات جو دامنِ در سے قدمے سخنے اس کاوش میں شریک ہوئے ہیں ان سب کے علم و عمل اور عمر میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ آمین

و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و خیر خلقہ سیدنا و مولانا
محمد و علی آذہ و اصحابہ اجمعین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

گزارشات مرتبہ عفی عنہ

﴿۱﴾ ولایت نسب مذاقت حسب حضرت صاحب زادہ مولانا محمد عبدالسلام مدظلہ العالی نے جب جامعہ رضویہ فیصل آباد میں دورہ حدیث شریف پڑھنے کا ارادہ فرمایا تو مستقبل میں تدریس کے ساتھ ساتھ انھوں نے تحریر کے میدان میں آنے کا فیصلہ بھی کر لیا۔ اب اس کے لیے ایک ایسے موضوع کی تلاش تھی جو اس قدر شاندار علمی اور روحانی روایات کے حامل اس نافرمانی کے نوبال کے ثانیان شان ہو۔ اسی دوران استاذ الاسلام ترمذی اہل سنت حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف مدظلہ العالی کا ایک خط برادر کرم استاد محترم حضرت مولانا محمد جلال الدین قادری مدظلہ العالی کے پاس آیا کہ استاذ العلماء والمجد ثین حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد شیخ الحدیث دارالعلوم حزب الاحناف لاہور اور ان کے والد گرامی حضرت امام القباویہ شیخ الحد ثین حضرت مولانا محمد دینار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہما کے فتاویٰ پر مشتمل ایک علمی مجموعہ ترتیب مدوین، تجزیہ و تحقیق کا منتظر ہے۔ انھوں نے اس خط میں فرمائش کی آپ اس مجموعہ کو مرتب فرمائیں۔ انھوں نے جواب میں اس پر آمادگی کا اظہار فرمایا اور وہ علمی مجموعہ حضرت مولانا محمد جلال الدین قادری مدظلہ العالی کے ہاں کساریاں پہنچ گیا۔

فقیر راقم الحرف و عفی عنہ کو یہ خیال آیا اگر یہ سعادت حضرت صاحب زادہ مدظلہ العالی کے حصہ میں آئے تو نہایت مناسب ہے۔ چنانچہ اس کا کارہ عملاً کئی نے شوق دلا کر ان کو اس عظیم کام کے لیے آمادہ کر لیا۔ ان دونوں حضرات کی مہربانی اور بالخصوص حضرت مولانا محمد جلال الدین قادری مدظلہ العالی کے کمال ایثار کے

باعث یہ مجموعہ چند روز کے بعد حضرت صاحب زادہ صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ آپ نے اس عظیم کام کو شروع فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر کہ کچھ عرصہ کے بعد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے اس مجموعہ میں شامل فتاویٰ کا مجموعہ ”فتاویٰ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور“ کے نام سے اشاعت پزیر ہو گیا۔

مخطوطہ کا باقی ماندہ حصہ مرتب شدہ حصے سے علمی اور تحقیقی اعتبار سے فائق تر تھا۔ لیکن اس کا ایک حصہ انتہائی شکستہ تحریرات پر مشتمل اور مختلف ہاتھوں کا لکھا ہوا تھا۔ اس حصہ کو پڑھنا انتہائی دشوار اور کٹھن کام تھا۔ راقم الحروف جب کبھی انہیں بقیہ حصے کی ترتیب و تدوین کا کہتا تو وہ پہلو تہی کر جاتے چند بار انھوں نے اس سلسلے میں درپیش مشکلات کو واضح کرنے کے لئے وہ مخطوطہ فقیر غفرلہ کے سامنے رکھ دیا کہ آپ ہی اس کو پڑھ دیں۔ راقم الحروف کا خیال تھا کہ یہ کام مشکل ضرور ہے لیکن ناممکن نہیں، اگر ثابت قدمی اور صبر سے اس پر محنت کی جائے تو وہ پڑھا جائے گا انھوں نے باقی ماندہ کو اس طرح چھوڑ کر اسے حضرت مولانا شرف قادری مدظلہ العالی کے ہاں واپس ارسال کر دیا۔

فقیر کو اس کی اس طرح واپسی پر شدید قلق تھا آخر کار فیصلہ کر لیا باقی ماندہ اس حصہ کو فقیر خود مرتب کرے گا۔ اللہ تعالیٰ و تقدس کے فضل و احسان اور بزرگان دین کی توجہات کریمانہ سے یہ ساجز اس قائل ہو سکا کہ فتاویٰ کا یہ مجموعہ ترتیب پا کر ناظرین کے سامنے ہے۔ اس سلسلے میں چٹن آنے والی مشکلات کا اندازہ مام قارئین کو نہیں ہو سکتا۔ صرف وہی لوگ اس کا اندازہ کر سکتے ہیں جنہیں کبھی شکستہ اور مختلف ہاتھوں کے لکھے ہوئے مخطوطات پر کام کرنے کا اتفاق ہوا ہو۔

﴿۲﴾ فقیر علی غنہ نے جس اہم اور بابرکت امانت کو قارئین تک پہنچانے کی مشکل اور نازک ذمہ داری اٹھائی اس سلسلے میں فقیری کو ششوں کا ایک نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔ اس کا کارہ خلافت کو جن مراحل میں کامیابی ہوئی وہ اساتذہ کرام کی شفقتوں، والدین کریمین رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں اور مرشد گرامی دامت برکاتہم اللہ سید کی توجہات مالیہ کا نتیجہ ہے۔ لفظ شمیم اور نلطیاں فقیری نا لافعی کا باعث ہیں۔ قارئین حضرات

سے بھی گزارش ہے کہ ان فطرتوں اور فطریوں کی نسبت اس ناکارہ خلاق کی جانب کریں حضرات مفتیان کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا دامن ان سے پاک ہے نیز ازراہ کرم فقیر کو اس سے آگاہ کریں تاکہ آئندہ ایٹیشن میں اس کو درست کیا جاسکے۔

﴿۳﴾ فتاویٰ میں جنی مسائل کی نشاندہی کے لئے فہرست میں مذکورہ صفحہ کی حلقہ سطر پر ستارے کا نشان بنادیا گیا ہے، کتب فتاویٰ میں یہ حدت ہے اس سے قاری کے لئے مزید سہولت پیدا ہوگی۔

﴿۴﴾ ادارہ منظرِ علم لاہور، جہلم، میرپور بھٹہ، مرجہ دہلی کتب کا ایک معیاری ادارہ ہے۔ متعدد دینی کتب اس کے زیرِ اہتمام اعلیٰ معیاری انداز پر شائع ہو کر حسنِ قبول کا درجہ پا چکی ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو اس کے روح رواں دامت برکاتہ اور خادمین کے خوش نظر دینا مشین کی خدمت ہے۔ سال وستائ اور نام و نمودنیں اس کی تمام مطلوبات ایک سے ایک عمدہ اور بہتر ہیں۔ فتاویٰ دیے اور یہ جلد اول کی اشاعت اسی ادارہ کے اہتمام سے ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مبارک ادارہ کے روح رواں دامت برکاتہ اور دیگر جملہ کارکنان کو دنیا اور آخرت میں اپنی بے کراں رحمتوں سے نوازتا رہے اور روزِ افزائِ قیامت درجات سے نوازتا رہے۔

آمین ثم آمین

وصلی اللہ علی حبیب محمد وآلہ وسلم

محمد طیم الدین نقشبندی عفی عنہ

۷ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

۲۵ فروری ۲۰۰۶ء

ہفتہ

تبریکات و تحنن

فقد البث استاذ المحقق ورحمة الله عليه صلى الله عليه وسلم على حدثنا الموصول الفصل الغير
مع مرسلات الرغوع نوصلت طرق كل ربيع ويطرأ له وصحة خبره وصحت على إذا
ويجوز به شرق الموصول إلى ساحته الوجه **و** يوجد فلام عليها ورجعة الله ورحمة
سببها صلح والجيد العاقل في النهي السعي والتقدم في العمل هو لنا الموثوق
ألا يتجسس على العلوك الجديد في الرغوع كالألويين مذهب المبراد نجاد
على تضاعفها وبالله يد والمرشاة ونجدة الأسعد الإشراف الأجداد الأخند
ألف والذات وسبع وخمسين من محرم سنة الأمان مائة من المجلدات في المجلدات
قاله رحمه الله تعالى بقوله عبد المصطفى محمد بن أبي محمد بن أبي الحسن النجاشي
المركاني في شرحه له لما مضى من حياته وما في حاضره وأحمد لله رب العالمين



امام احمد رضا خان محدث بریلوی برحق الطوائف کی مددگار

حضرت مولانا سید رفیع الدین شاہ قادری بریلوی مدظلہ العالی

اور حضرت عائشہؓ کا یہ سہیہ احمدیہ عقیدہ کا حامی ہے۔

معتقدات مستحسنات بدعات

﴿فتویٰ نمبر — 1﴾

سوال

آخرت میں عبادت نماز روزہ کیوں نہ ہوگا کیا منعم کا انعام اور عبادت کا اظہار منافی ہے؟
 مولوی غلام محی الدین خان صاحب
 امام مسجد شاہ جہان پور ۱۷ دسمبر ۱۹۵۷ء

الجواب

آخرت میں فکر انعام الہی ضرور ہے جو بالحق عبادت ہے اور وہاں عبادت بضرر حصول نجات وغیرہ
 نہیں ہے۔
 قرآن شریف مطلق ہے۔

یلبت قومی یعملون بما غفر لی ربی و جعلنی من المکرمین ؕ
 (ترجمہ: کاش میری قوم جان لیتی کہ کس کے باعث میرے رب نے مجھے بخش دیا اور معزز زلوگوں میں
 سے کیا)

کتبہ: مفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر — 2﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام اس مسئلہ میں کہ بعض امارتِ صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں قیامت کے بعد زوجین کی ملاقات ہوگی۔ اس میں دریافتِ طلب یہ امر ہے کہ ایک عورت نے یکے بعد دیگرے کئی خاوند کئے ہوں تو وہاں کس سے مل سکے گی اور کس سے نہ ملے گی؟ اس کا جواب معادلہ ارسال ہو۔ والسلام

سائل: انوارِ حسین ۱۸ شوال ۱۳۳۳ھ

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد موت علاقہٴ زوجیت منقطع ہو جاتا ہے۔ اس طرح بعد از انشاء ایامِ عدت کے عورت کو جس کسی سے چاہے نکاح کرنا جائز ہے۔ اور مرد کو غسلِ اجنبی کے اپنی بیبیوں کو چاہنا جائز ہے۔ بخلاف ازواجِ مطہرات اور حضرت فاطمہ زہرا اور علی رضی اللہ عنہم۔ ہم اس واسطے جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر اعتراض کیا کہ تم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کیوں غسل دیا؟ تو اس کے جواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہی جواب دیا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہ کو تمہاری زوجیت میں میں نے با اعتبار دنیا اور آخرت کے دیا ہے۔ یہ ضرور جنت میں بھی تمہاری ہی بیوی رہیں گی۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اور تمام لوگوں کا بعد موت علاقہٴ زوجیت منقطع ہو جاتا ہے۔ اور یہ ضرور نہیں ہے جس کی جو بیوی دنیا میں ہو وہی اس آخرت میں ہو۔ ورنہ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا جواب کیونکر صحیح ہوگا۔

چنانچہ در مختار میں ہے۔

و یمنع زوجھا من غسلھا و مسھا ۱

(ترجمہ: ٹاؤن کو اپنی فوت شدہ بیوی کو غسل دینے اور چھونے سے روکا جائے گا)

قال الشامي رحمه الله عليه

قوله و يمنع زوجها الخ أشار الى ما في البحر من ان شرط الغاسل ان يحل له

النظر الى المغسول ۱

(ترجمہ: قولہ: مرد کو روکا جائے گا الخ اس میں اس قانون کی طرف اشارہ ہے جو البحر الرائق میں ہے کہ غسل

دینے والے کے لیے شرط یہ ہے مرد سے کسی جانب اس کا دیکھنا جائز ہو)

و ايضا في الدر المختار

و قالت الانعمة الثلاثة يجوز (ای غسل الزوج زوجته) لان عليا رضي الله عنه غسل

فاطمة رضي الله عنها قلنا هذا محمول على بقاء الزوجية لقوله عليه السلام كل سبب و

نسب ينقطع بالموت الاسبي و نسي مع ان بعض الصحابة انكر عليه شرح المجمع

للعيبي ۲

(ترجمہ: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ باقی تین ائمہ نے فرمایا کہ مرد کے لیے اپنی مردہ بیوی کو غسل دینا جائز

ہے کیوں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے طاہون جنت حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ غسل دینا زوجیت کے باقی رہنے پر محمول ہے کیوں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

ہر تعلق اور نسب موت کے ساتھ منقطع ہو جاتا ہے لیکن میرے ساتھ تعلق اور میرا نسب باقی رہتا ہے اس کے علاوہ

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے اس غسل دینے کا چھانہ سمجھا تھا شرح مجمع للعیبی)

قال الشامي

قوله: قلنا الخ قال في شرح المجمع لمصنفه فاطمة رضي الله عنها غسلها ام ابى

حاضسته ﷺ و رضي الله عنها فتحمل رواية غسل علي رضي الله عنه علي معنى النهية

۱۔ رد المحتار	جلد ۳ صفحہ ۵۸	مطبوعہ بیروت
۲۔ الدر المختار مع رد المحتار	جلد ۳ صفحہ ۸۵	مطبوعہ بیروت

والقيام التام بأسبابه ولئن ثبت الرواية فهو مختص به لا تری ان ابن مسعود رضی اللہ عنہ
لما اعترض عليه بذلك اجابه بقوله اما علمت ان رسول الله ﷺ قال ان فاطمة
زوجتك في الدنيا والآخرة فادعاءه الخصوصية دليل على ان المذهب عندهم عدم
الجواز قلت و يدل على الخصوصية ايضا الحديث الذي ذكره الشارح ر. الخ

(ترجمہ: قولہ ہم کہتے ہیں الخ کتاب النکاح) کی جو شرح خود مصنف نے تحریر کی اس میں ہے کہ ماثون جنت
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضور اکرم ﷺ کی پرورش کرنے والی بی بی حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے غسل
دیا تھا۔ اس صورت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غسل دینے کی روایت کو ان معنوں پر محمول کیا جائے گا کہ
آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے غسل پورے اسباب مہیا کیے اور اس کا بندوبست فرمایا۔ اور اگر غسل دینے
کی روایت ثابت ہو جائے تو ایسا حکم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص شمار ہوگا۔ کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ
جب حضرت ام ایمن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض فرمایا تو انہوں نے جواب
میں یوں ارشاد فرمایا کہ کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہ تمہاری دنیا اور عقی
میں زوجہ ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اپنی خصوصیت کا دعویٰ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم کا مذہب یہ تھا کہ عاقد کے لیے اپنی زوجہ کو غسل دینا جائز نہیں ہے۔ اور خصوصیت پر وہ حدیث بھی
دلائل کرتی ہے جسے شارح نے ذکر فرمایا ہے۔

ہاں ممکن ہے کہ بڑے عیوض شافعہ زوج یا زوجہ یا خواہش زوجین اللہ جس کو چاہے اس کو دنیا ہی کی بیوی
کو وہاں مستحق مارہ و نکاح اس کو ہی عطا فرمادے۔ علیٰ ہذا ممکن ہے کہ شوہر یا شافعہ زوجہ بخشا جائے اور عیوض
خواہش زوجہ و شوہر اس کو عطا فرمایا جائے۔ ۲

کتبہ: عبدالرحمن راجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین علی الحمیمی الجحد دی

﴿فتویٰ نمبر — 3﴾

سوال

حضرت آدم علیہ السلام کی جب استغفار قبول ہوگئی تو اس بعد ہبوط کا حکم خلاف قرینہ ہے۔ اس کے متعلق تحقیقی جواب ارشاد ہو۔

جناب مولوی غلام محی الدین خان صاحب

امام جامع مسجد شاہجہاں پور۔ ۷ دسمبر ۱۵۰۰ھ

الاجو ادب

حضرت آدم علیہ السلام کا ہبوط مصالح الہی سے تھا اس کا تعلق استغفار سے کچھ نہیں۔ تقدیم و تاخیر زمانی منافی حکمت الہیہ کو نہیں ہے۔

کتبہ: مفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر — 4﴾

سوال

حضرت ہاجرہ قبل سے مومنہ تھیں یا نہیں۔ اور کنیزگی کا دان ان پر کس قسم کا ہے کیوں کہ اس سے نسب اسماعیل علیہ السلام پر شائبہ مملوکت پیدا ہوتا ہے۔

الجواب

☆ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا خود سال تھیں جس وقت بادشاہ نے سارہ کو شکرانہ دیا تھا اور کہا تھا
ہا اجرک

یعنی اب میں تم کو اجر تیری دے گا دیتا ہوں

لہذا ان کا نام ہاجرہ ہو گیا۔ پھر جب قرطبہ پہنچے ہوئیں تو بی بی سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بخش دیا۔ اور کنیز بمعنی دختر و صبیہ ہے نہ بمعنی بردہ کیوں کہ دراصل بی بی سارہ کو خاندان شامی کی دختر واسطے ترک اور غلامت کے بادشاہ نے عنایت کی تھی۔

لہذا کنیز کے معنوں میں اشتباہ ہو گیا ہے جیسا کہ غلام عبد مولیٰ وغیرہ ہے۔ روضۃ الصفا میں ہے

وہاجر بغایت جمیلہ بود چوں بشر فصحیت و مصاحبہ ابراہیم مشرف شد

ہمعان وقت قالب مطہر ش صدف کز وجود حضرت اسماعیل شد۔

(ترجمہ: حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نہایت خوبصورت تھیں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صحبت اور مصاحبت کے شرف سے مشرف ہوئیں اسی وقت آپ کا جسم الطہر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے موتی جیسے وجود کے لیے صدف بن گیا)

یہی سب امور حسب الحکم بانی ظاہر ہوئے تھے اور بی بی سارہ کو بذریعہ الہام حکم دیا گیا تھا جس کی تعمیل انہوں

نے فرمائی۔ پس کوئی شبہ و بارہ ظہار نہ ہو کہ رسول اکرم ﷺ انہیں رہا اور ان کے اسلام میں بھی شک نہ رہا۔

کتبہ: المستفی السید محمد اعظم شاہ فرارہ

﴿فتویٰ نمبر ۵﴾

سوال

کرامات حضرت غوث اعظم جو بارہ برس کی برات ڈوہی ہوئی تھانا مشہور ہے اور مردہ پانصد سالہ کو ”قم ہاذن اللہ“ کہہ کر اٹھانا میلا دھوان بیان کرتا ہے برات کا تھانا ضعیف روایت ہے اور مردہ ہلانا قوی ہے۔ شرما اس کا ثبوت کیا ہے؟

سائل: رحمت علی محلہ راوی آگرہ

۷ فروری ۱۹۲۶ء

الجواب

هو المصوب

حضرت سید السادات ابو محمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ غوث اعظم تھے ان کی کرامات درجہ دو اثر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ جیسا کہ امام باغی نے لکھا ہے۔

ان کراماتہ تواترت او قریبت من التواتر و معلوم بالاتفاق انه لم یظهر ظهور کرامتہ بغیرہ من شیوخ الافاق کرامتہ

☆ (ترجمہ: آپ کی کرامات حوازی یا قوازی کے قریب ہیں اور علماء کے اتفاق سے یہ امر معلوم ہے کہ آپ کی مانند کرامات کا ظہور آپ کے بغیر آفاق کے مشائخ میں سے کسی سے نہیں ہوا)

☆ مگر حکایت برات تھانا لے کر کسی محتر نے نہیں لکھی اور نہ مردہ کو قم ہاذن اللہ کہہ کر کسی مقام پر زندہ کیا ہے اور اس سے یہ لازم نہیں کہ حضرت غوث صاحب رضی اللہ عنہ اس درجہ کے نہ تھے۔ اکثر میلا دھوان بوجہ عدم واقعیت مکمل روایات اہلیا و انبیاء کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور یہ سمجھتے کہ اگر یہ یہاں غلط ہے تو بھی ان کی تعریف پوری ہم نے کر دی۔ توقع ثواب کے ہوتے ہیں۔ خیر خدا ان پر رحم کرے۔

بزاروں کرامات اہلیا و انبیاء سے اور اصحاب رسول علیہ السلام سے ظاہر نہ ہوئیں تو کیا جمہوری روایت کہہ

دینے سے ان کا رتبہ بڑھ جائے گا۔ ہرگز نہیں اصحاب رسول تمام خوش و عقب و اولیاء سے افضل ہیں اور تحقیق سے ثابت ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامات اکثر اصحاب سے زیادہ ہیں۔ بہر حال ہر دو روایت جن کو پوچھا ہے کسی معتبر نے نہیں لکھی ہیں۔ اور امکان عقلی سے کوئی امر یقینی نہیں ہو سکتی۔

ہاں جو شخص منکر کرامات ہوئے اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے وہ خطا کار ہو گیا کیونکہ تو اتر سے ثابت ہے۔
واللہ اعلم بالصواب و عندہ ام الكتاب

کتبہ: الفیض السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر — 6﴾

سوال

کوئی شخص اپنے مریدوں سے اپنے کو رسول اور پیغام آور کہلاتا ہو اور اس کا مطلب حقیقی معنی نہ ہوں اور اس کے مرید اس کو تمام القاب آداب میں داخل کرتے ہوں تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے کیوں علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل حدیث میں ہے پھر محذور ہونے کی کیا وجہ ہے۔

الجواب

جو یہ ایسا لفظ کہنا جائز رکھتا ہے تو وہ بدعتی اور بدکار ہے کیوں کہ شرعاً اس لفظ کو استعمال کرنا جس میں شائبہ دوسرے معنی کفر کا ہونا جائز ہے۔ تو بہ کرنا چاہئے۔ اور

✽ علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل

(ترجمہ: میری امت کے علماء نبی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں)

کے بعد صحت یہ معنی ہیں کہ کثرت ملنا اور ان کا نفوذ ہوگا نہ یہ کہ انبیاء باور اولیا یا یک ہی مدارج میں ہوں گے۔

النبیوة افضل من الولاية (۲)

(ترجمہ: نبوت ولایت سے افضل ہے)

مسئلہ عقائد کا ہے۔

کتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



(۱) کشف الخطاء جلد ۳ صفحہ ۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

(۲) لا حرم نبوت افضل مانند از ولایت حواء ولایت نمی مانند حواء ولایت ولایت

(ترجمہ: حقیقی طور پر نبوت سے ولایت افضل ہوگی خواہ: نبی کی ولایت ہو یا ولایت)

فتویٰ نمبر ۷۷۷

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس مسئلہ میں کہ ایصالِ ثواب احیاء کا اموات کو نفع ہے یا نہیں اور اگر ایصالِ ثواب ثابت ہے تو ایک چیز کا ثواب چند لوگوں کو پہنچایا جائے تو ہاں سو یہ پہنچتا ہے یا تقسیم ہو کر بحسب حصہ ہند اہلِ قریہ پر فرما کر مثاب و ما جو رو جائے جزاکم اللہ خیر الجزاء

الجواب

اللہم رب زدنی علما

اہلِ سنت و جماعت خصوصاً حنفیہ کے نزدیک نماز روزہ صدقہ و غیرہ کا ثواب ہلاکم و کاست اموات کو بخشا جائز ہے اور ان کو پہنچتا ہے اور ثواب پہنچانے والے کو بھی ہلاکم و کاست اس عمل کا ثواب ملتا ہے۔
کما فی الشامی :

صرح علمائنا فی باب الحج عن الغیر بان للانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره
صلاة او صرما او صدقة او غيرها کذا فی الهدایة بل فی زکاة التارخات عن المحيط
الافضل لمن يتصدق تقلا أن ینوی لجميع المومنین والمومنات لانها تصل اليهم ولا
ینقص من اجره شیء و هو مذهب اهل السنة والجماعة ! الخ

(ترجمہ: تارے ملائے کرام نے حج بدل کے باب میں تصریح کی ہے کہ انسان کو اختیار حاصل ہے کہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو دے دے۔ خواہ وہ عمل نماز ہو روزہ ہو صدقہ ہو یا ان کے علاوہ اور عمل ہو۔ ہدایہ میں ایسی طرح ہے۔ بلکہ فتاویٰ تارخاتیہ کی کتاب الزکاة میں بیحد سے مقول ہے کہ جو شخص نفل صدقہ دے اس کے

لے افضل یہ ہے کہ تمام اہل ایمان مردوں اور عورتوں کے ایصالِ ثواب کی نیت کرے کیوں کہ یہ ثواب ان کو پہنچے گا اور خود اس کے اجر میں کچھ کمی واقع نہ ہوگی۔ یہ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے)

☆ رہا یہ امر کہ پھر سب اموات کو حصہ پہنچتا ہے مثلاً ایک الحمد کا ثواب بخشا جائے تو پوری الحمد کا سب کو برابر پہنچتا ہے۔ یہ امر مختلف فیہ ہے۔ مگر امیدِ فضلِ واسع خداوندِ کریم سے یہی ہے کہ سب کو برابر پہنچے اور یہی مختارِ شامی علیہ الرحمۃ ہے۔ چنانچہ شامی علیہ الرحمۃ بعد تحریر اقوالِ مشکوٰۃ فرماتے ہیں

قلت لكن مثل ابن حجر المكي عما لو قرء لاهل المقبرة الفاتحة هل يقسم الثواب بينهم او يصل لكل منهم مثل ثواب ذلك كاملا فاجاب فانه انما جمع بالثاني و هو اللائق بسعة الفضل۔ ۱

(ترجمہ میں کہتا ہے کہ امام ابن حجر کی رتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اگر قبرستان والوں کے لیے فاتحہ پڑھی تو اس کا ثواب ان مردوں کے درمیان تقسیم ہو گا یا ہر ایک مردے کو اس کی مثل کامل (فاتحہ) کا ثواب ملے گا تو آپ نے جواب دیا کہ علماء کی ایک جماعت نے دوسری شق کے مطابق فتویٰ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے وسیع فضل و کرم کے لائق یہی صورت ہے)

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی رحمہ اللہ

☆ ☆ ☆ ذلك كذلك اني مصدق لذلك

نعمه بقلمه وقاله بقعه

العبد الجاني أبو البركات سيد أحمد القادري

الرضوي الألوذي



﴿فتویٰ نمبر ۸﴾

سوال

تغفل میا شریف میں قیام لازم ہے یا نہیں؟

سائل: از بلوچ پور

۱۲۲ اپریل ۱۳۶۶ء

الجواب

هو المصوب

قیام مولود میں نہ سنت ہے نہ واجب۔ بلکہ ماسحقان رسول کا فعل تھا جو بے خودی میں کرتے ہیں۔ اور اس کی مشابہت اور انکسار محبت کو ککڑا ہونا اکثر ملانے پانز نکسا ہے اور جو لوگ اس دوجہ محبت نہیں رکھتے ان کو ککڑا ہونا ناجائز ہے۔ فقط واللہ اعلم و حکمہ حکم

کتبہ: المنشی السید محمد اعظم شاہ عفی عنہ



﴿فتویٰ نمبر — 9﴾

سوال

بجز عید و بیت المقدس و نانہ کعبہ اور کسی زیارت کو سفر کرنا جائز ہے یا نہیں مثلاً خواجہ صاحب وغیرہ۔

سائل: نازیلوچی پور

۱۲۲ پر اپریل ۱۹۶۶ء

الجواب

هو المصوب

حدیث میں ہے لا تشدوا الرجال الا الى ثلاثة مساجد را

(یعنی تم بغرض عبادت سوائے تین مسجدوں کے اور کسی مسجد یا گھر کا سفر نہ کرو)

یہ مطلب نہیں ہے کہ زیارت نہ کرو۔ بلکہ زیارت قبور سنت رسول اور اصحاب وغیرہ ہے اور حدیث

صحیح میں ہے۔

☆ کنت نهيتكم عن زيارة القبور فإلان زوروا ۲۔

☆ (ترجمہ: یعنی میں اول تم کو زیارت قبور سے منع کرتا مگر اب تم زیارت کیا کرو) غلط

المفتی السید محمد اعظم شاہ علی عنہ



۱۔ الجامع الصغير مع شرح قبض القدير جلد ۶ / صفحہ ۳۰۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت.

بحوالہ مسند احمد 'صحيح البخاري' صحيح مسلم' جامع ترمذی سنن ابن ماجہ

۲۔ مسند احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۳۵۶ المکتب الاسلامی

﴿فتویٰ نمبر — 10﴾

سوال

لڑکے نے ختم قرآن کیا تو اس کا ختم کس طرح ہو؟ اور وہ ثواب لے تو کس طرح لے؟ کیا دیا چھوٹا ہے؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

لڑکے کے ختم قرآن کا کوئی طریقہ معین نہیں۔ ☆ ختم قرآن کی خوشی میں اگر کھانا کھلایا جائے تو عمدہ بات ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول بھی ہے۔ ☆ خواہ شیرینی بیج آیت پڑھ کر حضور ﷺ کو ثواب دیتے پہنچا کر یا بغیر شیرینی کے ہر طرح جائز ہے اور موجب خیر و برکت ہے۔ غلط

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ الفتوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی الحنفی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر — 11﴾

سوال

فاتحہ سلامتی کن کن سورتوں سے ہوتی ہے اور معمولی پڑھے (کو) جو ایک پارہ جانتا ہے کیا کیا پڑھنا چاہئے؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

☆ عوام جو اللہ کی سلامتی پہنچاتے ہیں یہ امر بے اصل ہے۔ ☆ یز رکوں کو ثواب پہنچانے کا یہ طریقہ ہے کہ کھانا غریبوں کو کھلا کر خواہ شیری تقسیم کر کے خواہ کھانے اور شیرینی کے ساتھ الحمد اور تین قل پڑھ کر خواہ اس سے زیادہ جس قدر ہو سکے پڑھ کر بعد درود پڑھ کر یہ دے مانگے۔ یا اللہ اس کلام کا ثواب حضور ﷺ کو اور بعدہ تمام یز رکوں کو جن کا نام لینا مقصود ہو۔ لے کر کہہ دیں کہ ان کو ثواب پہنچے۔ منتظر

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ التوہی

ابو محمد محمد دیار علی الرضوی لخصی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر — 12﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سو میں جو کہ قرآن مجید پڑھا جاتا ہے اس میں سجدہ چھوڑا نہیں ہوتے اس کا ثواب مردہ کو پہنچتا ہے یا نہیں۔

محمد حسین پٹنہی امام مسجد ریلوے بازار ماہی گنج باندھ کوئی سنگھ اور

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

بغیر سجدہ کئے ہوئے جب قرآن پڑھنے والے کسی کو سجدہ کرنے کا ثواب نہ ہو تو دوسرے کو اس کا ثواب کیوں کر پہنچ سکتا ہے۔ ہمارے اس میں شک نہیں جو لوگ ختم میں سجدہ تلاوت نہیں کرتے وہ بوجہ ترک واجب مستحق عذاب رہتے ہیں اور گناہگار۔ ہمارے ہذا ان کو لازم ہے کہ بول تو وقت تلاوت ضرور سجدہ کر لیا کریں ورنہ بعد ختم جتنے سجدہ واجب ہوئے ہیں ان کو اکٹھا کر لیا کریں۔

حضور: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الحقی المفسی

فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر — 13﴾

سوال

مقتدی ایک مرتبہ دما امام کے ساتھ مانگ چکے ہیں۔ پھر جداگانہ نماز ختم کر کے امام کے ساتھ کر رہا تھا انتظار کریں یہ امر شرعاً کیا ہے۔

ثانیاً فجر و مغرب و عشاء میں بعد من و فوافل تین مرتبہ امام کے ساتھ دما مانگنا کیا ہے۔

سیوم۔ الشفاعة علی النبی کہہ کر الحمد و قل هو اللہ و درود شریف و ان اللہ و ملائکتہ وغیرہ پڑھ کر ثواب بخشا یہ کیا ہے۔

سائل: مولوی مطیع اللہ توپ خانہ جامع مسجد

۳۱ اپریل ۱۹۶۶ء

الجواب

هو المصوب

بعد المکتوبہ دما مستحب یعنی مسنون ہے۔ پھر ہر شخص اپنی نماز ختم کر کے دما کرے مگر یہ طریقہ صحیح ہے کہ امام صاحب کی کر رہا پڑھنے اور ختم کرنے کے مقتدی ختکر رہیں محض بجاصل اور معائنہ شرعیہ اور علیہ کے خلاف اور فعل مذموم ہے کیوں کہ قرآن شریف میں ہے:

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ

(ترجمہ: پھر جب نماز ہو چکے پھر زمین میں اپنے کاروبار کے لیے چل پھر سکتے ہو)

اور مراۃ سلوۃ سے نماز فرض ہے بالاتفاق اور حدیث صحیح میں وارد ہے:

أَنَّهُ كَانَ يَصْلِي جَمِيعَ الْحَسَنِ وَالْوَتْرِ فِي الْبَيْتِ

المقرآن الحكيم: سورة الجمعة آیت: ۱۰

سفر السعادة علی هامش كشف الغمة عن جميع الامة

ہمدانی جلد اول صفحہ ۸۷ میں ارتداد نبوی میں درج ہے

☆ (ترجمہ: نبی کریم ﷺ تمام سنتیں اور روگھر میں ادا فرمایا کرتے تھے)

ایہا الناس صلوا فی بیوتکم فإن لأفضل صلاة الرجل فی بیته إلا المكتوبة
(ترجمہ: اے لوگو! اپنی نمازیں گھروں میں ادا کرو کیونکہ اسی کے لیے فرض نماز کے علاوہ باقی نمازیں گھر میں
نماز ادا کرنا افضل ہے)

☆ پس تمام فقہاء نے یہ نسبت مسجد کے گھر پر سنت کا پرہیز افضل و احسن کہا ہے۔ لہذا مقتدی کا انتظار
دمانے کافی خلاف ان خصوصیات کے علوم ہوتا ہے۔ اور یہ امر پیدا ہونا مطابق حدیث :

قوم یعتدون فی الدعاء لو الطہور و

یعنی ایک گروہ ایسا ہوگا کہ ظاہری پاک اور دنیا کی طوالت و کثرت رکھے گا۔ اور نہایت خشوع کا اظہار
کے گا۔ اور عبادت میں اس قدر دلچسپی نہ کرے گا۔
صاحب مجمع البحار لکھتا ہے۔

والمراد بلا نہجر بصلوتک الدعاء و

(ترجمہ: بلا نہجر بصلوتک میں مصلوۃ سے مراد دمانا ہے یعنی بلند آواز سے دمانا لگو)

لہذا یہ نکل قطعی، تکلف اور لائق ترک ہے اور ہدایت مذمومہ سمجھنا چاہئے۔ ☆ اسی طرح بعد نماز فجر و
مغرب و عشاء مفتوحہ علی النبی کہہ کر الحمد و قل وغیرہ سنتا کی وجہ سے نہیں۔ اول تو یہ حد کفائی مقبول
نہیں۔ دوسرے قاضی کا ثواب مروج پیغمبر علیہ السلام خلاف ادب و احتیاط ہے۔ تیسرے خلاف حدیث مذکور بالا
مکرر کر دیا ہے سب امور کراہت سے خالی نہیں۔ اگرچہ بظاہر محبوب علوم ہوئے ہیں۔

۱۔ سنن ابی داؤد کتاب الطہاوت : باب الإسراف فی الوضوء : حدیث رقم : ۹۶

نوٹ : پوری حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ سبکون فی هذه الأمة قوم یعتدون فی الطہور و الدعاء

۲۔ مجمع بحار الانوار جلد ۳ صفحہ ۳۳۷ مکتبہ دار الایمان المأجدة المنورة میں یہ الفاظ یہ ہیں

الصلاة لفظة الدعاء

علامہ شاہی فتاویٰ متنبیح حادیہ میں لکھا ہے۔

مطلب فی اهداء ثواب القراءۃ علی النبی ﷺ قد اجاز بعض المناخرین کا
لسبکی وبعض المتقدمین من الحائلة کابی العباس محمد بن اسحاق و السراج النشا
پوری من اهداء ثواب القرآن له علیه السلام الذی هو تحصیل الحاصل
و قال ابن تیمیہ لا تسنجب بل هو بدعة و قال قاضی ابن شہنہ بمنع و ابن العطار
ببغی ان يمنع و قال ابن الجزری لا یروی عن السلف ونحن بهم نقندی ثم قال و اجاب
بعضهم بجوازہ بل باستحبابہ قیاس علی ما کان یهداء الیہ فی حیاته فی الدنیا ولما طالب
الدعا من عمر رضی اللہ عنہ و حث الامۃ علی الدعاء بالوسیلۃ ثم قال فان لم یفعل ذلک
فقد وان فعلت بہ فقد قیل بہ قال الکمال بن حمزہ الحسین الاحوط الترك ملخصا۔
یہ سب اختلافات انفرادیہ اور بصورتہا اتفاق بالاتفاق بدعت ہوگا مگر یہ غملا لوگوں کا شکار ہے جو
۱۔ ہر بدعت مذمومہ کو سنت قرار دیتے ہیں۔ خدا رحم کرے۔

واللہ اعلم و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

کتبہ المحدثی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر — 14﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں:

۱۔ قبروں سے ولی اللہ کے لیے دما مانگنا منت مانگنا سجدہ کرنا درست ہے اور ولی اللہ منت پوری کرتے ہیں۔

۲۔ گانا ناچنا باجا درست ہے۔ بزرگان دین نے سنا ہے

۳۔ اگر کوئی مانتا قرآن کوٹ پتلون پہنا کر تھوڑے بچے نماز درست ہوتی ہے یا نہیں؟

مولوی صاحب قبروں پر سجدہ کرنے گائے ناچنے کی اجازت دیتے ہیں۔ ان کے بچے نماز درست ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اور ائمہ دین کے نزدیک کیا حکم ہے؟ مولانا صاحب اپنے کو غنی اللہ جب کہتے ہیں جواب میری علماء دین کا ہونا چاہئے۔

۱۱ رمضان ۱۴۳۶ھ

مسلمانان قصبہ سدھ پور ریڈر عبدالحلیم خان

الجواب

اللهم رب زدنی علما۔

صفحہ ۲۳۵ جلد ناس در مختار میں بعد نقل اس روایت کے علامہ صفحہ ۲۳۵ میں فرماتے ہیں

وان علم اولاً باللعب لا يحضر اصلاً سواء كان ممن يفتدى به اولاً لان حق الدعوة انما يلزمه بعد الحضور لا قبله ابن كمال، وفي السراج ودلت المسئلة ان الملاهي كلها حرام و يدخل عليهم بلا اذنهم لانكار العنكر قال ابن مسعود صوت اللهو والغناء ينبت التفاف في القلب كما ينبت الماء الثبات قلت وفي البزاية استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه السلام استماع الملاهي معصية

والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر أى بالنعمة فصرف الجوارح إلى غير ما خلق لأجله
كفر بالنعمة لا شكر فالواجب كل الواجب ان يجتنب كى لا يسمع لما روى (الله) عليه
السلام ادخل اصبغه فى اذنه عند سماعه! الخ

(ترجمہ: اگر علوم ہو کہ مجلس دعوت میں لہو ولعب ہو گا تو بالکل ماضر نہ ہو۔ خواہ وہ ان لوگوں سے ہو جن کی اقتداء
کی جاتی ہے یا نہ۔ کیوں کہ دعوت کا حق ماضر ہونے کے بعد لازم ہوتا ہے اس سے پہلے اس کا حق لازم نہیں
ہوتا۔ ابن کمال۔ السراج میں ہے کہ اس مسئلہ نے دلالت کی کہ لہو ولعب کی تمام باتیں حرام ہیں لہذا بری بات
کے انکار کے لیے ان کی اجازت کے بغیر ان کی مجلس چلا جائے۔ حضرت ایسی مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا لہو
ولعب اور گانے کے آواز دل میں اس طرح نفاق آگاتی ہے جس طرح پانی نباتات کو آگاتا ہے۔ میں کہتا ہوں
بہ از یہ میں ہے لہو ولعب کی آواز جیسا کہ ہانس یا نرکل کو خاص انداز سے بھانا اور اس کی مانند دوسری آوازیں
حرام ہیں۔ کیوں کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے لہو ولعب کی آوازوں کا مشغول گناہ اس کی خاطر جیسا اللہ
تعالیٰ کی نافرمانی اور اس سے لطف اندوز ہونا نعمت کی ناشکری ہے کیوں کہ اعضاء کو ان اعمال کی طرف پھیر دینا
جن کے لیے ان کو پیدا نہیں کیا گیا اس نعمت کی ناشکری ہے، مشرک گذاری نہیں۔ لہذا یہ حکم پوری طرح واجب ہے
کہ ان سے اجتناب کرنا کہ اسے ان کی آواز سنائی نہ دے۔ کیوں کہ مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے
سننے کے وقت اپنے کان میں انگلی ڈال دی تھی)

اور قیروں کو موجود سمجھ کر بہریت مہارت مجدد کرنا شرک ہے اور نہ لہا اس نیت سے تو کوئی بھی مسلمان نہیں
کر سکتا۔ رہا مجدد کرنا بہ نیت قہقہہ وہ پہلے پیغمبروں کی شریعت میں جائز تھا اور شریعت مصطفیٰ علی صاحبہا الصلوٰۃ
والسلام میں حرام۔

علیٰ بن اکوٹ چلوں بہریت تہا بہ نصاریٰ پہننا فسق ہے۔

لہذا ایہیہا ارتکاب امور مذکورہ مولوی صاحب اور حافظ صاحب دونوں فاسق ہوں گے اور فاسق کے پیچھے
نماز پڑھنا مکروہ تحریمہ ہے اور جو نماز مکروہ تحریمہ ہو اس کا ادا واجب ہے۔ حکذا فی الشامی والکبیری فقط

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ بالقوی
ابو محمد محمد دین اعلیٰ الحنفی المشہدی مفتی
فی جامع اکبر آباد



حدیث

﴿فتویٰ نمبر — 15﴾

سوال

و مائنا طعام الا الاسودان التمر و الماء

اس حدیث میں کھجور اور پانی کو اسود یعنی سیاہ فرمایا اس کا کیا مطلب ہے؟

سائل: مولانا غلام محی الدین خان صاحب

امام جامع مسجد شاہ جہان پور

۳۱ فروری ۱۹۴۶ء

الجواب

مدینہ کے کھجور سیاہ ہوتے ہیں اور محمد ترین خدا ہے اور پانی بھی جب زیادہ ہو جائے تو مائل پر سیاہی ہو جاتا ہے اس واسطے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مجمع الجمع الخمار میں ہے:

و مائنا طعام الا الأسودان أى التمر و الماء و السواد هو الغالب على تمر و المدينة

و وصف الماء به للتغليب

(ترجمہ: ہمارے لیے دو سیاہ چیزیں یعنی کھجور اور پانی کے سوا کھانا نہیں ہے۔ مدینہ منورہ کی کھجوروں پر سیاہی کا غلبہ ہوتا ہے اور تغلیب کے لیے پانی کا بھی یہی وصف بیان کر دیا)۔

کتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر — 16﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد بادشاہ جلال الدین اکبر کے زمانہ کی بنوائی ہوئی امتیاز منان خود اراکی ہے۔ اور اس مسجد کے متعلق جائیداد بھی ہے اور اس کی نسبت مقدمات عرصہ سے چل رہے ہیں۔ اور انہی مقدمات کی بابت ایک ڈگری بنام طیم الدین وغیرہ ہوئی اور طیم الدین کی گرفتاری بھی نکلوائی۔ انکی ادائیگی کے واسطے پہلے اسلام ادا کریں تو اس کی بابت شرع کا کیا حکم ہے؟ اور امداد دینے والے کیا اجر پائیں گے؟ جو کچھ بیان فرمادیں اس کا اجر پائیں گے۔ مقدمات ہائی کورٹ اور ضلع میں بابت اسی مسجد کے چل رہے ہیں اس کے واسطے بھی روپیہ درکار ہے۔

۲۲ شعبان ۱۳۳۶ھ

طیم الدین گھڑی ساز کناری بازار
احمد حسین وغیرہ کناری بازار متصل مسجد امتیاز منان

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

مسجد مذکور کی نسبت جو مقدمہ چل رہا ہے مجھ سے زیادہ اہل شرع اس سے واقف ہیں اور کیفیت ڈگری سے بھی جس قدر اہل شرع کو علم ہے میں اس سے زیادہ واقفیت حاصل نہیں کر سکتا۔ میرے موقع پریشانی میں مطلقاً ہر مسلمان بنی مقلد خوش عقیدہ کی امداد بلاشبہ موجب اجر عظیم ہے۔ خصوصاً ایسے شخص کی جس کا اعلان مسجدوں کی رہائی کے متعلق ہمیشہ اکثر جمعوں میں سنتے رہتے ہیں۔ حدیث صحیح میں وارد ہے۔

ما كان العبد في عون اخيه المسلم كان الله في عون العبد او كما قال

ترجمہ: جب تک بندہ اپنے بھائی مسلمان کی مددگاری میں رہتا ہے اللہ اس کی امداد میں رہتا ہے۔
اور دوسری حدیث میں ہے کہ جو کوئی کسی مسلمان کی کڑی مشکل پوری کرے۔ البتہ اس کی سزاؤں
ہوئی مشکلات قیامت کے دن آسان کرے گا۔

بحوالہ مسلم ابوداؤد ترمذی احمد غیر ہمہ الفاظ و علی:

اللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون امیه

اور یہ تو ظاہر ہے اللہ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

﴿۶۷﴾ اِنَّمَا يَعْصِرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مِنْ اَمْنٍ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

ترجمہ: بلاشبہ اللہ کی مسجدوں کو جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان الائیں وہی آباد کرتے ہیں
اور حدیث صحیح میں ہے:

مَنْ بَنَى مَسْجِدًا لِلّٰهِ بَنَى لِلّٰهِ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ

ترجمہ: جو شخص اللہ کے واسطے مسجد بنا دے اللہ اس کے واسطے جنت میں گھر بناتا ہے۔ غلط

حورہ: العبد الراعی رتہ رہا القوی

ابو محمد محمد دیر علی الرضوی الحنفی المنشی شہراکبر آبادی جامع مسجد



طهارت

﴿فتویٰ نمبر — 17﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں زید نے بعد وضو کے اپنا سر کھواا اور اس کے اندام نہانی کو اور لوگوں نے بھی جو با وضو تھے دیکھا۔ اب ایسی حالت میں زید کا وضو اور ان لوگوں کا وضو جن کی نظر اندام نہانی پر پڑی قائم رہا یا نہیں؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللھم رب زدنی علما

حنیفوں کے نزدیک اپنا کسی غیر کا اندام نہانی دیکھنے سے تو قلعہ وضو نہیں ٹوٹتا۔ البتہ کسی غیر کے اندام نہانی پر قصد نظر ڈالنا یا دنگا ہو کر کسی کو اپنی اندام نہانی دکھانا بہت بڑا گناہ ہے۔ بلکہ بعد وضو اگر کوئی پانی سے استنجا کرنا یا آب دست لینا بھول جائے اور یاد آنے پر استنجا پانی سے کرے یا آب دست لے لے جب بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس واسطے کہ وضو کے ٹوٹنے والی بالائے اتفاق اتنی باتیں ہیں۔

☆ اول تا پاک چیز کا شل زرد پیپ، لمبو کے یا چیشاب، پاجانہ، کلنا بدن انسان سے۔ خواہ سر کے پھوڑے سے پہنے یا زخم سے ہو یا پیٹ کے۔ خواہ پاؤں کے زخم یا پھوڑے سے خواہ آنکھ یا کان کے زخم سے یا پھنسی سے۔

اور نٹھے کے یہ معنی ہیں کہ اتنا خون وغیرہ نکلے کہ نٹھنے کی جگہ پھل جائے۔ اور خون کا قطرہ باریک باریک ظاہر ہو کر خشک ہو جائے اور مطلقاً نہ رہیں تو وضو ہرگز نہ ٹوٹے گا۔

معنیٰ اگر زخم یا پھوڑے سے خشک کپڑے جمل پڑیں یا زخم سے بغیر خون پیپ کے نکلی کی چھانسی یا نکل کر نکل آئے خواہ نکلا جائے یا زخم یا پھوڑے سے یا مردار کو شست گھر پڑے یا کاٹ کر جدا کر دیا جائے وضو نہیں ٹوٹتا۔

البتہ چٹاب پاخانہ کی جگہ سے اگر خشک کیڑا یا کنکر نکلے یا نکلا جائے پاخانہ کی جگہ سے باہری یعنی ہوا نکلے خواہ آواز کے ساتھ یا بلا آواز تو بلاشبہ وضو ٹوٹ جائے گا مگر غلط باہری (ہوا نکلے) کے شبہ اور وہیم سے وضو ہرگز نہ ٹوٹے گا۔

اور منہ ہرے آئے خواہ پت کی قے کڑی ہو خواہ ترش ہضم کی ہو یا سودا کی یا کٹنا پانی خون بہا ہوا ہو یا بہتا ہوا تو بلاشبہ وضو ٹوٹ جائے گا۔ البتہ اگر دماغ سے بہا ہوا خون یا کٹنا ہی ہضم نکلے وضو ہرگز نہ ٹوٹے گا۔

حلیٰ خدا اگر کھانسی سے کٹنا ہی ہضم نکلے وضو نہ ٹوٹے گا۔

اور اگر نماز میں مسنون حالت پر کتنی بھی دیر سوتا رہے نہ وضو ٹوٹے گا نہ نماز ٹوٹے گی۔ مگر جب جاگے سوئے کی حالت میں جو ارکان نماز ادا کئے ہیں یا کچھ بھی پڑھا ہے اس کو پھیر لے اور اس کا امامہ کرے۔ ورنہ اگر ارکان فرض یا قراعت بقدر فرض کو دوبارہ نہ پھیرے تو نماز نہ ہوگی۔ مگر وضو بدستور قائم رہے گا۔

البتہ نماز میں التیات میں یا قیام وغیرہ میں ایسا ناقل ہو گیا کہ زمین پر گر پڑا ضرور وضو ٹوٹ جائے گا۔ اگر گرے کرے درمیان میں ہوشیار ہو گیا وضو ہرگز نہ ٹوٹے گا۔ اور اگر چٹ ہو گیا یا کروٹ پڑ گیا یا ایسا کچھ لگا کر سو گیا کہ اگر وہ جدا ہو جائے تو گر پڑے ضرور وضو ٹوٹ جائے گا۔

بہر نفع سوئے کی حالت میں اس وقت وضو ٹوٹے گا جب اعضا اتنے ست ہو جائے کہ باہری (ہوا نکلے) کا گمان غالب ہو ورنہ بھر سونے سے وضو نہیں ٹوٹا اسی واسطے علامہ شامی صفحہ ۱۰۴ جلد اول رد المحتار مصری میں تحریر فرماتے ہیں:

☆ کہ جو شخص ایسا معذور ہو کہ ہر وقت اس کی ریاح خارج ہوتی رہتی ہے ایک ادنیٰ وقت نماز کا بھی نہیں گزرے تا مگر باہری (ہوا خارج ہوتی) رہتی ہے یا ہر وقت قطرہ آتا رہتا ہے تو اس کا وضو اگر اول وقت تلہم میں کیا ہے جب تک عصر کا وقت نہ آئے اس خاص بیماری سے جس میں وہ مبتلا ہے خواہ وہ قطرہ کی بیماری ہو یا خون بہنے کی یا کوئی اور اس کا وضو نہ ٹوٹے گا۔

لہذا اگر باہری کی بیماری ہو اور اول وقت عشاء یا ظہر میں وضو کر کے سو جائے تو جب تک ظہر یا عشاء کا وقت باقی رہے گا اس کا وضو نہ ٹوٹے گا۔

اور مائل یا فوجی صورت اگر نماز میں اتنی آواز سے فس دیں کہ دوسرے سن لیں جب بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔ تاہم مائل یا فوجی صورت کے وضو میں کسی بات سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ درمختار ہدایہ شامی وغیرہ تمام کتب فقہ میں اس طرح لکھا ہے۔

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ الخوی

ابو محمد محمد دینار علی الرضوی الحنفی

فی جامع اکبر آباد



﴿فتاویٰ نمبر — 18﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین مستطیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نوار یا ناس کا ناک میں چڑھانا ناقض وضو ہے جیسے کہ فتاویٰ مالکیہ یہ میں لکھا ہے۔

وان استعط فخرج السعوط من القم وکان ملاء القم نقض وان خرج من الاذنین لا ینقض کذا فی السراج الوہاج

صفحہ ۴۰ سطر ۳۰ مطبوعہ دہلی مطبع احمدی ۱۲۷۸ھ

(ترجمہ: اگر کسی شخص نے ناک میں کوئی چیز چڑھائی۔ وہ چیز منہ سے باہر نکلے اور منہ پر ہتھوڑو ٹوٹ جائے گا اور اگر دونوں کانوں سے نکلے تو نہ ٹوٹے گا۔ السراج الوہاج)

ابوں کے مطابق بحوالہ فتاویٰ مالکیہ یہ اپنے رسالہ میں ایک عالم اس نوار کا ناقض وضو لکھتے ہیں مگر مہلت یہ ہے فتاویٰ مالکیہ یہ میں لکھا ہے کہ خروج نوار کا اندرون دھن ناقض وضو ہے پس معلوم ہوا اس سے کہ تمباکو کی نوار لینے والے جو ناقل ہیں اس مسئلہ سے واجب ہے ان پر مادہ تمام عمر کی نمازوں کا۔

انتہی دلعظمہ رسالہ شرب الخمر صفحہ ۵۴ سطر ۱۱-۱۲-۱۳-۱۴۔

مہربانی فرما کر جواب سے مرصحن منت فرمادی۔ خداوند کریم اجر دے۔

اس نوار کا لیوا بعض اشخاص بالخصوص پیشوایان و امام نماز نے تو یہاں تک اختیار کر لیا ہے کہ جن نماز میں یعنی ختم امامت و جماعت یا جماعت تراویح کے ترویج میں بار بار ناک میں چڑھاتے ہیں اور تھوکنے کے وقت وہی نوار کا کھنگار یا جھم جھم طلق میں آ کر منہ سے برآمد ہوتی ہے۔ فتاویٰ مالکیہ یہ اور دیکھ کر کتب فقہ کو بغور ملاحظہ فرما کر اطمینان فرمائیں۔ ملاحظہ زیادہ والسلام

۱۱: ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ

قاضی فضل احمد انسپٹر پولیس لودھیانہ پنجاب

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدني علما

عبارت فتاویٰ مالکیہ یہ ہے ظاہر ہے کہ سحوط یعنی ناس یا سوار اس وقت ناقض وضو ہے جب سحوط منہ سے منہ بھر کر نکلے اور منہ بھر کے نکلنے کی تعریف صحیح یہ ہے جو فتاویٰ مالکیہ یہ میں محیط سے نقل کی ہے۔

والحد الصحيح في ملاء الغم ان لا يمكنه امساكه الا بكلفة و مشقة كذا في محيط
الرحمى

☆ (ترجمہ: منہ بھر کر صحیح تعریف یہ ہے کہ اسے دقت اور مشقت کے بغیر روکنا ممکن نہ ہو)

اور منہ بھر کر نکلنا غیر ممکن ہے جب تک سحوط معدہ تک جا کر معدہ کی نجاست سے مل کر باہر نہ نکلے جس کو قے کہتے ہیں جو با اتفاق اگر منہ بھر کے ہوا قفس وضو ہے۔ چنانچہ یہ امر بہت ظاہر ہے اس دوسرے مسئلہ سے جو فتاویٰ مذکور صفحہ ۱۱ جلد اول میں مسئلہ مذکورہ سوال کے اوپر ہی مسطور ہے

ولو صب دهنًا في اذنه فعمك في دماغه ثم سال من اذنه او من انفه لا ينفذ
الوضوء و عن ابي يوسف رحمة الله عليه ان خرج من قمه فعليه الوضوء لانه لا يخرج من
القم الا بعد ما وصل الي المعدة وهي محل النجاسة فصار له حكم الفتي كذا في المحيط ۲
☆ (ترجمہ: اگر کان میں تیل پڑا یا وہ دماغ میں رک گیا پھر کان یا ناک سے بہا تو وضو نہ پڑے گا۔ اور حضرت
امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے ☆ کہ اگر وہ تیل منہ سے نکلا تو اس پر وضو کرنا لازم ہے کیوں کہ وہ
معدہ میں پہنچے بغیر منہ سے نہیں نکل سکتا اور وہ نجاست کا مقام ہے اس کا گھم قے کا ہو جائے گا۔ محیط)

۱. الفتاویٰ العالیہ المکبرہہ مع ترجمہ اردو جلد اول صفحہ ۵۶ مطبوعہ المکبہ پریس لاہور

۲. الفتاویٰ العالیہ المکبرہہ مع ترجمہ اردو جلد اول صفحہ ۵۴ مطبوعہ المکبہ پریس لاہور

☆ اور یہی مضمون تمام کتب فقہ سے ثابت ہے البتہ نوار کا بلا وہ اس کثرت سے تو گھٹنا خصوصاً نماز کے وقت جس کی دھانس اور بدیو سے امام سلمان نازیباں مسجد نوار نہ تو گھٹنے والوں کو تکلیف پہنچے بلا شہرہ مکروہ ہے۔ چنانچہ حدیث صحیح سے ثابت ہے:

☆ کہ بعثت بدیو اور ایہ انما زیوں کے کبھی پیاز لکھن کھا کر مسجد میں آنے سے سرور عالم ﷺ نے قلعہ ممانعت فرمادی:

حيث قال صلى الله تعالى عليه وآله وسلم من اكل من هذه الشجرة فلا يقرب من مسجدنا

☆ (ترجمہ: جس نے اس پودے سے کچھ کھلیا ہو وہ ہماری مسجد کے قریب بالکل نہ آئے)
اور درختیاری میں ہے

ویکرہ اکل نحو ثوم و يمنع منه و کذا کل موذ ولو بلسانہ

☆ (ترجمہ: مسجد میں لہسن کی مانند بدیو درجہ کھانا مکروہ ہے اور اس سے روکا جائے گا اور ایسے ہی ایچ اے دینے والی ہر چیز سے روکا جائے گا) اگر کوئی زبان سے ایچ اے اڑے تو اسے بھی مسجد آنے سے روک دیا جائے گا۔

حورہ العبد العاصی رحمۃ ربہ القوی
محمد دینار علی الرضوی مفتی جامع مسجد اکبر آباد



- ۱۔ اصحیح البیہاوی جلد ۱ صفحہ ۴۱۶ مطبوعہ دار الفکر
- ۲۔ اصحیح مسلم کتاب المساجد / ۱ مطبوعہ عیسیٰ الحلبی
- ۳۔ سنن ابی داؤد کتاب الاطعمہ حدیث رقم ۳۱
- ۴۔ الاذخر من کتب الاحادیث التعلیل کے لیے ملاحظہ ہو
- ۵۔ موسوعہ اطار اف الحدیث النبوی جلد ۸ صفحہ ۱۳۰-۱۳۳
- ۶۔ الذر المختار مع رد المحتار جلد ۱ صفحہ ۳۸۹ مطبوعہ مکتبہ وشبلیہ کوئٹہ

﴿فتویٰ نمبر — 19﴾

سوال

غسل کے وضو سے اگر غسل مہند کیا جائے تو نماز جائز ہے یا نہیں؟ اگر کسی کو مہند کچھ لایا تو وضو میں کچھ خرابی آتی یا نہیں؟ اور اس سے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

غسل کے وضو کے بعد دوبارہ وضو کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اگرچہ مہندی غسل کیا ہو۔ مگر اس واسطے کہ اپنی شرمگاہ یا دوسرے کی شرمگاہ دیکھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ البتہ اپنی شرمگاہ کو مہند چھو لینے سے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر دیکھنے سے تو ان کے نزدیک بھی نہیں ٹوٹتا۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک تو نہ دیکھنے سے ٹوٹے نہ چھونے سے۔ لہذا اگر شرمگاہ بعد وضو چھولی ہو تو بلحاظ تحقیق امام شافعی رحمہ اللہ اگر وضو کر لے اور وہی ہے نہ کہ ضروری۔ فقط

حردہ: العبد الراعی دامت رحمۃ ربہ الفتوی

ابو محمد محمد دے ادر علی الرضوی البھمی

مسجد جامع اکبر آباد



حقوقی نمبر 20 ﴿﴾

سوال

جناب پیش امام صاحب بعد سلام سنت الاسلام درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر فرمائیں؟

- 1- حوض دہ درہ گز یعنی چالیس گز گہرے کا ہے۔ کتنا گہرا ہونا چاہئے؟
- 2- حوض پر چھت ڈال کر پانی ڈھانپنا ہوتا کتنے حصے کو ڈھانپ سکتے ہیں یا تمام حوض کو کھلا رکھنا ضروری ہے۔

3- تھوک یا ناک سے نکلنے والے مواد کو پانی میں ڈالنے سے کچھ نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اس کے لیے حوض کے ساتھ علیحدہ ٹالی بنائی جائے تو بہتر ہے یا نہیں؟ حوض میں ڈالنے سے کچھ شرعی ممانعت تو ہونی چاہئے۔

سائل: محمد ساجی سلمان راجپوری

۹ شوال ۱۴۳۳ھ

الجواب

حامداً ومصلياً و مسلماً و عليكم السلام و رحمة الله و بركاته

☆ حوض کم از کم دس گز لمبا اور دس گز چوڑا اور کم از کم اکتا گہرا ہونا چاہئے کہ اس میں بلا تکلف چلو بھر کر پانی لے سکیں اور پانی خراب نہ ہو۔ ☆ اور کسی کا تھوک سینک چوکنہ پاک ہے پانی ان سے ناپاک نہیں ہوتا۔ مگر علیحدہ تھوک وغیرہ کے واسطے ٹالی بنانا اولیٰ و افضل ہے تاکہ پانی صاف رہے اور لوگوں کو نفرت پیدا نہ ہو اور اگر بعد روضہ کی جگہ کے باقی سب حوض پاٹ دیا جائے جائز ہے۔ اس طرح ہمارے فقہاء کی کتب حنفیہ میں ثابت ہے۔



﴿فتویٰ نمبر — 21﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ علاوہ چیزے کے موزوں کپڑے کے موزوں پر یا اون کراچی کے موز پر یا سوراخ دار موز پر مسح کرنا درست ہے یا نہیں۔

سائل بدرالدین ۱۲ دسمبر ۱۹۸۵ء

الجواب

هو الملهم للحق والصواب

ہائے کپڑا، ٹاٹ وغیرہ کا موزہ جو اس قدر کاڑھا ہو کہ پانی نہ چسے اور بغیر باندھے تختے سے چرنا رہے اس پر مسح کرنا درست ہے۔ اور سوراخ بھر تین انگلی پاؤں کے جو سب سے چھوٹی ہیں مسح کرنا جائز کر دیتا ہے اور اس سے کم پر جائز ہے۔ فی المرافی الفلاح

ولو كان الخفان متخذين من شيء لخصين غير الجلد كلبد وجوخ وكرباس يستمسك على الساق من غير شد لا يشف الماء وهو قولهما وإليه رجع الامام وعليه الفتوى لأنه في معنى المتخذ من الجلد. والرابع خلو كل منهما أي الخفين عن خرق قدر ثلاث اصابع من اصغر القدم.

(ترجمہ: موزے اگر کپڑے کے علاوہ کسی گھنی شے ہوئی جیسے کچھ لکڑی کا کپڑا (کبل) کھدڑے باندھے ہوئے ہوں اور باندھنے کے بغیر پٹڑی پر رکے رہیں اور پانی ان سے گزر کر پاؤں تک نہ پہنچے (تو ان پر مسح کرنا جائز ہے) یہ صاحبین کا قول ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی طرف رجوع فرمایا اور اسی پر فتویٰ ہے کیوں کہ ایسے موزے کپڑے سے باندھے ہوئے موزوں کے معنوں میں ہیں۔ (اور مسح کے جائز ہونے کی کچھ قہمی شرط یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک قدم کی چھوٹی تین انگلیوں کی مقدار کی پچھن سے خالی ہو) واللہ اعلم بالصواب

ماہر محمد رمضان

مفتی واعظ جامع مسجد آگرہ ۱۲ دسمبر ۱۹۸۵ء

﴿فتویٰ نمبر — 22﴾

سوال

ایک شخص کوئی جب بستر سے اٹھ غسل (فرض) پالیا اور وہ حالتِ بیماری میں ہے یا موسمِ سردی کا ہے یا دُعا اور اسبابِ شفاء ہیں۔ اگر نہائے تو اس کو ضرر پہنچے۔ اور نماز کا وقت موجود ہے تو ایسی حالت میں وہ کیا کرے؟ جنم اسے کیسا ہے؟ نماز ادا کرنا ہوگی یا نہ کرنا؟ نماز ادا کرے گا؟ اور ایسے شخص کو مسجد میں جانا اور کھانا کھانا کیسا ہے؟

۱۷ رمضان ۱۴۳۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

بیمار یا ضعیف کو اگر نہانے کی حاجت ہو جائے اور مرض بڑھنے کا یقین ہو تو مجرد حیلہ جوئی نہ ہو لازم ہے کہ غسل کا جنم کر کے نماز پڑھے۔ ☆ اور چونکہ جنم غلیظہ غسل کا ہے جس طرح کھانا پینا مسجد میں جانا بعد غسل کے جائز ہے بعد جنم کے بھی جائز ہے۔ ☆ البتہ جب طاقتِ غسل آجائے اور خوفِ زیادتی مرضِ غسل سے نہ رہے غسل کرنا واجب ہو جائے گا اور جنم فوراً ٹوٹ جائے گی۔

حضور: العبد الراعی دامتہ ربہ

ابو محمد محمد دین اعلیٰ المفتی

فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر — 23﴾

سوال

ہاتھی پر امام چڑھ جائے اور نماز پڑھائے تو وہ نجس ہو گیا نہیں؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللہم رب زدنی علما

ہاتھی پر چڑھنے سے جب تک کوئی نجاست یا ہاتھی کا پسینہ نہ لگے کوئی ناپاک نہیں ہوتا۔ فقط

حضور: العبد الراعی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی لکھی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر — 24﴾

سوال

دھوئی اگر روئی دار کپڑے کو دھوا دے تو پاک سمجھا جائے گا یا نہیں؟

الجواب

دھوئی اگر روئی کا کپڑا دھوا دے تو کوئی وجہ اس میں شہ کی نہیں ہے کیوں کہ روئی کے کپڑے کا یہی حکم ہے کہ اس کو ہلکے طرح چھڑ دیا جائے تو پاک ہو جاتا ہے۔ کذا فی منیۃ المصلیٰ۔

کتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



۱ منیۃ المصلیٰ : صفحہ ۱۳۸ مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور

وقبل إذا غسل الثوب مرة وعصره بالماء الباردة بظهوره وقبل لا بظهوره ما لم يغسل ثلاث مرات وبهصره في

كل مرة والفتوى على الأول

(ترجمہ: بعض ماء نے فرمایا جب کپڑے کو ایک مرتبہ دھویا اور خوب نیچے دیا تو پاک ہو جاتا ہے اور بعض ماء نے فرمایا جب تک تمحن ہار

نہ دھویا جائے اور ہر بار نہ نیچے دیا جائے پاک نہیں ہوتا اور فتویٰ پہلے قول ہے)

﴿فتویٰ نمبر — 25﴾

سوال دستیاب نہ ہو سکا۔

الاجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

جب تک نجس پانی کے دودھ وغیرہ میں ملانے کا یقین نہ ہو اس دودھ دی کا بلاشبہ کھانا جائز ہے۔
 ☆ مجرد شدہ سے کوئی شے ناپاک نہیں ہو جاتی۔ اور جس کا مسلمان کو کھانا پینا جائز ہے اس کا ثواب پہنچانا بھی عبادت ہے۔ فاتحہ والا جائز ہے۔ ☆ اس واسطے کہ اصل ہر چیز میں شرما طہارت ہے۔ تا وقتیکہ یقین نجاست نہ ہو جائے کوئی شے نجس نہیں ہو جاتی۔

☆ البیض لا یزول بالشک قاعدة مسلمة فقہاء ہے۔ ☆ مگر حتی المقدور مشرکوں کے کھانے پینے کی چیزوں سے بچنا افضل ہے۔ اور ان کا استعمال میں لانا مکروہ۔
 چنانچہ صفحہ ۴۸۳ جلد ناس فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ویکروہ الاکل والشرب فی اوائی المشرکین قبل الغسل مع هذا لو اکل او شرب فیہا قبل الغسل جاز ولا یكون آکلا ولا شارباً حراماً و هذا اذا لم یعلم بنجاسة الاوائی فاما اذا علم فانه لا یجوز ان یشرب و یا کل منها قبل الغسل لو شرب او اکل کان شارباً و آکلاً حراماً و هو نظیر سور الدجاجة اذا علم انه کان علی منقارها نجاسة فانه لا یجوز التوضی به والصلوة فی سر او یلهم نظیر الاکل والشرب من او انیہم۔

☆ (ترجمہ: مشرکین کے برتنوں میں ان کو دھونے سے پہلے کھانا پینا مکروہ ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی دھونے سے پہلے ان میں کھائی لے تو جائز ہے۔ ایسی صورت میں وہ حرام کھانے یا پینے والا نہ ہوگا۔ یہ حکم اس

صورت میں ہے جب کہ اسے ان برحقوں کے ٹاپاک ہونے کا علم نہ ہو۔ اور جب اسے ان کا ٹاپاک ہونا معلوم ہو جائے تو ان سے کھانا چینا جائز نہیں ہے جب تک دھو کر ان کو پاک نہ کر لے۔ اگر ایسی حالت میں کھلایا یا پیو حرام کھانے اور حرام پینے والا ہو گا۔ اس کی مثال مرغی کے جھوٹے کی سی ہے کہ جب معلوم ہو کہ اس کی چونچ پر نجاست ہے تو اس کے جھوٹے پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہے۔ اور ان کے پا جاموں اور رتہ کپڑوں میں نماز ادا کرنا ان کے برحقوں میں کھانے پینے کی مانند ہے)

حورہ: العبد الراعی رحمۃ

ابو محمد محمد دین اعلیٰ المنصی

فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر — 26﴾

سوال

مردہ کی چیرا بھاڑی سے وضو یا غسل میں تو کچھ خرابی نہیں آتی؟

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

اللہم رب زدنی علما

مردے کی چیرا بھاڑی سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا نہ غسل۔ البتہ اگر اس کا خون یا گوشت ناپاک بدن سے لگ

جائے اس کا دھونا اور پاک کرنا ضرور لازم ہے۔ واللہ اعلم و علمہ احکم

حضور: العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی لکھی

مسجد جامع اکبر آباد





﴿فتویٰ نمبر — 27﴾

سوال

عید میں اذان کس طرح ہے اور کون آیہ ہے اور پھر تکبیر کس طرح پڑھنا چاہئے پھر تحریر چھ میں شامل ہے یا نہیں اس کا مسئلہ تحریر فرمائیے گا۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

عید کے دن نوافل اذان کہنا سنت ہے نہ تکبیر کہنا۔ ﴿اگر راستہ میں آجستہ آہستہ عید گاہ تک آدی آئے نظر آئیں اور وقت تک ہو تو رومال وغیرہ سے اشارہ کر دینے کا الصلوٰۃ جامعۃ پکار دینے کا مفاد فقہ نہیں۔
چنانچہ صفحہ ۱۱۰ فتح القدیر مطلوبہ مخرج الہدایہ میں ہے:

فلا یؤذن للعید والكسوف وفي مسلم عن جابر بن سمرة صلیت مع رسول
الله ﷺ العید غیر مرة ولا مؤنثین بغیر اذان ولا اقامة ﴿و عن عائشة رضی اللہ عنہا
محضت الشمس علی عهد رسول الله ﷺ فبعت منادیا ینادی بالصلوٰۃ جامعۃ! فقط
﴿ترجمہ عید اور کسوف کی نماز کے لیے اذان نہ پڑھی جائے۔ صحیح مسلم میں حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ میں نے حضرت نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز عید ایک یا دہریہ نہیں کئی مرتبہ بغیر اذان اور
اقامت کے پڑھی۔ ﴿حضرت مائتہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں
سورج گرہن لگا آپ نے خدا کرنے والے کو بھیجا کہ وہ پکار کر کہے کہ نماز باجماعت ہونے والی ہے﴾

حررہ: العبد الراعی ذلتہ رب القوی

ابو محمد دیوبندى اعلیٰ الرضوی الحنفی مسجد جامع اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر — 28﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد فتن کرنے میت کے قبر کا مسدود کر کے اور مٹی ڈال کر اس موت پر اذان دینا کیسا ہے۔

۷۷ شعبان ۱۴۳۶ھ اسٹنٹ سپرینٹنڈنٹ محکمہ شیعہ شائع ہائس بریلی مسکوستان گنج آگرہ کراہہ مرہاں

الجواب

وہو الموفق۔ بسم الله الرحمن الرحيم۔

اللہم رب زدنی علما

اذان کہنا فتن کے وقت یعنی ڈالنے سے پہلے یا پچھتے مقدمین فقہاء کے نزدیک کہیں نظر سے نہیں گزرا اور علماء متاخرین سے بعض مستحب فرماتے ہیں اور بعض اس کی تردید فرماتے ہیں چنانچہ صفحہ ۲۸۳ درالبحار میں ہے:

قد یسن الأذان لغير الصلاة كما فی اذن المولود والمصروع والغضبان ومن ساء خلقه من انسان أو بهيمة وعند مزدحم الجيش وعند الحريق وعند انزال الميت القبر قیاساً علی اول خروجہ للدنیا لکن ردہ ابن حجر فی شرح العباب تقول الغیلان ای عند تمرد الجن لخبر صحیح فیہ القول ولا بعد فیہ عندنا الخ ای لأن ما صح فیہ الخبر بلا معارض فهو مذهب للمجتهد وان لم یص علیه لما قد مناه فی الخطبة عن الحافظ ابن عبدالبو والعارف الشعرانی عن کل الائمة الاربعة انه قال اذا صح الحدیث فهو مذهبی علی انه فی فضائل الاعمال يجوز العمل بالحدیث الضعیف!۔

(ترجمہ: بلاشبہ نماز کے علاوہ اور مواقع پر اذان مسنون ہے جیسا کہ نو مولود غم میں چلا عمرگی کے مریض غصے والے اور انسانوں اور چوپایوں میں جس کے اخلاق میں برائی آ جائے ان سب کے کانوں میں نواز فوج کے گھنگلے آگ گنگلے اور میت کے قبر میں اتارنے کے وقت اذان مسنون ہے۔ لیکن حضرت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرح العباب میں اس کی تردید کی ہے۔ ان مواقع کے علاوہ جنات کی سرکشی کے وقت بھی اذان پڑھنا مسنون ہے کیوں کہ اس بارے میں صحیح حدیث وارد ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارے نزدیک اس میں کوئی بعد نہیں ہے۔ کیوں کہ جس عمل کے

بارے میں معارض صحیح حدیث وارد ہو وہ مجتہد کا مذہب ہوتا ہے اگر اس پر مجتہد نص بیان نہ کرے کیوں کہ خطبہ میں ہم حافظ ابن عبدالبر اور عارف شعرائی نے ابنہ اربعہ سے پیار و ثناء نقل فرمایا ہے کہ جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہی میراث مذہب ہے۔ علاوہ بریں حدیث فضائل اعمال میں وارد ہے جہاں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے)

لہذا اگر اذان وقت دن کی جائے اس میں مزاحمت کرنا ہرگز نہ چاہئے اور اس وجہ اس کا ثبوت بھی نہیں ہے کہ ضروری کی جائے۔ واللہ اعلم و علمہ احکم

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی
ابو محمد محمد دیدار علی لکھنوی الشہیدی المفتی شہر آگرہ۔
واعظ جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر — 29﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں صورت کہ تکبیر صنف میں ایک مقام پر کھڑے ہو کر مقتدی کہے یا دروازہ مسجد سے تکبیر شروع کرے اور چلتا جائے اور صنف اول تک ختم کر دے جس طرح یہاں لاہور میں مولانا اکرام الدین صاحب بخاری امام مسجد وزیر خان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تعامل علماء بخارا اسی طرح ہے۔

۳۰ رجب ۱۴۳۶ھ

فضل الدین طالب علم

جماعت الاسلام لاہور

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

درختار مطلوبہ مصر علی ہامش رد المحتار کے صفحہ ۲۹۹ میں ہے

کرہ منیہ فی اقامتہ!

(ترجمہ: تکبیر میں چلنا مکروہ ہے)

قال الشافعی رحمہ اللہ

قوله: کرہ ذکرہ فی روضۃ الناطقی و اختلفوا عندا تمامہا ای عند قد قامت

الصلوۃ فقیل ینمہا ماشیا و قبل فی مکانہ اماما کان المؤذن او غیرہ و هو الاصح کما فی

البدائع و قصر فی السراج الخلاف علی ما اذا کان اماما فلو غیرہ ینمہا فی موضع البدایۃ

بلا خلاف!

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار جلد ۲ صفحہ ۲۰۰۵۹ مطبوعہ دار الفرائد العربی بیروت

(ترجمہ: قولہ: بکبیر میں چلنا مکروہ ہے۔ روحہ: التالفی میں سے ذکر کیا۔ قامت کے انتہام یعنی قد قامت الصلوٰۃ کے وقت چلنے میں اختلاف ہے۔ بعض نے فرمایا اسے چلنے تکمیل کرے اور بعض نے فرمایا اپنی جگہ پر کھڑا رہ کر اسے

تکمل کرے اگرچہ مؤذن ہی امام ہو یا امام اس کے علاوہ کوئی اور ہو۔) صحیح قول یہی ہے جیسا کہ البدائع میں ہے۔ اور السراج الوہاب میں اختلاف صرف اسی صورت میں ذکر کیا ہے جب کہ مؤذن خود امام ہو اور اگر امام کوئی اور ہو تو جس جگہ کھڑے ہو کر قامت کا آواز کیا تھا اسی جگہ پر اسے تکمیل کرے اس سے میں کوئی اختلاف نہیں ہے) (

یعنی صحیح قول تو یہی ہے کہ مکبر امام ہو خواہ مؤذن مقتدی جہاں بکبیر شروع کرے وہاں ہی ختم کرے۔ اسی طرح بدائع الصنائع میں ہے مگر بعض فرماتے ہیں کہ اگر امام ہی مؤذن و مکبر ہو تو بکبیر صبح اولیٰ میں کہہ کر قدامت الصلوٰۃ کہتا ہوا مصلیٰ تک قدام کر دے اور اگر مکبر و مؤذن غیر امام ہے تو بالافتاق جہاں بکبیر شروع کرے اسی جگہ قدام کر دے

حورہ: العبد الراعی رحمہ ربہ

ابو محمد محمد دین ارطیٰ لعلی المفتی

فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر — 30﴾

سوال

انگوٹھے (چومنا) تہجد نام پختہ علیہ السلام بعض کتب مثل جامع الرموز کنز العمال: زائد الروایات وغیرہ مستحب لکھا ہے۔ مولانا عبدالحی انار اللہ برہانہ نے حدیث مرویہ اور روایات منقولہ کو ضعیف الائن اعتبار نہیں فرمایا ہے۔ لہذا کیا ہوگا؟

سائل: مولوی مطیع اللہ صاحب قوپ خانہ جامع مسجد
۱۳ اپریل ۱۹۶۶ء

الجواب

هو المصوب

تقبیل الیہا میں وجہ نام رسول علیہ السلام بعض روایات ضعیفہ میں وارد ہے۔ جن کی بات بعض نے ضعف کا خیال اور بعض نے موضوع فرمایا ہے۔ لہذا جو تقبیل کرتا ہو اس کی منع نہ کیا جائے گا اور جو نہ کرتا ہو اس کو حکم نہ دیا جائے گا۔ کیوں کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل منع نہیں اور لا یصح لا یثبت کے لکھ دینے سے حدیث کا موضوع ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ تختہ میں دربارہ ضعف و موضوعیت حدیث مسیح علی الرقبہ لکھا ہے:-

دا (الف) بعض فقہاء (تقبیل الیہا میں) را مستحب نوشتہ اند و حدیث ہم فریوں باب نقل می سازند

مگر صحیح نیست۔

(ترجمہ بعض فقہاء نے انگوٹھے چومنے کے مستحب لکھا ہے ہر ایک حدیث کی اس بارے میں نقل کرتے ہیں لیکن وہ حدیث صحیح نہیں ہے) مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحی گشتوی جلد ۳ ص ۳۳ مطبوعہ ملک مرائی الدین کشمیری بازار لاہور۔

(ب) اما فی الاذان فقد ورد فلک (ای تقبیل الیہا میں) فی اسنادت مرہ و ع و موقوفہ کلہا ضعیفہ و لا یصح فی هذا الباب سلطت مرہ و ع۔ السعایہ فی کشف ما فی شرح الوقایہ۔ جلد ۲۔ صفحہ ۳۶:

سہیل اکیلمی لاہور

قال احمد بن حنبل في شرحه الفتح المبين لانه ان كان صحيحا في نفس الامر فقد اعطى حقه والا لم يترتب على العمل به مفسدة تحليل و تحريم ولا ضبا ع حق للغير ۲

(ترجمہ: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی شرح الفتح المبين میں فرمایا چونکہ یہ حدیث درحقیقت صحیح ہے لہذا اسے اس کا حق دیا جائے گا بشرطیکہ اس پر عمل سے کوئی فساد نہ پڑے جیسا کہ حرام کو حلال قرار دینا یا حلال کو حرام قرار دینا اور نہ ہی اس سے کسی کے حق کا ضائع ہوا لازم آئے)

(وفیہ) و ذلك ليس من باب الاختراع في الشرع و اما هو ابتغاء فضيلة و رجاء

وامع اماوة ضعفه من غير ترتب مضرة عليه ۳ انتہی

(ترجمہ: شریعت میں یہ خود ساختہ حکم کے قیام سے نہیں ہے بلکہ یہ عمل فضیلت کے حاصل کرنے اور اس کی امید کے لیے ہے یا وجود کے ضعف کی علامت موجود ہے اور اس پر کوئی نقصان بھی مرتب نہیں ہوتا)

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس فعل کو مسنون یا واجب سمجھنے سے انکار فرمایا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔
قرابت یا مکروہ یا عدم احتیاط مشائخ مرقوم نہیں فرمایا جو باعث تکلیف ہو۔

هذا ما سنح لي عند التحقيق و الله اعلم و حكمه احکم۔

کتبہ المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



۱۔ تصحیح ۱۴۳۱ھ "نحفة الطلیعة" کے شاہیر میں المطبع المصطفائی (۱۴۳۱ھ) کو روادارۃ المعارف والعلوم الاسلامیہ کراچی (۱۴۱۹ھ) دونوں مطبوعہ نسخوں میں موجود ہے لیکن یہ کتابت کی نقلی معلوم ہوتی ہے۔

۲۔ "نحفة الکھفۃ علی سواشی" "نحفة الطلیعة مع نحة الطلیعة" مسائل در مجموعہ و رسائل الذکوی۔ جلد اول صفحہ ۲۵۹ مطبوعہ دارالقرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی

۳۔ "نحفة الکھفۃ علی سواشی" "نحفة الطلیعة مع نحة الطلیعة" مسائل در مجموعہ و رسائل الذکوی:

جلد اول: صفحہ ۲۵۹ مطبوعہ دارالقرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی

﴿فتویٰ نمبر — 31﴾

سوال

زنا تہ طاعون و وبا میں اذان دینے میں بعض مقام پر بعد دفن مردہ اذان کا رواج دے دیا ہے۔ اس کی شرع میں کہاں تک اصل ہے۔

جناب مولوی غلام محی الدین خان صاحب
امام جامع مسجد شاہجہاں پور۔
۷ اکتوبر ۱۴۰۵ء

الجواب

زنا تہ طاعون میں اذان دینا کوئی شرعی حکم نہیں ہے۔ ہاں وقت نزولِ بلیہ تکبیر و دعا کا حکم ہے۔ دہلی اعمال نے اس کو دفعیہ کے واسطے عرب کچھ کر جاری کر دیا ہے۔

کعبہ۔ اہلسنی السید محمد اعظم شاہ فرود



﴿فتویٰ نمبر — 32﴾

سوال

اگر دو یا چار رکعت کی نیت باندھی اور پھر نماز میں خیال آیا کہ نیت غلط باندھی یعنی بجائے دو کے چار یا چار کے دو کی باندھ لی تو کیا کرنا چاہئے؟

۲۹ رمضان ۱۴۳۹ھ ڈاکٹر صفیر حسین کلاب خانہ آگرہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

نیت نام دل کے قصد کا ہے۔ لہذا قیل تکبیر تحریر دل میں اتنا قصد ضروری ہے کہ میں تکبیر کی نماز پڑھتا ہوں یا عصر کی قضا پڑھتا ہوں یا ادافرض پڑھتا ہوں یا سنت۔ چنانچہ اگر وضو کے وقت یا گھر سے مسجد کو چلنے کے وقت بھی یہ قصد دل میں ہو اور وقت تکبیر تحریر مطلقاً کسی امر کا خیال نہ رہے اور اس وقت سے تکبیر تحریر تک علاوہ چلنے کے کوئی امر مفسد نماز مثل بات وغیرہ کے سرزد نہ ہو تو وہ نیت بھی معتبر ہوگی۔

☆ اور اگر قیل تکبیر تحریر نہ وقت تکبیر تحریر مطلقاً کچھ بھی نیت نہ ہو اور بعد تکبیر تحریر دل میں قصد کیا جائے کہ میں تکبیر کے فرض پڑھتا ہوں یا سنت بقول قوی و مفتی یہ معتبر نہ ہوگی۔ اور بعد اس نیت کے اگر تکبیر تحریر دوبارہ نہ کی جائے گی تو نماز نہ ہوگی۔ کو بقول علامہ کرنی بعد تکبیر تحریر بعد رکوع تک بھی نیت کر لی جائے مگر یہ غیر مفتی ہے۔

☆ اور زبان سے نیت کرنا بغرض صحت عزم قلبی مستحب و مستحسن ہے۔ چنانچہ صفحہ ۲۶۱ ہدایہ مبلوہ معرر الشروح الاصلاح میں ہے:

والمعظم على التكبير كالتقام عنده اذا لم يوجد ما يقطع و هو عمل لا يليق بالصلاة ولا محبر بالمناخلة منها عنه لان ما مضى لا يقع عبادة لعدم الثبة وفي الصوم جواز للضرورة والثبة هي الارادة والشرط ان يعلم بقلبه اى صلوة يصلى اما الذكر باللسان فلا معتبر به و يحسن ذلك

لا جتماع عزمته ثم ان كانت الصلوة فلا يكتبه مطلق التوبة وكلنا ان كانت متفقى الصحيح و
ان كانت فرضا فلا بد من تعيين الفرض كالظهور مثلا لا خلاف الفروض^۱

(ترجمہ: تکبیر تحریر سے پہلے نماز کی کا کھڑا ہونا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی شخص اس کے پاس کھڑا ہو جب تک اس کو
قطع کرنے والی کوئی چیز نہ پائی جائے اس کا صرف کھڑا ہونا نماز میں شمار نہیں ہو سکتا۔ اور یہ ایک ایسا عمل ہے جو
نماز کے لیے مناسب نہیں ہے۔ اور تکبیر تحریر کے بعد نیت کا اعتبار نہیں ہے کیوں کہ نیت سے پہلے جو نماز کا حصہ
ادا ہوا وہ عبادت نہیں ہوا کیوں کہ اس میں نیت شامل نہیں ہے۔ اور روزے کی صورت میں جواز ضرورت کی بنا پر
ہے۔ اور نیت کے لیے شرط یہ ہے کہ اپنے دل سے جانے کہ کون سی نماز ادا کر رہا ہے۔ صرف زبان کے
ساتھ اس کا ذکر کرنے کا اعتبار نہیں ہے اور دلی ارادہ کے ساتھ اس کا جمع ہونا مستحسن ہے۔ پھر اگر نماز نفل ہو تو
مطلق نماز کی نیت کافی ہے سمجھ قول کی رو سے سنت میں بھی حکم یہی ہے۔ اور اگر نماز فرض ہو تو فرض کو متعین
کرنا مثلاً ظہر کی نماز ادا کرنا ہوں لازم ہے کیوں کہ فرض نمازیں مختلف ہیں)

اور تعداد رکعات میں اگر خطا ہو جائے مثلاً فرض ظہر میں دو کی نیت کرے اور فجر میں چار کی نیت کرے
تو اس سے نماز میں کچھ نہیں ہوتا۔ جب ظہر کی پوری چار ادا کر لے اور فجر کی خطا دو رکعت پڑھے۔ چنانچہ ۳۰۹ دور
عنا مطلبہ مصرع الثانی میں ہے:

ولا بد من التعيين عند التوبة لفروض ولو قضاء و واجب دون تعيين عدد ركعاته

لحصولها ضمنا فلا يضر الخطأ في عددها^۲ مختصرا بقدر الحاجة

(ترجمہ: نیت کے وقت فرض اگر چہ قضا ہو اور اسی طرح واجب نماز کی تعیین ضروری ہے۔ ان کی رکعتوں کو
متعین کرنا ضروری نہیں۔ کیونکہ ان کی نیت اس کے ضمن میں حاصل ہو جاتی ہے لہذا اگر کوئی شخص ان کی تعداد
میں غلطی کر دے تو اس سے کچھ نقصان نہیں ہوتا)

حروہ: العبد الرائی رحمۃ ربہ الفقی

ابو محمد محمد دے ارعلی الرضوی الحنفی مسجد جامع اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر — 33﴾

سوال

کیا وجہ ہے کہ جب حدیث صحیح لا صلوة الا بفتحہ الکتاب موجود ہے تو اس کے سائل کو احسان غامی کہتے ہیں۔ حدیث جو درجہ صحت کو پہنچ گئی اس کا سائل کس طرح غامی ہوگا۔ جواب محققانہ نہ محتضبانہ مرقوم ہو۔
سائل: عزیز اللہ خان بہوپال

۲۶ مارچ ۱۹۱۶ء

الجواب

هو المصوب

حدیث کے صحیح ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے معنی یا مطلب بھی صحیح ہوئے۔ خصوصاً جب کہ ترکیب ثبوتی اور اسلوب اہل عرب مختلف ہو۔ یہاں پر ظرف بفتح الکتاب کا محذوف ہے اور ہر جگہ ظرف کا محذوف ہونا واجب ہے۔ پس عبارت یہ ہوئی کہ ☆ لا صلوة کاملة الا بفتحہ الکتاب را
☆ (ترجمہ: فاتحہ الکتاب کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی)
☆ جس طرح لا وضو الا بالسواک ۲
(ترجمہ: مسواک کے بغیر نماز نہیں)

☆ لا صلوة لجمار المسجد الا فی المسجد ۳

۱۔ اسنن الترمذی جلد اول صفحہ ۲۸۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت

ثمان الخاضع سے یہ حدیث مروی ہے لا صلوة لمن لم یقرأ بفتحہ الکتاب

اسنن ابن ماجہ جلد اول صفحہ ۳۵۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

ثمان الخاضع سے مروی ہے لا صلوة لمن لم یقرأ فیہا بفتحہ الکتاب

۲۔

۳۔ الجامع الصغیر مع شرحہ فیض القلیب جلد ۶ صفحہ ۲۳۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

(ترجمہ: مسجد کے پڑوسی کی غماز سوائے مسجد کے نہیں ہے)

اور یہ خیال غلط ہے کہ حامل حدیث صحیح نامی ہو۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب تک اس کے معنی نہ معلوم ہوں اور عمل کرے گا تو بے شک نامی ہوگا۔ قرب مہبلغ اوعی من سامع را حدیث موجود ہے یعنی سننے والے سے زیادہ نہ سننے والا سمجھنے والا ہوتا ہے اگر معنوں میں حصر لیا جائے گا تو اول اس کی سند چاہئے اور اگر عموم کیا جائے تو سینکڑوں احادیث کے معنی بگڑ جائیں گے۔

☆ چنانچہ لا مہدی الا عیسیٰ ۲

(ترجمہ: عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر کوئی مہدی نہیں)

☆ لا فقی الا علی ۳

(ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی جو ان نہیں)

وغیرہ پس احادیث جو عدم جواز میں وارد ہیں ان کو اور اس حدیث کو مطابقت کیا جائے گا۔ پس یا تو بیچہ تعارض دونوں کو پھوڑ دیں گے اور کتاب اللہ پر عمل کریں گے اور کتاب اللہ دوبارہ عدم قرأت مطلق ہے۔

اذا خرج القرآن فاستمعوا له وانصتوا ۴

(ترجمہ: جب قرآن مجید پڑھا جائے سنو اور خاموش رہو)

یا کثرت مالمین اصحاب پر جن میں مجتہدین خصوصاً خلفائے اربعہ کا فعل الاتقی حجت علی بغیر ہوگا اور وہاں بھی عدم قرأت مرجع ہے لہذا اصل استاف مطلقاً بالکل صحیح ہے اور اس کے خلاف خطا ہے۔

والله اعلم و حکمہ احکم هكذا فهم من العیزان للشعرانی فلیفطر الیہ۔

المفتی السید محمد اعظم شاہ عثمانی

۱۔

۲۔

۳۔

۴۔ القرآن الحکم . سورہ الاعراف . آیت : ۲۰۳

﴿فتویٰ نمبر — 34﴾

سوال

قرآن مجید کو تجویہ سے پڑھنا کیسا ہے۔ اہل عرب گھج پڑھتے ہیں یا اہل ہند۔ حرکات زیر پیش معروف پڑھنا چاہیے یا مجہول۔ زیر حرکات کو معروف مثل ملائے عرب کے پڑھتا ہے۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں اور غلط بتاتے ہیں۔ طریقہ تعلیم و تلاوت میں قراء عرب کی تقلید جائز ہے یا حفاظ ہند۔

سائل: حافظہ رحمت اللہ

مدرسہ اسلامیہ کیماراگرہ ۵ مارچ ۱۹۶۶ء

الجواب

قرآن شریف کو اس قدر (تجوید کے ساتھ) پڑھنا کہ جس میں وہ غلطی جس سے معنی کا تضاد لازم آئے اس سے محفوظ رہے واجب ہے۔ ہذا اور جتنے اہل ترقی و تہذیب وادام وشد و مد ان کا جانا افضل و مستحب ہے۔ اور قرآن شریف مطابق لغت عرب تو تہذیب و تہذیب کے پڑھے۔

حدیث میں وارد ہے :

☆ تعلموا اللحن في القرآن كما تتعلمونه ۱

(ترجمہ: قرآن مجید میں لحن کو نیکیو جس طرح کہ خود اس کو سیکھتے ہو)

☆ و اللحن اللغة والنحو و ايضا الخطاء في الاعراب فهو من الاضداد مجمع البحار ۲

☆ (ترجمہ: لحن کا معنی لغت اور نحو ہے نیز یہ لفظ اعراب میں غلطی کرنے کے معنوں میں بھی آتا ہے یہ لفظ اضداد

سے ہے)

قراء و القراء بلحون العرب وأصواتها وإياكم ولحون أهل العشق ولحون أهل

۱۔ مجمع بحار الانوار جلد ۴ صفحہ ۴۸ مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورۃ

۲۔ مجمع بحار الانوار جلد ۴ صفحہ ۴۸ مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورۃ

الکتابین هو والإلحان جمع لحن هو التطريب وترجيح الصوت وتحسين القراءة والشعر والغناء۔

(ترجمہ: قرآن مجید کو ہر خوش آواز اور عربوں کی آوازوں کے ساتھ پڑھنا اور اپنی کتاب کی سروس سے پرہیز کرو۔ لحن اور الحان دونوں لحن کی جگہ ہیں اس کا معنی ہے نہ پڑھنا آواز کو سنا، گانے، شعر اور قراءت کا صحیح طرح سے ادا کرنا)

ملا علی قاری شرح منظومة الجوزی رحمه الله عليه میں لکھتے ہیں

الواجب علی القاری ان یعلم من علم النحو للفران المجید مقدار ما یمتنع عن اللحن الجلی المخل للمعنی واما ما زاد علی ذلک من التوقیق والتفخیم والمدود و الادغام فهو امر مستحب انتهی (حدیثہ)۔

(ترجمہ: قاری پر واجب ہے کہ قرآن مجید کے لیے نخواستی مقدار میں نیکی جس سے وہ کچھ جلی سے بچ سکے جو معنی میں خلل انداز دیتا ہے اور اس سے جو امور زائد ہیں جیسے باریک پڑھنا پڑھنا پڑھنا پڑھنا کے ساتھ پڑھنا اور ادغام یہ مستحب امور ہیں)

اعراب کا معروف پڑھنا عموماً مکروہ ہوگا کیوں کہ اکثر جگہ (لیا بالسنتھم) کا کلم لازم آئے گا۔ مثلاً واعنا ۴۰ واعنا پڑھنا تو غلط ہوگا اور حروف عدولین کا فرق دشوار ہوگا۔ اور تقلید ان اہل عرب کی ہوگی جو صحت و کثرت جانتے ہیں والا فلا حکذا فی کتب القراء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین (ملائے قراءت رحمۃ اللہ علیہم کی کتابوں میں اسی طرح ہے)

کتبہ: الفیاض السید محمد اعظم شاہ علی عنہ

۱۔	مجمع بحار الانوار	جلد ۴	صفحہ ۴۸	مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورۃ
۲۔	المح الفکرۃ شرح المغلۃ الجزویۃ	صفحہ	مطبوعہ قراءت اکبلمی لاہور	
۳۔	القرآن الحکم	سورۃ النساء:	آیت: ۳۶	
۴۔	القرآن الحکم	سورۃ البقرہ:	آیت: ۱۰۳	

﴿فتویٰ نمبر — 35﴾

سوال

ضواد پڑھیں یا نعواد؟ قول فیصل کیا ہے۔

سائل: مولوی علاء الدین شجاع کھیری اورادھ

۱۱۵ اپریل ۱۹۶۶ء

الجواب

دراصل نہ ضواد ہے نہ نعواد بلکہ ضواض پڑھا جائے۔ زبان کی جڑ کو داڑھ میں لگا کر پڑھو تو نہ دوا نہ ہونہ

نعواد۔ یہ ہے قول فیصل۔

اور رسالہٴ مرسلہ میں نے دیکھا اس میں صرف اس قدر ہے کہ جو مشتبه السوت حروف ہیں ان کو ایک

دوسرے کی جگہ پڑھنے سے نماز قاسد نہیں ہوتی۔ باقی یہ نہیں ہے کہ ض کو ظ اور ص کو س قصد نہ پڑھا کرو۔

واللہ اعلم و حکمہ احکم

کتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر — 36﴾

سوال

ضوادلفظ عربی میں کس طرح ہے اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ فارسی ہندی لوگوں کو غلام چھٹا جائز ہے۔ افسوس اس مسئلہ کا ایک فیصلہ نہیں ہوا متصل جواب دیا جائے۔
ایک رسالہ اوشا دفی سلسلۃ الضاد بھی ارسال کروں گا۔

سائل: مولوی علاء الدین شاہ حسن

پرگنہ کھیری موضع رنگھ

۲۳ فروری ۱۹۱۶ء

الجواب

اس مسئلہ میں اصل حرف اس قدر ہے کہ ضوادمشابہ دال ہے یا ظ کے ہے۔ بس سب کے نزدیک مشابہ غلام کے ہے۔

اس کا مطلب یہ سمجھ لیا ہے کہ وہ ظ کے لچہ سے پڑھا جائے یہ بالکل غلط ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ ڈڑظ مض مں ش سب ایک ہی آواز ہو جائیں۔ کیوں کہ ڈڑٹ ظض خرن ڈٹ اور ظض کاس مں کا الگ ہے یا قریب قریب ہے۔ بس معلوم ہوا کہ قرب مخارج کو اتھا آواز لازم نہیں۔ بلکہ ہر ایک حرف اپنی اصلی صفت سے علیحدہ دوسرے حرف سے ہے۔

ض کا ادا کرنا زبان کی جڑ کو دانتوں سے رگڑ کر ہے جس میں آواز دال اور ظ کے درمیان رہتی ہے اور جو اس پر قادر نہ ہوں جیسے فارسی میں تو ان لوگوں کو جس لچہ میں پڑھیں جائز ہے۔ اور اب ہند کو خواص میں یہ کہا جاتا ہے کہ ضواد یعنی آواز صو۔ جو ملائے قدیم کا دستور ہے اور یہ خیال مغل ہے کہ لفظ ضاد دراصل ظ یا ف ہے تو ایک حرف قرآن سے حذف ہو گیا۔ جس کی بابت ارشاد ہے:

☆ انا افصح من نطق بالضاد۔

(ترجمہ: میں ضاد کا نطق کرنے والوں میں سب سے زیادہ فصیح ہوں)

دوسرے قاری یا ہندی میں 'ح'، 'ث'، 'ض'، 'ط'، 'ع'، 'ق'، 'ذ' ہیں آتے تو مناسب ہے کہ یہ لفظ پڑھانے سے نکال دیئے جائیں اور اکثر غیر مقلدین دھوکہ دیتے ہیں اور دھوکہ کھاتے ہیں۔

صرف ضاد میں اس قدر طوالت ہی کیا اور حرفوں میں یہ حکم نہیں ہے کہ اگر بدل کر پڑھے گا تو نماز نہ ہو گی؟

اس مسئلہ میں کوئی فیصلہ طلب بات نہیں ہے۔ رہی ملاہ کی تحقیق تو وہ قیامت تک جاری رہے گی۔ عوام کو اس میں الجھی لینا غیر مناسب ہے۔ ان کو مفتی پہ مسئلہ پر عمل کافی ہے۔ خیر اس میں ہے کہ اس حرف کو نہ تو وال پڑھا جائے اور نہ ظ بلکہ درمیانی حرف زبان کی جڑ کو داڑھوں میں رگڑ کر ٹکا لو تو صاف ٹکٹا ہے۔ ذرا سی توجہ درکار ہے۔ افسوس کہ اپنے کام کی تحقیق میں دنیا بھر کی تکلیف کو ادا ہو اور ایک حرف کا پڑھنا اور مشق کرنا ایسا دشوار ہو کہ قرآن سے ٹکٹا لئے پر راضی ہو جائیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

هذا ما استبح لي عند التحقيق والعلم بجميع المعلومات عند الله ما يليق
كتبه: المفتي السيد محمد عظيم شاه غفر له



﴿فتویٰ نمبر..... 37﴾

سوال

اگر بتائے چار رکعت کے پانچ پڑھ لیں تو کیا کرنا چاہیے؟ یعنی چوتھی رکعت کے بعد بغیر سلام پھیرے کھڑا ہو جائے اور پڑھنا شروع کر دے اور پھر یاد آئے کہ یہ پانچویں رکعت ہے تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

☆ چار رکعت والی نماز میں بقدر التیات آخر میں جیسا فرض ہے۔ اور اس میں التیات کا پڑھنا واجب ہے۔ ☆ جیسے صحیح کا قعدہ واجب ہے اور اس میں التیات کا پڑھنا سنت ہے۔!

۱۔ پہلے قعدہ میں التیات کے پڑھنے کی شرعی حیثیت کے بارے میں مروی الفلاح دوح نور الابشاح علی هامش الطحاوی صفحہ نمبر ۱۳۶ میں ہے۔

ووجب قراءة التشهد فيه أي في الأول وقوله في الصحيح متعلق بكل من القعود وتشهده. وهو احتراز عن القول بسنيتها أو بسنية التشهد وحده.
(ترجمہ) پہلے قعدہ میں تشہد کا پڑھنا واجب ہے یعنی صحیح کا قتل قعدہ اور تشہد دونوں کے ساتھ ہے۔ یعنی صحیح قول یہ ہے کہ پہلا قعدہ واجب ہے اور اس میں تشہد کا پڑھنا بھی واجب ہے۔ اس سے دونوں کے سنت ہونے کے قول کا صرف تشہد کے سنت ہونے کے قول سے انکار ہے)

اور الحدیث المختار علی هامش رد المحتار جلد ۲ صفحہ ۳۳۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کراچی میں ہے۔

(ہی ای من واجبات الصلاة) التشهدان (دونوں قعدوں میں تشہد پڑھنا واجب ہے)

روا لکن رہیں اس کی وضاحت میں فرمائی۔

ای التشهد الفعدة الأولى وتشهده الأخيرة.

(یعنی پہلے قعدہ کا تشہد اور دوسرے قعدہ کا تشہد پڑھنا واجب ہے)۔ محمد طہم مرینی نقشبندی علی منہ

☆ لہذا اگر اخیر کا قعدہ کر کے پانچویں رکعت کو کھڑا ہوا ہے تو جب تک پانچویں رکعت کا قعدہ نہیں کیا ہے اگر یاد آ جائے فوراً بیٹھ کر درود دے گا پڑھ کر اگر نہ پڑھی ہو سلام پھیر کر قعدہ ہو کر لے۔

اور اگر پانچویں رکعت کا قعدہ کرنے کے بعد یاد آئے تو چھٹی رکعت پڑھ کر بعد التیات اور درود دے گا سلام پھیر کر قعدہ ہو کر لے چار فرض ہو جائیں گے اور یہ در رکعت زائد نفل ہو جائے گی۔

☆ اور اگر بغیر قعدہ اخیرہ پانچویں کو کھڑا ہو گیا تو پانچویں کے قعدہ سے پہلے اگر یاد آ جائے فوراً بیٹھ کر التیات درود دے گا پڑھ کر سلام پھیر کر قعدہ ہو کر لے۔ چاروں فرض کامل ہو جائیں گے۔

اور اگر پانچویں کا قعدہ کرنے کے بعد یاد آئے تو چھٹی رکعت پڑھ کر قعدہ ہو کر لے یہ ساری نماز نفل ہو جائے گی اور فرض دو بار پڑھے۔ فقط

حضور: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد بن اریطی الرضویؒ

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر.....38﴾

سوال

اگر صرف اتنیات پڑھ کر سلام پھیرے اور درود شریف بھول گئے تو کیا نماز ہوگی؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

آخر قعدہ میں بعد اتنیات درود پڑھنا سجدہ موکدہ ہے۔ اور اس کے بعد اربعہ ماثورہ سے کوئی بھی دعا پڑھنا مستحب ہے۔ ہذا اور ترک سنت یا مستحب سے چونکہ عمدہ ہو نہیں آتا لہذا کلیہ مقرر کیا گیا ہے ہذا کہ مستحب کے ترک سے نماز کا پھیرنا مستحب ہوتا ہے۔ اور ترک سنت سے نماز کا پھیرنا سنت اور ترک واجب سے اگر عمدہ ہو بھی ترک ہو جائے تو نماز کا اعادہ واجب ہوتا ہے۔ فقہ

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ بالتوی

ابو محمد محمد دین علی الرضوی الحنفی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 39﴾

سوال

اگر الحمد شریف کے بعد کوئی اور سورت پڑھنا بھول گئے اور رکوت میں چلے گئے تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً.

بعد الحمد سورت ملانا بھول کر رکوت میں چلا جائے مضاہکہ نہیں۔ اس واسطے کہ سورت ملانا واجب ہے۔

☆ اور تک واجب سے عہدہ ہو کر واجب ہو جاتا ہے۔ لہذا آخر میں عہدہ ہو بھی بھول جائے تو اس نماز کا دہرانا واجب ہے۔ اگر دہارہ نہ پڑھے گا گنہگار ہوگا۔

☆ اور ایسی صورت اگر امام سے واقع ہو اور پوچھ کر نہ کرنے میں ضم سورت کے اور نہ کرنے عہدہ ہو کر اس نماز کو امام دوبارہ پڑھے تو اس نماز میں وہی نماز شریک ہو سکتے ہیں جو اصل نماز میں شریک تھے۔ ☆ دوسرے سنے نماز میں اس جماعت میں شریک نہیں ہو سکتے۔ اس واسطے کہ جو نماز امام نے اول پڑھی تھی فرض نماز تو وہی تھی۔ اب جو دوبارہ پڑھی جاتی ہے واجب ہے نہ کہ فرض۔ ☆ اور سنے نمازیوں نے ابھی جو نماز فرض تھی وہی ادا نہیں کی۔ تو اس رفع نقصان کی نماز میں کس طرح شریک ہو سکتے ہیں۔

اور اگر رکوت سے وقت یاد آنے کے سورت ملانے کی غرض سے کھڑا ہو گیا تو اب بعد سورت ملانے کے دوبارہ رکوت کرے۔ اور آخر میں عہدہ ہو کرے اور اگر عہدہ ہو نہ کیا تو اس نماز کا امام دوبارہ واجب ہوگا۔ فقط

حضور: العبد الراعی ذمتہ ربہ التّوی

ابو محمد محمد علی رضوی لیسٹی

جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر.....40﴾

سوال

تومر اور جلسہ کا کیا حکم ہے۔ اگر تومر ترک ہو جائے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں۔

جناب مولوی غلام محی الدین خان صاحب

امام جامع مسجد شاہجہاں پور۔ ۷۷ دسمبر ۱۵

الجواب

تومر اور جلسہ، التیات کا ایک ہی حکم ہے۔ جن کے نہ کرنے سے نماز کا مادہ کرے گا۔ اگر تہجد نہ ہو نہ کیا ہو۔

خبرہ میں ہے۔

انما الفیام بینہما و القعود بین السجدین فرض عند ابی یوسف فترکہ تبطل
الصلوۃ عندہ و عندہما الواجب و هو الاصح المذکور فی شرح البخاری فیجب بترکہ
سجود السہو۔

(ترجمہ: رکعت اور تہجد کے درمیان قیام اور دونوں تہجدوں کے درمیان قعود حضرات امام ابو یوسف علیہ
الرحمہ کے نزدیک فرض ہے لہذا اس کا ترک آپ کے نزدیک نماز کو باطل کر دے گا اور امام اعظم اور امام محمد رحمہما
اللہ کے نزدیک واجب ہے اور بھی زیادہ صحیح ہے جو کہ شرح بخاری میں مذکور ہے۔ لہذا اس کے ترک سے تہجد سہو
واجب ہوگا)

محکمہ الفتویٰ السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر ۴۱﴾

سوال

جب ایک شخص کو امام مسجد حوتی نے مقرر کیا اور نمازی دوسرے امام سے راضی ہیں اور اول کے پیچھے نماز پڑھنے سے منکر ہیں تو شرعاً کیا حکم ہے؟

از محلہ میوہ کڑہ

۵ مارچ ۱۹۶۶ء

الجواب

هو المصوب

اگر وہی محلہ نمازیوں کا امام مقرر کر دیا تھیں شدہ افضل ہے تو حوتی کا تقرر نہ مانا جائے گا اور اگر برعکس ہے تو اس کا تقرر صحیح ہے۔ خفیہ المستملیٰ میں ہے۔

وان نشازع البانی فی نصب الامام والمؤذن مع اهل المحلة فان كان من اختاره اهل المحلة اولى من الذى اختاره البانی فاختیار اهل المحلة اولى لان ضرره و نفعه عائد اليهم و ان كانا سواء فاختیار البانی اولى۔ كذا فی البیازیة والخلاصة (ترجمہ: اگر امام اور مؤذن کے مقرر کرنے میں مسجد کے بانی اور اہل محلہ میں اختلاف ہو جائے تو جس کو اہل محلہ نے پسند کیا ہے وہ بانی کے پسندیدہ امام و مؤذن سے بہتر ہو تو اہل محلہ کا پسند کر دہ امام و مؤذن مقرر کرنا بہتر ہے کیونکہ اس کا فلاح اور نقصان اہل محلہ کی جانب راجع ہوتا ہے اور اگر دونوں برابر ہوں تو بانی کے پسندیدہ کو مقرر کرنا اولیٰ ہے۔ فتاویٰ ہزازیہ اور خلاصہ میں اسی طرح درج ہے)

والله اعلم بالصواب

کتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ عثمانی

﴿فتویٰ نمبر..... 42﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندر میں صورت کہ درود و عورت اگر برابر کھڑے ہو کر نماز پڑھیں تو دونوں کی نماز ہو جائے گی یا مرد کی ٹوٹ جائے گی؟ اور اگر میاں بی بی نماز پڑھیں اور میاں امام ہو تو عورت کس طرح کھڑی ہو؟

۲۲ شوال ۱۴۳۶ھ از کلاں پٹن عرف کالی پٹن

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

اگر مختلف مرد اور عورت مشابہ مکھڑ دونوں ایک نماز میں ایک امام کے مقتدی ہوں خواہ ایک عورت کسی مرد کی اقتداء کرے اور امام نے امامت عورتوں کی یا ایک عورت کی نیت بھی کی ہو اور اس طرح بیچ حیثیات سے ایک نماز میں شریک ہوں یہ بھی شرط ہے کہ باعتبار جہت کے بھی شریک ہوں۔ پھر اس طرح ایک رکن کی مقدار برابر کھڑے ہوں کہ مرد کے بعض اعضا عورت کے بعض اعضا سے بلا سائل برابر ہو جائیں تو بلاشبہ اس مرد کی نماز جو عورت کے برابر ہوگا خواہ اپنی طرف ہو یا اپنی طرف فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر امور مذکورہ سے ایک بھی شرط منقوض ہو جائے گی تو مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ مگر اگر امام نے وقت تکبیر تحریر میں امامت عورتوں کی نہ کی تھی تو مرد کی نماز مطلقاً فاسد نہ ہوگی۔ بلکہ عورتوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

چنانچہ صفحہ ۵۶۹۰۵۷ کبیری میں ہے

اما (الترتیب) بینہم (أی بین الرجال و بین النساء) فقرض عندنا حتی لو حادثت امرأة اوصیة مشتهاة تغفل الصلوة رجلا أو تقدمت علیه قدر ركن و صلوتهما مطلقه مشتركة تحریمه و اداء و اتحد المکان و الوجهة بلا حائل و نوبت امامتها فسدت صلوة الرجل

فشرط المحاذاة المفسدة عشرة الاول كونها بالغة او صبية مشتهاة والثاني كونها تعقل الصلوة والثالث ان يكون المحاذاة قدر ركن الرابع ان يكون الصلوة مطلقة اى ذات ركوع وسجود الخامس كون الصلوة مشتركة من حيث التحريم بان تبنى المرأة تحريمها على تحريم الرجل او بنيا تحريمهما على تحريمه ثالث فلا نفد المحاذاة اذا صليا منفردين السادس كون الصلوة مشتركة من حيث الأداء السابع اتحاد المكان الثامن اتحاد الجهة التاسع عدم الحائل بينهما العاشر ان ينوى الامام امامة النساء انتهى مختصرا بقدر الحاجة.

☆ (ترجمہ: مردوں اور عورتوں کے درمیان صفوں میں ترحیب ہمارے نزدیک فرض ہے۔ حتی کہ اگر کوئی عورت یا شہوت والی بچی جسے نماز کی سمجھ ہو کسی مرد کے برابر ایک رکن ادا کی گئی کے برابر یا اس سے آگے رہے اور دونوں کی نماز تحریم اور ادا کی گئی کے اعتبار سے مشترک ہو نیز مکان اور دونوں نماز ادا کرنے کی جہت ایک ہو، دونوں کے درمیان کوئی چیز مائل نہ ہو اور امام نے عورت کے امامت کی نیت بھی کی ہو تو اس صورت میں مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کو فاسد کرنے والی محاذات کی شرطیں دس ہیں۔ (۱) برابر کھڑی ہونے والی عورت باقی ہو یا شہوت والی نابالغ لڑکی ہو۔ (۲) وہ عورت نماز کو سمجھتی ہو۔ (۳) محاذات ایک رکن کی ادا کی گئی کے برابر ہو (۴) نماز مطلق ہو یعنی نماز رکوع اور سجود والی ہو (۵) نماز تحریم کے لحاظ سے مشترک ہو اس کی صورت یہ ہے کہ عورت اپنے تحریم کی بنا مرد کے تحریم پر کرے یا دونوں یعنی مرد اور عورت کسی تحریم سے شخص کے تحریم پر بنا کریں۔ لہذا ان دونوں میں سے ہر ایک اگر اپنی منفرد نماز ادا کر رہا ہو یہ محاذات نماز کو فاسد نہیں کرتی (۶) نماز ادا کے اعتبار سے مشترک ہو (۷) دونوں ایک جگہ کھڑے ہوں (۸) دونوں کے درمیان کوئی چیز مائل نہ ہو (۹) دونوں کا رخ ایک سمت میں ہو (۱۰) امام عورتوں کی امامت کی نیت کرے)

و فی صفحہ ۲۳۳ من الجزء الاول من الدر المنخار المطبوعہ فی المصر علی

ہامش رد المحتار

واذا حادثہ امراۃ مشتہدۃ ولا حائل بینہما اقلہ قدر ذراع فی غلط اصبح او فرجۃ
تسع رجلا فی صلوۃ مطلقۃ خرج الجنازۃ مشترکۃ فمحاذاة المصلی لمصل لیس فی
صلاتیہا مکروہۃ لا مفسد تحریمۃ و ان سبقت ببعضہا و اداء و لو حکما کلاحقین
و اتحدت الجہۃ فلو اختلفت کما فی جوف الکعبۃ و لیلۃ مظلمۃ فلا فساد فسدت صلوٰتہ
لو مکلفا والا لان نوى الامام وقت شروعه لا بعدها امامتہا و ان لم تکن حاضرا و ان لم
ینوہا فسدت صلوٰتہا! انتہی مختصرا

(ترجمہ: اور صرف میں جب کسی مرد کے محاذات میں شیوت والی عورت کھڑی ہو جائے اور دونوں کے درمیان
کوئی چیز مائل نہ ہو۔ اور اس مائل کی کم از کم مقدار ایک گز اونچائی اور انگلی کے برابر موٹائی ہونی چاہیے۔ یا
دونوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہو جس میں ایک مرد کے کھڑا ہونے کی گنجائش ہو۔ اور نماز مطلق ہو۔ اس سے نماز
جنازہ خارج ہوگی۔ اور وہ نماز دونوں کی مشترک ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے والی ایسی عورت کی کسی
مرد کے ساتھ محاذات کہ مرد وہ نماز ادا نہ کر رہا ہو جو عورت ادا کر رہی ہو۔ اور وہ ہے لیکن اس سے مرد کی نماز کی
فاسد نہیں ہوتی۔ دونوں کی نمازوں کا اشتراک تحریر اور ادائیگی میں ہو۔ اگرچہ عورت نے نماز کا کچھ حصہ پہلے
ادا کر لیا ہو۔ اور ادائیگی میں اشتراک اگرچہ کبھی ہو۔ اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ دونوں لاحق ہوں۔ اور
دونوں کا رخ ایک جانب ہو۔ اگر دونوں کا رخ ایک جانب نہ ہو جیسے کہ کعبہ معظمہ کے اندر دونوں نماز ادا کر رہے
ہوں یا تاریک رات میں دونوں نماز ادا کر رہے ہوں اور دونوں کا رخ ایک سمت میں نہ ہو۔ نماز فاسد نہ ہوگی
نماز کے فاسد ہونے کی شرط یہ ہے کہ مرد بھی مکلف ہو۔ اگر مرد مکلف نہ ہو۔ نماز فاسد نہ ہوگی۔ نماز کے فاسد
ہونے کی شرط یہ بھی ہے کہ امام نے عورت کی امامت کی نیت نماز کے آغاز میں کی ہو۔ اگرچہ عورت اس وقت

حاضر نہ ہو اگر نماز شروع کر چکے کے بعد عورت کی امامت کی نیت کی تو مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی بلکہ عورت کی نماز فاسد ہوگی)

☆ اگر ایک عورت بجز مقتدی ہو تو اس کو لازم ہے کہ تمنا امام کے پیچھے کھڑی ہو۔ اور اگر دوسرے مقتدی ہوں تو عورت پھر بھی تمنا دونوں مردوں کے پیچھے کھڑی ہو۔ چنانچہ صفحہ ۴۱۹ جلد اول در مختار مذکور میں ہے

يقف الواحد ولو صبيا اما الواحدة فتأخر محاذيا أي مساويا ليمين امامه على المذهب!

ترجمہ: مقتدی صرف ایک مرد ہو اگر چہ وہ بچہ ہو تو امام کے محاذات میں یعنی اس کے برابر دائیں طرف کھڑا ہو یہی مختار مذہب ہے۔ اور اگر مقتدی صرف ایک عورت ہو تو وہ امام کے پیچھے کھڑی ہوگی)

قال الشامي رحمه الله

(قوله فتأخر) فلو كان معه رجل ايضا يقيمہ عن يمينه والمرأة خلفهما ولو رجلا يقيمهما خلفه والمرأة خلفهما بحر وتأخر الواحدة محله اذا اقتدت برجل لا بامرأة مثلها عن البرجندی!

(ترجمہ: اگر امام کے ساتھ ایک مرد اور ایک عورت ہو تو امام مرد کو اپنے دائیں جانب اور عورت کو اپنے پیچھے کھڑا کرے۔ اور اگر دوسرے مرد اور ایک عورت ہو تو مردوں کو اپنے پیچھے اور عورت کو ان دونوں کے پیچھے کھڑا کرے۔ ایک مقتدی عورت ہو تو امام کی جگہ سے پیچھے کھڑی ہو جب کہ دوسرے مقتدی عورت ہو تو اگر وہ عورت دوسری عورت کی اقتداء کرے تو اس کے ساتھ کھڑی ہو پیچھے نہ کھڑی ہو)

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی الحنفی مسجد جامع اکبر آباد



۱۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد اول، صفحہ ۴۲۴ تا ۴۲۶ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۔ رد المحتار: جلد ۱، صفحہ ۴۱۹ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

﴿فتویٰ نمبر 43﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسجد واقع محلہ بلوچ پورہ آگرہ میں اس کے دروں کے آگے ایک چوڑہ جس کی اونچائی ایک بالشت کی ہے بنا ہوا ہے اور چوڑہ پر محن کا سانپان پڑا ہوا ہے۔ چوڑہ کے آگے مسجد کا محن ہے۔ بعض اوقات بیہ زیا دتی آدمیوں کے امام اس چوڑہ پر اندر سانپان کے کھڑا ہو جاتا ہے اور مقتدی اس کے پیچھے مسجد کے محن میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہیں۔ یعنی امام اونچائی پر کھڑا ہوتا ہے اور مقتدی نیچے اس طرح سے نماز ہو جائے گی یا نہیں۔

۲۳ شعبان ۱۳۳۶ھ

اعجاز الدین نان بلوچ پورہ کلاں آگرہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم۔

اللهم رب زدني علما

بعض فقہاء متاخرین کا فتویٰ اس امر پر ہے کہ اگر قہراً امام اونچا کھڑا ہو گا تو نماز مکروہ ہوگی ورنہ بلا کراہت جائز ہے۔ بعض فقہاء متاخرین کا اس امر پر فتویٰ ہے کہ بقدر رُز راع شرعی جو ایک ہاتھ نواٹلی کا تقریباً ہوتا ہے مقتدیوں سے امام کا اونچا کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ اور اگر اس مقدار سے کم اونچائی پر امام کھڑا ہو تو بلا کراہت نماز ہو جائے گی۔ اور بعض کے نزدیک اتنی اونچائی پر بھی کھڑا ہونا امام کو مقتدیوں سے مکروہ ہے کہ جس سے امام اور مقتدیوں کے درمیان اونچائی نیچائی کی تمیز ہو جائے۔ خواہ وہ اونچا ایک انگل کے ہو یا اس سے کم یا زیادہ خواہ بہت زیادہ بقدر آدم چٹا نیچے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملاطی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:-

قبل مقدار قامۃ و قبل ما يقع به الامتياز و قبل مقدار ذراع و عليه الاعتماد و کذا

فی شرح المنیة والفتاوی العالمگیریہ والفتاوی الخانیة^۱

(ترجمہ: بعض علماء نے فرمایا کہ قعد کی مقدار امام کا ہتھ دیوں سے اونچائی پر کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ اور بعض دہے علماء نے فرمایا کہ اتنا اونچا کھڑا ہونا جس سے امام اور ہتھ دیوں کے درمیان امتیاز ہو جائے مکروہ ہے۔ اور بعض نے فرمایا ایک ذراع نمازیوں سے اونچا کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ اعتماد اسی قول پر ہے شرح منیہ فتاوی عالمگیریہ اور فتاوی خانہ میں اسی طرح ہے)

بہر بیچ قول آخر پر عمل کرنے سے بالاتفاق نماز بلا کراہت ہوگی اور قول دوم پر عمل کرنے سے اگرچہ قول اول اور قول دوم کے اعتبار سے کراہت ہوگی مگر قول سوم کے اعتبار سے ضرور کراہت باقی رہے گی۔ لہذا اگر محن میں اتنی گنجائش ہو کہ امام اور مقتدی سب محن میں کھڑے ہو سکیں بلا ضرورت امام کو اونچائی پر اگرچہ اونچائی تھنی سی ہو گر کھڑا ہو کر مفت قبول آخر مرکب کراہت نہ ہونا چاہئے۔ اور اگر محن میں گنجائش نہ ہو بضرورت اونچائی پر اگر امام کھڑا ہو جائے یا بالاتفاق عند الضرورت کراہت نہیں رہتی مگر جی التحد و قول سوم کا لحاظ ضرور ہے الواقع کہ قول سوم ظاہر الروایت ہے چنانچہ علامہ ثانی رحمہ اللہ ماتحت عبارت در مختار:

وقیل ما یقع بہ الامتیاز (ای بین مقام الامام والمؤمنین) هو الاوجه ذکرہ الکمال وغیرہ^۲

(ترجمہ: ایک قول یہ ہے کہ امام کو اتنا اونچا کھڑا ہونا مکروہ ہے جس سے امام اور مقتدیوں کے درمیان امتیاز پیدا ہو جائے جی کہ قول برتر ہے اسے علامہ کمال اور دہے علماء کرام نے ذکر فرمایا ہے۔)

آگے تحریر فرماتے ہیں:

وهو ظاهر الرواية كما في البدائع قال في البحر والعاصم ان التصحيح قد اختلف

۱۔ مرقاة المفاتیح : جلد ۳ / صفحہ ۷۷ مطبوعہ مکتبہ امافیہ ملتان

۲۔ والفتاوی العالمگیریہ والفتاوی الخانیہ، یا لحاظ مرقاة المفاتیح کے نہیں ہیں محمد طہم الدین کشمیری مٹھی سے۔

۳۔ الدر المختار مع رد المحتار : جلد ۲ / صفحہ ۳۵۸ مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت

والاولی العمل بظاهر الروایة و اطلاق الحديث و کذا رجحه فی الحلیة!

☆ (ترجمہ: یہ ظاہر روایت ہے جیسا کہ بدائع میں ہے۔ البحر الرائق میں فرمایا کہ خلاصہ یہ ہے کہ حجج میں اختلاف ہے۔ بھڑے یہ کہ ظاہر روایت اور اطلاق حدیث پر عمل کیا جائے)

☆ یعنی صحت کے تینوں قولوں میں اختلاف ہے بعض قول اول کو صحیح فرماتے ہیں بعض قول دوم کو اور بعض قول سوم کو۔ ایسی صورت میں صلابہ بحر اور اشیاء و انظار علامہ زین الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ظاہر روایت یعنی قول سوم پر جو اطلاق حدیث کے مطابق ہے عمل کرنا اولیٰ ہے۔ اور علامہ شامی رحمہ اللہ صفحہ ۵۳ جلد اول رد المحتار و مطبوع مصر مع الدار الخیار کے باب رسم المفتی میں تحریر فرماتے ہیں۔

و کذا (ای برجیح احمد القولین المصححین) لو کان احدهما ظاهر الروایة و به صرح فی کتاب الرضاع من البحر حیث قال الفتوی اذا اختلفت کان الترجیح بظاهر الروایة و فیہ من باب المصروف اذا اختلف التصحیح و جب القحص عن ظاهر الروایة والرجوع الیہا۔

(ترجمہ: اسی طرح صحیح قرار دادہ و قولوں میں سے ایک کو ترجیح دی جائے گی اگر ان دونوں میں ایک ظاہر الروایہ ہو، البحر الرائق کی کتاب الرضاع میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ وہاں فرمایا توئی جب مختلف ہو جائے تو ظاہر الروایہ کو ترجیح دی جائے گی اور اسی کتاب کے باب مصروف میں ہے جب حجج کے درمیان اختلاف ہو تو ظاہر روایت کی تلاش اور اس کی جانب رجوع کرنا واجب ہے) منتظر

حودہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ الفتوی

ابو محمد عبدی العزلی المفتی فی جامع مسجد اکبر آباد



۱۔	رد المحتار :	جلد ۲ صفحہ ۳۵۸	مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت
۲۔	رد المحتار :	جلد ۱ صفحہ ۱۵۹	۱۶۰ مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت

﴿فتویٰ نمبر..... 44﴾

سوال

اکثر جولاہوں میں عورتیں لہنگا پہنتی ہیں۔ ان کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔ اور جن کی عورتیں باہر پھرتی ہیں اور لہنگا پہنتی ہیں بوجہ مغلسی کے تو اس کا کیا حکم ہے۔

الجواب

☆ لہنگا خاص طریقہ نہ ہوگا ہے۔ ☆ بے ضرورت اس کا پہننا مکروہ ہے۔ غریب ہوا اور کوئی لباس پر قادر نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ البتہ الرائق میں ہے۔

انما الممنوع فیما له بداء -

(ترجمہ: منع اس کے لیے ہے جس کا بس چلتا ہو)

اور جن کی عورتیں (ضرورت کی بنا پر ۲) باہر پھرتی ہیں اور باسعصمت ہیں ان کے پیچھے نماز مکروہ نہیں۔ اسی طرح عورت کی نماز کا حکم ہے۔

مکتبہ: المفتی السید محمد اعظم غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر..... 45﴾

سوال

پیش امام اگر بازو ٹوٹا ہوا ہو اور تکبیر تحریمہ کے وقت وہ پورے طور پر کانوں تک ہاتھ نہ لے جائے اور کھانا بھی پائیں ہاتھ سے تناول کرے اس کو امام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے امام پیچھے نماز قاسد یا مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر دوسرا اس سے علم و عمل میں بہتر نہ ہو اس کے پیچھے نماز جائز ہے ورنہ مکروہ ہے۔

کما فی الدر المختار

و یکرہ خلف امرؤ و سفیہ و مفلوج و ابرص شاع بر صہ ۱

(ترجمہ: نماز مرد بے قیوف، قائل زہد اور برص کے ایسے مریض کی اقتداء میں مکروہ ہے جس کا برص ظاہر ہو)

قال الشامی تحت عبارة المذكورة فی صفحه ۳۱۶

و کذا لک امرج یقوم ببعض قدمه فلا قضاء بغيره اولی تاثر خانیة و کذا اجزم

بیر جندی و محبوب و حاقن و من له يد واحدة فتاوی الصوفیة ۲۔

(ترجمہ: یونانی انگڑا جو قدم کے ایک حصہ پر کھڑا ہو اس کے علاوہ کسی اور صیغ کی اقتداء میں نماز اولیٰ ہے۔

تاثر خانیہ یہی حکم جذای کی امامت میں نماز ادا کرنے کا ہے بیر جندی۔ یہی حکم اس کے پیچھے نماز ادا کرنے کا

ہے جس کا آلہ تامل کٹا ہوا ہو جس نے پیشاب روکا ہوا ہو اور جس کا صرف ایک ہاتھ ہوتا ہو فتاویٰ صوفیہ)

حروہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد مدیہ اعلیٰ الرضوی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار جلد اول صفحہ ۳۱۵ تا ۳۱۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۔ رد المحتار جلد اول صفحہ ۳۱۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

﴿فتویٰ نمبر.....46﴾

سوال

بدعتی کے پیچھے نماز پڑھتو اسی وقت امداد کرے یا گھر پر جا کر یا نہیں۔

جناب مولوی غلام محی الدین نان صاحب

امام جامع مسجد شاہجہاں پور۔ ۷ دسمبر ۱۴۱۵ھ

الجواب

بدعتی کے پیچھے نماز کرو تو چرخی ہے۔

من و فر صاحب بدعة فقد اعان على هدم الاسلام ۱۔

(ترجمہ: جس نے کسی بدعتی کی عزت تو قیر کی اس نے اسلام کو گرانے پر امانت کی)

حدیث موجود ہے۔

نماز کو اسی وقت امداد کرے اور اگر خوف تھا دکان کا ہو گھر پر امداد کرے۔

☆ اتقوا مواضع التهم ۲۔

(ترجمہ: قہتوں کے مقامات سے بچو)

کتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



۱۔ الجامع الصغير مع شرح فیض القدیر، جلد ۶ صفحہ ۲۳۷ دار المعرفہ بیروت

۲۔ کشف الخطاء جلد ۱ صفحہ ۳۸ دار الکتب العلمیہ بیروت

﴿فتویٰ نمبر 47﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مستطاب شریعتین اس مسئلہ ذیل میں کہ جو شخص تعویہ داری اور تعویہ پرستی کو روافی اسلام جانے اور اس بدعت ضالہ میں دامے درمے قدمے غصے کو شاک اور شریک ہو کر ترقی دے اور نماز کے فرائض و واجبات و سنن و مستحبات سے نا بلند ہو۔ علم دینی میں بجز قرآن شریف کے اور کچھ پڑھا نہ ہو۔ صرف بیخ وقتہ نماز پڑھتا ہو۔ امام مسلمانوں کی غیبت کرنا ہو اور سب کی تحقیر کرنا اس کا معمول ہو تو ایسے شخص کا امام بنانا نماز فرائض میں از روئے شریعت خرابی محمد رسول اللہ ﷺ کیسا ہے؟۔ **بیٹو! وتوجروا!**

الجواب

هو الموفق للصواب بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

☆ ایسا شخص بدعتی ہے اور فاسق ہے۔ اور بدعتی کا امام بنانا سخت گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ جس کا دوبارہ پھیر لینا واجب ہے۔
كما في الكبير ص ۷۴:

ويكره تقديم المعتدع ايضا لانه فاسق من حيث الاعتقاد وهو اشد من الفسق من

حيث العمل!

(ترجمہ: بدعتی کو امامت کے لیے آگے کھڑا کرنا مکروہ ہے کیونکہ وہ اعتقاد کے اعتبار سے فاسق ہے اور یہ عمل کے لحاظ سے فسق سے زیادہ سخت ہے)

حورہ: العبد العاصی ابو محمد محمد دیر اعلیٰ الرضوی

المفتی جامع مسجد اکبر آباد غفر الله له ولوالديه

﴿فتویٰ نمبر.....48﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شرکی جامع مسجد میں نماز تراویح پڑھانے کے لیے کئی ایک واڑھی منڈا حافظ مقرر کیا گیا ہے وچہ اقرار ”زیہ“ سے پائیں عبارت فتویٰ طلب کیا گیا کہ ایک حافظ بہت ملازمت واڑھی منڈا کرتے ہیں آیا ایسے حافظ کے پیچھے تراویح پڑھنا شرما جائز ہے یا نہیں؟ ”زیہ“ نے حسب ذیل عبارت میں جواز کا فتویٰ دے کر خود اس حافظ کے پیچھے نماز پڑھنا شروع کی اور دھروں کو بھی اس کے پیچھے نماز پڑھنے کی ترغیب دی۔

عبارت جواب استفتاء

واڑھی منڈا وانا حرام ہے اور مرتکب حرام قاسق ہے۔ اور قاسق کے پیچھے نماز کرونا حرام بھی ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے۔

بکروہ تنزیہا امامۃ عبد اعرابی فاسق اعمی مبتدع!

(ترجمہ: غلام دیہاتی قاسق اندھے اور بدعتی کی امامت کرونا حرام ہے)

اور حدیث ابوداؤد میں ہے

لا یقبل اللہ صلوة من تقدم قوم اھم لھا کاذھون!

(ترجمہ: اللہ تعالیٰ نہیں قبول فرماتا نماز اس امام کی کہ مقتدی اس سے کراہت کرتے ہیں)

اب جناب مالی کی خدمت میں حسب ذیل سوالات کے جواب بروئے شرع ارقام فرمائے جانے کی استدعا ہے۔

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۱، صفحہ ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، مختصر، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ

۲۔ سنن ابی داؤد: جلد ۱، صفحہ ۵۹، مکتبہ امجاد، ملتان

- ۱۔ آیا صورتِ مسئلہ میں جواب جو زیہ نے دیا صحیح ہے یا کیا؟
- ۲۔ فاسق و مبتدئ کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوتی ہے یا مکروہ تنزیہی؟
- ۳۔ اگر سوال مذکور کا جواب زیہ کی جانب سے ٹھیک نہیں ہے اور فاسق و مبتدئ کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے تو ایسی حالت میں ایسے غلط فہمی تحریر کرنے کی ہایت کیا حکم ہے؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

اصل عبارت تحریر الابصار متن درج ذیل ہے

وبكره امامه عبد و اعرابي و فاسق و اعمى الا ان يكرن اعلم القوم فهو اولي!

(ترجمہ: مکروہ ہے امامت غلام اور اعرابی اور فاسق اور اندھے کی لیکن اگر یہ لوگ سب قوم میں سے مسائلِ دین زیادہ جانتے ہوں تو ان کے پیچھے بالکل باکراہت جائز بلکہ اولیٰ ہے)

لین چنانکہ عبارت مشن ساکت تھی اس امر سے کہ آیا ان سب کی امامت مکروہ تحریمی یا تنزیہی اور فی الواقع بعض ان میں وہ لوگ ہیں جن کی امامت مکروہ تنزیہی ہے۔ اور ان میں فاسق کی امامت مکروہ تحریمی۔ علامہ صفحہ علی رحمہ اللہ نے اپنی شرح درمختار میں وبکرہ کی شرح میں تحریر فرمایا کہ اس مقام پر مراد کراہت سے کراہت تنزیہی ہے۔ اور اس تفسیر سے چونکہ یہ امر متوہم ہوتا تھا کہ فاسق کی امامت بھی مکروہ تنزیہی ہے اس کی بابت اس سے آگے اخیر میں تحریر فرمادیا کہ جن کی امامت مکروہ تنزیہی ہے چونکہ ملحد کراہت ان لوگوں میں جہالت تھی مسائلِ دینیہ سے اس واسطے کہ غلام کو بوجہ خدمت ہونے کا بافراست تحصیل نہیں ہوتی اور اعرابی یعنی

۱۔ تدویر الابصار مع القدر المختار و رد المحتار: جلد اول، صفحہ ۱۳۳، ۱۳۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

نوٹ: فقہو اولیٰ کے الفاظ متن تحریر الابصار کے نہیں بلکہ اس کی شرح درمختار کے ہیں

کاؤں والے اکثر مسائل سے جا مل جاتے ہیں۔ اور اندھا بوجہ معذور ہونے کے اکثر پاکی کی ناپاکی میں احتیاط بہت کم کر سکتا ہے۔ اور تحصیلِ علم دین سے بھی معذور رہ جاتا ہے لہذا اگر یہ لوگ اہلِ التوم ہوں یعنی سب میں زیادہ جانتے والے مسائلِ دینیہ کے تو پھر بوجہ رفع ہو جانے طہارتِ کرامت ان کی امامت پر بہت اوروں کے اولیٰ ہوگی۔ مگر فاسق کی امامت چونکہ مکروہ تحریمی اور علتِ کرامت اس کی بے پرواہی ہے امورِ دینیہ سے بوجہ فاسق ہونے سے یعنی داڑھی منڈوانے یا ایک شست داڑھی نہ رکھنے اور کتروانے کے علیٰ غرہ القیاس تحریر فرما دیا کہ مکروہ تحریمی ہوا اہلِ التوم ہونے کے اس کی امامت کا اولیٰ ہو جانا مخصوص ہے بظاہر ان لوگوں کے ساتھ جو فاسق نہ ہوں۔ مگر ورنہ فاسق تو اگر اہلِ علم بھی ہو جب بھی اس کی امامت مطلقاً مکروہ رہے گی یعنی مکروہ تحریمی نہ کہ مکروہ تحریمی۔

چنانچہ صفحہ ۶۷۷ شامی مطبوعہ دہلی میں علامہ شامی رحمہ اللہ ماتحت قولہ غیر الفاسق کے تحریر فرماتے ہیں۔

ولعل وجهه ان تنفير الجماعة بتفديمه يزول اذا كان الفضل من غيره بل التنفير يكون في تفديم غيره و اما الفاسق فقد عللوا كراهة تفديمه بانه لا يهتم لا مردينه و بان في تفديمه للامامة تعظيمه و قد وجب عليهم اهانته شرعا و لا يخفى انه اذا كان اعلم من غيره لا تزول العلة فانه لا يؤمن ان يصلي بهم بغير طهارة فهو كالمبتدع نكوه امامته بكل حال بل مشى في شرح المعنية على ان كراهة تفديمه كراهة تحريم لما ذكرنا قال و لذا لم تجز الصلوة خلفه اصلا عند مالک و رواية عن احمد فلذا حاول الشارح في عبارة المصنف دخول الاستثناء على غير الفاسق! واللہ اعلم!

(رد المحتار جلد اول صفحہ ۵۶۰ مطبوعہ مصر)

(ترجمہ: یہ جو صلابہ درجی تحریر فرماتے ہیں کہ اگر یہ لوگ اہلِ التوم ہوں تو پھر فاسق کے علاوہ ان کی امامت مکروہ نہ رہے گی بلکہ اولیٰ ہوگی غالباً اس کی یہی وجہ ہے کہ جب وہ لوگ عالم ہوں گے لوگ ان سے نفرت نہ

کریں گے مگر فاسق اگر عالم بھی ہو تو اس کی امامت مکروہ ہے اس واسطے کہ جب وہ دین سے بے پرواہ ہے تو خوف ہے کہ بے وضو ہی نماز پڑھادے لہذا اشل بدعتی کی امامت کے ہر حال میں اس کی امامت بھی مکروہ ہے۔ خواہ وہ عالم ہو یا جاہل۔ بلکہ شرح منیہ میں اس کے واسطے نص کر دی کہ امامت فاسق مکروہ چتر ہے۔ اور اسی قصد سے صاحب درمختار شارح تحریر نے استثنائاً کو کلاماً باتن میں غیر فاسق پر محمول کر کے ظاہر کر دیا کہ صاحب تحریر کے نزدیک بھی فاسق کی امامت مکروہ چتر ہے۔ اور اوروں کی مکروہ چتر یہی)

ہاں البتہ اگر ایسا امام فاسق ہو کہ اس کو دور نہ کر سکیں اور کسی دوسری جگہ بھی نماز باجماعت صالح امام کے پیچھے نہ مل سکے تو ترک جماعت سے فاسق کے پیچھے نماز پڑھ لے لیا بہتر ہے۔ اور ترک جماعت کا نگاہ فاسق کے پیچھے نماز پڑھ لینے سے زائد ہے۔ اسی واسطے جب باجماعت نماز بجز اقتداء امام فاسق کے کہیں میسر نہ آئے بالاتفاق سب تحریر فرماتے ہیں کہ فاسق کے پیچھے نماز جائز ہے بشرطیکہ بالاتفاق جائز مع انکراست سے ہے۔ جمہور فقہاء تحریر فرماتے ہیں کہ اس نماز کو دوبارہ پھیر لیا جائے۔ ہذا اور جو شخص دوبارہ نہ پھیرے گا فاسق اور گنہگار ہوگا۔ چنانچہ صفحہ ۳۰۶ درمختار مطبوعہ دہلی علی باشی ردا المحتار میں مطلب واجبات اصولاً میں ہے:

ولہا واجبات لا تفسد بترکھا و تعاد وجوبا فی العمد والسهو ان لم یسجد لہ و ان لم یعدھا یکون فاسقا اثما و کذا حکم کل صلوۃ ادبت مع کراہۃ التحريم نجب اعادتها!

(ترجمہ: نماز کے کچھ واجبات ہیں جن کے ترک کر دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن ان کے جان بوجھ کر ترک کر دینے اور بھول کر چھوڑنے سے بشرطیکہ اس صورت میں تہجد کی تہجد ہو یا مادہ واجب ہے۔ اگر مادہ نہ کرے گا تو کراہا گار اور فاسق ٹھہرے گا یہی حکم ہر اس نماز کا ہے جسے کراہت تحریر کے ساتھ دیا گیا ہو کہ اس کا مادہ واجب ہے)

اور بصورت چتر یہی بھی نماز کا دوبارہ پھیرنا مستحب ہے صفحہ ۳۰۶ ردا المحتار میں ہے

والحق التفصیل بین کون تلک الکراہۃ کراہۃ تحریم فجب الاعادۃ او تنزیہۃ

فستحبہ!

(ترجمہ: حق یہ ہے کہ اس کراہت میں تفصیل ہے اگر وہ کراہت تحریمی ہے تو نماز کا مادہ واجب ہے اور اگر کراہت تحریمی ہے تو مادہ مستحب ہے)

البتہ انکاشہ بعض عبارات کتب فقہ اور عقائد سے پیدا ہوتا ہے کہ ان میں ملامت فاسق کو بلا قید تحریم و تنزیہ مطلقاً مکروہ لکھا ہے۔ پھر بلا وہ اس کو کراہت تحریمیہ پر کیوں محمول کیا جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں کراہت مطلقاً بلا قید تحریم و تنزیہ بیان کی جائے اس سے مراد کراہت تحریمیہ ہوتی ہے اور کراہت تحریمیہ کا ارتکاب حرام کے برابر ہوتا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۲۱۴ در مختار مذکور میں ہے

کل مکروہ ای کراہۃ تحریم حرام امے کالحرام فی العقوبۃ بالنار عند محمد رحمہ اللہ وعندہما الی الحرام القرب ۲

(ترجمہ: ہر مکروہ یعنی مکروہ تحریمی حرام ہے یعنی دوزخ میں عذاب کے اعتبار سے حرام کی مانند ہے یہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے اور حضرات شیخین رحمۃ اللہ علیہما کے ہاں حرام کے زیادہ قریب ہے)

قال الشارح

قوله کراہۃ تحریم و ہی المراد عند الاطلاق کما فی الشرح ۳

(ترجمہ: قولہ: کراہت تحریمی کے ساتھ مکروہ۔ جب تک مکروہ مطلق ہو تو اس سے مراد یہی مکروہ ہوتا ہے)

علاوہ ازیں جن فقہانے تصریح کراہت تحریمیہ کی کردی ہے وہ مضر بیان روایات کی جن میں کراہت

- | | | | |
|----|------------------------------|--------------------|----------------------------------|
| ۱۔ | رد المحتار : | جلد اول ' صفحہ ۳۳۷ | مطبوعہ مکتبہ و شبلیہ کونہ |
| ۲۔ | الدر المختار مع رد المحتار : | جلد ۱ ' صفحہ ۳۰۹ | مطبوعہ دار الفرائد العربیہ بیروت |
| ۳۔ | رد المحتار : | جلد اول ' صفحہ ۳۰۹ | مطبوعہ دار الفرائد العربیہ بیروت |

مطلق ہے جس کا ذکر بحوالہ شرح منیہ عبارت مذکورہ رد المحتار میں گزر چکا۔ لہذا زید فتویٰ دہندہ بھی بوجہ تقسیم و تریک
ہل فسخ فاسق ہو گیا اور زید اگر ایسے لوگوں کے پیچھے گاہے گاہے نماز پڑھ لیتا ہے تو مرکب گناہ و سفیرہ ہے۔ اور
اگر ایسے فاسقوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی اور وہ کوتر غیب دیتا ہے اور خود بھی بلا ضرورت ہمیشہ پڑھتا ہے تو اس
کی عدالت بھی ساتھ ہو جائے گی اور رفتہ بہت ہلال تک میں اس کی شہادت غیر معتبر ہوگی چہ جائے کہ دگر
معاملات دینی میں اس کا اعتبار کیا جائے۔ صفحہ ۳۰۲ ثانی میں ہے

صرح العلامة ابن نجیم فی رسالہ المولفۃ فی بیان المعاصی بان کل مکروہ
تحريم من الصفات و صرح ايضا بانهم شرطوا لاسقاط العدالة بالصغيرة الادمان عليها
(ترجمہ: علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے گناہوں کے بیان میں تالیف فرمودہ اپنے رسالہ میں اس امر کی صراحت
فرمائی ہے کہ ہر مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ و سفیرہ ہے۔ نیز علماء نے سفیرہ گناہ کے ارتکاب کے باعث عدالت
کے اقاط کے لیے اس پر مامور کو حرام قرار دیا ہے) واللہ اعلم و علمہ احکم

حورہ: العبد الرائي رحمۃ ربہ التقویٰ

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی النحوی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر.....49﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین

- 1- ایک شخص نے جان بوجھ کے قصداً بسبب دنیاوی رہنمائی کے فعلی حال کو حرام کر دیا۔
 - 2- غیر مقلدوں کو امداد دی۔
 - 3- شرعی معاملہ میں مختلف جماعتی شہادت دے
 - 4- چار مسلمان اہل سنت و جماعت سے شرعی فعلی حال کو حق اور سچا تسلیم کر کے مخرف ہو گیا۔
- اور یہ شخص پیش امام ہے۔ ایسے شخص کے واسطے شرح شریف نے کیا حکم دیا ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتاب تحریر کریں اور اپنی مہر ثبت کریں۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

ایسے شخص کے پیچھے نماز کرو تھر یہ ہوتی ہے۔ لہذا ایسے شخص کا امام بننا قلعاً جائز ہے اور مودب گناہ ہے۔ اس واسطے کہ وہ فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز کرو تھر یہ ہوتی ہے۔ چنانچہ کبیری میں ہے۔

ولو انهم قلعوا فاسقا یا لعون بناءً علی ان کراهة تفدیہ کراهة تحریم لعدم

اعتنائه بامور دینہ۔

(ترجمہ: اگر لوگوں نے کسی فاسق کو امامت کے لیے آگے کر دیا تو وہ گناہ گار ہوں گے۔ کیونکہ اسے امامت کے لیے آگے کرنا مکرو تھر جی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے دین کے معاملات میں اوجہ نہیں دیتا)

اور اگر حرام قطعی کو حلال یا حلال قطعی کو اس نے حرام کر دیا ہے تو اس سے تو یہ کرا کر اس کی بیوی سے اس کا دوا رو نکاح پر عادی بنا ضروری ہے۔ ☆ اس واسطے کہ حرام قطعی کو حلال اور حلال قطعی کو حرام کہہ دینے سے کافر ہو جاتا ہے۔

کافی شرح المفہم:

والاستحلال کفر ۱۱

(ترجمہ: حرام کو حلال قرار دینا کفر ہے)

حورہ:

محمد دینار علی حنفی مفتی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 50﴾

سوال

شریعت کے مطابق یاں فرمائیں کہ کوئی شخص صبح کی نماز ہمیشہ قضا پڑھتا ہو فرضوں کے بعد والے نفل بھی نہ پڑھتا ہو آیا ایسے شخص کے پیچھے نماز کسی وقت کی ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نماز صبح بلا غدر شرعی ہمیشہ قضا پڑھنا فرض ہے بلکہ صبح اور عشاء کی نماز کی یہ نسبت تو صریح حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ یہ دونوں نماز پڑھنا منافقوں پر بہت ہی بھاری ہے اور یہ اس وقت ادا کرنا واجب نہیں انکشاف کو بعد نماز صبح جماعت میں نہ پایا چنانچہ صفحہ ۹۲ مکتبہ شریف میں ہے۔

☆ عن ابی ابن کعب قال صلی بنا رسول اللہ ﷺ یوما الصبح فلما سلم قال اشاهد فلان قالوا لا قال اشاهد فلان قالوا لا قال ان ہاتین الصلوتین اثنفل الصلوات علی المنافقین (۱)

☆ (ترجمہ: حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں نماز صبح پڑھائی جب سلام پھیرا فرمایا کیا فلاں موجود ہے صحابہ نے عرض کیا نہیں فرمایا کیا فلاں موجود ہے صحابہ کرام نے عرض کیا نہیں فرمایا یہ دو نمازیں منافقوں پر سب سے زیادہ بھاری ہیں)

اور صفحہ ۹۲ مکتبہ شریف میں ہے کہ

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن سلیمان نامی صحابی کو جو ہمیشہ شب بیدار مشغول عبادت پروردگار رہتے تھے صبح کی نماز میں بوجہ مکان شب بیداری حاضر نہ پایا ہے لیکن ہو گئے اور فرمایا کہ اگر وہ واقف ہوتے

اس فضیلت جماعت صبح سے جس کو میں جانتا ہوں تو رات بھر سوچے نماز کی جماعت فغانہ کرتے (۱)
 اور تیسری حدیث مسلم شریف میں وارد ہے کہ جو سوتا رہ جاتا ہے اور نماز کو نہیں اٹھتا۔ اس کے دونوں
 کانوں میں شیطان پیٹا ب کرتا ہے (۲)

☆ پھر ایسے شخص کے جو ہمیشہ نماز صبح فغا کر کے پڑھتا ہو فاقی ہونے میں کیا کام ہے۔ جب تک وہ
 توبہ نہ کر لے اور صبح کی نماز مثل دیگر نمازوں کے جماعت سے پڑھنا شروع نہ کر دے ہرگز اس کو نام بٹا جائز
 نہیں ہے اور اس کو امام بنائی دیا گیا تو جماعت کا ثواب مل جاوے گا مگر اس نماز کا دوبارہ پھیرنا بوجہ مکروہ ہو جانے
 نماز کے بلاشبہ واجب ہے کما هو من الشامي وغنية المستملی وغیر هما من کتب الفقہ مثلاً

(۱) مشکوٰۃ المصابیح مع شرح مرآۃ العناجیح جلد اول صفحہ ۹۷ مطبوعہ عہدہ القرآن لاہور
 نوٹ حدیث پاک کے الفاظ ہیں

☆ عن ایسی یکر بن سلیمان بن ابی حمزة قال بن عمر بن الخطاب قد سلیمان بن ابی حمزة فی صلوۃ
 الصبح وان عمر غدا إلى السوق ومسکن سلیمان بین المسجد والسوق فمر علی الشفاعة سلیمان فقال لها
 لم أر سلیمان فی الصبح فقلت إنه بات یصلی فقلتہ عنہا فقال عمر لأن أشهد صلوۃ الصبح فی جماعة أحب
 الی من ان اقوم لیلۃ۔ رواہ مالک۔ مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۹ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ لکھنؤ

(ترجمہ حضرت ابو بکر بن سلیمان بن ابی حمزہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت قاروق رحمہ اللہ عنہ نے حضرت سلیمان
 بن ابی حمزہ رحمہ اللہ کو نماز صبح میں نہ پایا۔ حضرت قاروق رحمہ اللہ صبح کے وقت بازار گئے۔ حضرت سلیمان رحمہ اللہ مکان
 مسجد بازار کے درمیان تھا آپ رحمہ اللہ عنہ حضرت سلیمان رحمہ اللہ کی والدہ ماجدہ حضرت ام شفا رحمہ اللہ عنہا کے پاس سے
 گزرے انہیں کہا میں نے سلیمان کو صبح کی نماز میں نہیں دیکھا عرض کرنے لگیں اس نے ماری دیا نماز (فعل) ادا کر کے گذاری تو
 (صبح کے وقت) ان کی آنکھ لگی حضرت قاروق رحمہ اللہ عنہ نے فرمایا مجھے صبح کی نماز کے وقت جماعت میں ماضی ہوا تھا حضرت
 کے قیام سے تیرے دلچسپ ہوئے۔ چاہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے)

(۲) صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۳۳۱ کتاب ۱۹ باب ۱۴

نوٹ حدیث پاک کے کلمات الفاظ ہیں۔

ذکر عند النبی ﷺ رجل قبل ما زال نالما حتی أصبح ما قام الی الصلاة فقال بال الشيطان فی ذنہ

اور دے نفل کو بے وقت کچھ کر کسی وقت بھی نہیں پڑتا یا نفل جو سنت رسول اللہ ﷺ ہے اس کو ہلکا اور بے وقت کچھ کر نہیں پڑتا ہے تو خوش کفر ہے۔ اس واسطے کہ چھوٹی سنت رسول اللہ ﷺ کو بھی ہلکا سمجھنا کفر ہے:

چنانچہ الرائق میں

من تخفف سنة من سن المرسلين فقد كفر^(۱)

☆ (ترجمہ: جس شخص نے انبیاء کرام علیہم السلام کی سنتوں میں سے کسی سنت کو ہلکا جانا وہ کافر ہو گیا) اور صفحہ ۲۹ خاتمہ مسامرۃ میں ہے

قد حکموا بالكفر بالمواظبة على ترك السنة استخفافا بها^(۲)

(ترجمہ: علماء کرام نے سنت کو ہلکا جان کر ہمیشہ ترک کرنے پر کفر کا حکم صادر فرمایا ہے) مختص

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ مفتی جامع مسجد



(۱) البحر الرائق شرح کتب الدلائل جلد ۵ صفحہ ۱۳۰ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت

زیر نظر نسخہ تصحیح و تصحیف (ویکفر) یا مستحافہ بسنة من السنن

(۲) المسامرۃ صفحہ

﴿فتویٰ نمبر..... 51﴾

سوال

جناب مفتی صاحب السلام علیکم !

عرض یہ ہے کہ سود خورا اور سود دینے والے اور تعزیر میں چندہ دینے والے کے پیچھے جماعت ہو سکتی ہے یا نہیں۔

بینوا تو جروا

۲۰ مارچ ۱۹۹۷ء

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہم رب زدنی علما

☆ ایسا شخص فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمہ ہے کما فی الہدایہ

و یکوہ العبد لانه لا یتفرغ للتعلیم والأعرابی لأن الغالب فیہم الجہل والفاسق

لانه لا یتہم لا مردیہ (۱)

(ترجمہ: غلام کو امام بنانا مکروہ ہے کیوں کہ تعلیم حاصل کرنے کے لیے اس کو فراغت نہیں ہوتی۔ دیہاتی کو بھی

امام بنانا مکروہ ہے کیوں کہ ان میں زیادہ تر جہالت ہوتی ہے۔ اسی طرح فاسق کو امام بنانا مکروہ ہے کیوں کہ وہ

اپنے دین کے معاملہ کا اہتمام نہیں کرتا)

و فی الشرح الوقایہ:

فان ام عبد او اعرابی او فاسق او اعجمی او مبتدع او ولد الزنا کرہ (۲)

(۱) الہدایہ: جلد اول جزء ۱ صفحہ ۶۳ ۶۴ ۶۵ مطبوعہ اداره القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی۔

(۲) شرح الوقایہ جلد اول صفحہ ۱۵۲ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

(ترجمہ: اگر غلام یا بدوی یا فاسق یا بدعتی یا دلدار لڑکا نے امامت کرائی تو وہ مکروہ ہے)

و فی صفحہ ۴۷۹ من الکبیری :

لو قدموا فاسقا یا ثمونا بناء علی ان کراهة تقديمه کراهة تحریم لعدم اعتنائه بامور دینہ و تساهله فی الاتیان بلوازمه فلا یبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلوة و فعل ما ینافیها بل هو الغالب بالنظر الی فسفه و لذا لم تجز الصلوة خلفه اصلا عند مالک رحمہ اللہ و روایة عن أحمد إلا أنه جوزناها مع الکراهة لقوله علیه الصلوة والسلام صلوا خلف کل ہر وفاجو (۱)

(ترجمہ: اگر لوگوں نے کسی فاسق کو امام بنالیا تو وہ گنہگار ہوں گے اس لیے کہ اس کو امام بننا کر آگے کرنا مکروہ تحریمی ہے کیوں کہ وہ اپنے دینی امور میں توجہ نہیں دیتا اور اس کے لوازمات کو ادا کرنے میں سستی کرنا ہے تو اس سے کوئی بعید نہیں کہ نماز کی بعض شرطوں میں مثل ذوال دسے اور ایسے کام کرے جو اس کے متانی ہوں اس کے فسق کو مد نظر رکھتے ہوئے بھی گمان غالب ہے ہذا امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے پیچھے نماز اصلا جائز نہیں اور امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت بھی یہی ہے لیکن ہم نے کراہت کے ساتھ اس کی امامت کو جائز رکھا ہے کیوں کہ نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہر نیک اور بد کے پیچھے نماز ادا کرو)

☆ علاوہ بری تقریر میں چند دینے والا اگر ثواب سمجھ کر چند دیتا ہے بدعتی ہے اور بدعتی کا امام بننا سخت مکروہ ہے سو اس واسطے کہ بدعت محل فسق و فحور سے بہت ہی بدتر ہے کما فی الکبیری

بکروہ تقديم المبتدع ايضا لانه فاسق من حيث الاعتقاد و هو اشد من الفسق من حيث

العمل لان الفاسق من حيث العمل يعترف بانه فاسق و يخاف لیستغفر بخلاف المبتدع (۲)

(۱) إغیة المستملی شرح منیة المصلی صفحہ ۴۷۹ مطبوعہ دیوبند

II إغیة المستملی شرح منیة المصلی صفحہ ۵۱۳'۵۱۴ مطبوعہ سہیل اکیلمی لاہور.

(۲) إغیة المستملی شرح منیة المصلی صفحہ ۴۷۹ مطبوعہ دیوبند

II إغیة المستملی شرح منیة المصلی صفحہ ۵۱۳'۵۱۴ مطبوعہ سہیل اکیلمی لاہور.

(ترجمہ: بحق کو امامت کے لیے آگے کھڑا کرنا بھی مکروہ ہے کیونکہ وہ مقتاد کے اعتبار سے فاسق ہے اور یہ عمل کے اعتبار سے فسق سے زیادہ سخت ہے کیونکہ عمل کے لحاظ سے فاسق اپنے فاسق ہونے کا اعتراف کرتا ہے اور ڈرتا رہتا ہے کہ استغفار کرے جب کہ بدعتی کا مال اس کے خلاف ہے)

اور درختار مطبوعہ مصر فی صفحہ ۲۳۷ جلد اول میں ہے

کل صلوۃ ادیت مع کراهۃ التحريم تجب اعادةها والمختار انه جابر للاول لان الفرض لا يتكدر (۱)

(ترجمہ: ہر نماز جسے کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کیا جائے اس کا امادہ واجب ہے اور بخاریہ ہے کہ وہ باہر چڑھی گئی نماز پکی کے نقصان کا ازالہ کرتی ہے کیوں کہ فرض نماز کا کھرا نہیں)

یعنی جو نماز کراہت تحریمہ کے ساتھ ادا کی جاوے اس کا پھیرنا واجب ہے چنانچہ شامی کے اسی صفحہ مذکور درختار میں ہے:

والحق التفصيل بين كون نلک الکراهۃ نحریمۃ فیجب الاعادة او تنریہۃ

فتن مستحب (۲)

(ترجمہ: بحق یہ ہے کہ اس بارے میں تفصیل ہے اگر کراہت تحریمی ہے تو امادہ واجب ہے اور اگر محض مستحب ہے تو مستحب)۔

نقد: واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی رحمہ اللہ

مفتی جامع مسجد اکبر آباد

۲۸ جمادی الاول ۱۴۳۵ھ



(۱) الذر المختار مع رد المختار جلد اول صفحہ ۴۳۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

(۲) رد المختار جلد اول صفحہ ۴۳۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

﴿فتویٰ نمبر ۵۲﴾

سوال

میں نے مسل متعلقہ آٹا فریہ صاحب کو حسب الارشاد ڈپٹی صاحب سلمہ من اولہ الی آخرہ دیکھا۔
 وہ یہ اد مسلسل سے ظاہر ہے کہ عید عداالت مہد حضرت سلطان عالم گیر تازی رحمۃ اللہ علیہ میں بعض خدمت
 خطابت و امامت عید گاہ حافظ عبداللطیف صاحب مرحوم کا ایک روپیہ روز مقرر ہوا تھا اور پھر وہ وکیلہ کچھ کی کے
 ساتھ ان کی اولاد میں مرزا حیدر صاحب تک منتقل ہوا چلا آیا اور بدستور اب تک ان کو اور ان کی اولاد کو بلا
 لحاظ دادائے خدمت مذکور مل رہا اور مل رہا ہے اور یوں چاہی رہ جانے اولاد حافظ عبداللطیف صاحب مرحوم اور
 باوصف شہیدیات مکررہ نہ کوشش کرنے مرزا حیدر صاحب ان کے صاحبزادہ آٹا فریہ صاحب تحصیل علوم شریعہ
 دینی میں اور تافوش ہونے نمازیوں کے جن میں ملا بھی ہوتے ہیں ان کو خطابت اور امامت یعنی خدمت
 خطابت و امامت سے باوصف جاری رکھنے وکیلہ معینہ سے علیحدہ کر دیا گیا۔ پھر جب ان کی درخواست امامت
 و خطابت پر مولانا رمضان صاحب مرحوم کو حکم امتحان دیا گیا اور حسب درخواست مرزا صاحب موصوف
 مرزا صاحب کو امتحان دینے کے بھی آٹھ سات دن کی مہلت بھی دی گئی۔ مگر بایں ہمہ بعد امتحان مرزا صاحب
 مواجہہ مولانا سعادۃ اللہ صاحب و امام صاحب مد اللہ ظہبہا مولانا مرحوم تحریر فرماتے ہیں۔

”کچھ مسائل دریافت کیے تھے جن میں سے فرائض و واجبات پورے نہیں بیان کیے ترکیب نماز عید
 بھی کمال نہیں بتائی قرآن مجید کی صحت قرأت بھی قابل اطمینان نہیں خارج سے ناواقف معلوم ہوتے ہیں“

اندریں صورت حکم مورخہ نمبر ۱۷۷۱۱۱ صاحب سلمہ اللہ عن حج آفات الدینیہ والدینیہ کا یہ معلوم
 ہوا ہے کہ مجھ سے فتویٰ اس امر کے بارے میں مطلوب ہے کہ ایسے خطیب کی امامت و خطابت جائز ہے یا
 نہیں؟

الجواب

صفحہ ۴۱۳ درختار میں ہے۔

و لو ام قوما و هم له کارهون ان الکراهة لفساد فيه اولانهم احق بالامامة منه کمره
له ذلک تحریما لحدیث ابی داؤد هـ ولا یقبل الله صلوة من تقدم قوما و هم له کارهون و
ان هو احق لا و الکراهة علیهم و

(ترجمہ: اگر کسی نے ایسے لوگوں کی امامت کرائی جو اسے ناپسند کرتے ہیں اگر ان لوگوں کی ناپسند یہی اس میں
کسی بگاڑ کے باعث ہے یا اس لیے ہے کہ وہ خود اس سے امامت کے زیادہ مستحق ہیں تو اس کے لیے امام بننا
محروم و حرجی ہے۔ کیونکہ سنن ابی داؤد میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا جو ان لوگوں
کے آگے ہو کر امامت کرائے جو اسے ناپسند کرتے ہوں۔ اور اگر وہ خود امامت کا زیادہ مستحق بن جائیں تو کراہت نہیں
پھر ان کی کراہت ان پر لوٹ جائے گی)

قال الشامی رحمه الله

قوله لحدیث هكذا رواه فی النهر بالمعنی و عزاه الى الحلبي صاحب الحلیة مع
انه فی الحلیة ذكره مطولا و نقله فی البحر عنها و
(ترجمہ: قولہ: حدیث کی وجہ سے النہر میں ہے اسی طرح بالسنن روایت ہے۔ علامہ مطہری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے
صاحب علیہ کی طرف منسوب فرمایا ہے حالانکہ علیہ میں یہ طوالت کے ساتھ ہے اور البحر میں اسی سے نقل فرمایا
ہے)

یعنی اگر کوئی شخص کسی قوم کی امامت کرے اور وہ لوگ اس کی امامت سے کراہت کریں اگر ان کی

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۲ صفحہ ۴۵۴ مطبوعہ دار اسمااء التراث العربی بیروت

۲۔ رد المحتار: جلد ۲ صفحہ ۴۵۴ مطبوعہ دار اسمااء التراث العربی بیروت

کراہت بوجہ کسی نساؤ دینی کے ہوا اس وجہ سے ہو کہ وہ یہ نسبت اس کے امامت کے زیادہ حق دار ہیں تو اس کو امامت کرنا مکروہ تحریمہ ہے اس واسطے کہ ابو داؤد میں ہے کہ حضور رسالت مآب ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ نہیں قبول کرنا نماز اس شخص کی جو کسی قوم کا امام بن جائے اور وہ لوگ اس سے کراہت کرتے ہوں۔
علامہ شامی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ

یہی مضمون نہر میں ہے اور ایسا ہی علیہ میں ہے اور صاحب علیہ علی کی طرف اس روایت کو نسبت کرتے ہیں اور ایسا ہی البحر الرائق میں۔

اور صورت مسئلہ میں ظاہر ہے کہ کراہت لوگوں کی شخص مذکور کی امامت و خطابت میں بوجہ نساؤ دینی کے ہے (جس کا شرعاً اعتبار ہے) نہ کہ نفسانیت سے کہ جو ہرگز قاطل اعتبار نہیں آیا اس وجہ سے ہے کہ یہ نسبت شخص مذکور زیادہ حق دار امامت و خطابت باعتبار علم و فضل کے جماعت میں موجود ہوتے ہیں اور غالباً اسی وجہ سے ان کو ان کے عہدہ سے علیحدہ کیا گیا ہے۔ مختار

حورہ: العبد المذنب رابی رحمۃ ربی الغنی

ابو محمد محمد دین ارطغرلی مفتی

جامع مسجد اکبر آباد

۱۳ نومبر ۱۷۰۷ء



﴿فتویٰ نمبر..... 53﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عرصہ بیس یا بیس سال سے ایک شخص مسجد لال کرتی میں امامت کرتا تھا۔ چونکہ عرصہ چار سال سے اس کی حرکات ناشائستہ مثل قمار بازی وغیرہ کے متواتر اس کی دیکھنے میں آئیں۔ لہذا اس کو چند مرتبہ اس فعلی قبیح سے متنبہ بھی کیا گیا۔ لیکن باوجود فہمائش کمال کے وہ حرکات ناشائستہ سے باز نہ آیا۔ اور چند مرتبہ معافی تقصیرات کی دی گئی۔ اب اس امام کو اہل محلہ نے عرصہ ایک ماہ سے مسجد سے علیحدہ کر دیا۔ اس نے چند آدمیوں کو اپنا مشیر بنا کر ماحاطہ مسجد سے باہر لوگوں کو علیحدہ نماز پر حانا شروع کر دیا۔ جس وقت مسجد کے اندر جمعہ کا خطبہ پڑھا اور اذان نماز ہوتی ہے اس وقت وہ دوسرا امام بھی مسجد کے باہر یہی کام کرتا ہے اور مسجد کی آواز باہر اور باہر کی آواز اندر دن مسجد آتی ہے اس صورت میں مسجد کے اندر اور باہر نماز ہوتی یا نہیں۔ بینوا تو جو روا

سائل: حافظ رحمت اللہ۔ ۲۳ دسمبر ۱۹۱۵ء

الجواب

هو اعلم للحق والصواب

ایسا امام شرعاً لائق امامت نہیں تمام کتب میں ہے۔

تکرہ اعصامۃ الفاسق ما۔

(ترجمہ: فاسق کی امامت مکروہ ہے)

ما فتویٰ مع شرح الباب جلد اول صفحہ ۹۰ مطبوعہ بیروت میں ہے

ویکروہ تغذیم العبد والاعرابی والفسق

(ترجمہ: تلامذہ و اہل اعراب و فاسق کو امامت کے لیے آگے نہ کرنا مکروہ ہے)

☆ اور جن لوگوں نے اُس کی امانت کی ہے اور ایک نئی جماعت مسجد سے علاحدہ قریب مسجد قائم کی ہے وہ سب گنہگار ہیں اور توبہ کے الٹ ہیں قرآن مجید میں ہے:

﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَارْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِشَهَادَاتِهِمْ لَكَذِبُونَ ۖ﴾

(یعنی جنہوں نے ایک نئی مسجد ضد اور کفر پر بنائی اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے واسطے اور جو خدا اور رسول سے لڑ رہا ہے یعنی بدکار ہے اس کی حمایتی (سراغ رساں) بنے اور قسم کھائی جائے گی کہ یہ کام ہم نے اچھا سمجھ کر کیا تھا۔ پس اللہ کو اسی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں) ان لوگوں کو توبہ کرنا چاہئے اور خدا کے مذاہب اور حکم شریعت کے خلاف کرنے سے بچیں۔ اور جہاں تک ممکن ہو مسجد کے برابر دوسری جماعت نہ کرنے دیں۔ مسجد والوں کی نماز میں کچھ نقصان نہیں۔ فقط

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّرَافِ وَعِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ.

عاجز محمد رمضان علیٰ عنہ

مفتی واعظ جامع مسجد آگرہ

۲۵ دسمبر ۱۹۱۵ء



﴿فتویٰ نمبر..... 54﴾

سوال

اقتداء حنفی کی نا اہلی مذہب کے پیچھے جو آمین بالجہر نہ کرتا ہو جائز ہے؟ اور جمعہ کے سوا اور وقت نماز میں جماعت کا مادی نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

سائل: سلامت علی مولیٰ مسجد فتح آباد ضلع آگرہ
نیم جولائی ۱۹۶۶ء

الجواب

هو الصواب

اقتداء نا اہلی مذہب کے پیچھے درست ہے جب تک کسی مختلف فیہ مسئلہ پر احتیاط نہ کرتا ہو۔ کذا فی الشامی

ذہب عامة مشائخنا إلى الجواز إذا كان يحاط في موضع الخلاف وإلا فلا!

(ترجمہ: ہمارے امام مشائخ کا مذہب یہ ہے کہ حنفی مذہب نہ رکھنے والے امام کی اقتداء جائز ہے جب کہ اختلاف کے مواقع میں احتیاط نہ کرتا ہو اور نہ جائز نہیں ہے)

☆ جو شخص بلا وجہ ترک جماعت کرتا ہو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی۔

لو تركها اهل مصر يومرون بها فان قبلوا والا يقاتلون عليها لانها من شعائر الاسلام! منتظر

☆ (ترجمہ: اگر کسی شہر والوں نے اسے (نماز یا جماعت کو) ترک کر دیا تو ان کو اس کا حکم دیا جائے گا۔ اگر قبل

کر میں تو نہیں۔ ورنہ اس وجہ سے ان سے جنگ کی جائے گی، کیونکہ یہ اسلام کے شعائر سے ہے) واللہ اعلم

وحکمہ احکم

المفتی السيد محمد اعظم شاہ عثمانی

۱۔ رد المحتار:	جلد اول صفحہ ۵۶۳	مطبوعہ مصر
۲۔ الاعتبار لتعلیل المختار	جلد اول صفحہ ۸۰	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

﴿فتویٰ نمبر..... 55﴾

سوال

پیش امام حنفی مذہب کا اگر شافعی مذہب کے طریقہ پر نماز فجر میں دماۓ قنوت اور دماۓ رکعتیں پڑھو مقتدیوں کی نماز جائز ہوگی یا نہیں۔ اسی حالت میں جبکہ وہ امام دماۓ قنوت پڑھنے میں مشغول اور دماۓ کرنے میں مصروف ہو بعض مقتدی رکعت میں اور بعض سجود میں جوتے ہیں اور پریشان۔ ان کی نماز ہوگی یا نہیں؟۔

الجواب

اگر امام شافعی مذہب ہے اور امام مقتدی یا اکثر حنفیوں اور حنفیوں میں قابل امامت دھرا شخص موجود بھی ہے بلاشبہ حنفیوں کا شافعی کو امام بنانا بہتر نہیں۔ افضل یہی ہے کہ حنفی اپنا امام حنفی ہی کو بنائیں۔ اور اگر حنفیوں میں کوئی قابل امامت نہیں ہے، اور امام شافعی جو امور حنفیوں کے نزدیک مفسد نماز ہیں اور اس کے نزدیک مفسد نہیں ہیں جیسے چو قحالی سر کا مسح کرنا یا خون بہہ نکلنے اور قے سے وضو نہ کرنا اور نماز میں ایک رکن کے اندر تین حرکت کرنا وغیرہ کہ ان سب صورت میں مقتدیوں کی نماز نہیں ہوتی اور اگر وہ ایسے امور میں حنفیوں کی رعایت سے قے اور خون سے وضو کر لیا کرے چو قحالی سر کا مسح ترک نہ کرے۔ علیٰ ہذا جمیع مفسداات عند الحنفیہ سے محترز رہے، چہاڑے ہونے سے اس کے ساتھ شرکت جماعت نماز پڑھنا افضل ہے۔

کما فی صفحہ ۳۱۷ من رد المحتار المصری

لا جدال بعد اتفاق عالمی المذہبین و ہما رملی الحنفیہ و رملی الشافعیۃ رحمہما اللہ تعالیٰ فیحصل ان الاقتداء بالمخالف المراعی فی الفرائض افضل من الانفراد اذا لم یجد غیرہ والا فالاقتداء بالموافق افضل ۱۔

۲۔ (ترجمہ: حنفی اور شافعی ہر دو مذاہب کے دونوں عالموں یعنی علامہ رملی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ رملی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس امر پر اتفاق کے بعد کوئی جھگڑا باقی نہ رہا کہ مذہب مخالف کا امام جو فرائض میں مقتدی کے

مذہب کی رسایت کرتا ہو اس کی اقتدا میں نماز ادا کرنا اکیلے نماز پڑھنے سے بہتر ہے جب کہ اس امام کے بغیر کوئی اور امام مہسر نہ آئے ورنہ موافق مذہب کے امام کی افضل ہے)

☆ اور اگر وہ غیر مقلد ہے یعنی باوصف ضعی ہونے کے وہ امور (جو) خفیوں کے نزدیک مکروہ ہیں جیسے باضرورت نازلہ اور قوت مصیبت سخت کے انہماک سے ہر ماحول اسلام پر قوت صبح کا پڑھنا فرض یحین کرنا آئین بانہر کہنا، کبھی ایک بال کا مسح کرنا، کبھی سارے سر کا مسح کرنا، کبھی مس ذکر سے وضو کرنا، کبھی نہ کرنا ایسے شخص کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں۔ ☆ اس واسطے کہ وہ بیہ مختلف جمہور اہل سنت اور ترکہ تقلید، فاسق اور بدعتی ہے۔ اور بدعتی اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمہ واجب الامادہ ہوتی ہے جس کا پھیرنا واجب ہوتا ہے۔

کما فی صفحہ ۳۷۹ من الکبیری

ویکرہ تقدیم المبتدع ایضا لانه فاسق من حیث الاعتقاد و هو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق من حیث العمل یعترف بانہ فاسق و ینحاف و یمستغفر بخلاف المبتدع و المراد بالمبتدع من یعتقد شیئا علی خلاف یعتقدہ اهل السنة و الجماعة! (ترجمہ: امامت کے لیے بدعتی کو آگے کرنا بھی مکروہ ہے کیونکہ وہ اعتقاد کے لحاظ سے فاسق ہوتا ہے یہ عمل کے اعتبار سے فاسق سے زیادہ سخت ہوتا ہے کیونکہ عملی فاسق اعتراف کرتا ہے کہ وہ فاسق ہے۔ وہ خوف زدہ ہوتا ہے اور استغفار کرتا ہے۔ جب کہ بدعتی اس کے خلاف ہوتا ہے۔ بدعتی سے مراد ایسا شخص ہے جو کسی چیز کے بارے میں ایسا عقائد رکھے جو عقائد اہل سنت و جماعت کے خلاف ہو)

اور غیر مقلدین کا مخالف عقائد اہل سنت و الجماعت مقلد سنی مذہب اربعہ ظاہری ہے اور اگر ان کے عقائد کی زیادہ ضرورت منکور ہو ”جماع الشواہد فی اخراج الوہابین عن المساجد“ اور ”کشف النجائب“ مولانا القاری عبدالرحمن پانی پت ملا حنفیہ ہو۔

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد مدیہ ارطی الرضوی مفتی جامع مسجد اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر.....56﴾

سوال

جس شخص نے رمضان کا روزہ قضا نہیں رکھا کیا وہ جمعہ کی امامت کر سکتا ہے؟ اور وہ عید کی نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ مقتدی روزہ دار اور پادشہ ہیں۔

۱۰ رمضان ۱۴۰۶ھ

دفعہ دار محمد شاہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

بغیر مرض اور سفر کے رمضان کے روزہ قضا ترک کرنے والا اعلیٰٰ خدا ایک دو وقت قضا نماز نہ پڑھنے والا یا ہمیشہ قضا کر کے نماز پڑھنے والا قاسم ہے۔ کھانا اور قاسم کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر پڑھ لی جائے تو دوبارہ دہرائنا واجب ہے۔ ہکذا فی الشامی والکبریٰ و جمیع الفقہ

حضور: عبدالرہمان رحمۃ ربہ التوی

ابو محمد محمد دین علی الرضوی النجفی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 57﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں جو ذیل میں لکھے ہیں۔ جو شخص کفایت میں خیانت کرے۔ جو شخص کبھی نماز پڑھے کبھی نماز نہ پڑھے۔ جو شخص خدا اور رسول کو درمیان میں دے کر کسی کا مال مار بیٹھے۔ جو شخص لڑکا لڑکی پر منت مان کر کھرا بکری ذبح کرے۔ آیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نادرست؟ جواب دیجئے خدا عز و جل دے گا۔

وزیر خان بلوچ پورہ آگرہ

۲۰ شعبان ۱۳۳۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

ان میں سے اکثر امور فحش و فجور ہیں اور مرتکب ان کا فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمہ ہے۔ جس کا دوبارہ پھیرنا واجب ہے۔ لہذا جب تک دوسرا امام کے پیچھے جو فاسق نہ ہو نماز باجماعت ممکن ہو اور جماعت مل سکے فاسق کے پیچھے ہرگز نماز نہ پڑھی جائے چنانچہ شرح عبارت در مختار و بکروہ امامہ فاسق اس میں علامہ ثامی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

وفي المعراج قال اصحابنا لا ينبغي ان يفندى بالفاسق الا في الجمعة لانه في

غيرها يبعد اماما غيره قال في الفتح و عليه فيكروه في الجمعة اذا تعددت اقامتها في

المصر على قول محمد المفتي به لانه يسبيل الى التحول۔

(ترجمہ: معراج میں ہمارے علمائے کرام نے فرمایا جبکہ کے علاوہ کسی اور نماز میں فاسق کی اقتداء نہ کرنی چاہئے)

کیوں کہ جمعہ کے علاوہ اور نمازوں میں اس کے بغیر اور امام پاسکتا ہے۔ فتح القدیر میں فرمایا اس صورت میں اگر جمعہ شہر میں متحدہ مقامات پر قائم ہوتا ہو تو پھر فاسق امام کی اقتدا کر وہ ہے۔ یہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا فضیلتی بقول ہے کیوں کہ وہ فاسق امام سے بغیر فاسق امام کی طرف بھڑک جاسکتا ہے)

☆ بنا علیہ اگر فاسق کے پیچھے نماز پڑھ بھی لے تو واجب ہے کہ اس کو دوبارہ بھجورے۔

چنانچہ صفحہ ۳۳۴ در مختار مطبوعہ روالپنڈی مصری میں ہے:

کل صلوۃ اذیت مع کراہۃ التحريم نجس اعادتها!

(ترجمہ: ہر وہ نماز جسے کر لیتے ہیں کہ اس کے ساتھ ادا کیا گیا ہو اس کا مادہ واجب ہے)

اور فضیل و فخریہ امور کے دوران آیات و احادیث معتبرہ سے ظاہر ہے۔ صفحہ ۱۲۱ پر یہ مطبوعہ مصر

معتقد برکاتی رحمہ اللہ میں ہے۔

☆ عن انس رضی اللہ عنہ انه قال خطبنا رسول اللہ ﷺ انه قال لا ايمان لمن لا امانة

له ولا دين لمن لا عهد له ونجری الامانة والخیانة فی القول ایضا (د) عن ابی ہریرۃ

رضی اللہ عنہ انه قال قال رسول اللہ ﷺ المستشار مومن ومن اتى بغیر علم کان اثمہ

علی من افاءه ومن اشار علی اخیہ بامر یعلم ان الرشذ فی غیرہ فقد خانہ قال اللہ تبارک و

تعالی یا ایہا الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مفتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون (م)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ انه قال قال رسول اللہ ﷺ آية المنافق ثلاث وان صام و

صلی و زعم انه مسلم اذا حدث کذب و اذا وعد اخلف و اذا اتمن خان (خ م) عن عمرو

بن العاص اربع من کن فیہ کان منافقا خالصا و من کانت فیہ خصلۃ منها کان فیہ خصلۃ

من النفاق حتی یدعها اذا اتمن خان و اذا حدث کذب و اذا عاهد غدر و اذا خاصم

فجر فالوعد بنیة المخلّف کذب عمدا حرام و اما بنیة الوفاء فجازئ ثم انه لا یجب عند اکثر العلماء رحمهم بل یمتحن فیکون خلفه مکروها تنزیها بدلیل قوله علیه السلام اذا وعد الرجل و نوى ان یفی له فلم یف به فلا جناح علیه و فی رواية فلا یم علیه رواه (ت ه) عن زید بن ارقم و عند الامام احمد و من تبعه الوفاء واجب و المخلّف حرام مطلقا فیه شبهة الخلاف و آية النفاق و شان السالک الاجتناب من الخلاف و الاخذ بالوفاء!

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ایک روز ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا ”جس میں امانت نہیں اس کا ایمان نہیں اور جس میں وعدہ کا پاس نہیں اس کا دین نہیں“ امانت اور خیانت گفتگو میں ہوتی ہے۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ نے کہا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جس سے مشورہ طلب کیا جائے امانت اس کے سپرد کی جاتی۔ اور جسے فتویٰ دیا گیا بغیر علم کے اس کا غلط فعل کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا۔ اور اپنے بھائی کو کوئی مشورہ دینے والے جس شخص کو ظلم ہو کہ بھائی اس کے علاوہ اور کام میں ہے تو یقیناً اس نے اس سے خیانت کی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر خود عمل نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کے پاں بڑے غضب کی بات ہے کہ تم وہ کہو جس پر خود عمل نہ کرو۔“ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں اگرچہ وہ روزے رکھے اور نمازیں ادا کرے جب بات کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے۔ جب وعدہ کرتا ہے اس کا خلاف کرتا ہے اور جب اس کو امانت سپرد کی جائے خیانت کرتا ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت عمرو بن ماس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جس شخص میں چار باتیں ہوں وہ خالص منافق ہوتا ہے اور جس میں ان میں ایک بات ہو اس میں نفاق کی ایک نشانیاں ہوتی ہے جب تک وہ اسے ترک نہ کر دے جب اسے امانت سپرد کی جائے خیانت کرتا ہے جب

بات کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے جب معاہدہ کرتا ہے دھوکہ دیتا ہے اور جب جھگڑا کرتا ہے حق سے تجاوز کرتا ہے۔ پس توڑ دینے کی نیت سے وعدہ کرنا جان بوجھ کر جھوٹ بولنا اور حرام ہے۔ لیکن ایذا کی نیت سے وعدہ کرنا جائز ہے۔ پھر اکثر علماء کے نزدیک اس کا ایذا مستحب ہے لہذا اس کا خلاف مکروہ تنزیہی ہے۔ اس کی دلیل نبی پاک ﷺ کا یہ ارشاد مبارک ہے جب کوئی شخص وعدہ کرے نیت اس کی پورا کرنے کی ہو پھر وہ پورا نہ کرے تو اس کے ذمہ کوئی معصیت نہیں اور دوسری روایت میں ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اسے امام ترمذی اور امام بن ماجہ رحمہ اللہ طبرما نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ امام احمد رحمہ اللہ علیہ اور ان کے اتباع کے نزدیک وعدہ کا پورا کرنا واجب ہے اور اس کا خلاف مطلقاً حرام ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وعدہ خلافی میں ائمہ کے درمیان اختلاف کا شہد ہے اور یہ منافق کی عین تاقی بھی ہے اور سالک کی شان اختلاف سے بچنا اور اتھاقی امور پر کاربند ہونا ہے۔

اور صفحہ ۵۸، ۵۹ مشکوٰۃ شریف مطبوعہ مجبائی دہلی میں ہے۔

عن عبد اللہ بن عمرو بن عاص عن النبی ﷺ انه ذکر الصلوة یوما فقال من حافظ علیہا کانت له نورا و برہانا و نجاته یوم القیمة و من لم یحافظ علیہا لم یکن له نوراً ولا برہانا ولا نجاته و کان یوم القیمة مع قارون و هامان و ابی بن خلف رواہ احمد والدارمی و البیہقی فی شعب الایمان!

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ آپ نے ایک دن نماز کا ذکر فرمایا اور ارشاد فرمایا جو اس کی حفاظت کرے قیامت کے دن یہ اس کے لیے نور و برہان اور نجات ہوگی اور جس نے اس کی حفاظت نہ کی اس کے لیے نور ہوگا اور نہ برہان اور نہ ہی نجات۔ وہ قیامت کے دن قارون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ احمد دارمی، شعب الایمان، بیہقی

و فیہ فی صفحہ ۵۸

☆ عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ ﷺ خمس صلوات افترضهن اللہ تعالیٰ من احسن وضوئہن و صلاہن بوقتہن و اتم رکوعہن و خشوعہن کان لہ علی اللہ عہدا ان یغفر لہ و من لم یفعل فلیس لہ عہد ان شاء غفر لہ و ان شاء عذبه رواہ احمد و ابوداؤد و روی مالک و النسائی نحوہ^۱ .

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کیں۔ جس نے ان کے لیے اچھی طرح وضو کیا انہیں بروقت ادا کیا ان کے رکوع اور خشوع کو پوری طرح ادا کیا اللہ تعالیٰ کے ہمہ رحمت پر اس کے لیے وعدہ ہے کہ وہ اسے بخش دے اور جس نے ایسا نہ کیا اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی وعدہ نہیں اگر وہ چاہے تو محاف فرمادے اور اگر چاہے تو اسے عذاب میں مبتلا فرمادے احمد داؤد و ترمذی امام مالک اور امام نسائی نے اسی کی مانند روایت کیا

حورہ: العبد الراہی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین علی الرضوی الحنفی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر.....58﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ ایک امام نے ایک عورت بدکار سے جس نے علی الاطلاق حرام کاری ایک مدت تک کر کے زنا کے پیرے سے جائیداد تقریباً چھ ہزار کی جس کی آمدنی تقریباً پچاس یا ساٹھ روپیہ ماہوار ہے غریب کی غمی اس کے لالچ میں آکر نکاح کر لیا اور نکاح میں اس کے بجز مولوی دین محمد کے اور کوئی نہ تھا۔ اور وہ امام ایک مدت تک پوشیدہ اس عورت کے ساتھ رہتا تھا۔ اور اس کا حرام مال اور اس جائیداد حرام کی آمدنی کھاتا تھا۔ اور جب یہ امر ظاہر ہوا اور ایک شخص نے اشتہار چھپوا کر اس امر کے متعلق ٹوی پوچھا تو اس نے اس ٹوی پوچھنے کو اپنی ہنک سمجھ کر ہنک کی مافش کر دی۔ لہذا گزارش ہے کہ ایسے امام کا کیا حکم ہے۔ اور جو مولوی اس طرح نکاح کرے یا جائز مال حرام دے دے یا اس طرح مال حرام کے کمانے کی تدبیر کر دے اور منع نہ کرے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

وہو الموفق للصواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدني علما

ایسا امام فاسق ہے۔ اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمیہ ہے۔ دوبارہ پڑھنا اور پھیرنا واجب ہے۔ چنانچہ صفحہ ۴۱۲ رد المحتار میں علامہ شامی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

واما الفاسق فقد عللوا كراهة تغديمه باته لا بهتم لامردينه و بان في تغديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهاتنه شرعا ولا يخفى انه اذا كان اعلم من غيره لا نزول العلة فاته لا يؤمن ان يصلي بهم بغير طهارة فهو كالمبتدع تكره امامته بكل حال

بل مشی فی شرح العنبة إن کراهة تقدیمہ نہ حرم لما ذکرنا

(ترجمہ: فاسق کو امامت کے لیے آگے کرنے کی کراہت کی وجہ ملائے کرام نے یہ بیان کی ہے کہ وہ اپنے دینی معاملات کی نگہ نہیں کرتا نیز اس کو آگے کرنے میں اس کی قنیم ہوتی ہے حالانکہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے یہ امر مخفی نہیں ہے کہ اگر وہ دوسروں سے زیادہ عالم ہو تو کراہت کی یہ وجہ زائل نہیں ہوتی کیونکہ اس پر اعتقاد نہیں ممکن ہے انہیں بغیر طہارت کے نماز پڑھنا عادتاً اس کا حکم بدعتی کی مانند ہے جس کی امامت ہر حال میں مکروہ ہے بلکہ منیہ کی شرح یہ روش اختیار کی کہ ایسے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے اس کی وجہ وی ہے جو ہم نے ذکر کی ہے)

پھر اگر یہ یہ فقہی حرام خوری یا شبہ حرام خوری یا زنا وغیرہ کے لوگ اس کی امامت سے کراہت کرتے ہیں یا اس وجہ سے کراہت کرتے ہوں کہ اس امام سے افضل دوسرا شخص قابل امامت ان میں موجود ہے اور وہ جبراً امامت کرے تو اس کو امام بننا بھی مکروہ تحریمی ہے بلکہ موجب ظاہر روایت معنی حدیث اس کی نماز مقبول نہیں ہوتی اور جب امام کی نماز مقبول نہیں ہوتی تو مقتدی کی نماز کس طرح کمال ہو سکتی ہے۔ حالانکہ باتفاق مقتدی کی نماز جواز و عدم جواز میں تابع ہوتی ہے نماز امام کے چنانچہ سنہ ۳۵۰ ہجری میں ہے۔

و یسکرہ للامام ان یوم قوما و ہم لہ کارہون بخصلة ای بسبب خصلة نوجب الکراهة اولان فیہم من ہو اولی منه بالامامة لقوله علیہ الصلوٰۃ والسلام ثلاث لا تجاوز صلاتہم اذانہم العبد الا بقی حتی یرجع وامرأة باتت وزوجها علیها ما عبط و امام قوم و ہم لہ کارہون و فی حدیث آخر ثلثة ۱ لا تغبل لہم صلوٰۃ من تقدم قوما و ہم لہ کارہون الخ ۲۔

۱ (ترجمہ: امام کے لیے مکروہ ہے کہ لوگوں کی اس حالت میں امامت کرائے کہ وہ اسے کسی ایسی خصلت

۱۔ رد المحتار جلد اول صفحہ ۳۱۳ مکتبہ و شبکہ کوئٹہ

۲۔ غنیۃ المستملی صفحہ ۸۵۰ مطبوعہ کتب خانہ رحیمہ بیونید

کے باعث ناپسند کرتے ہوں جو کراہت کا باعث بنے۔ کیوں کہ اس صورت میں مقتدیوں میں ایسے لوگ موجود ہوں گے جو اس سے امامت کے زیادہ حقدار ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے تمہیں اشتکام ایسے ہیں جن کی نماز ان کے کانوں سے اوپر تجاوز نہیں کرتی۔ ۱۔ بھاگا ہوا غلام جب تک واپس نہ آجائے۔ ۲۔ عورت جس نے رات گزاری اس حالت میں کہ اس کا خاوند اس پر ناراض ہو۔ ۳۔ لوگوں کا امام جس کی امامت کو لوگ ناپسند کرتے ہوں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ تمہیں افراد ایسے ہیں جن کی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی۔ ۱۔ جو لوگوں سے آگے امامت کے لیے بڑھ گیا جب کہ وہ اس کو ناپسند کرتے ہوں (الحج) ☆ اور اگر امام یا کوئی اور مولوی بلکہ جو کوئی بھی مسلمان حرام قطعی کو حلال سمجھ لے اور اس کو حلال سمجھ کر کھائے یا کھانے کی اجازت دے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔

کما هو مصرح من جميع كتب الفقه والعقائد

لہذا اس امام اور مولوی پر لازم ہے کہ اس کے حوالہ سمجھنے اور کھانے سے قہر کرے اور نو مسلمان ہو کر دوبارہ اپنی بیوی سے نکاح کرے ورنہ کفار اور مومن کے درمیان نکاح قائم نہیں رہتا۔ اور جب نکاح قائم نہیں رہا تو اولاد حلال سے نہیں ہو سکتی۔

حورہ: العبد العاصی
ابو محمد محمد دیوبند علی لکھنوی لکھنوی
نی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 59﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین ایسی صورت میں کہ امام کو قضا پہ نکلنے پر یا بھول سے قراءت سے رکا مقتدی نے قلمہ دید یا امام نے قلمہ لے لیا آیا اس صورت میں دونوں کی نماز قاسد ہوگی یا مختل مقتدی کی یا مختل امام کی؟ بینوا توجروا

۳ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ

مولانا بخش ربیعہ منڈی

الجواب

اللھم رب زدنی علما

صورت مسئلہ میں نہ امام کی نماز قاسد ہوگی نہ مقتدی کی۔ مقتدی کے قلمہ دینے اور امام کے قلمہ لینے سے نماز قاسد نہیں ہوتی۔ البتہ مقتدی کو قلمہ دیتے ہوئے جلدی کر دینا اور امام کو بعد تثنیٰ آیت پڑھنے کے انتظار قلمہ کرنا جائز نہیں ہے مگر اگر بلا انتظار آیت کو بغرض یاد آ جانے کے کھڑا رہا تھا اور مقتدی نے بتا دیا تو دونوں کی نماز بلا کراہت ہو جائے گی۔ کچھ حرج نہیں ہے۔ کما فی الدر المختار

بخلاف فتوحہ علی امامہ فانہ لا یفسد مطلقا لفتح و اخذ بکل حال و

(ترجمہ: نمازی اپنے امام کے علاوہ کسی اور نمازی کو قلمہ دے گا تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی) بخلاف اس کے اگر اس نے اپنے امام کو قلمہ دیا تو نماز مطلقاً قاسد نہ ہوگی۔ یعنی ہر حال میں نہ قلمہ دینے والے کی اور نہ ہی قبول کرنے والے کی نماز قاسد ہوگی)

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد دیوبند دار علی الرضوی مطبع جامع مسجد اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر..... 60﴾

سوال

جن اوقات میں نماز وجہہ مکروہ ہے اور ان میں کس قسم کے جہدے منع ہیں اور کس قسم کی نماز؟
جناب مولوی غلام محی الدین خان صاحب امام جامع مسجد شاہجہاں پور۔ ۷ ماہر ۱۴۰۵ھ

الجواب

اوقات منہیہ میں نفل واجب فطرہ تینوں جہدہ مکروہ ہیں۔ مراقی الفلاح میں ہے۔

وبصح اداء ما وجب فيها اى الاوقات الثلاثة لكن مع الكراهة فى ظاهر الرواية

کجنازة اذا حضرت و سجدة آية نليت فيها و نافلة شرع فيها او نذر ان يصلى فيها الخ ۱۔
ترجمہ: جو نماز ان تین مکروہ اوقات میں واجب ہو جائے اس کی ادا نیکی ظاہر روایت کی رو سے کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ مثلاً جنازہ جب ان اوقات میں آجائے آیت جہدہ کی تلاوت جو ان اوقات میں کی جائے نفل نماز جو ان اوقات میں شروع کر دی جائے یا ان اوقات میں نماز نفل پڑھنے کی نذر مان لے)
پس علاوہ فطرہ نماز جنازہ وجہدہ تلاوت بھی مکروہ ہے۔

کتابہ المفنی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



۱۔ فطروہی تاثیر مراقی الفلاح میں ہے

☆ وفى البحر عن النخبة الافضل ان يصلى على جنازة حضرت فى تلك الاوقات ولا يؤخرها بل فى الإيضاح والتبيين التامير مكروه.

ترجمہ: البحر الرائق میں تحفۃ الفقہاء سے ہے کہ اگر ان اوقات میں جنازہ آجائے تو نماز جنازہ پڑھنے سے غیر مکروہ وقت تک موخر نہ کرے۔ الايضاح والتبيين میں ہے کہ ان اوقات میں آجائے جنازہ کی نماز کو موخر نہ کرے۔

حاشیۃ الطحطاوی علی هامش 'مراقی الفلاح' صفحہ ۱۰۰ مطبوعہ نور محمد کاز غنائہ تجارت کتب کراچی
محمد علیہ الدین تھیں علی مرت

سورج کی نگیہ چمکنے سر پر آنے اور غروب ہونے وقت 'سوا' اس دن کی عصر کے 'ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے نیز وہ نمازیں جو ان اوقات میں جائز نہیں ان کا ادا کرنا بھی مکروہ ہے)

☆ پھر نصف النہار ائمہ ماوراء النہر کے نزدیک نصف النہار عرفی ہے کہ اس سے مراد ٹھیک دوپہر اور سایہ کے ضمیر نے کا وقت ہے اور ائمہ خوارزم کے نزدیک مراد نصف النہار شرعی ہے۔

مثلاً صحیح صادق چار بجے ہوا اور غروب آفتاب ساڑھے سات بجے اس حساب سے دن ساڑھے چھ رہے گھنٹہ کا ہوا جس کا نصف پونے آٹھ گھنٹہ ہوئے لہذا مشائخ خوارزم کے نزدیک پونے بارہ بجے سے زوال تک وقت کراہیت جمع نمازوں اور کعبہ تلاوت کا ہوگا چنانچہ صفحہ ۴۰۳ جلد اول رد المحتار میں ہے۔

و عزا فی القہستان فی القول بان المراد انتصاف النهار العرفی الی ائمة ماوراء النہر و بان المراد انتصاف النهار الشرعی وهو الضحوة الکبری الی الزوال الی ائمة خوارزم !
(ترجمہ: تہمتانی میں یہ قول کہ نصف النہار سے مراد عرفی دن کا نصف ہے 'بلوراء النہر کے ملائے کی جانب منسوب ہے اور یہ قول کہ اس سے مراد شرعی دن کا نصف ہے 'جو کہ نحوی کبریٰ ہے' خوارزم کے ائمہ کرام کی طرف منسوب ہے)

☆ ائمہ خوارزم اور ملائے خوارزم کی تحقیق پر فتویٰ دیئے میں احتیاطاً معلوم ہوتی ہے اور چونکہ نصف النہار عرفی کے جو سایہ گشت کر رہے کا وقت ہے اتنا قلیل وقت ہے کہ جس میں قنوت بھی نہیں ادا ہو سکتی بلکہ چھتیا ایک رکعت ادا کرنے کی بھی اس وقت میں گنجائش نہیں ہوتی اور اس کی عموماً ہر شخص تحقیق بھی نہیں کر سکتا پھر ایسے قلیل غیر معلوم وقت میں ممانعت کے کیا معنی؟ لہذا قول اہل خوارزم ہی قوی معلوم ہوتا ہے کہ مراد نصف النہار سے زوال تک حدیث ممانعت نماز میں نصف النہار شرعی ہی ہے۔ چنانچہ اسی کے صفحہ ۴۰۷ میں علامہ دمشقی تحریر فرماتے ہیں:

قد وقع فی عبارات الفقهاء ان الوقت المكروه هو انتصاف النهار الى ان تزول الشمس ولا يخفى ان زوال الشمس انما هو غيب انتصاف النهار بلا فصل وفي هذا القدر من الزمان لا يمكن اداء صلاة فلعل المراد انه لا تجوز الصلوة بحيث يقع جزء منها في هذا الزمان او المراد بالنهار هو النهار الشرعي و هو من اول طلوع الصبح الى غروب الشمس و على هذا يكون نصف النهار قبل الزوال بزمان يعتد به اسماعيل ونوح وحموى وفى الفقهية واختلف فى وقت الكراهة عند الزوال فقبل من نصف النهار الى الزوال لرواية أبى سعيد عن النبي ﷺ انه نهى عن الصلاة نصف النهار حتى نزول الشمس قال ركن الدين الصباغى وما أحسن هذا لأن النهى عن الصلاة فيه يعتمد تصورها فيه !

(ترجمہ: فقہائے کرام کی عبارات میں ہے کہ مکروہ وقت نصف النہار سے لے کر سورج کے زوال تک ہے۔) اور یہ بھی نہیں ہے کہ سورج کا زوال نصف النہار کے متصل بعد ہوتا ہے۔ (اور اگر مراد عرفی دن کا نصف ہو تو وقت کی اتنی قلیل مقدار میں کوئی سی نماز بھی ادا کرنا بھی ممکن نہیں۔ تو شاید اس سے مراد اس وقت میں نماز پاز نہیں ہے یہ ہے کہ نماز کا کوئی حصہ اس وقت میں نہ پایا جاتا چاہئے یا پھر دن سے مراد شرعی دن ہے جو کہ صبح صادق کے طلوع سے لے کر سورج کے غروب ہونے تک ہوتا ہے۔ تو اس صورت میں نصف النہار زوال سے اتنے پہلے وقت میں ہوگا جس کو شمار کیا جاسکتا ہے۔ اسماعیل، نوح، حموی اور فقہیہ میں ہے کہ زوال کے وقت کی مقدار میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ یہ وقت نصف النہار سے لے کر زوال تک ہے کیوں کہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے نصف النہار سے لے کر سورج کے زوال تک ہونے تک نماز ادا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ امام رکن الدین صباغی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ وضاحت کتنی خوب ہے کیوں کہ ایسے وقت میں نماز سے منع کیا گیا ہے جس کی مقدار میں نماز کی ادائیگی کا تصور

کیا جاسکتا ہے)

اور جمعہ کے دن جواز نماز کا قول پوتچہ زوال اور مکہ مکرمہ میں جواز نماز رکعات طواف کا قول جمعہ اوقات مکروہ میں ضعیف ہے چنانچہ صفحہ ۱۵۹ جلد اول میں علامہ سرخسی نے تصحیف اس قول کی بہت تفصیل سے بیان کی ہے۔

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دینار علی الارضوی الحنفی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 62﴾

سوال

اگر تیسری رکعت میں بندہ کراحتیات پڑھنے لگے اور پھر یاد آئے تو کیا کرے؟
اگر بجائے دو کے تیسری رکعت پڑھنی شروع کر دے اور پھر یاد آگیا تو کیا کرے فجر کی نماز میں ایسا ہو
تو کیا کرے؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

دو رکعت والی نماز میں تیسری رکعت کو بجائے پانچویں رکعت سمجھ لینا چاہئے مگر چونکہ طلوع صبح صادق سے طلوع کامل تک مطلقاً بجز دو سنت فجر کے قبل ادا یا فرض نفل۔ سنت پڑھنا مکروہ ہے اور ناجائز ہے جب تیسری رکعت کا سجدہ کرنے کے بعد یاد آئے تو کیا کرے اس واسطے کہ اس صورت میں اگر قصد اخیرہ کر کے کھڑا ہوا تھا تو دو رکعت نفل بعد فرض پڑھے جائیں گے اور اگر قبل قصد اخیرہ کھڑا ہوا تھا اور بعد سجدہ کر لینے تیسری رکعت کے یاد آیا اور چار پوری کر کے سجدہ سہوا کر لیا تو ساری چاروں رکعت نفل ہو جائے گی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ صبح صادق سے طلوع آفتاب تک قصد انوافل پڑھنا مکروہ ہے۔ اور بلا قصد سہوا اگر پڑھ لے تو کچھ حرج نہیں۔ اللہ جل شانہ اس کو ثواب نوافل بلاشبہ عطا فرمائے گا۔ اس واسطے ان اوقات میں اگر قصد بھی نفل پڑھ لے گا ثواب نفل کا ضرور مستحق ہوگا۔ علیٰ ہذا التماس اگر طلوع اور غروب اور ٹھیک دو پہر بلکہ ضحیٰ کبریٰ یعنی نصف النہار شرعی سے جو طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک کا نصف ہوتا ہے ٹھیک دو پہر تک جن اوقات میں خواہ نفل سجدہ تلاوت ہو یا نماز جنازہ یا یہ اوقات میں بھی اگر نماز پڑھے گا نماز ہو جائے گی مگر گناہ فرامانی ممانعت کا بہر صورت رہے گا۔ چنانچہ صفحہ ۴۰۴ پر ایہ مصرع مع الشرح ۱۱۱۲ کے شرح کنایہ میں ہے۔

(قوله لا يجوز الصلوة عند طلوع الشمس) هذا ابا طلاقه لا تكاد نستطيع وبحتم

انہ اراد بقولہ لا تجوز الکراہۃ فی تناول الفرائض والنوافل لان الکراہۃ اذا كانت لمعنی فی الوقت توجب نقصاناً فی الصلوۃ وانما لا يجوز الفرائض فیہا لانہا وجبت کاملۃ فلا تساوی بالنقصان حتی يجوز عصر یومہ لانہ وجب ناقصاً والنقصان سببہ فاذا لا منافاة بین الکراہۃ وعدم جواز الفرائض و یحتمل انہ اراد بہ قضاء الفرائض والواجبات کالوتر و سجدة التلاوة وجبت بتلاوة فی وقت غیر مکروہ فاما لو تلا آية السجدة فیہا و سجدہا او حضرت جنازۃ فیہا فصلی علیہا تجوز مع الکراہۃ لانہا وجبت ناقصۃ فاداہا کما وجبت و فی شرح الطحاوی و لوا وجب علی نفسہ صلوۃ فی ہذہ الاوقات فالافضل ان یصلی فی وقت مباح و لو صلی فی ہذا الوقت یسقط عنہ و کذا الک اداء التطوعات فی ہذا الوقت يجوز مع الکراہۃ!

(ترجمہ: قولہ: سورج کے طلوع ہونے کے وقت نماز جائز نہیں ہے۔ یہ مسئلہ اپنے اطلاق کے ساتھ درستی کے قریب نہیں ہے۔ لیکن ممکن ہے کہ صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ عنہ نے لا تجوز سے مراد مکروہ ہونا یا ہے۔ تو اس صورت میں یہ کلمہ فرائض اور نوافل دونوں کو شامل ہو جائے گا کیوں کہ اس وقت میں نماز ادا کرنے کی کراہت کا باعث وقت میں پایا جاتا ہے جو نماز کو ناقص بنا رہی ہے۔ فرض نمازوں کی ادائیگی ان اوقات میں اس لیے جائز نہیں ہے کہ یہ کمال واجب ہیں۔ اور نقصان کے ساتھ ادا کرنے سے ادا نہ ہوں گے حتیٰ کہ اس دن کی عصر اس وقت جائز ہے کیوں کہ یہ واجب ہی ناقص ہوئی ہے اس کے نقصان کا سبب یعنی وقت ہے۔ اس تاویل سے کراہت اور فرائض کے عدم جواز میں منافات نہ رہی۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ کی مراد فرائض کی قضاء اور واجبات مثلاً وتر، سجدہ تلاوت ہو جو غیر مکروہ وقت میں تلاوت کے باعث واجب ہوا ہو۔ لیکن اگر ان اوقات میں کسی نے آیت بقرہ کی تلاوت کی اور سجدہ کر لیا یا ان اوقات میں جنازہ آیا اس کی نماز ادا کر لی تو

کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ کیونکہ یہ عہدہ اور نماز جنازہ ناقص ہی واجب ہوئی تھیں۔ لہذا اسے اسی طرح ادا کر لیا جس طرح کی واجب ہوئی تھیں۔ شرح المصنوع میں ہے اگر کسی شخص نے ان اوقات میں نماز اپنے اوپر واجب کر لی تو افضل یہ ہے کہ مباح وقت میں ادا کرے۔ اور اگر اس وقت ادا کر لی تو اس کی ادائیگی سے عہدہ آہو جائے گا۔ اور اسی طرح اس وقت میں فوافل کی ادائیگی بھی کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دہار علی الرضوی النجفی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 63﴾

سوال

نماز فجر پلنے کا نکلن کمال نہ ہو تو سنت موکدہ مقتدی کو ترک کرنا واجب ہوگا کہ جماعت میں (ملنا) لازمی ہوگا۔ بعض بتلاتے ہیں کہ جب فرض نہ پلنے کا یقین ہو تو سنت ترک کے شامل جماعت ہو جانا چاہئے۔ سنت بعد طلوع آفتاب ادا کرے۔ اگر حالی نیت باعدہ کر بلا رکعت و بخود سلام پھر کر شامل فرض ہو جائے ایسی شکل میں قبل طلوع سنت ادا ہو سکتی ہے۔ اور یہ مسئلہ شرح وقایہ کے حاشیہ کا بتلایا جاتا ہے۔ لہذا ان سب باتوں میں کونسا مسلک صحیح ہے؟

الجواب

☆ جب خوف، جماعت سے فرض نہ پلنے کا ہو، سنت ضرور ترک کر دی جائے۔ اور سنت قضا نہیں کی جاتی لہذا بعد طلوع آفتاب اس جرمانہ میں دو چار چوبی چاہئے نظائیں پڑھ لے۔ اور اسی واسطے بعد نماز فرض تا طلوع آفتاب چوتھہ شکل پڑھنا مکروہ ہے۔ ان سنتوں کے عوض اگر پڑھنا چاہے قبل طلوع نہیں پڑھ سکتا۔ اور یہ بعض فقہانے لکھا کہ سنت کی نیت کر کے توڑ دینا کا اس کا ادا کرنا واجب ہو جائے بوجہ توڑ دینے کے یہ سنت واجب ہو جائے گی۔ بعد ادا کے فرض قبل طلوع ان کا ادا کرنا بھی جائز ہو جائے گا مگر یہ قول مردود ہے اور ناقابل عمل بوجہ برائی شروع کرنے عبادت کے توڑ دینے کی نیت سے چنانچہ صفحہ ۳۱۴ ہدایہ مع الشرح ۱۱۱۷ میں ہے۔

و من انتہی الی الامام فی صلوٰۃ الفجر و هو لم یصل رکعتی الفجر ان خشی ان تفوته رکعة و یدرک الاخری یصلی رکعتی الفجر عند باب المسجد ثم یدخل لانه امکنہ الجمع بین القطعین و ان خشی فوتہما دخل مع الامام لان ثواب الجماعة اعظم والوعید بالترک الزم۔

(ترجمہ: جو شخص نماز فجر میں امام کے پاس پہنچا لیکن اس نے ابھی فجر کی دو رکعت سنت ادا نہیں کی۔ اگر اسے خوف ہو کہ ایک رکعت جماعت کے ساتھ فوت ہو جائے گی اور دوسری رکعت امام کے ساتھ پالے گا تو مسجد کے دروازے کے پاس فجر کی دو رکعت سنت ادا کرے پھر اُحد آئے۔ کیوں کہ اس کے لیے دونوں فضیلتوں یعنی سنت کی ادائیگی اور باجماعت نماز کو جمع کرنا ممکن ہے۔ اور اگر اسے خوف ہو کہ دونوں رکعتیں فوت ہو جائیں گے تو امام کے ساتھ نماز میں شامل ہو جائے کیوں کہ جماعت کا ثواب بڑا ہے اور اسے ترک کرنے کی وعید زیادہ سخت ہے)

قال ابن کمال رحمہ اللہ فی شرحہ المسمی بفتح القدر:

الحاصل انه اذا أمکن الجمع بین الفضیلین ارتکب و الارجح و فضیلة الفرض بجماعة اعظم من فضیلة رکعتی الفجر و لو کان برجو ادراکه فی الشہد قبل هو کادراک الركعة عند مما و علی قول محمد لا اعتبار به کما فی الجمعة والوجه اتفاقهم علی صلوۃ الركعتین هذا بما سذکر و ما عن الفقیہ اسماعیل الزاهد انه ینبغی ان یشرع فی رکعتی الفجر ثم یقطعها فیجب القضاء فیتمکن من القضاء بعد الصلوۃ و دفعه الامام السرخسی بان ما وجب بالشرع لیس باقوی مما وجب بالشرع و نص محمد ان المنذور لا یودی بعد الفجر قبل الطلوع و ایضا شروع فی العبادۃ بقصد الاقصاد! انتهى مختصراً۔

(ترجمہ: خلاصہ یہ ہے کہ جب اس کے لیے دونوں فضیلتوں کو جمع کرنا ممکن ہو تو کرے ورنہ ترجیح دے دے اور فرض کو باجماعت ادا کرنے کی فضیلت فجر کی دو سنتوں سے بڑھ کر ہے اور اگر اسے امید ہو کہ امام کو تشہد میں پالے گا تو بعض علماء نے فرمایا کہ یہ ایک رکعت پالینے کی مانند ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی رو سے تشہد

کو پانے کا کوئی اعتبار نہیں ہے جس طرح کہ جمعہ میں ہے۔ مقصود کلام یہ ہے کہ اس موقع پر ادا یا قضا کے طور پر دو رکعت ادا کرنے پر اتفاق ہے۔ جیسا کہ ہم غفریب ذکر کریں گے اور امام فقہ اسامیل زاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایسی صورت میں مناسب یہ ہے کہ فجر کی دو رکعت سنتوں کو شروع کر کے تھوڑا لے اس طرح ان کی قضا واجب ہو جائے گی تو اسے وقت کے فرض نماز کے بعد ادا کرنے کے قدرت حاصل ہو جائے گی لیکن امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تردید یوں کی ہے کہ شروع کرنے کے بعد جو نفل یا سنت نماز واجب ہوتی ہے وہ نماز مانی ہوئی نماز سے زیادہ جوی نہیں ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے نفس فرمادی ہے کہ نماز مانی ہوئی نماز فجر کی نماز کے بعد سورج کے طلوع ہونے سے پہلے ادا نہ کی جائے۔ نیز اس صورت میں عبادت کو فاسد کرنے کی نیت سے شروع کرنے کی خرابی بھی لازم آتی ہے۔

حضور: العبد الراعی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دین اعلیٰ المفتی

فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 64﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص تراویح نہ پڑھے وہ گناہ گار ہے یا نہیں۔

۲۵ رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ

مئے خان ٹیکونیہ بازار آگرہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

تراویح سجدہ موکدہ ہے لہذا جس طرح فجر کی دو سنتیں اور ظہر کی چھ سنتوں کا چھوڑنا جائز نہیں اسی طرح تراویح کا چھوڑنا بھی جائز نہیں۔ چنانچہ صفحہ ۱۳۵ جلد دوم ہمسوڈا امام شمس الممدنصری رحمہ اللہ میں ہے

فی بیان کون التراویح سنة متواترة أم تطوعاً مطلقاً متبداءة اختلقوا فيها و یقطع الخلاف بروایة الحسن عن ابی حنیفة رحمہما اللہ ان التراویح سنة لا یجوز ترکها لان النبی ﷺ اقامها ثم بین العذر فی ترک المواظبة علی ادائها بالجماعة فی المسجد وهو غشیة أن تکذب علینا وواظب علیها الخلفاء الراشدون رضی اللہ عنہم و قد قال النبی ﷺ علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین من بعدی و ان عمر رضی اللہ عنہ صلاھا بالجماعة مع اجلاء الصحابة فرضی به علی رضی اللہ عنہ حتی دعا له بالخیر بعد موته کما ورد و امر به فی عہدہ ۔^۱

(ترجمہ: تراویح کے حواشی سنت یا نئے سرے سے مطلقاً نفل نماز ہونے کے بارے میں علماء نے اختلاف فرمایا ہے حضرت امام حسن رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کے ساتھ یہ اختلاف منقطع ہو جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا تراویح سنت ہے اس کا ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے قائم فرمایا ازاں بعد اس کی مسجد میں جماعت کے ساتھ ادائیگی پر مواظبت کرنے کے بارے میں غدریان فرمایا کہ خوف تھا کہ وہ ہم پر کبھی فرض نہ ہو جائیں۔ حضرات خائف راشدین رضی اللہ عنہم نے ان کی ادائیگی پر مواظبت فرمائی۔ اور نبی پاک ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ تم میری اور میرے بعد خائف راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔ نیز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے جلیل القدر صحابہ کرام کے ساتھ جماعت کے ساتھ ادا فرمایا ہے تو اس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ راضی ہوئے اور ان کے وصال کے بعد ان کے لیے دمائے خیر فرمائی جس طرح کہ وارد ہے اور اپنے زمانہ خلافت میں اسے قائم رکھنے کا حکم دیا)

لہذا تراویح کو سنت قرار دینا گناہ گار ہے جتنا تراویح کو سنت گناہ گار ہے۔

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین علی الرضوی النحوی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 65﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے متعلق کہ اگر کوئی مصلیٰ امام کے ساتھ حجر کی نماز میں شریک ہو جائے پوجہ نہ پانے وقت کے سنت چھوڑ جائے تو اس کو بعد ادا فرضوں کے سنت کی قضا ہے یا نہیں؟ اگر ہے کسی ترتیب اور ترکیب کے ساتھ ہے؟ اس میں اپنے مذہب کے مسائل اور مذہب جو کہ ادا کرنے کے قائل ہیں مسائل لکھنا چاہئے مصلحت اور دلیل کے۔

۱۸ شوال ۱۳۶۲ھ

خان ملا ٹیٹن امام مسجد رنگ ریزان راجہ منڈی

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

صبح کی سنتیں اگر کسی وجہ سے فوت ہو جائیں تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو ان کی قضا نہ قبل طلوع آفتاب کے جائز ہے اور نہ بعد طلوع۔ البتہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بعد طلوع آفتاب قبل زوال اگر قضا کر لی جائے تو ثواب سنت ہی کمال جائے گا۔ اور شیخین کے نزدیک چون کہ حضور ﷺ سے مراجعت قضاے سنت حجر عہد بیت مسلم سے ثابت ہے لہذا ان کے نزدیک بعد طلوع آفتاب کوئی اگر پڑھے تو نفل ہو جائیں گے نہ کہ سنت۔ البتہ اگر مع فرض حجر کے سنت بھی قضا ہو گئی ہوں تو بالاتفاق بعد طلوع آفتاب فرض سنت دونوں قضا کئے جائیں گے۔

چنانچہ صفحہ ۱۶۱ جلد اول مہر طالعہ شمس السنہ ۱۲۸۵ خری رحمہ اللہ میں ہے:

ولو صلى الرجل الفجر لم يذكر انه لم يصل ركعتي الفجر لم يقضهما في قول ابی

حنيفة و ابی یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ و قال محمد رحمہ اللہ احب الی ان يقضیہا اذا

ارتفعت الشمس۔ اما سائر السنن اذا فاتت عن موضعها لم تقض عندنا خلافا للشافعی رضی اللہ عنہ و دلیلنا حدیث ام سلمة رضی اللہ عنہا حين قالت لرسول اللہ ﷺ انقضیہا نحن فقال لا و لان السنة عبارة عن الاقتداء برسول اللہ ﷺ فی ما نطوع به وهذا المفصود لا يحصل بالفضاء بعد الفوات و هی مشروعة للفصل بین الاذان والاقامة فلا يحصل هذا بالفضاء بعد الفراغ من المکونة فاما سنة الفجر فلو فاتت مع الفجر قضاها معه استحسانا لحدیث ليلة النعیم ﷺ فان النبی ﷺ صلی رکعتی الفجر ثم صلی الفجر و لان هذه السنة من القوة ما ليس لغيرها ﷺ قال ﷺ صلوهما فان فیهما الرغائب و ان انفردت بالفوات لم تقض عند ابی حنیفة و ابی یوسف رحمهما اللہ تعالى لان موضعها بین الاذان والاقامة و قد فات ذلك بالفراغ من الفروض و عند محمد رحمه اللہ تعالى یفطیہا اذا ارتفعت الشمس قبل الزوال هكذا روى عن ابن عمر رضی اللہ عنہما و لان ما قبل الزوال فی حکم اول النهار و عند الشافعی رحمه اللہ یفطیہا قبل طلوع الشمس بناء علی اصله فی الصلوات لها سبب و اللہ سبحانه و تعالی اعلم ۱

ترجمہ: اگر کسی شخص نے فجر کی نماز ادا کی۔ پھر اسے یاد آیا کہ اس نے فجر کی دو رکعت سنتیں ادا نہیں کیں۔ تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان دونوں رکعتوں کی قضا نہ کرے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے پسند یہ ہے کہ جب سورج بلند ہو جائے تو ان کو قضا کرے۔ لیکن اس کے علاوہ باقی سنتیں جب اپنے موقع پر نہ جائیں تو ان کو قضا نہیں کیا جائے گا۔ اس میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے۔ ہمارے دلیل امام ابوحنیفہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ سے دریافت فرمایا کیا ہم ان کی قضا کریں تو فرمایا نہیں۔ نیز (اس

کی عقلی دلیل یہ ہے کہ) سنت سے مراد تو اقل میں نبی کریم ﷺ کی اقتداء ہے۔ اور یہ مقصد سنتوں کے فوت ہونے کے بعد قضاء سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور یہ اذان اور اقامت کے مابین فصل کے لیے مشروع ہیں لہذا یہ مقصد فجر کی نماز کی ادائیگی کے بعد حاصل نہیں ہو سکتا۔ فجر کی سنتیں جب فجر کے فرضوں سمیت فوت ہو جائیں تو ان کو فرضوں سمیت احتساباً قضا کرے کیوں کہ حدیث لیڈہ اقرار لیں میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے پہلے فجر کی دو رکعت سنتیں ادا فرمائیں اور اس کے بعد فجر کے فرض ادا فرمائے۔ نیز ان سنتوں میں اتنی قوت ہے جو دوسری سنتوں میں نہیں ہے۔ ☆ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سنتوں کو پڑھو کیوں کہ ان میں عطیات ہیں۔ اور اگر صرف یہ سنتیں فوت ہوں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان کی قضاء نہ کرے۔ کیوں کہ ان کی ادائیگی کا مقام اذان اور اقامت کے درمیان ہوتا ہے۔ اور جب فرض سے فارغ ہو چکا تو وہ موقع فوت ہو گیا۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب سورج بلند ہو جائے تو ان کو قضا کرے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے۔ کیوں کہ زوال سے پہلے وقت کا حکم دن کے آغاز کا ہوتا ہے۔ لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سورج کے طلوع ہونے سے قبل ان کی قضاء کرنا ان کا یہ حکم یعنی ہے اس اصل پر کہ نمازوں کے اسباب ہیں (اور جب سبب موجود ہوں ان کو ادا کیا جا سکتا ہے) علاوہ یہی دلیل شیخین رحمہما اللہ غالباً یہ حدیث ہے جو مشکوٰۃ و ترمذی و مطبوعہ اسلامی لاہور کے صفحہ ۴۹ باب اوقات نبی میں بروایت بخاری و مسلم مروی ہے۔

☆ عن ابی سعید الخدري رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لا صلوة بعد الصبح حتى ترتفع الشمس ولا صلوة بعد العصر حتى تغيب الشمس و (ترمذی۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ صبح کے بعد سورج کے بلند ہونے تک اور عصر کے بعد سورج کے غروب ہونے تک نماز (نفل) درست نہیں ہے)

اور یہ جزو مذی شریف مطبعتی چھپائی دہلی کے صفحہ ۵۵ جلد اول حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

☆ قال خرج رسول الله ﷺ فاقبعت الصلوة فصلبت معه الصبح ثم انصرف النبي ﷺ فوجدني اصلي فقال مهلا يا قيس اصلتان معا فقلت يا رسول الله ﷺ اني لم اكن ركعت ركعتي الفجر قال فلا اذن!

☆ (ترجمہ: حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی پاک ﷺ باہر تشریف لائے۔ صبح کی گئی۔ میں نے آپ ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی۔ پھر نبی اکرم ﷺ واپس آئے اور مجھے نماز پڑھتے دیکھا۔ فرمایا اے قیس رک جاؤ۔ کیا دو نمازیں اکٹھی ادا کر رہے ہو؟ میں نے عرض کی میں نے فجر کی دو رکعت سنت ادا نہیں کی تھیں۔ اس پر آپ نے فرمایا اب نہیں)

اول تو یہ حدیث مرسل ہے اور علامہ مقاری رحمہ اللہ مرقات میں تحریر فرماتے ہیں

سبالی ان الحديث لم يثبت فلا يكون حجة على ابي حنيفة رحمه الله!

(ترجمہ: مختصر یہ بات آ رہی ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے لہذا یہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف حجت نہیں بن سکتی)

و قال ابو عيسى الترمذی و اسناد هذا الحديث ليس بم متصل

(ترجمہ: حضرت امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس حدیث کی سند متصل نہیں ہے)

علاوہ ازیں ظاہر معنی ”فلا اذن“ کے یہی ہوتے ہیں کہ حضور و رسالہ ﷺ نے میری یہ عرض سن کر کہ میں نے دو سنت فجر کی نہیں پڑھی تھی اور شریک جماعت ہو گیا تھا فرمایا ”فلا اذن“۔ یعنی پس اس وقت نہ۔

۱۔ جامع الترمذی، صفحہ ۱۱۳، حدیث رقم ۳۴۲، مطبوعہ دار السلام للنشر والتوزيع الرياض.

۲۔ مشکوٰۃ المصابیح: صفحہ ۹۵، حاشیہ نمبر ۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان

۳۔ جامع الترمذی: صفحہ ۱۳۳، دار السلام للنشر والتوزيع الرياض

۴۔ مشکوٰۃ المصابیح: صفحہ ۹۵، حاشیہ نمبر ۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان

یعنی اگر ان ستوں کو پڑھنا ہی ہے تو اس وقت نہ پڑھو بلکہ بعد طلوع آفتاب کے پڑھنا۔

چنانچہ اس کی مصرع دوسری حدیث ترمذی مذکورہ کے اسی صفحہ میں ہے

☆ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلہما بعد ما تطلع الشمس!

☆ (ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے فجر کی دو رکعت سنت نہ پڑھی ہو اسے چاہئے کہ سورج طلوع ہو چکے کے بعد انہیں پڑھ لے) بنا علیہ الامام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

واحب ان یقضیہما بعد طلوع الشمس!۱

(ترجمہ: مجھے پسند ہے کہ فجر کی ستوں کو سورج کے طلوع ہونے کے بعد قضا کرے)

ورنہ یہ حدیث بھی بمقابلہ اس حدیث کے جس کی بنا پر شیخین فرماتے ہیں کہ فجر و صبح فجر قبل طلوع شمس قضا کی جائیں نہ بعد طلوع ضعیف ہے۔ کما ہو ظاہر من کلام الترمذی رحمہ اللہ حیث قال ولا یعلم احد روٰی هذا الحديث عن ہمام بهذا الاسناد نحو هذا الا عمرو بن عاصم الکلابی!۲

(ترجمہ: حضرت عمر بن ماسم کلابی کے سوا کسی ایسے شخص کے بارے میں علم نہیں جس نے اس حدیث کو حضرت ہمام رحمۃ اللہ علیہ سے اس سند کے ساتھ اس طرح روایت کیا ہو) مختصراً

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ التوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی النجفی مسجد جامع اکبر آباد

۱۔ جامع الترمذی: صفحہ ۱۱۳، حدیث رقم ۳۴۳، مطبوعہ دار السلام للنشر والتوزیع الرباض.

۲۔ المعیوض، جلد ۱، صفحہ ۱۶۱، دار المعرفہ بیروت

۳۔ جامع الترمذی: صفحہ ۱۱۳، ۱۱۵، مطبوعہ دار السلام للنشر والتوزیع الرباض.

﴿فتویٰ نمبر.....66﴾

سوال

وَرَجَبِ رَمَضَانَ میں اول رکعت میں اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ پڑھا اور دوسری میں تَبْتَ يَدَا پڑھا اور تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھا تو کی دوسری رکعت میں بجائے قُلْ يٰ اَيُّهَا الْكَافِرُونَ کے تب تب پڑھا پڑھنے سے نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَرَجَبِ رَمَضَانَ میں اکثر آنحضرت ﷺ کا قول رکعت میں سبح اسم دوسری میں قُلْ يٰ اَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ تلاوت فرمایا کرتے تھے لہذا ان سورتوں کا پڑھنا مستحب ہے۔ اور اگر کوئی اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ اور تَبْتَ يَدَا اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ سے یا کسی اور سورت سے پڑھ لے جب بھی (نماز) پورا کر اہمیت ہو جائے گی کوئی حرج نہیں۔

حضور: العبد الراہی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین علی الرضوی الحنفی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 67﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ امام نے تیسری رکعت میں ایک آیت الحمد شریف کی جہ سے پڑھی اور مقتدی کے لقمہ دینے سے آہستہ شروع کی۔ آیا سجدہ کو لازم آیا یا نہیں؟۔ **بیضاؤ و توجروا الجواب**

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

سجدہ ہو کا ترک کر دینے کسی واجب کے واجبات نماز سے یا تاخیر واجب یا تاخیر فرض سے واجب ہے۔ چنانچہ صفحہ ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸ اور مختار مطبوعہ علی ہاشم راولپنڈی مصری میں ہے

سجود السہو یجب بعد سلام واحد عن یمینہ فقط مسجد نان و تشهد و سلام بترک واجب مما فی صفۃ الصلوۃ سہوا و ان تکرر کو کو ع قبل قرأۃ الخ مختصراً (ترجمہ: سجدہ ہو صفت صلوٰۃ میں مذکور واجبات میں کسی واجب کے ہو کے ساتھ ترک ہو جانے سے واجب ہے۔ اگرچہ وہ تکرار کے ساتھ ہو۔ جیسا کہ قرأت سے پہلے کو کرنا سجدہ ہو صرف دائیں جانب ایک سلام کے ساتھ دو سجدوں، تشهد اور سلام کے ساتھ واجب ہے)۔

اور ظاہر ہے ہر آیت الحمد بقول احوط واجب مستقل ہے۔ لہذا اگر ایک آیت الحمد بھی ہوا چھوڑ دی سجدہ ہو واجب ہوگا۔

چنانچہ صفحہ ۳۳۸ اور مختار مذکور میں ہے

و فی المجتبى یسجد بترک آیۃ منها (ای الفاتحہ) و هو اولی قلت علیہ فکل آیۃ

واجبۃ

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد اول، صفحہ ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد اول، صفحہ ۳۳۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

(ترجمہ: سورۃ فاتحہ کی ایک آیت کے ترک سے مجدد ہو کر رہے۔ یہی اولی قول ہے۔ میں کہتا ہوں اس سے ثابت ہوا کہ اس کی ہر آیت ایک صلہ واجب ہے یا لہجہ میں ہے)

۶۶ اور جہ جب جہری نماز میں امام پر واجب ہے لامحالہ ہر آیت الحمد کا جہ واجب ہوگا۔ اور اگر ایک آیت کا جہ ترک ہو جائے گا لازم آئے گا یا کل الحمد کا۔ لہذا اگر آیت الحمد سے سری میں جہ انچہ بھی جائے گی علی حد اکثر امام جہری میں سرانچہ سے گناہ اور اس پر بھی واجب ہوگا۔

حورہ: العبد الراجی ابو محمد محمد دیر علی النجفی

المفتی فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر.....68﴾

سوال

اگر چار رکعت پڑھنے ہوں اور دوسری رکعت میں انقیات معذور دہ پڑھ لیا تو کیا کرنا چاہئے۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

☆ یہ کلیہ ہے کہ ترک واجب اور تاخیر فرض اور واجب سے تجدہ ہو واجب ہوتا ہے۔ اور تجدہ ہو کر لینے سے نقصان ترک واجب یا تاخیر فرض پورا ہوتا ہے۔ اسی واسطے بصورت ترک تجدہ ہو اس نقصان کے پورا کرنے کے واسطے اس نماز کا مادہ واجب ہوتا ہے۔ ہذا چار رکعت والی نماز میں چونکہ بعد انقیات کھڑا ہو جانا فرض ہے اور تجدہ پڑھنے درود پاک کے بقدر اللهم صل بھی فرض میں تاخیر ہو جاتی ہے تجدہ ہو واجب ہو جاتا ہے خواہ درود پڑھنے خواہ اللهم صل! ای کہہ کر یاد آجے ہی کھڑا ہو جائے۔ مختار

حور ذہ: العبد الراعی ذمہ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی النحوی

مسجد جامع اکبر آباد



۱ صاحب دارالافتار نے علامہ زلی کے حوالہ سے فرمایا کہ اس سے پہلے کہ اللهم صل علی محمد سے تجدہ ہو واجب ہوگا۔

اس کی مہارت میں ہے۔

وناشہر قیام ای الشافعیہ بنی ہاشم علی النشہد بقدر و کن وقیل یعرف وفی الزیلعی الأصح و سبویہ باللہم علی محمد. المحدث المختار مع رد المختار جلد اول صفحہ ۸۳۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔ بہار شریعت میں بھی صاحب در مختار کا رد شامل کیا گیا ہے۔

محمد طہم الدین انتخبی مدنی مہر

﴿فتویٰ نمبر..... 69﴾

سوال

اگر پہلی یا تیسری رکعت میں پوری اتھتیا پڑھنی شروع کر دے تو کیا کرے؟ اگر تیسری یا پہلی رکعت میں سلام پھیر دے تو کیا کرے؟ اور اچھی طرح یاد نہ ہو یعنی شبہ ہو تو کیا کرے؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

☆ اگر پہلی یا تیسری رکعت میں پوری اتھتیا یا ایک دو تک پڑھ لیا یا بھول کر سلام پھیر دیا تو بیحد تاخیر فرض بعد پوری کرنے نماز کے کعبہ سے واجب ہوگا۔ اور اگر اس امر میں شک ہو کہ پہلی رکعت ہے یا دوسری علیٰ ہذا تیسری ہے یا چوتھی تو اس کو چاہئے کہ سوچے اور جس امر کا ظن غالب ہو اسی پر بنا کرے۔ اور اگر دونوں جانب سے کسی طرف ظن غالب نہ ہو بلکہ دوطرفہ برابر شک ہے کہ نہیں معلوم پہلی ہے یا دوسری علیٰ ہذا تیسری ہے یا چوتھی تو پہلی ہی رکھے۔ علیٰ ہذا تیسری ہی سمجھے مگر اس پہلی میں بیحد کرا اتھتیا پڑھے اور اسی طرح تیسری میں بھی بیحد کرا اتھتیا پڑھے پھر دوسری علیٰ ہذا چوتھی رکعت اتھتیا درود دعا پڑھ کر سلام پھیر کر کعبہ سے ہو کر کے پھر اتھتیا درود دعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔ اس واسطے کہ اگر فی الواقع وہ دوسری تھی تو حج کا قعدہ جو واجب ہے ادا ہو گیا۔ اور اگر چوتھی تھی تو قعدہ فرض ادا ہو گیا۔ اور ایک رکعت زائد پڑھنے سے جو خروج من مصلوۃ میں یعنی سلام پھیرنے میں جو تاخیر ہوئی تھی اس کا نقصان کعبہ سے جاتا رہا۔ علیٰ ہذا بصورت ہونے اس پہلی رکعت کے دوسری حقیقتاً۔ اگر یہ تیسری میں اس کو دوسری سمجھ کر بیٹھا اور پھر ضرور ہے کہ تیسری میں بیٹھے اس واسطے کہ وہ فی الواقع چوتھی ہوگی۔ اور قعدہ اخیر فرض ہے۔ تو پھر چوتھی پڑھے گا اور فی الواقع وہ پانچویں ہوگی کعبہ سے آخر میں کرنے سے یہ سارے نقصان سے نکل جائیں گے اور نماز کامل ہو جائے گی۔ منتظر

حضور: العبد الراعی رحمۃ ربہ التوہی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی اعلیٰ مسجد جامع اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر.....70﴾

سوال

پانچامیائے بندختوں کو چھپانا ہوا جائز ہے اور نماز ہو جائے گی یا مکروہ؟ مرد کو اس کا پہننا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

پانچامیائے بندختوں تک ہتھو جائز ہے مگر تختوں سے نیچے مکروہ ہے اور نماز بھی مکروہ۔ اللہ بیٹا ابو داؤد میں ہے۔

ان الله جل ذكره لا يقبل صلوة رجل مسبل ازاره

☆ (ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس آدمی کی نماز قبول نہیں فرماتا جو اپنا بند لٹکائے)

کتبہ: المفتی السیّد محمد اعظمی دہلوی



﴿فتویٰ نمبر.....71﴾

سوال

بعد نماز کوشہ جا نماز کو لوٹ دینا دیکھا گیا ہے اس کی شرع میں کہاں تک اصل ہے۔

الجواب

بعد نماز کوشہ جا نماز کو لوٹ دینا کسی معتبر کتاب میں نظر سے نہ گزرا۔

کھبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر — 72﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمان نکلے کوہل سنت و جماعت تو مٹیں پیشہ ناک روہی کرتے ہیں۔ آیا یہ لوگ مسجد میں نماز جماعت سے یا علیحدہ چڑھ سکتے ہیں یا نہیں اور مسجد ہذا کے پانی سے وضو کر سکتے ہیں یا نہیں۔ شرعاً شریف کیا حکم دیتا ہے؟

سائل: علیم الدین گزری سازکناری ہزاراگرہ

۱۰ اکتوبر ۱۹۶۶ء

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

ہر مسلمان مٹی مٹی ہر ایک مسجد میں استحقاق نماز پڑھنے کا اور مسلمانوں کے ساتھ کھانے پینے کا استحقاق رکھتا ہے۔ خواہ وہ ناک روہی پیشہ کرے خواہ پانناندا اٹھائے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ جب مسجد میں آئے پاک صاف ہو کر آئے۔ اور نامی چیز کھا کر جس کی بو سے مسلمانوں کو ایذا پہنچے جیسے پیاز، لہسن۔ اگر گندہ (بدبو) ہے مسجد میں آئے مکر وہ ہے۔ حضور در عالم شہداء فرماتے ہیں۔

من اكل من هذه الشجرة فلا يقرب من مسجدنا۔

۱۔ (الف) صحیح البخاری	جلد ۱ صفحہ ۲۱۶	مطبوعہ دار الفکر
(ب) صحیح مسلم	المساجد ۱/۱۷	مطبوعہ عیسیٰ الحلبي
(ج) سنن ابی داؤد	کتاب الاطعمه	حدیث رقم ۳۱
و غیر ہا کتب الاحادیث متصل کے لیے لاکھ ۱۰ موسوعۃ اطراف العلین النبوی		
جلد ۸ صفحہ ۱۳۰ تا ۱۳۳		مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

☆ یعنی وہ شخص جو اس درخت یعنی پیاڑہن سے کسائے بلاشبہ ہماری مسجد میں نہ آئے۔

علیٰؑ نہ اس کے بغل کندہ یا موند کی بدبو یا کوڑہ یا گتھ وغیرہ سے لوگوں کو تکلیف ہو اگر وہ سب (بدبو) سے ہو لوگ پریشان ہوتے ہوں اس کی جماعت اور ماضری مسجد معاف ہے۔ اور جب کچھ نہیں تو بجنگی چمار مسلمان سنی حنفی کو مسجد میں وضو کرنے پانی پینے نماز پڑھنے کا حق حاصل ہے۔ جو ایسے مسلمان کو خطا ہو نہ ناک روہی کے نماز پڑھنے سے منع کرے سخت گناہگار ہے اور یہ طریق کتاب نامکار۔

حورہ

ابو محمد محمد دیر علی الصبی

مفتی مسجد جامع آگرہ



﴿فتویٰ نمبر.....73﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جامع مسجد کھرت پور میں بروز جمعہ اکثر سائل اپنے کو غریب الوطن نادار مسافر اور ایسے الفاظ سے مقرب کر کے نمازیوں کی صف کے آگے پیچھے گشت لگا کر پتا واپس ملنے سوال اپنی امداد کا زلفظ سے کرتے ہیں۔ ایسے وقت میں کوئی نمازی اداے سنت میں کوئی اپنے دماغ و کار میں مشغول ہوتے ہیں۔ آپ از روئے شریعت اطلاع بخشیں کہ ایسے وقت ان سلطان کو سوال کرنے سے باز رکھا جائے تو خلاف سنت ہوگا؟ بینوا تو جبروا

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

فقہائے کرام کے نزدیک تو مسجد میں سوال کرنا حاجت مند ہو یا غیر حاجت مند دونوں کو حرام ہے ☆ اور مسجد میں سوال کرنے والے کو دینا مکروہ ہے۔ چنانچہ صفحہ ۴۸۸ جلد اول رد المحتار مطبوعہ مصر علی ہاشم رد المحتار میں ہے:

و یحرم فیہ السؤال و یکرہ الاعطاء مطلقاً و قبل ان تخطیٰ۔

☆ (ترجمہ: مسجد میں مانگنا حرام ہے اور دینا مطلق مکروہ ہے بعض علماء نے فرمایا کہ اگر سائل لوگوں کی گردنوں کو پھلاتے تو دینا مکروہ ہے)

یعنی بعض فرماتے ہیں کہ اگر سائل مسجد میں مغفوں پر کودتا اور مغفوں کو چرتا پھرتا اور نماز پڑھنے والوں کو اور مسجد میں انتظار نماز میں بیٹھے ہوئے کو تکلیف دے تو اس طرح سوال کرنا بھی حرام ہے اور ایسے سائل کو دینا

بھی مکروہ ہے ورنہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ اس واسطے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے واجب نماز میں سائل کو انگوٹھی نکال کر دے دی اس پر اللہ نے ان کی تعریف فرمائی حیث قال اللہ

و یوتون الزکوۃ و ہم را کعون ۱

(ترجمہ: اور وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اس حال میں جب کہ وہ رکوع میں ہوتے ہیں)

چنانچہ درمختار مذکورہ میں صفحہ 296 جلد شامی کتاب الظہر والاہلۃ میں ہے

ویکبرہ اعطاء سائل المسجد الا اذا لم يتخط رقاب الناس فی المختار کما فی

الاختیار ومن مواهب الرحمن لان علیا رضی اللہ عنہ تصدق بختامہ فی الصلوۃ فمدحہ

اللہ بقولہ و یوتون الزکوۃ و ہم را کعون ۲

(ترجمہ: مختار قول کی رو سے مسجد میں مانگنے والے کو دیا مکروہ ہے ہاں اگر وہ لوگوں کی گردنیں نہ پھلائے گا تو مکروہ نہیں ہے جیسا کہ الاختیار اور مواہب الرحمن کے متن میں ہے۔ کیوں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دوران نماز اپنی انگشتی صدقہ کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعریف یوں فرمائی کہ یہ لوگ رکوع کی حالت میں صدقہ ادا کرتے ہیں)

قال الشامی رحمہ اللہ :

قولہ (الا اذا لم يتخط) آی ولم یمر بین یدی المصلین قال فی الاختیار فان کان

یمر بین یدی المصلین و يتخطی رقاب الناس یکبرہ لانه اعانة علی اذی الناس حتی قبل

هذا فلس لا یکفرہ مبعون فلس ۳

(ترجمہ: حوالہ: ہاں اگر لوگوں کی گردنیں نہ پھلائے گا تو مسجد کے سائل کو دیا مکروہ نہیں۔ یعنی نہ ہی وہ نمازیوں کے

۱۔ الفرقان المجید: سورة المائدہ : آیت ۵۵

۲۔ الدر المختار مع رد المختار: جلد ۵ صفحہ ۲۹۶ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۳۔ رد المختار: جلد ۵ صفحہ ۲۹۶ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

آگے سے گزروے الاختیار میں ہے کہ اگر سوال کرنے والا نماز ادا کرنے والوں کے آگے سے گزروے اور لوگوں کی گردنوں کو پھلانگے تو اسے دینا مکروہ ہے کیوں کہ یہ لوگوں کو تکلیف پہنچانے پر امانت ہے بعض علماء نے فرمایا کہ اس طرح دینے ہوئے ایک پیڑہ کے گناہ کا کفارہ ستر پیسے بھی نہیں ہو سکتے)

یعنی اگر مسائل نمازیوں کے آگے سے نکل یا صفوں کو چھو تا اور اپنے ادا پھرے تو اس کو ایک پیڑہ دینے کے گناہ کا کفارہ اگر ستر پیڑہ اللہ واسطے دے دے جب بھی نہیں ہو سکتا۔

بہر حال جو مسائل فی الواقع حاجت مند ہو اور قرینہ سے معلوم ہو کہ مجبور پریشان ہو کر سوال کرتا ہے یا قرینہ سے معلوم ہو کہ یہ مسائل جو کرایہ رمل یا سواری مانگ رہا ہے بوجہ شدت مشقت سفر مانگتا ہے اگرچہ پیدل چلنے پر قادر ہے یا جاڑوں میں بغیر سرمائی کے گزر کر سکتا ہے مگر بوجہ مشقت شاق سردی کے سوال کرتا ہے تو چونکہ اس کو سوال کرنا جائز ہے اگر مسجد میں سوال نہ کرے یا مسجد ہی میں کرے مگر اس طرح نہ کرے کہ صفوں کو چھو تا پھرے اور نمازیوں کو اس کے سوال سے اپنے اندر پہنچے اور لوگوں کے ورد و وظائف اور نماز میں خلل انداز نہ ہو تو اس کو دینا بھی جائز ہے۔ بلکہ موجب ثواب ہے کما حقیقہ الغزالی رحمہ اللہ فی کتاب الفقر والزهد من الجزء التاسع لا حياء العلوم فی صفحه 306-307-308 من احیاء المطبوعة علی هامش التحاف السادۃ اور ایسی صورت پر محمول ہیں یہ حدیثیں۔

☆ قال النبی ﷺ للسائل حق و لو جاء علی فرس!

(ترجمہ: ناکھنے والے کا حق ہے اگرچہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے)

و قال النبی ﷺ لا یمنعن احدکم السائل ان یعطیہ و ان کان فی بدۃ قلبا من

ذهب!

i. احیاء علوم الدین: جلد ۳ صفحہ ۳۲۷ مطبوعہ دار الوری حلب

ii. احیاء علوم الدین مع التحاف السادۃ المعظین جلد ۱۱ صفحہ ۵۹۳ دار الکتب العلمیہ بیروت

iii. التحاف السادۃ المعظین جلد ۱۱ صفحہ ۵۹۳ دار الکتب العلمیہ بیروت

(ترجمہ: تم میں کوئی بھی سائل کو پرگز نہ روکے کہ اس کو کچھ دینا پڑے گا اگرچہ اس کے ہاتھ میں خالص سونا موجود ہو)

و قال ﷺ لو صدق السائل ما افلح من ردوا

(ترجمہ: سائل اگر سوال میں چاہے جو جس نے اس کو نالی لوٹا دیا اس نے قلاع نہ پائی)

حالانکہ صفحہ ۳۰۴ جلد ۱۰۰۰ اتحاف السادة المتعلمين شرح احیاء علوم الدین میں یہ نسبت حدیث اول منقول ہے کہ یہ حدیث بے اصل ہے۔ حیث قال صاحب الاتحاف رحمه الله

عن احمد بن حنبل انه قال اربعة احاديث تدور في الاسواق ليس لها اصل منها

للسائل حق الخ^۱

(ترجمہ: حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چار احادیث بازاروں میں کثرت سے بولی جاتی ہیں لیکن ان کی کوئی اصل نہیں ہے ان میں پہلی ہے للسائل حق الخ۔)

اور حدیث ثانی کی نسبت تحریر فرماتے ہیں اس کی سند میں عثمان بن قانہ ضعیف ہیں۔^۲

اور حدیث سوم کو بھی اگرچہ علامہ ابن المدنی سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔^۳

مگر تاہم یہ حدیث مفسر ہے پہلی دونوں حدیثوں کی خبر کی۔

خلاصہ مضمون دونوں احادیث مذکور اور نیز آریہ کریمہ

اما السائل فلا تنهر (سوائی کو مت جھڑکو)

۱۔ اتحاف السادة المتعلمين جلد ۱۱ صفحہ ۵۹۳ دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۔ اتحاف السادة المتعلمين جلد ۱۱ صفحہ ۵۹۳ دار الکتب العلمیہ بیروت

۳۔ اتحاف السادة المتعلمين جلد ۱۱ صفحہ ۵۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت میں ہے کہ :

وفيه عثمان بن قانہ وهو ضعيف

۴۔ ایسا میں ہے۔ قال ابن المعینی ثلاثة اشياء لا يصح عن النبي ﷺ منها لو صدق السائل

یہی ہے کہ اگر مسائل فی الواقع حاجت مند معلوم ہو کہ اس کے ہاتھ میں سونا بھی ہو یا گھوڑے پر سوار ہو اور پیچہ زیا دست مقدار ادا کے وجہ از مہ وغیرہ مثلاً وہ حاجت مند اور چاہا معلوم ہو تو اللہ فرماتا ہے اس کو مت بھڑک اور اگر اس کو پاؤں حفاظت خالی ہاتھ کوئی پھیر دے گا وہ غلام یا ب نہ ہوگا۔ اور ایسے ہی حاجت مند مسائل کے پھیر دینے کی نسبت بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ قیامت کے دن اللہ فرمائے گا کہ اے میرے بندے میں بھوکا تھا تو نے مجھ کو کھانا نہیں کھلایا۔ میں پیاسا تھا تو نے مجھ کو پانی نہیں پلایا۔ میں ٹکا تھا تو نے مجھ کو کپڑا نہیں پہنایا۔ جب بندہ عرض کرے گا تو ان سب امور سے پاک بنے تو ارشاد ہوگا ہمارا نکلاں بندہ بھوکا تھا پیاسا تھا ٹکا تھا اس نے تجھ سے مانگا اگر تو اس کو دیتا کوئی ہم کو دیتا یعنی جب وہ فی الواقع حاجت مند تھا اور چاہا اور تو اس کی حاجت روانی پر قادر تھا تو تو نے اس کو نہ کھلایا کوئی ہم کو ہی نہ کھلایا علی بن ابی القیس۔

☆ اگر غریب خستہ حال کے واسطے سوال کرے تو وہ بھی جائز اور داخل امانت غریب و فقراء خستہ مال ہے۔ اور جن سے بے تکلفی ہو جیسے اپنے بزرگ یا حکام یا دوست جو بلا سوال بھی دیتے رہتے ہوں اور اس کے سوال سے ناراض نہ ہوں بلکہ خوش ہو کر دیں نہ کہ شرمناک تو ان سے بھی مانگ لینے کا مضائقہ نہیں چنانچہ صفحہ ۳۰۰ اتحاف السادة شرح احیاء العلوم کی جلد نہم میں علامہ زبیدی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

قوله (انه قد وردت منه كثيرة في السؤال والتشديدات) عظيمة تدل على تحريمه والمراد بالسؤال ههنا سؤال الناس عامة ويكون ذلك لنفسه وخرج بذلك إذا كان يسأل لغيره فهذا غير داخل في تلك التشديدات بل هو معونته خرج بذلك أيضا ما إذا كان لنفسه ولكنه سأل الاقارب والاصدقاء فهو طريق القوم وعليه العمل لأن الاصدقاء يفرحون بذلك ويرون الفضل والعنة للصدیق الفاسد والبه يشرح قوله وورد فيه أيضا ما يدل على الرخصة إذ قال عليه السلام للسائل حق انتهى!

(ترجمہ نکلنے کے بارے میں بہت سی ممانعتیں اور عظیم وعیدیں وارد ہیں جو اس کی حرمت پر دالالت کرتی ہیں

یہاں پر سوال ہے مراد مام لوگوں سے مانگتا ہے اور وہ بھی اپنی ذات کے لیے۔ ان ممانعتوں سے وہ صورت خارج ہے جب کہ کسی دوسرے کے لیے مانگا جائے تو وہ ان وعیدوں میں داخل نہیں ہے بلکہ وہ کسی کی مدد کرنا ہے اور اس سے وہ صورت بھی خارج ہے جب کہ اپنے لیے مانگے لیکن رشتہ داروں اور دوستوں سے سوال کرے یہ صوفیہ کرام کا طریقہ ہے اور اسی پر دور حاضر میں عمل ہے کیوں کہ دوست اس سے خوش ہوتے ہیں۔ اور قصد کرنے والے دوست کا اسے احسان اور مہربانی شمار کرتے ہیں۔ نئی اکرم شدہ کا ارشاد اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ نیز آپ سے وارد ارشاد میں اس طرح سوال کرنے کی رخصت پر دلالت پائی جاتی ہے کیوں کہ آپ کا ارشاد بابرک ہے للسان حق (ج)

☆ ورنہ بلا ضرورت سوال کرنے والوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا درزوں سے پڑنا اور زیادہ حاجت سے جو اس نے منع کر رکھا تھا اس کا ختماء حاجت مندوں کو دلونا رولہ بہت صحیح سے ثابت ہے۔
چنانچہ صفحہ ۳۰۵ جلد پنجم ایضاً معلوم میں مذکور ہے:-

و سمع عمر رضي الله عنه سائلا يسأل بعد المغرب فقال لواحد من قومه عث الرجل فعشاه ثم سمعه ثانيا يسأل فقال ألم أقل لك عث الرجل قال عثيته فظفر عمر فإذا نحت يده مخلقة مملوءة عجزا فقال لست سائلا ولكنك تاجر ثم اخذ المخلقة و نشرها بين يدي اهل الصلقة و ضربه بالدرة قال لا تعد!

پھر ترجمہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو مغرب کے بعد مانگتے سنا آپ نے اپنے خاندان کے ایک فرد کو فرمایا اس شخص کو رات کا کھانا کھلا دو اس نے اس کو کھانا کھلا دیا۔ آپ نے دہابا سے مانگتے ہوئے سنا تو پوچھا کیا میں نے تم کو نہیں کہا تھا کہ اس شخص کو کھانا کھلا دو۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو اس نے ہاتھ کے نیچے ایک توہ اور بیوں سے بڑھتا تو آپ نے فرمایا تم مانگتے نہیں ہو تم تو تاجر ہو۔ پھر وہ پوچھا لے لیا اور صدقہ کے مستحق افراد کے سامنے اسے پکایا دیا اور اسے ڈڑے سے سزا دی اور فرمایا آئندہ یا مساکرہ (

اور اتحاف مذکورہ کی جلد ۳ ص ۳۰ میں ہے:

قال النبی ﷺ :

☆ ”من سال عن غنی فاتما يستکثر من جمر جهنم و من سال و له ما یغنیہ جاء يوم

القیمة و وجهه عظم یتقعقع لیس علیہ لحم“

قال العراقی رواہ ابو داؤد و ابن حبان

و لمسلم من حدیث ابی هريرة

”من سال الناس اسوالهم تکترا فاتما یسال جمرا“

و للبخاری و الطبرانی من حدیث ابن مسعود و ابن عمر

”لا یزال العبد یسال و هو غنی حتی یخلق وجهه“

و فی اسنادہ لیں

و للشیخین من حدیث ابن عمر

”ما یزال الرجل یسال الناس حتی یائی يوم القیامة لیس فی وجهه مزغة لحم“

و ایضا فیہ و روی عبد اللہ بن احمد فی زوائد المسند من حدیث علی

”من سال مسئلة عن ظهر غی استکثر بها من رصف جهنم“

و روی ابن حبان و ابن شاہین و تمام و الضیاء من حدیث عمر

”من سال لیسری سألہ فاتما هو رصف من النار یلقمہ من شاء فلیقل و من شاء

فلیکثر“

و ایضا فیہ و فی روایة للطبرانی فكان یلقم الرضفة الخ۔

(ترجمہ: نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ”مفراش دتی کے باوجود جو شخص سوال کرتا ہے وہ درخش کے انگڑوں کو زیادہ

کر رہا ہے۔ اور جس شخص نے ماکھالا نکدہ اس کے پاس اتنا تھا جو اس کے لیے کافی تھا وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا چہرہ صرف بڑی ہوگا جو حرکت کر رہی ہوگی)
علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”اے امام ابو داؤد نے اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کیا ہے“

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:
”جس نے اپنا مال بڑھانے کے لیے لوگوں سے سوال کا وہاں سے مانگ رہا ہوتا ہے“
امام بزار اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ

”آدی امیر ہونے کے باوجود سوال کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کا چہرہ بوسیدہ ہو جاتا ہے“
اس حدیث کی سند میں کچھ فری ہے
امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی
”آدی لوگوں سے اکتار ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے کہ اس کے چہرہ پر گوشت کا ایک ٹکرا بھی نہ ہوگا“

امام عبد اللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ نے زوائد مسند میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ
”جو شخص باوجود فراخ دہی کے سوال کرتا ہے وہ صرف دوزخ کے گرم پتھر زیادہ کر رہا ہوتا ہے“
امام ابن حبان، امام ابن شاکین، امام تمام اور امام ضیاء رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

”جو شخص مال دار ہونے کے لیے سوال کرتا ہے ماکھالا وہ مال دوزخ کے گرم پتھر ہوتے ہیں جنہیں وہ نکلے گا جب چاہے کم مانگے جو چاہے زیادہ سوال کرے“
امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں ہے کہ:

”وہ گرم پتھر نکلے گا۔“

پھر اس مال کی مقدار جس کے بعد سوال کرنا حرام ہے بحسب اختلاف حالات لوگوں کے اور اختلاف اوقات حاجت کے بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ صبح اور شام کا کھانا ہے اس کا یا اس کے کھانے اور اس کے اہل و عیال کے کھانے کا اور زیادہ سے زیادہ اس کی مقدار پچاس درہم ہے جو پتھر یا چند روپیہ کے قریب ہوتے ہیں یا اس قیمت کا سامان بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ ۱۴۰۹ھ یا ماہ العلوم مذکورہ میں ہے۔

و قد ورد فی الحدیث

”استنخوا بغنی اللہ تعالیٰ عن غیرہ قالوا و ما هو قال غداء یوم و عشاء“

و فی حدیث آخر

”من مال و له خمسون درہم او عدلہا من النہب فقد مال الحافا“

و فی لفظ آخر

”اربعون درہما“

(ترجمہ: حدیث پاک میں آیا ہے)

”اللہ تعالیٰ کی خفا کے ساتھ اس کے ماسوا سے غنی ہو جاؤ۔ صحابہ نے عرض کی وہ کیا ہے؟ فرمایا ایک دن کے صبح اور رات کھانا“

دوسری حدیث میں آیا ہے

”جس کے پاس پچاس درہم یا ان کے برابر رقم ہو اور وہ مال لے تو اس نے لوگوں سے لپٹ کر ماکھا ہے“

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

”اس کے پاس چالیس درہم ہوں۔“

قال الزبيدي رحمه الله في شرح في بيان حديث الاول

وفي حديث سهل بن الحنظلية قالوا و ما يغبه يا رسول الله قال قدوما يغلبه ويعشيه
رواه احمد وابو داؤد وابن خزيمة وابن حبان وابن جرير والطبراني والحاكم
في حديث علي قالوا و ما ظهر غنى قال عشاء ليلة
رواه عبد الله بن احمد و اسناده حسن

وهذا هو المختار من مذهب ابي حنيفة رضي الله عنه!

(ترجمہ: علامہ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی حدیث کی شرح میں فرمایا: حضرت سهل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے صحابہ نے عرض کی کوئی چیز آدمی کے لیے کافی ہوتی ہے فرمایا اتنی مقدار جس سے صبح اور شام کا کھانا ہو سکے۔ اسے امام ابو داؤد امام ابن خزيمة امام ابن حبان امام ابن جریر امام طبرانی امام حاکم نے روایت کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے فراخ دقت کیا ہے؟ فرمایا ایک رات کا کھانا۔

اسے امام عبد اللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے
امام عظیم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ عنہ کا مختار مذہب یہی ہے)

یعنی اس حدیث کو امام احمد اور ابو داؤد وغیرہ ائمہ حدیث نے سهل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور علی رضی اللہ عنہ سے سند حسن دوسری روایت میں اس غنا کی مقدار جس کے بعد سوال حرام ہے فقط شام کے وقت کا کھانا آیا ہے۔ اور یہی مقدار مذہب امام عظیم سے مقدار مختار ہے۔

☆ اور ظاہر ہے کہ علاوہ حاجت مند پر ہمتیئم غنم مساکین اور مسافریں کا جس کا قرآن سے فی الواقع ایسا ہی حاجت مند ہونا ثابت ہو جائے ان کو دینا بھی حرام ہے اور امانت ہے ان کے فعل حرام پر خصوصاً جب صفوں کو چرتے اور نمازیوں کو تہنیت رسول سے ستاتے پھریں۔ جیسے عید و بقرعہ کو بجیک کا پیشہ کرنے والے فقیر

مہجوں میں مضمون کو چیرتے اور مہجوں میں نمازیوں کے آگے گھوڑ دوڑ کرتے پھرتے ہیں۔ ایسوں ہی کے
 دینے کی فہمت علامہ شاہی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ ان کو ایک پیسہ دینے کا گناہ آتا ہوتا ہے کہ اگر اس کے
 کفارہ میں ستر پیسہ اللہ واسطے دیئے جائیں جب بھی دینے والا اس گناہ سے بری نہیں ہوتا۔ چنانچہ اول فتویٰ حذا
 میں یہ مضمون مع بارت مذکور ہو چکا ہے۔

حورہ العبد الراعی ابو محمد محمد دین علی

المفتی فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 74﴾

سوال

ہم کو کس وقت خرید و فروخت نہ چاہئے۔ اذان اول یا اذان دوم سے۔

الجواب

هو المصوب

☆ احتیاط یہ ہے کہ وقت ہمد یعنی بعد زوال سے جس وقت تک جامع مسجد میں نماز نہ ہو جائے "خرید و فروخت نہ کرو" تحریمی ہے اور اذان اول جو منار پر اول وقت دی جاتی ہے اس پر اکثر ملایکا اتفاق ہے۔ رد المحتار میں ہے۔

الاصح انه الاول باعتبار الوقت و هو الذى يكون على المنارة بعد الزوال۔
(ترجمہ: سنی کا وجوب اور بیخ کا ترک جس اذان سے لازم ہو جاتے ہیں اس سے مراد آج قول کے مطابق وہ ہے جو وقت کے اعتبار سے پہلی ہوتی ہے اور وہ زوال کے بعد منار پر پڑھی جاتی ہے)
اور مطلب بیخ شراہ کے نہ کروہ کا یہ ہے کہ بیخ تو جائے گی مگر یہ فعل گناہ ہوگا۔

والله اعلم بالصواب و عنده ام الكتاب

کتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ

عفی عنہ و کفاه



﴿فتویٰ نمبر.....75﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین

اول یہ کہ خطبہ علمی یوم جمعہ یا عیدین میں محدثا شعار پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

دوم یہ کہ خیال جمیدگی عوام خطبہ محدثا شعار پڑھنا جائے تو اس کی نسبت علماء حقانی کیا حکم صادر فرماتے

ہیں؟

سوم یہ کہ اگر خطبہ علمی کا محدثا شعار پڑھنا جائز تصور کیا جائے تو بعد انتقام خطبہ اول وقت شہر

منبر قبل آواز خطبہ دینی بھی اشعار خطبہ علمی و دوسرے مسائل کا ذکر کیا جائے تو یہ طریق نزول ما درست ہے یا نہیں؟

سائل: شجر خان پٹنہ امام

الجواب

جلد اول فتاویٰ مالگیریہ صفحہ ۱۰۶ میں ہے:

و یحرم فی الخطبة ما یحرم فی الصلوة ۱

(ترجمہ: دوران خطبہ وہ اعمال حرام ہیں جو نماز میں حرام ہیں)

اور یہ اس واسطے کہ ظہر کے فرض جمعہ کے دن بوجہ فرضیت جمعہ دو رکعت ہیں۔ اس کی وجہ تحقیق فقہاء

کرام سے یہی معلوم ہوتی ہے کہ خطبہ قائم مقام دو رکعتوں کے کر دیا گیا۔ لہذا اذان اول نماز جمعہ سننے ہی

سعی الی الخطبة بموجب سیاق اور دلالت آیت کریمہ:

یا ایہا الذین امنوا اذا نودی للصلوة فممن یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللہ ۲

۱۔ الفتاویٰ العالم گبریہ مع ترجمہ اردو: جلد ۲ صفحہ ۸۱۴ المکھ پرہس لاہور

۲۔ القرآن الکریم: سورہ الجمعة آیت ۹

(ترجمہ: اے ایمان والو! جمعہ کے روز جب نماز کے لیے ندا دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑو) فرض کر دی گئی اور نماز جمعہ کی اذان کے ساتھ سنی ذکر اللہ کی طرف جس سے مراد باحق وہ خطبہ ہے واجب ہوگی

کما فی الکبریٰ فی صفحہ ۵۱۵

فہی (ای الخطبة) من جملة الخصوصيات التي لم يرد اسقاط الركعتين الا مع مراعاتها فكانت شرطاً و شرط الخطبة كرها في الوقت لا تنصح قبله لانه من جملة الخصوصيات المفيدية بها و ان تكون بحضرة الجماعة للتوارث فلو خطب وحده لم حضرت الجماعة فصلى بهم لا تجوز للتوارث و لقوله فاسعوا الى ذكر الله و هو يشمل الصلوة و الخطبة ۱

(ترجمہ: خطبان خصوصیات میں سے ہے جن کی رسالت کے بغیر دو رکعتوں کا ساتھ ہونا وارد نہیں ہے۔ لہذا یہ خطبہ جمعہ کے لیے شرط ہے۔ اور خطبہ کی شرائط یہ ہیں) ☆ (۱) خطبہ وقت کے اندر ہو۔ وقت سے پہلے یہ درست نہیں۔ کیونکہ یہ ان خصوصیات میں سے ایک ہے جن کے ساتھ نماز جمعہ مقید ہے۔

(۲) یہ جماعت کی موجودگی میں دیا جائے۔ اگر خطیب نے اکیلے خطبہ پڑھ دیا پھر جماعت آگئی اور ان کے ساتھ اس نے نماز جو ادا کی تو جائز نہیں۔ کیونکہ قوارث اسی طرح جاری ہے۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے فاسعوا الى ذكر الله (یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف بھاگ کر آؤ) اس لفظ کے مفہوم میں نماز اور خطبہ دونوں شامل ہیں۔

چنانچہ روایت مذکور سے صاف ظاہر ہو گیا ہے کہ مقصود خطبہ سے مجرد وعظ نہیں ہے بلکہ من وجہ یہ خطبہ حکماً مکرم نماز میں ہے۔ اس واسطے صاحب مائتبیہ یہ فرماتے ہیں کہ جو امور نماز میں حرام ہیں خطبہ میں بھی

حرام ہیں۔

اور نماز کے حلق علامہ فقہی درجتا مصری کے صفحہ ۳۵ میں تحریر فرماتے ہیں

و صح شر وعده ايضا مع كراهة التحريم بتسبیح ونهليل و تحمید ۔ کما صح

لو شرع بغير عربية ای لسان کان و شرطاً عجزه۔

یعنی تکبیر تحریر میں اللہ اکبر کی جگہ سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ کے ساتھ نماز شروع کر دی نماز ہو جائے گی مگر مکروہ تحریر ہوگی۔ جیسا کہ فارسی یا کسی دوسری زبان میں مثلاً ”اللہ بہت بڑا ہے“ کے ساتھ مکروہ تحریر ہوگی اور صاحبین کے نزدیک شرط صحت بجز مصلیٰ ہے۔

یعنی بکرہ ہجہ تحریری بھی جب نماز ہوگی جب مصلیٰ عربی میں اللہ اکبر ادا نہ کر سکے اور مجبوراً اردو میں یا کسی دوسری زبان میں ادا کرے۔

پھر بعد مہارت مذکور تحریر فرماتے ہیں۔

و علی هذا الخلاف الخطبة و جميع اذکار الصلوة ۔

(ترجمہ: خطبہ اور نماز کے تمام ارکان کے بارے میں بھی ایسا اختلاف موجود ہے)

یعنی جو حکم تکبیر تحریر کا ہے وہی حکم ہو جب اختلاف اقوال امام و صاحبین رحمہما اللہ خطبہ کا ہے۔ لہذا بلاشبہ خطبہ کا علاوہ عربی کسی غیر زبان میں کو جائز ہے مگر مکروہ تحریر ہے۔

مگر اب کلام اس امر میں ہے کہ آیا دونوں خطبہ شرط جواز نماز ہیں یا مجرد ذکر اللہ بقدر الحمد للہ سبحان اللہ بھی کافی ہے۔ اور پھر دونوں خطبوں کے بعد درمیان دونوں خطبوں کے کلام کرنا یا صحت آمیز نظم یا نثر خویل یا مختصر یا مطلقاً جائز ہے یا ناجائز۔ اور جائز ہے تو جائز مع الکرہامت ہے یا بلا الکرہامت۔ لہذا اولاً

۱۔ الفتاویٰ العالم گیریہ مع ترجمہ اردو جلد ۲ صفحہ ۸۱۴ المکھ پریس لاہور

۲۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۳ صفحہ ۱۶۰'۱۶۱ دار احیاء التراث العربی بیروت

۳۔ مع رد المحتار: جلد ۳ صفحہ ۱۶۱ دار احیاء التراث العربی بیروت

تفصیل ان امور کی بیان کی جاتی ہے۔ پھر تعلق خطبہ علی جواب دیا جائے گا۔

امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک شرط جواز نماز جمعہ فقط ذکر اللہ بقدر الحمد للہ یا بجز لا الہ الا اللہ ہے۔ نیت خطبہ ہے۔ جس کا زبان عربی میں ادا کرنا ضروری ہے۔ اور اگر سوا عربی کے بھی شروع کر دی تو جواز نماز کو کافی ہوگا۔ مگر یہ فعل کر دھڑ ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک شرط صحت نماز کم از کم خطبہ کا زبان عربی میں اور عندا لمجر جب عربی میں نہ پڑھ سکے بقدر التہیات پڑھنا ضروری ہے۔

کما فی الدر المختار صفحہ ۸۴

و کفت نحیدۃ او نہیلۃ او تسبیحۃ للخطبۃ المفروضۃ مع الکراۃ و قال لا

بدمن ذکر طویل و اقلہ قدر الشہد الواجب بینہما ۱

(ترجمہ: خطبہ کی فرضیت کی ادائیگی کے لیے ایک یا الحمد للہ یا لا الہ الا اللہ یا سبحان اللہ کہنا کافی ہے لیکن صرف اسی پر اکتفا کرنا مکروہ ہے۔ صاحبین رحمۃ اللہ صیفا فرماتے ہیں کہ خطبہ کی فرضیت کی ادائیگی کے لیے طویل ذکر ضروری ہے جس کی کم از کم مقدار شہد ہے اور یہ خطبہ کی نیت سے پڑھا جانا ضروری ہے۔

☆ اور سنت موکدہ یا لاتفاق دو خطبہ ہیں جو بہت دراز نہ ہوں اس واسطے کہ خطبوں کا بہت دراز پڑھنا مکروہ ہے۔ کما فی الدر المختار :

و یسن عطبتان خفیفتان و تکرہ زیادتہما علی قدر سورۃ من طوال المفضل ۲

☆ (ترجمہ: دو ہلکے خطبہ پڑھنا سنت ہے اور ان کا الحوالہ مفضل کی ایک سورت سے زیادہ ہونا مکروہ ہے) اور بقدر تین آیات کے درمیان میں بیسٹا بھی سنت ہے۔

کما فی الدر المختار :

بجلسۃ بینہما بقدر ثلث آیات ۳

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۱۹ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔

۳۔

(ترجمہ: دو خطبوں کے درمیان تین آیات کی مقدار چلے کرے)

☆ ہر خطبہ کے اول میں حمد وثنا اور شہادتین اور صلوٰۃ وسلام اور کچھ مضامین حفظ ساتھ تلاوت آج کل کلام اللہ کے مسنون ہے۔ چنانچہ خطبہ میں کبھی سورۃ العصر کبھی رکوع لا یستوی أصحاب النہار الا یہ کا پڑھنا حضور سرور عالم ﷺ سے منقول ہے۔ اس واسطے تارک کسی بھی امر کا امور مذکور سے گنہگار ہوتا ہے۔ اور بعد چلے خفیہ خطبہ ثانی میں بعد امداد حمد وثنا و صلوٰۃ وسلام اور مؤمن مرد اور عورتوں کے واسطے دعا مروی دیا ثور۔

کما فی البحر الرائق

وہی (ای الخطبۃ) تشتمل علی عشرة احدها البداء بحمد اللہ و ثانیہا النشاء علیہ بما هو اہلہ و ثانیہا الشہادتان و رابعہا الصلوٰۃ علی النبی ﷺ و خامسہا العظۃ والتذکیر و سادسہا قراءۃ القرآن و تارکھا مسمیٰ روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ فیہا سورۃ العصر و مرۃ اخری لا یستوی اصحاب النار و اصحاب الجنة اصحاب الجنة هم الفائزون و اخری و ناد و ایا مالک و سابعہا الجلوس بین الخطبتین و ثامنہا ان یبعد فی الخطبۃ الثانیۃ الحمد للہ و النشاء و الصلوٰۃ علی النبی ﷺ و تاسعہا ان یزید فیہا الدعاء للمؤمنین و المؤمنات و عاشرہا تخفیف الخطبتین بقدر سورۃ من طوال المفصل و بکثرہ التطویل!

☆ (ترجمہ: خطبہ دس امور پر مشتمل ہوتا ہے۔ (۱) الحمد للہ سے آواز کیا جائے (۲) اس پاک ذات کی ثناء ایسی کہی جائے جس کا وہ اہل ہے۔ (۳) توحید و رسالت کی شہادت (۴) نبی پاک ﷺ پر درود (۵) حفظ و نصیحت (۶) قرآن مجید کی قراءت۔ اس کو ترک کرنے والا ایک برا کام کرنے والا ہے۔ مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ خطبہ میں سورہ عصر کی تلاوت فرماتے اور کبھی لا یستوی اصحاب النار و اصحاب الجنة

أصحاب اللجنة هو القاتزون : (ترجمہ: جتنی اور روز فی برابر نہیں جتنی لوگ سی کامیاب ہیں) اور کبھی ونادوایا مالک پر عا کرے تھے (۷) دو خطبہ کے درمیان بیٹھنا (۸) دوسرے خطبہ میں الحمد للہ اللہ تعالیٰ کی شائوری اکرم ﷺ پر درود پاک کا مادہ کرنا۔ (۹) اس خطبہ میں اہل ایمان مردوں اور عورتوں کے لیے دما کا اضافہ کرنا (۱۰) طوالمفصل کی ایک سورت کے برابر خطبہ میں تخفیف کرنا ان کو طویل کرنا مکروہ ہے) ☆ اور اخیر میں ذکر خلفاء راشدین اور عیس کریمین اور اہل بیت کرام متحسن ہے:

كما في صفحة ۱۳۸ من البحر المصري

ذكر الخلفاء الراشدين مستحسن بذلك جرى التوارث و يذكر العمين (ترجمہ: خلفائے راشدین کا ذکر متحسن ہے۔ توارث اسی طرح جاری ہے اور نبی پاک ﷺ کے چچاؤں کا ذکر بھی کرے)

☆ اور دما کرنا سلطان اسلام کے لئے اور جائز اور اس کو مستحب سمجھا جاتا ہے۔

كما في اخر الصفحة المذكورة من البحر

وفي السراج الوهاج واما الدعاء للسلطان في الخطبة فلا يستحب روى ان عطاء سئل عن ذلك فقال انه محدث و انما كانت الخطبة تذكيرا (ترجمہ: سراج و ہاج میں ہے کہ خطبہ میں بادشاہ اسلام کے لئے دما کرنا مستحب نہیں ہے۔ حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا یہ نوافل اور امر ہے خطبہ تو صرف فصیحت ہی ہے)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ دما سلاطین اسلام کے واسطے امر زائد ہے خطبہ سے اس کو کوئی علاقہ نہیں کسی سے اس پر لکھا و محمول نہیں۔ بلکہ ظالم بادشاہوں کی تعریج ہے جا پر یہاں تک لکھا فقہاء محمول ہے کہ اس وقت اگر سامعین باتیں کرنے لگیں اور نہ سُنیں تو بہتر ہے۔

کما فی البحر

ان الخطیب مادام فی الحمد والموعظة فعلیہم الاستماع فاذا اخذ فی مدح

الظلمة والثناء علیہم فلا بأس بالكلام حیثنہ۔

(ترجمہ: خطیب جب تک وعظ و نصیحت میں مشغول رہے حاضرین پر واجب ہے کہ اسے سنیں اور جب ظالم حکمرانوں کی مدح و ثناء شروع کرے تو اس وقت باتیں کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے)

☆ مگر یہاں ہم نقصانِ سنیۃ خطیب یا ارکانِ جہد کی روایت نہیں پائی جاتی۔ ہذا اندریں صورت خطیبہ علی میں تو بعد انتہاء مضامین مذکورہ خطیبہ زبانِ عربی میں بارود میں مضامین وعظی تا نابا مسطور ہیں جن کا اول ہی سے اگر خطیب میں پڑھنا شروع کر دیا جائے جائز ہے کوئی انکراعت جائز ہے۔ پھر بعد انتہاء تمام مضمون خطیبہ کے زبانِ عربی میں جو طریق مسنون ہے مگر ان مضامین اور دو کو بغرض نفع عوام پڑھ دیا جائے بلا حرجہ جائز معلوم ہے۔ جب دماغِ ملاطین اسلام کے واسطے جائز ہے تو یہ مضامین با وصف ہونے ان مضامین کے مضامین وعظ بغرض صحیح اگر پڑھے جائیں کیا حرج ہے۔ البتہ ابتدا ہی سے قصداً خطیبہ اردو میں پڑھا جائے تو بلاشبہ عند الامام مکرمہ حرج یہ یعنی جائز مع انکراعت ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک بلا عجز مطلقاً ناجائز ہے۔ جیسے بحیرہ کو ملاوہ زبانِ عربی کے کسی زبان میں ادا کرنا جائز مع انکراعت تحریر اور نزدیک صاحبین بلا عجز مطلقاً ناجائز ہے۔ کما مر فقط

حروہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ بالتقویٰ

ابو محمد دیوبند اعلیٰ الرضوی لیسٹی انجینئر ڈی القادری

المفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر — 76﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ شریعت کہ ہندوستان میں جو کہ ہندوستان میں نماز جو کہ بعد جو چار رکعت اعتیاضی فرض پڑھے جاتے ہیں اس کی حقیقت کیا ہے۔ اگر ہندوستان میں جو کہ جماعت ہو جاتی ہے تو اعتیاضی کے کیا معنی؟ اور اگر نہیں قوی تو وہ دو رکعت جو جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں کیا مکمل رکعتی ہیں؟ فرض ہیں یا نفل اگر نفل ہیں تو نفلوں کے جماعت کا ثبوت کیا ہے؟ دلائل سے جواب یا صواب تحریر فرما کر مطلع فرمائیے۔

سائل: انتظام اللہ انوار حسین، فیاض خان، میاقت حسین صاحبان

چٹائی مارولڈ آگرہ ۲۷ شوال ۱۴۳۳ھ

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

و هو الموفق للصواب

صورت مسئلہ میں چونکہ فرضیہ جو کہ قلعی الثبوت ہے اور شرط جو کہ قلعی الثبوت لہذا یہ قلعی الثبوت ہونے کے باوجود فقہان بعض شرط مثل شرط سلطان وغیرہ کے جو کہ تنقید فرض سمجھ کر ضرور ادا کیا جائے اور چونکہ فقہان بعض شرط اور نیز عدم جواز جو کہ محدومہ میں قبول ہو جو مورثہ ہر عدم صحیح جو ہے اور شبہات سے بچنا مومن کو ضروری لہذا بعد اداء جو چار فرض کا پڑھنا بدعت اور کثرت وقہ ولم اؤد بعد یا اس نیت سے کہ ادا کرتا ہوں میں وہ چار فرض اس آخر ظہر کے جو میرے ذمہ ضروری ہے۔ کما فی الشامی

و نقل المقدسی عن المحيط کل موضع وقع الشک فی کو نہ مصر یا یغی لہم ان یصلوا بعد الجمعة اربعاً بنية الظہر احتیاطاً حتی انه لو لم تقع الجمعة موقعها یخرجون عن عہدہ فرض الوقت باداء الظہر و مثله فی الکافی و فی القیة لما ابتلی اهل مرو باقامة

الجمعتین فیہا مع اختلاف العلماء فی جواز ہما امر ائمتہم بالاربع بعدہا حتما احتیاطاً و نقلہ کثیر من شراح الہدایۃ و غیرہا و تداولہ و فی الظہیریۃ و اکثر مشائخ بخاری علیہ لیخرج عن العہدۃ یقین ثم نقل المقدسی عن الفتح انه یبغی ان یصلی اربعاً بنوی بہا آخر فرض ادرکت وقفہ و لم اژدہ ان تردد فی کونہ مصر او تعددت الجمعة ۱ الخ

(ترجمہ: علامہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے محیط سے یوں نقل فرمایا کہ ہر مقام جہاں اس کے مصر (شہر) ہونے میں شک ہو وہاں کے رہنے والوں کو چاہئے کہ جمعہ کی جماعت کے بعد احتیاطاً چار رکعتیں ظہر کی نیت سے ادا کریں تاکہ اگر جو اپنے مقام (مصر) میں رہائش ہو تو وقت میں فرض نماز سے ظہر کی ادائیگی کے ساتھ یقینی طور پر عہدہ برآں ہو جائیں۔ کافی میں ایسی طرح ہے۔ اور قنہ میں ہے کہ جب مصر کو رہنے والے دو جگہ جمعہ قائم کرنے کی آزمائش میں جٹا ہوئے اور ساتھ ہی ان دو مقامات میں جمعہ کے جواز میں اختلاف بھی تھا تو ان لوگوں کے ائمہ نے ان کو احتیاط کے لیے چار رکعت ضروری طور پر ادا کرنے کا حکم دیا۔ ہدایہ کے شارحین اور دیگر بہت سے علماء نے اس کا ذکر کیا ہے اور رواج دیا ہے۔ ظہیر یہ میں ہے کہ بخاری کے اکثر علماء کا یہی موقف ہے تاکہ ضروری سے یقینی طور پر عہدہ برآ ہو سکیں۔ اس کے بعد علامہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر سے نقل فرمایا کہ مناسب یہ ہے کہ چار رکعت ادا کرے اور نیت یہ کرے کہ آخری دو فرض نماز ادا کرتا ہوں جس کا وقت میں نے پایا اور ابھی ادا نہیں کی۔ جب کہ اس جگہ کے شہر ہونے کا شک ہو یا متحد مقامات پر جہاد کیا جاتا ہو۔ ۲۔

حورہ : ابو محمد محمد دیر علی الرضوی

۳ رمضان ۱۴۳۳ھ

-
- ۱۔ رد المحتار علی الدر المختار جلد ۲ صفحہ ۱۴۶ مطبوعہ مصر
- ۲۔ امام القسیمی، جامع شین حضرت مولانا سیف الدین علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا شاہ جامع مسجد اکبر آباد (آگرہ) میں ہمیشہ مفتی و خطیب تقرر کے بعد یہ پڑھتے تھے کہ جہاد کی تاریخ ۳ رمضان ۱۴۳۳ھ ہے۔ مگر یہ غلطی سے سال کے آخر تک تاریخ ۴ شوال درج ہو گئی ہے۔ آپ کے پوتے حضرت سید محمد احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے اس مسجد میں ہمیشہ مفتی و خطیب تفریق تاریخ ۳ رمضان ہی لکھی ہے (لاحظہ ہو کتاب سیدی ابراہیم کات الخدایہ کوڑیج مائل ہے۔

﴿فتویٰ نمبر.....77﴾

سوال

بعض مسلمان ایک مفتی امام کے پیچھے عید اور جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں اور بعض لوگ کسی ضد کی وجہ سے امام فاسق کے پیچھے پڑھتے ہیں۔ آیا یہ جائز ہے یا نہیں اور ایک شہر میں دو جگہ عید اور جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔

۹ صفر ۱۴۳۵ھ

سائل حسام الدین بنو اعلیٰ قریاست الہور

الجواب

نماز عیدین اور نماز جمعہ دو جگہ جائز ہے مگر مفتی امام کے ہوتے ہوئے فاسق امام کے پیچھے نماز جمعہ وعیدین پڑھنا بلاشبہ گمراہی کا عمل ہے۔

حضور: العبد الراعی رحمۃ ربی اعلیٰ

ابو محمد محمد دینار علی دالوری الشی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



فتویٰ نمبر 78

سوال

دستیاب نہیں ہو سکا۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم۔

اللهم رب زدنی علماً

عید کی نماز واجب ہے ساتھ چھ بکیروں واجب کے علاوہ بکیر تحریمہ کے۔ لہذا بعد بکیر تحریمہ سبحانک اللہم پڑھ کر امام مقتدی سب دفعہ پانچ کے ساتھ بکیر کہہ کر ہاتھ نہ بانڈھیں۔ تیسری بکیر کہہ کر ہاتھ بانڈھیں پھر امام اعوذ بسم اللہ الحمد، سورت پڑھ کے رکوع کرے اور دوسری رکعت میں بعد الحمد اور مسودت کے تین بکیر ای طرح کیے اور ہاتھ نہ بانڈھیں اور ہاتھ چھوڑے ہوئے ہی اللہ اکبر کہہ کر رکوع کریں اور زیادہ تشریح بتا رہے سالہ فضائل رمضان میں ہے۔ بطریق نمونہ ایک رسالہ ارسال ہے۔ جتنے مطلوب ہوں ڈیزھ آنڈ فی رسالہ سے آپ طلب کر سکتے ہیں۔

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین علی الرضوی النجفی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر — 79﴾

سوال

جناب مولوی صاحب کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں بعد انتقال زوجہ کے شوہر اس کو کاندھا دے سکتا ہے اور مناس کا دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟ بموجب شرع شریف کے کیا حکم ہے؟ مع نام کتاب و صفحہ سے آگاہی فرمائیں۔

سائل: غلام نبی بازار آگرہ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

یہ امر تو ظاہری ہے کہ جب غیر کاندھا دے سکتے ہیں تو شوہر کے کاندھا دینے میں کیا حرج ہے؟ حالانکہ غیر بعد موت بھی عورت کی طرف دیکھنے سے منع کئے گئے ہیں اور شوہر کو بعد موت اپنی زوجہ کا منہ جگہ باز نہ کر دیکھنا بالکلیت جائز ہے۔ کما فی الدر المختار

و يمنع زوجها من غسلها و مسحها لا من النظر اليها على الاصح را
(ترجمہ: خاوند کو اپنی مردہ بیوی کو غسل دینے اور ہاتھ لگانے سے روکا جائے گا لیکن اس کی طرف دیکھنے سے اسح
قول کے مطابق نہ روکا جائے گا)

قال الشامي رحمه الله في صفحه ۶۳ من شرح الدر المختار
قوله من النظر اليها عزاه في المنع الى التقنية و نفل عن الخافية انه اذا كان للمرأة
محرم بمسحها بيده و اما الاجنى فبخبرقة على يده و يفيض بصره عن ذراعها و كذا الرجل

فی امر أنه الاھی غض البصر۔

(ترجمہ: قولہ: اس کی طرف دیکھنے سے نہ روکا جائے گا۔) منہ الخغار میں اس قول کو تہیہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اور علماء فتاویٰ ثنائیہ سے نقل کیا ہے کہ جب عورت کا کوئی محرم موجود ہو اور کوئی عورت موجود نہ ہو تو اس کو غسل نہ دیا جائے بلکہ وہ محرم اپنے ہاتھ سے اسے جنم کرا دے۔ لیکن انجی اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر جنم کرائے اور جنم کے وقت اس کے ہاتھ نہ دیکھے۔ ناؤد اگر اپنی مردہ بیوی کو جنم کرائے تو اس کا حکم بھی انجی مرد کی مانند ہے۔ لیکن ہاتھوں کو دیکھنے کی اسے اجازت ہے۔

حردہ: العبد الراعی ذمتہ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین اربلی الرضوی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 80﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زلیہ اپنی زوجہ کا جنازہ اٹھا کر گوارہ اور قبر میں رکھ سکتا ہے

یا نہیں؟

۷ مارچ ۱۹۸۵ء

علامہ نئی گڑھ گاریاں آگرہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

صفحہ ۶۳۳ جلد اول درختار میں ہے۔

و يمنع الزوج من غسلها و مسحها لامن النظر اليها على الارحح!

یعنی شوہر کو منع کیا جائے اپنی بیوی کے غسل دینے سے اور اس کو ہاتھ لگانے سے نہ کہ اپنی بیوی کو دیکھنے سے بعد موت کے بروایت اصح۔

لہذا اولیٰ اور افضل یہی ہے کہ قبر میں بھی عورت کو وی لوگ تاریں جن پر وہ حرام تھی یعنی اس کے رشتہ دار وی رحمہم نہ کہ شوہر۔

صفحہ ۵۵۳ من الکبیری

و ذو الرحم المحرم اولی بوضع المرأة فان لم یکن فاهل الصلاح من الاجانب

ذکرہ فی المحيط

۱۔ الدر المختار علی ہدایۃ رد المحتار جلد ۱ صفحہ ۶۳۳ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۔ غنیۃ المستعملی شرح منبہ المصلی صفحہ ۵۵۲ مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ دیوبند

(ترجمہ: اولیٰ یہ ہے کہ جو کس کوئی رشتہ دار قہر میں رکھیں۔ اگر کوئی ایسا رشتہ دار موجود نہ ہو تو انجمنی جو اہل صلاح ہوں یہ کام سزا انجام دیں۔ محیط)

☆ اور جو مقول ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت خاتونِ جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا اول تو اس پر انکار صحابہ مقول ہے۔ علاوہ بریں یہ امر شخصہ ص ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ بوجہ باقی رہنے علائقہ زوجیت کے درمیان سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے قیامت تک بخلاف دوسرے لوگوں کے علاوہ حضور ﷺ اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے کہ مرنے کے بعد زوجہ کے سب کا علائقہ زوجیت منقطع ہو جاتا ہے۔

کما هو ظاهر من رواية المنفولة في الدر المختار في صفحة ۲۳۳ حيث قال:

وقالت الائمة الثلاثة يجوز لأن عليا رضي الله عنه غسل فاطمة رضي الله عنها قلنا هذا محمول على بقاء الزوجية لقوله ﷺ كل سبب و نسب ينقطع بالموت الاسبي و نسبي مع ان بعض الصحابة انكر عليه شرح المجمع للعيني!

(ترجمہ: حضرات ائمہ ثلاثہ و رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ٹاٹھ کے لیے اپنی مردہ بیوی کو غسل دینا جائز ہے کیوں کہ حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا۔ ہم جواب میں کہتے ہیں کہ غسل دینے پر روایت ان دونوں حضرات کے درمیان وفات حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے باوجود زوجیت کا تعلق باقی رہنے کے باعث ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا موت کے ساتھ ہر تعلق اور نسب ختم ہو جاتا ہے لیکن میرا تعلق اور نسب باقی رہتا ہے۔ علاوہ از میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر انکار بھی فرمایا تھا۔ شرح المجمع للعینی)

حورہ: العبد الراعی

ابو محمد محمد دین علی الحنفی فی جامع اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر..... 81﴾

سوال دستیاب نہیں ہوا۔

۱۷ رمضان ۱۴۳۶ھ

الجواب

عمار پر یا کفن میت پر یا پیشانی یا سینہ میت پر عہدنا مرید بسم اللہ یا کلمہ طیبہ کہنے کو بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس کی برکت سے میت کو بخش دے چنانچہ صفحہ ۲۶۸ درختار میں ہے۔

کتاب علی جبهة الميت او عمامته او كفته عهدنا مرید بر جی ان یغفر الله للمیت و او صاه بعضهم ان یکتب فی جبهته و صدره بسم الله الرحمن الرحيم ففعل ثم رؤی فی المنام فسل فقال لما وضعت فی القبر جاء تنی ملائكة العذاب فلما رأوا مكتوبا علی جبهتی بسم الله الرحمن الرحيم قالوا انت من عذاب الله !

(ترجمہ: میت کی پیشانی اس کے عمامہ اور کفن پر عہدنا مرید کہے تو امید ہے کہ میت کو بخش دیا جائے گا۔ بعض لوگوں نے وصیت کی کہ اس کی پیشانی اور سینہ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا جائے۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ خواب میں اسے دیکھا گیا اور پوچھا گیا تو اس نے کہا مجھے جب قبر میں رکھا گیا عذاب کے فرشتے آ گئے جب انہوں نے میری پیشانی پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا دیکھا تو کہنے لگے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے امن میں رہا)

ابنہ سر روشانی وغیرہ سے کہنے میں چونکہ فوقہ کویت فتویٰ کلام الہی ہے بعض فقہاء روشانی سے کہنے کو منع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بلا روشانی وغیرہ کلمہ کی اگلی سے بسم اللہ پیشانی اور کلمہ طیبہ سینہ پر لکھ دیا جائے چنانچہ صفحہ ۲۶۹ شاہی میں ہے۔

نقل بعض المحثین عن فوائد الشرحی ان مما یکتب علی جبهة المیت بغير
مداد بالاصبع المبیحة بسم الله الرحمن الرحیم و علی الصدر لا اله الا الله محمد
رسول الله وذلك بعد الغسل قبل التکفین!

(ترجمہ: بعض حاشیہ نگاروں نے فوائد شریعی سے نقل کیا کہ میت کی پیشانی پر سیاہی کے بغیر شہادت کی انگشت
کے ساتھ بسم الله الرحمن الرحیم لکھا جائے اور اس کے سینہ پر لا اله الا الله محمد رسول الله یہ
کام میت کو غسل دینے کے بعد اور کفن پہنانے سے پہلے کیا جائے)

حورہ: العید الراجی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دیوبند فی اربعی فی جامع اکبر آباد

۱۷ رمضان ۱۴۳۶ھ



﴿فتویٰ نمبر — 82﴾

سوال

اگر پارچہ پر کلر لکھ کر میت کے سر پر لپیٹ دیتے ہیں یہ عمل ناجائز تو نہیں ہے؟

۱۷ رمضان ۱۴۳۶ھ

الجواب

عمامہ میت کے سر پر لپیٹا مختلف ذریعہ ہے۔ حقدین فقہاء مکروہ فرماتے ہیں اور متاخرین فقہاء غلط علماء و مشائخ کے واسطے ناجائز فرض الظہار تعلیم علم مستحب سمجھتے ہیں۔ چنانچہ صفحہ ۹۳۶ درمختار میں ہے و تکرہ العمامة للمیت فی الأصح مجتبیٰ و استحسناها المتأخرون للعلماء والاشراف!

(ترجمہ: صحیح تر قول کی رو سے میت کو عمامہ پہنانا مکروہ ہے۔ لیکن متاخرین فقہاء نے علماء اور بزرگ لوگوں کے لیے اسے مستحسن قرار دیا ہے)

حضور: العبد الراقی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد دیر علی الرضوی المفتی فی جامع اکبر آباد

۱۷ رمضان ۱۴۳۶ھ



﴿فتویٰ نمبر — 83﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ: ذیل میں کہ جنازہ کو کورستان لے جاتے وقت کون سی رفتار مناسب ہے؟ آہستہ یا تیز یا اپنی معمولی رفتار سے جانا چاہئے؟ اگر تیز رفتاری سے کچھ ضعیف لوگ میت کو کاندھ عائدہ سے نکلے اور پیچھے رہ جائیں تو کیسا ہے؟

الجواب

هو للموفق للصواب

بسم الله الرحمن الرحيم. اللهم رب زدني علما

جنازہ کو تیز کام حالت سے لے جانا سنت ہے۔ مگر مثل جنود بھاگتے ہوئے لے جانا درست نہیں ہے۔

كما في الدر المختار: ويسرع بها بلا غيب اي عدو سريعاً

(ترجمہ: جنازہ کو اٹھا کر جلدی جلدی چلیں تیز نہ دوڑیں)

قال الشامي رحمة الله عليه حد التعجيل الممنون ان يسرع به بحيث لا

يضطرب الميت على الجازة للحديث اسرعوا بالجنائز

(ترجمہ: جلدی چلنے کی ممنون حد یہ ہے کہ آہستہ چلیں کہ پاگلی میں میت جھکے لے نہ کھانے لگے۔ کیونکہ کہ

حدیث پاک میں ہے جنازہ کو اٹھا کر جلدی چلو)

البتہ بلحاظ ضعیف لوگوں کے اگر آہستہ کچھ دور تک چلیں کچھ نقصان نہیں معلوم ہوتا۔ مگر طریق سنت

وہی ہے جو نقل کر دیا گیا۔ منتظر

حورہ: عبدالعاصی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ المفتی جامع مسجد اکبر آباد

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۳ صفحہ ۱۲۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۲۔ رد المحتار: جلد ۳ صفحہ ۱۲۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

﴿فتویٰ نمبر..... 84﴾

سوال

نماز جنازہ کی جو نیت ہوتی ہے اس کو امام کامل طور پر نہ کہے اور مظلوا الدعاء لہذہ المیت پڑھنا چھوڑ دے وہ نماز جائز ہوئی یا نہیں؟ جیہ تو جروا

الجواب

☆ شرعاً نماز جنازہ چھامور ہیں۔

(اول) میت کا مسلمان ہونا۔ اور جب تک میت دفن نہ کی جائے میت کا غسل مسنون کے ساتھ پاک ہونا۔ ہاں البتہ اگر میت مسلم ہے بلا غسل و نماز جنازہ دفن کر دی گئی ہو تو تین دن تک اس کی قبر پر بھی نماز ہو سکتی ہے بلکہ ضرور ہے۔ اس واسطے کہ نماز جنازہ فرض کتابیہ ہے

شرط دوم 'سوم' چہارم 'مصلیٰ کے بدن اور کپڑے اور جاہ نماز کا پاک ہونا۔ لہذا اگر ناپاک جوتے پہنے ہوئے یا اس جوتے پر جس کا طائفا پاک ہے گواہ پر سے پاک ہو نماز پڑھی جائے جائز نہ ہوگی۔

شرط پنجم میت کا امام کے سامنے رکھا جانا۔

اور اگر کین نماز جنازہ اول چار تکبیریں ہیں اور کین دم قیام ہے اگر والد الدعاء لہذہ المیت زبان سے نہ کہا کچھ نقصان نہیں۔ البتہ دل میں نیت نماز جنازہ کی بوقت تکبیر تحریر ہونا ضروری ہے۔ نقطہ بالذیہ مستحب ہے نہ شرعاً کین نماز سے ہے اور نہ ارکان سے۔ نقطہ

حضورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین علی الرضوی مفتی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر.....85﴾

سوال

کیا بیچ جنازہ میں مرد و عورت کی ضمیر میں فرق ہے جیسا کہ ذیل میں نیت درج ہے یا دونوں کی ایک نیت ہے اگر ایک ہے تو کیا نیت ہے۔ نیت نماز جنازہ، بوجہ تحریر یا لا درج کی جاتی ہے وہ یہ ہے۔

نویسٹ ان اودی اربع تکبیرات صلوة الجنائزۃ الثناء لله تعالیٰ والصلوة علی النبی والدعاء لهذا المیت متوجها الی الکعبة الشریفة اللہ اکبر
سائل: غلام نبی کڑہا ریان آگرہ

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

اللهم رب زدنی علما

کتبہ فقہ میں بعد تیسری تکبیر کے بھی دما ٹو رہے

اللهم اغفر لحینا و میتنا و شہدنا و غائبنا و صغیرنا و کبیرنا و ذکرنا و انتانا اللهم
من احیئہ منا فاحیہ علی الاسلام و من توفیہ منا فتوفہ علی الایمان۔

(ترجمہ: اے اللہ! ہم میں سے زندہ مردہ، موجود و غائب، چھوٹے بڑے مرد و عورت کو بخش دے۔ اے اللہ! ہم میں سے جسے تو زندہ رکھے اے اسلام پر زندگی نصیب فرما اور ہم میں سے جسے تو موت دے اے ایمان پر موت نصیب فرما)

چونکہ احیئہ و توفیہ کی ضمیر من کی طرف بھرتی ہے جو عام ہے اور شامل ہے مردگان اسلام کو مرد ہوں خواہ عورت۔ لہذا نماز مرد کی ہو خواہ عورت کی یہی ایک ضمیر مذکور رہے گی۔ البتہ اگر اس سے پہلے اگر یہ دما

پڑھے جس کو علامہ شامی صفحہ ۶۳۴ جلد اول شامی میں نقل فرماتے ہیں۔

اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطايا كما ينقى الثوب الأبيض من الدنس وابدله دارا خيرا من داره واهله خيرا من اهله وزوجا خيرا من وزوجه وادخله الجنة واعذه من عذاب القبر وعذاب النار! منج

(ترجمہ: اے اللہ! اسے بخش دے۔ اس پر رحم فرما۔ اس کو مافیت عطا فرما۔ اس کو معاف فرما۔ عزت کے ساتھ اس کی ہمانی فرما۔ اس کی قبر کو وسیع فرما۔ اس کو پانی برف اور اولوں سے غسل دے۔ اسے گناہوں سے اس طرح صاف فرما جس طرح کہ سفید کپڑے کو سفید پتھیل سے صاف کر دیا جاتا ہے۔ اس کو اس کی دنیا والے گھر سے بھڑکھڑ اور دنیا کے اہل سے بھڑکھڑ دنیا کے جوڑا سے بھڑکھڑ جوڑا بد لے میں عطا فرما۔ اسے جنت میں داخل فرما۔ اسے عذاب قبر اور عذاب دوزخ سے پناہ میں رکھ)۔

تو ضرور مرد کی نماز میں اس طرح پڑھے اور عورت کی نماز میں ”اے“ کی جگہ ”یا“ پڑھتا چاہیے جیسے طفل نابالغ کی نماز میں اللہم اجعلہ پڑھتے ہیں اور نابالغ لڑکی نماز میں اللہم اجعلہا پڑھتے ہیں اور نیت اول تو قصد دل کو کہتے ہیں ”مرربی میں نیت کرے تو مرد کی نماز میں کہے لہذا المیت اور عورت کی نماز میں لہذا المیت

حورہ: العبد الراجی
ابو محمد محمد دیر علی الحمصی
فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر.....86﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شریعتین اس مسئلہ میں کہ نماز جنازہ کی صغوف میں درمیانی فرق (فصل) کتنا ہونا چاہئے؟ اگر نمازی زیادہ ہوں اور جگہ تک ہو تو اس صورت میں کم از کم کتنا کتنا فصل رکھا جائے؟

سائل: حبیب احمد آگرہ

الجواب

هو الموفق للصواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما.

نماز جنازہ میں ہمد و ثناء نہیں۔ لہذا زیادہ فصل کی ضرورت نہیں۔ بقدر گنجائش اور وسعت و تنگی جگہ کے اختیار ہے۔ بحسب ضرورت بتنا فصل ممکن ہو رکھیں۔ اس واسطے اس کے معلق فقہاء سے تصریح نہیں پائی جاتی۔ **فتا**

حضور: العبد العاصی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی **رحمۃ**

جامع مسجد اکبر آباد

عمر اللہ لہ ولو اللہ



﴿فتویٰ نمبر..... 87﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ صغیر نماز جنازہ کی بعد و طاق
رہیں گی یا نہیں؟ یعنی ایک اور تین کے بعد نمازیوں کی کثرت پر یہی عمل رہے گا پانچ اور سات وغیرہ یا زیادتی پر
اس کا لحاظ نہ کیا جائے گا؟

الجواب

هو للموفق للصواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

صغیر جنازہ بحالتِ قنوت و کثرتِ رجال ہر حال میں طاق رکنا مستحب ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے
عن مالک بن حبیبرہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ يقول ما من مسلم بموت
فیصلى عليه ثلاثة صفوف من المسلمين اوجب!۔
☆ (ترجمہ: حضرت مالک بن حبیبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنہ کہ
جو مسلمان مرے اس پر تین صفیں مسلمانوں کی نماز جنازہ ادا کریں تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت واجب
فرمادیتا ہے)

حررہ: العاصی

ابو محمد دیوبندى اعلیٰ الرضوی المفتی جامع مسجد اکبر آباد

غفر الله له ولوالديه



﴿فتویٰ نمبر.....88﴾

سوال

کیا مرد و عورت کے دو چار جنازے ہوں تو ان کی ایک ہی نماز جائز ہے یا علیحدہ علیحدہ؟

سائل: غلام نبی کڑوا کارپان آگرہ

۱۷ مارچ ۱۹۸۸ء

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

اگر کئی جنازے مرد اور عورت کے اکٹھے ہوں تو اولیٰ اور افضل یہی ہے کہ ہر جنازہ کی نماز علیحدہ پڑھائی

جائے۔ کما فی صفحہ ۲۳۸ من الدر المختار المطبوعہ مع الشامی

و اذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلوة علی کل واحدة اولیٰ من الجمع۔^۱

(ترجمہ: اگر کئی جنازے اکٹھے ہو جائیں تو ہر جنازہ پر الگ نماز ادا کرنا تمام پر اکٹھی نماز ادا کرنے سے اولیٰ ہے)

اور جو ان میں افضل ہو باعتبار دین و دنیا نت میں اس کی نماز اول پڑھائی جائے۔

کما فی الدر المختار فی صفحہ المذکورۃ

تقدیم الافضل افضل۔^۲

(ترجمہ: افضل کی نماز جنازہ پہلے ادا کرنا افضل ہے)

اور اگر سب کی اکٹھی پڑھائی جائے تب بھی جائز ہے۔ اور اندریں صورت اگرچہ جنازوں کا اس طرح

رکھنا بھی کہ ایک کا سر دوسرے کے پاؤں کی طرف رہے جائز ہے مگر امام افضل کے پاس ہو۔ مگر اولیٰ یہ ہے کہ سب

۱۔ الدر المختار علی هامش رد المحتار جلد ۱ صفحہ ۲۳۸ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۲۔ ایضاً

قبلہ کی طرف آگے پیچھے اس طرح رکھے جائیں کہ سب کا سینہ امام کے سامنے رہے تاکہ نماز علیٰ وجہ السنۃ ادا ہو۔
چنانچہ صفحہ ۶۳۸ رد المحتار میں ہے

و ان جمع جواز ثم ان شاء جعل الجناز صفا واحدا و قام عند الفضلهم و ان شاء جعلها صفا مما يلي القبلة واحدا خلف واحد بحيث يكون صدر كل جنازة معا يلي الامام^۱ (ترجمہ: اگر سب کی نماز جنازہ اکٹھی پڑھنے جواز ہے پھر اگر چاہے تو تمام جنازوں کو ایک صف میں رکھ دے اور ان سے افضل کے پاس کھڑا ہو اور اگر چاہے تو قبلہ کی جانب ان جنازوں کی صف بنالے یوں کہ ایک جنازے کے پیچھے دوسرا ہو۔ اور ہر جنازے کا سینہ امام کی سمت میں ہو)

قال الشامي

(ترجمہ: علامہ شامی نے فرمایا:)

هذا جواب ظاهر الرواية و روى عن ابى حنيفة غير رواية الاصول ان الثاني اولى لان السنة هي قيام الامام بخداء الميت^۲

(ترجمہ: ظاہر روایت کی رو سے یہ جواب ہے۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اصول کی روایت کے علاوہ اور روایت میں یوں منقول ہے کہ دوسرا طریقہ بہتر ہے کیوں کہ سنت یہ ہے کہ امام میت کے سامنے کھڑا ہو)

مزمور کا جنازہ امام کے قریب رہے بعدہ میں کا پھر عورت کا کسما ہو مذکور فی صفحہ ۶۳۹
من الدر المختار

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ

محمد دین علی النجفی المفتی فی جامع اکبر آباد



۱۔ الدر المختار علی هامش رد المحتار جلد ۱ صفحہ ۶۳۸ مکتبہ و شبلیہ کوئٹہ

۲۔ رد المحتار جلد ۱ صفحہ ۶۳۸ مکتبہ و شبلیہ کوئٹہ

(فتویٰ نمبر.....89)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ امام کو جنازہ سے کتنے فاصلہ پر کھڑا ہونا مناسب ہے؟

صیب احمد آگرہ

الجواب

هو الموفق للصواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

اس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ البتہ میت کا بجانب قبلہ اور امام کے آگے ہونا ضرور ہے۔

كما في الدر المختار

و شرطها ايضاً حضوره و وضعه و كونه هو او اكثره امام المصلين و كونه للقبلة ،

(ترجمہ: نماز جنازہ کے صحیح ہونے کے لیے میت کا موجود ہونا، اس کا پورا یا کچھ جسم نمازی کے سامنے ہونا اور اس

کا قبلہ کی جانب ہونا شرط ہے)

حرره: العاصمي

ابو محمد محمد دیر علیٰ المرتضیٰ جامع مسجد اکبر آباد

غفر الله له ولوالديه



﴿فتویٰ نمبر..... 90﴾

سوال

بعد نماز جمعہ جنازہ چھیڑ و پھین کی کراہت کیوں ہے بلکہ بنظر ثواب و کثرت جماعت بعد نماز جمعہ

مناسب ہے۔

الجواب

تجلیل نماز جنازہ واسطے اہتمام نماز جمعہ ہے۔ اگر تجلیل ناممکن ہو بعد نماز دفن کرنا مکروہ نہیں ہے۔ بلکہ صرف اس غرض سے تسامح کرنا کہ جماعت کثیر نماز پڑھے گی غیر مناسب ہے۔ اس کو مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ لکھا ہے۔ کذا فی الطحطاوی !

کتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



(۱) فلو جهز «العبت صبيحة يوم الجمعة بكرة الصلوة تأخير الصلوة عليه لبسلى عليه الجمع العظيم بعد صلوة

الجمعة ولو سافر» فوت الجمعة بسبب دفعه بوجور اللغو

(ترجمہ) اگر میت کو بعد کے دن صبح کے وقت غسل اور کفن دے کر تیار کر دیا گیا تو اس کی نماز جنازہ کو اس لیے پوز کرنا مکروہ ہے کہ نماز جمعہ کے بعد بہت بڑی جماعت اس کی نماز جنازہ ادا کرے گی اگر دفن کے باعث نماز جمعہ کے فوت ہوئے گا خوف ہو تو دفن کو پوز کر دیا جائے

الطحطاوی علی مراقی الفلاح : صفحہ ۳۴۴ / مطبوعہ نور محمد کازخانہ تجارت کتب کو اچھی

﴿فتویٰ نمبر..... 91﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مردہ کو اندر مسجد یا محن میں رکھ کر نماز جنازہ پڑھ سکے ہیں یا نہیں؟

۲۷ شعبان ۱۴۳۶ھ

اسٹنٹ پرنسڈنٹ محکمہ عیسائیس
بریلی مسکون تاج گنج آگرہ کڑہ عرفان

الجواب

وهو الموفق.

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

محن مسجد اور بنا مسجد یعنی اتنی مسجد جو پٹی ہوئی ہو چو نکر عرف عام اہل اسلام پائی مسجد کے نزدیک مسجد ہی ہوتی ہے۔ اور عموماً ہندوستان وغیرہ میں یہی مادہ ہے کہ کچھ حصہ مسجد پڑا دیتے ہیں اور اکثر کہیں کم حصہ کھلا ہوا محن رکھتے ہیں۔ محض جگہ مسجد کے نیچے جگہ خالی پختہ رکھ کر پانی سے بھر کے اوپر سے پڑا دیتے ہیں اور دھڑ کتاڑوں کی طرف سے کھلا رکھ کر وضو کرنے کی جگہ وضو کے لیے بنا دیتے ہیں اور اس کو خارج مسجد سمجھتے ہیں۔ اس واسطے کہ مسجد کے اندر وضو کرنا بالاتفاق ممنوع ہے اور محض جگہ مسجد کا سامان رکھنے کی غرض سے مسجد یا مسجد کے نیچے سر دا پد رکھ دیتے ہیں کہ جو بالاتفاق جائز ہے۔ البتہ اس کی اس زمین کے اندر بخشی زمین مسجد بھی جاتی ہے اور پائی مسجد نے اس کو پیشہ مسجد وقف کیا ہو خواہ اس کے نیچے سامان مسجد کے لیے جگہ خالی ہو یا مصارف مسجد کے پانی کے لیے جگہ ہو پٹی پڑا خواہ وہ پٹی ہو یا بصورت محن۔ نماز جنازہ بلا عذر پڑھنا محض کے نزدیک مکروہ متفریحی اور محض فقہاء کے نزدیک مکروہ تحریمی اور قوی روایت یہی ہے کہ مکروہ تحریمی ہے چنانچہ آخر

صفحہ ۶۵۲ جلد اول رد المحتار مطبوعہ مصر مع رد المحتار میں ہے

و کرهت تحریمًا و قبل تنزیہا فی مسجد جماعۃ ہو ای المیت فیہ وحدہ او مع
القوم و اختلف فی الخارجۃ عن المسجد وحدہ او مع بعض القوم والمختار الکراهۃ
مطلقا خلاصۃ بناء علی ان المسجد انما بنی للمکتوبۃ و تابعیہا کثافۃ و ذکر و
تدریس علم و هو الموافق لا طلاق حدیث ابی داؤد من صلی (علی) میت فی المسجد
فلا صلوٰۃ لہ!

ترجمہ: نماز جنازہ بیچ گانہ جماعت والی نماز مسجد میں ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے اور بعض علماء کے ہاں مکروہ تحریمی
ہے اس صورت میں جب کہ صرف میت مسجد میں ہو یا لوگوں سمیت میت مسجد میں ہو اس صورت میں اختلاف
ہے جب کہ صرف میت مسجد سے باہر ہو یا کچھ نمازیوں سمیت وہ باہر ہو۔ مختار یہ ہے کہ ہر صورت میں کراہت
ہے۔

خلاصہ: اس کراہت کی وجہ یہ ہے کہ مسجد صرف بیچ گانہ نماز اور اس کے قوالی مثلاً نفل نماز و کراہتوں کی تدریس
کے لیے بنائی جاتی ہے اور یہی سنن ابو داؤد کے حدیث کے اطلاق کے موافق ہے وہ حدیث یوں ہے۔ من
صلی علی میت فی المسجد فلا صلوٰۃ لہ

(یعنی جو مسجد میں کسی آدمی کی نماز جنازہ ادا کرے اس کی نماز نہیں ہے)

اور چونکہ کراہت تحریمہ ظاہر الروایت ہے لہذا یہی روایت مختار ہے اور فتویٰ کے قائل۔ چنانچہ آخر صفحہ
۶۵۳ رد المحتار مذکور میں ہے

و بهذا التفریر ظہر ان الحدیث موید للقول المختار من اطلاق الکراهۃ الذی ہو
ظاهر الروایۃ!

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۱، صفحہ ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷، ۱۸۲۸، ۱۸۲۹، ۱۸۳۰، ۱۸۳۱، ۱۸۳۲، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۱۸۳۵، ۱۸۳۶، ۱۸۳۷، ۱۸۳۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۰، ۱۸۴۱، ۱۸۴۲، ۱۸۴۳، ۱۸۴۴، ۱۸۴۵، ۱۸۴۶، ۱۸۴۷، ۱۸۴۸، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱، ۱۸۵۲، ۱۸۵۳، ۱۸۵۴، ۱۸۵۵، ۱۸۵۶، ۱۸۵۷، ۱۸۵۸، ۱۸۵۹، ۱۸۶۰، ۱۸۶۱، ۱۸۶۲، ۱۸۶۳، ۱۸۶۴، ۱۸۶۵، ۱۸۶۶، ۱۸۶۷، ۱۸۶۸، ۱۸۶۹، ۱۸۷۰، ۱۸۷۱، ۱۸۷۲، ۱۸۷۳، ۱۸۷۴، ۱۸۷۵،

(ترجمہ: اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ حدیث پاک جتنا قول کی تائید کرتی ہے کہ کراہت مطلق ہے اور یہی ظاہر روایت ہے)

☆ لہذا اگر عذر میت وغیرہ کا ہو تو بصورت عذر صحیح مسجد کے اندر بھی بلا کراہت جائز ہے۔ چنانچہ ۶۵۳ شای مذکورہ میں ہے

اتما تکرہ فی المسجد بلا عذر فان کان فلا!

(ترجمہ: جنازہ کی نماز مسجد میں صرف بغیر عذر کے مکروہ ہے اور اگر عذر ہو تو کوئی کراہت نہیں)

حورہ العیال را جی رتہ رہا القوی

ابو محمد مدین اعلیٰ الجہی المفضی شہر آگرہ واعظ

فی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر — 92﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس امر میں کہ ایک شخص کا انتقال اس کے وطن سے چالیس کوس کے فاصلے پر ہوا اس کے رشتہ دار اس جنازہ کو دو روز میں وطن میں لائے اس عرصہ میں میت کے بدن سے جو آنے لگی تھی اور جنازہ پھول گیا تھا مگر کسی مقام سے پھٹا نہ تھا۔ چنانچہ اس کو غسل بھی دیا گیا۔ لیکن اس کے جسم سے کسی مقام پر زخم تک ظاہر نہ ہوا۔ مگر یہ کہ جو فرمانے وہاں کے قاضی کے بغیر نماز جنازہ کس اس میت کو دوسرے دن اس کی موت سے دفن کر دیا گیا۔ جب یہ خبر ایک دوسرے عالم کو ہوئی تو انہوں نے قاضی صاحب کی عظمیٰ ظاہر کر کے تیسرے دن قہر پر نماز جنازہ ادا کی اس پر قاضی صاحب معترض ہیں کہ بوجہ پڑھنے نماز جنازہ کے تیسرے دن قہر پر مولوی صاحب پر کچھ تہ مانہ ہونا چاہئے۔ لہذا مفصل بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمایا جائے آیا نماز جنازہ تیسرے دن قہر پر پڑھنا جائز تھا یا نہیں؟ اور قاضی صاحب کا فرمان بجایا غلط؟ بینوا و توجروا

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

صورت مسئلہ میں نماز جنازہ میت پر اس وقت تک پڑھنا ضروری ہے جب تک اس کے اعضا نہ بکھریں اور سالم رہیں اور بدن اس کا پھٹا نہ ہو۔ اور اگر میت کو دفن کر دیا ہو بغیر ادا نماز جنازہ کے اور ظن غالب ہو کہ ابھی تک بدن میت کا پھٹا نہیں ہوگا بلکہ سالم ہوگا تو اس کی قہر پر نماز جنازہ ادا کر لی جائے۔

كما في الهداية

و ان دفن الميت و لم يصل عليه صلى على قبره لان النبي ﷺ صلى على قبر امرأ ة من الانصار و صلى عليه قبل ان يتفخخ و المتعبّر في معرفة ذلك اكبر الراى هو

الصحيح لاختلاف الحال و الزمان و المكان ۱۔

(ترجمہ: اگر میت کو دفن کر دیا گیا اور اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی گئی تو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ نبی کریم ﷺ نے انصار کی ایک عورت کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی تھی۔ میت کے پھنسے سے پہلے اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کی پہچان میں غالب رائے کا اعتبار ہے اور یہی صحیح ہے کیوں کہ یہ مدت حالت وقت اور جگہ کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے)

اور میت کے سالم رہنے کا اندازہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے تین دن کا لکھ کر اگر چنانچہ کتاب المالی وغیرہ میں فرمادیا ہے کہ بعد تین دن کے اگر میت کو بلا نماز جنازہ دفن کر دیا ہو تو تین دن کے بعد نماز جنازہ قبر پر پڑھی جائے مگر صحیح یہی ہے کہ یہ اندازہ لازم نہیں ہے اگر بعد تین دن کے بھی غالب ظن ہو جو موسم سرما یا دہلا ہونے میت کے بھی ہو کہ جسم میت پٹا نہ ہوگا بلکہ سالم ہوگا تو بعد تین دن کے بھی نماز جنازہ پڑھی جائے اور اگر قبل تین دن کے ہو جو موٹا ہونے جسم میت کے اور شدت موسم برسات یا گرما کے غالب ظن سب کا یہی ہو کہ اب جسم میت پھٹ گیا ہوگا تو جب بھی نماز جنازہ تین دن کے اندر ہی پڑھی جائے۔

كما في العناية تحت عبارة الهداية "هو الصحيح"

قوله هو الصحيح احتراز عما روى عن ابی یوسف رحمه الله عليه في الامالي انه يصلى على الميت في القبر الى الثلثة يام و بعده لا يصلى عليه و هكذا ذكر ابن رستم في نوادره عن محمد رحمه الله عليه عن ابی حنيفة رحمه الله عليه و الصحيح ان ذلك ليس بتفسير لازم لان تفرق الاجزاء يختلف باختلاف حال الميت من السمن و الهزال و باختلاف الزمان من الحر و البرد و اختلاف المكان من الصلاة و الرخاء ۲۔

(ترجمہ: قولہ یہی صحیح ہے: نیا اس روایت سے استرا از ہے جو حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مالی میں ہے)

۱۔ الهدایہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۳ ۱۳۵ مطبوعہ دار الفکر و العلوم الاسلامیہ کراچی

۲۔ العناية شرح الهداية بهامش فتح القدیر جلد اول صفحہ ۳۵۹، المطبعة الكبرى الاميرية مصر

کہ دفن شدہ میت پر نماز جنازہ تین دن تک پڑھی جائے گی اور اس کے بعد نہ پڑھی جائی گی۔ امام ابن رستم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب نوادر میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے یہی روایت نقل کی ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ اعزاز لازم نہیں ہے، کیونکہ اعصا کے پھٹنے کی مدت میت کی حالت کے اختلاف یعنی غریب ہوئے اور دلا ہوئے وقت کے اختلاف یعنی گری اور سردی اور جہد کے اختلاف یعنی قبر کی جہد کا سخت اور نرم ہونے سے مختلف ہوتی ہے۔

اور صورتِ مسئلہ میں تو نماز جنازہ تیسرے دن پڑھی گئی ہے لہذا قول و فعل مولوی صاحب بلا تکلف صحیح ہے اور قاضی صاحب سے جو خطا ہوئی اس سے لازم ہے کہ وہ کہیں نہ کہ اپنی بات سے مولوی صاحب کو مستحقِ جرمانہ بتادیں اور اگر وہ اپنی شد سے باز نہ آئیں تو ایسا ضدی قاضی ہرگز قابلِ تصادق و توثیق نہیں۔

واللہ اعلم وعلیہ الاحکام

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین علی الرضوی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد عرف آگرہ



﴿فتویٰ نمبر..... 93﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میت کو داہنی طرف سے قبر میں اتارنا کتاب میں تحریر نہیں ہے لیکن اکثر صاحب ایسا کہتے ہیں کہ بعد دوپہر کے بائیں طرف سے میت کو قبر میں اتارنا چاہئے تاکہ سایہ قبر میں اول نہ داخل ہووے۔ ہمزاد سایہ کے کھراہن ہوتا یا کیا؟
برائے توجہ و احسان جواب جلد مرحمت ہوتا کہ اطمینان ہو فقط

مستفتی احمد نصیر خان۔

امام مسجد گیلانہ

الجواب

جمع کرب فقہ میں تمام فقہاء ہی تحریر فرماتے ہیں کہ جنازہ کو قبر سے قبلہ کی جانب رکھنا چاہئے اور قبلہ ہی کی طرف سے اٹھا کر قبر میں رکھا جائے۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے۔

و بعد خل الميت الخ یعنی توضع الجنازة في جانب القبلة من القبر و يحمل

منه الميت فيوضع في اللحد (۱)

(ترجمہ: میت کو قبلہ کی جانب کنارہ قبر سے داخل کیا جائے۔ یعنی جنازہ کو قبر سے قبلہ کی جانب رکھا جائے وہاں سے میت کو اٹھایا جائے پھر قبر کے اندر رکھا جائے)

۱۔ الہدایہ مع حاشیہ مولانا عبدالحمید لکھنوی وحیمة اللہ علیہ جلد اول جز ۲ صفحہ ۱۵۱

مطوعہ دار القرآن و العلوم الاسلامیہ کراچی

وضاحت: و بعد خل الميت تک ہدایہ کی عبارت ہے اس سے آگے مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے حاشیہ کی عبارت ہے۔

لہذا یہ عقیدہ خلاف سنت رکھتا ہے کہ بعد دوپہر بائیں طرف سے اتاریں اور قبل دوپہر داینی طرف سے بالکل ٹھوکر۔ بدعت ہے اور بی اصل۔ ایسے عقائد باطلہ سے مسلمانوں کو بچنا اور دوسروں کو بچانا ضروری امر ہے۔

حودہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ التوی
 ابو محمد محمد دینار علی الرضوی المہدی لکھی
 المفتی فی جامع اکبر آباد
 مورخہ ۷ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ



﴿فتویٰ نمبر — 94﴾

سوال

گزارش ہے کہ عرصہ پانچ یا چھ روز گزرے دھولپا ایک عورت کا جنازہ لے کر صبح کی نماز سے پہلے مسجد اکبری میں نماز جنازہ پڑھانے کے واسطے آئے۔ جماعت نماز صبح ہونے کے بعد امام صاحب مسجد اکبری نیچے مسجد کے تشریف لائے۔ اور دھویوں سے دریافت فرمایا کہ یہ عورت نماز پڑھتی تھی یا نہیں؟ اس مجمع دھویوں میں سے کسی نے یہ کہا کہ یہ نماز نہیں پڑھتی تھی۔ امام صاحب نے سنا ہر فرمایا کہ ہم نماز نہیں پڑھائیں گے۔ نہیں پڑھائی۔ اور مکان کو چلے گئے۔ چلے جانے کے بعد احمد خان موذن مسجد اکبری نے جنازہ کی نماز پڑھادی۔ لہذا رپورٹ اطلاع ارسال ضرور ہے۔

نواب علی منصب دار و صاحب

جناب مال

مفتی صاحب براہ مہربانی مطلع فرمائیں کہ جب امام صاحب کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ متوفیہ مسلمان ہے تو ان کو زیادہ تحقیقات کرنے کی ضرورت تھی یا نہیں؟ اور نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کرنا جائز تھا یا نہیں؟

۲۳ جولائی ۱۹۱۸ء محمد عبدالغفار مٹھی عند

الجواب

اللهم رب زدنی علماً اوتنا الحق حقاً والباطل باطلاً

صفحہ ۶۳ جلد اول در مختار مطبوعہ علی ہامش ردالمحتار میں ہے

وہی فرض علی کل مسلم خلا اربعۃ بغاۃ و قطاع الطريق اذا قتلوا فی الحرب ولو بعدہ صلی علیہم لاتہ حداً و قصاص و کذا اہل عصبۃ و مکابر فی مصر لیلایا بسلاح و خنایا غیر مرۃ فحکمہم کالبغاۃ و من قتل نفسہ و لو عمداً یغسل و یصلی علیہ و بہ یتقی و ان کان اعظم و زراً من قاتل غیرہ و رجح الکمال قول الثانی بما فی مسلم انہ علیہ

السلام اتی برجل قتل نفسه فلم یصل و لا یصلی علی قاتل احد ابویه اهانة له والحقة فی
النهر بالبقعة!

ترجمہ: چار قسم کے لوگوں کے سوا ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنا فرض ہے۔ اور وہ یہ ہیں (۱) باغی (۲) ڈاکو
جب یہ کہ دونوں قسم کے لوگ جنگ میں قتل کر دینے جائیں۔ اور جنگ کے بعد اگر انہیں قتل کیا جائے تو ان کی
نماز جنازہ ادا کی جائے گی کیوں کہ ان کا یہ قتل حد یا قصاص کے طور پر ہوگا (۳) شہر میں رات کو اسلحہ کے ساتھ
بے گناہ لوگوں سے تعرض کرنے والا (جنگ لیس ہول کرنے والا) (۴) لوگوں کو گلا دیا کر مارنے والا جب کہ یہ
بار بار ایسا کرے۔ ان کا حکم باغی افراد کا سا ہے۔ اور جس نے خودکشی کی اگرچہ عموماً ہوا ہے غسل دیا جائے گا
۔ اور اس پر نماز جنازہ بھی پڑھا جائے گی۔ فتویٰ اسی پر ہے۔ اگرچہ اس کا گناہ دوسروں کو قتل کرنے سے زیادہ
ہے۔ علامہ کمال رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے کیوں کہ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے
پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے خودکشی کی تھی۔ اور آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ اپنے ماں باپ میں
سے کسی ایک کو قتل کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ یہ حکم اس کی اہانت کے لیے ہے۔ اور انہم میں
اسے باغیوں کے ساتھ لاحق کیا گیا ہے۔

اور صفحہ ۱۷۷ جلد اول فتاویٰ عالمگیری میں ہے

الصلوة علی الجنائز فرض کفایہ اذا قام بہ البعض واحدا کان او جماعة ذکرنا
کان او اتی سقط عن الباقيين واذا ترک الكل المواہکذا فی التارخانیة والصلوة علی
الجنائز تنادی بأداء الامام وحده لان الجماعة لیست بشرط الصلوة علی الجنائز کذا فی
النهاية وشرطها اسلام الميت وطهارته مادام الغسل ممکناً!

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد اول * صفحہ ۶۳۴ ۶۳۳ مکبہ وشبیبہ کو تھام

۲۔ الفتاویٰ العالمگیریہ مع اردو ترجمہ * جلد ۲، صفحہ ۸۹۳ * مطبوعہ فضل ربی پریس راولپنڈی

ماحصل ان تمام عبادتوں کا یہ ہے کہ جنازہ فرض کفایہ ہے۔ جو لوگ موجود ہوں ان میں سے اگر ایک آدمی تنہا بھی نماز جنازہ ادا کرے گا سب گناہ سے مری الذمہ ہو جائیں گے۔ اور اگر کوئی بھی نہ پڑھے اور بلا نماز جنازہ میت دفن کر دی جائے سب گنہگار ہوں گے۔

اور شرط نماز جنازہ یہ ہے کہ میت مسلمان ہو۔ اگر میت مسلمان امام وقت سے باغی ہو کہ حاجہ بنات میں ماری گئی ہو یا ڈاکو ڈکیتی کی حالت میں مارا گیا ہو یا جو شخص اپنی ماں کو یا باپ کو قتل کر ڈالے اور ان کے قصاص میں مارا جائے اور مرد و عورت راج جو شخص خودکشی کرے ان کی نماز جنازہ فرض ان کی ذلت ظاہر کرنے اور لوگوں کے زحمت و حبیہ فرمانے کے نہ پڑتی ہے۔ علاوہ میں جو شخص قرض دار مر جائے یا فرض زحمت فرمانے لوگوں کے قرض نہ ادا کرنے سے حدیث صحیح میں آیا ہے کہ میت کا مال آنحضرت ﷺ لوگوں سے دریافت فرما کر اگر قرض دار مر جائے خود اس کی نماز جنازہ نہ پڑھائے اور دوسروں کو فرماتے کہ تم پڑھا دو۔ پھر سخیل ادا یا قرض ہو جاتی تو خود آپ ﷺ شخص علیہ الصلوٰۃ والسلام پڑھا دیتے ورنہ خود نہ پڑھاتے چنانچہ صفحہ ۲۱۲ مشکوٰۃ المصابیح مطبوعہ نظامی دہلی میں ہے۔

عن سلمہ بن الأكوع قال كنا جلوسا عند النبی ﷺ اذ أتت بجنازة فقالوا صل علیہا فقال هل علیہ دین قالوا لا فصلی علیہا ثم أتت بجنازة أخرى فقال هل علیہ دین قبل نعم قال هل ترک شیئا قالوا ثلثة دنائیر فصلی علیہا ثم أتت بالثالثة فقال هل علیہ دین قالوا ثلثة دنائیر قال هل ترک شیئا قالوا لا قال صلوا علی صاحبکم قال ابو قتادة هل یارسول اللہ علیک و علی آلک واصحابک و علی دینہ رواہ البخاری

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں بیٹھے تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا لوگوں نے آپ سے عرض کی اس کی نماز جنازہ پڑھا دیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا اس کے ذمہ کچھ قرض ہے؟ لوگوں نے عرض کی نہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ

پڑھادی۔ پھر ایک اور جنازہ لایا گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا اس کے ذمہ کچھ قرض ہے؟ لوگوں نے عرض کی ہاں۔ آپ نے پوچھا کیا اس نے کچھ مال چھوڑا ہے؟ لوگوں نے عرض کی تین دینار ترک چھوڑا ہے آپ نے اس کی نماز جنازہ بھی پڑھادی۔ پھر تیسرا جنازہ لایا گیا۔ آپ نے پوچھا کیا اس پر قرض ہے؟ لوگوں نے بتایا تین دینار قرض ہے۔ پوچھا کیا کچھ چیز چھوڑی ہے؟۔ لوگوں نے عرض کی نہیں تو آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا اپنے ساتھی کی نماز جنازہ ادا کرو۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا آپ آپ کی آل صحابہ اور مجھ پر قرض نہیں ہے؟

بہرِ نفع یا وجود جانے اس امر کے کہ یہ مسلمان ہے ضرور اختصار فرمایا لیے کہ یہ قرضدار تو نہیں؟ تاکہ آپ کے بذاتِ خاص نماز نہ پڑھانے سے لوگ ادا نہ قرض کی کوشش کریں۔ اور قرض دار نہ مریں۔ اور شاید آپ کے نماز نہ پڑھانے سے کسی کو رحم آ جائے اور وہ اس کا قرض ادا کر دے۔ لہذا اگر میت اور میت کے لائے والے تمام افراد بے نمازی ہوں اور اسے ترک نماز سے بے خوف ہوں کہ خود بھی کوئی نماز نہ پڑھے اور مثل مزدوروں کے میت کو رکھ کے طمّہ جائیں۔ اور وقتِ دریافت بے خوف خدا ہے دھڑک کہہ دی کہ اس نے بھی کبھی نماز نہ پڑھی۔ اور کوئی بزرگ یا عالم ایسے ہوں کہ ان کی نماز نہ پڑھانے سے وہ مب لوگ یا بعض لوگ نماز پڑھنے لگیں۔ اور تباہ و خوار نہ ہوں نہ پڑھائے اور دوسروں کو کہہ دے یا اشارہ کر دے کہ تم پڑھا دو تو یہ امر بلاشبہ موافق حدیث مذکور معلوم ہوتا ہے۔ کھریج روایت پر نسبت نماز نہ پڑھانے ایسے بے نمازی کے جنازہ کی اب تک نہیں ملی۔ اور تالباہ نہ ملنے ایسی روایت کی یہی معلوم ہوتی ہے کہ زمانہ رسول اللہ ﷺ بلکہ صحابہ تابعین میں کوئی مسلمان بے نمازی نہ تھا۔ اس واسطے کہ نماز نہ پڑھنے کا گناہ تمام دنیا بھر کے گناہوں سے اتنا زیادہ ہے کہ حد بیس حج میں وارد ہے۔

☆ قال النبی ﷺ من ترک الصلوۃ معصدا فقد کفر!

یعنی جو قصداً نماز چھوڑ دے وہ بلاشبہ کافر ہو گیا۔

چنانچہ بعض ائمہ دین بموجب ظہر حدیث یہی فرماتے ہیں۔ مگر ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ متعمداً کے معنی لمّا ظنّے را عادت مستحلا کے ہیں۔ یعنی جو کوئی نماز چھوڑنے کو حالِ مجھ لے وہ بالاطفاق کافر ہو جاتا ہے ورنہ قاسم ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ اور مسلم شریف میں ہے

☆ قال ﷺ بین العبد و بین الکفر ترک الصلوة!

(ترجمہ: بندے اور کفر و شرک کے درمیان فرق نماز ترک کرنے کا ہے)

واللہ اعلم و علمہ احکم اللہ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو توفیقِ اتباعِ شریعت اور اجتنابِ بدعت اور ملازمتِ نماز پنجگانہ بخوف و خشیت عطا فرمائے آمین ثم آمین

حورہ: العبد الراعی

ابو محمد محمد دیوبند اعلیٰٰ

فی جامع اکبر آباد



۱۔ صحیح مسلم: صفحہ ۵۱۰ حدیث رقم ۲۳۷۷ دار السلام للنشر والتوزیع الرباض

نوٹ: مسلم شریف کے الفاظ یہ ہیں

بین الرجل و بین الشوک و الکفر ترک الصلوة.

ترجمہ: مسلم آدمی اور کفر و شرک کے درمیان فرق نماز ترک کرنے کا ہے۔

زكوة

.....

﴿فتویٰ نمبر 95﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس امر میں کہ اگر عشر زکوٰۃ کو ظالم بادشاہ جبراً وصول کر لیں اور ان کے صرف کرنے کی جگہ صرف نہ کریں تو اصحاب زکوٰۃ و عشر و خراج پر اس کے مصارف پر دوبارہ عشر و زکوٰۃ وغیرہ نکال کر خرچ کرنا لازم ہے؟

۹ رجب المرجب ۳۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

شرعاً دوبارہ نکال کر اس کے مصارف پر خرچ کرنا لازم تو نہیں مگر دیکھئے دوبارہ نکال دے گا اور مصارف پر خرچ کرے تو افضل ہے تا آنکہ عند البعض خراج بھی دوبارہ نکال کر اس کے مصارف پر خرچ کر دے تو افضل ہے۔
کما فی الدر المختار المطبوع علی هامش رد المحتار فی صفحہ ۲۶ من الجزء الثاني
أخذ البغاة والسلاطين الجبارة زکوٰۃ الاموال الظاهرة كالسوائم والعشر والخراج
لإعادة علی اربابها ان صرف المأخوذ فی محله الآتی ذکوره والا یصرف فیہ فعلیہم فیما
بینہم و بین الله إعادة غیر الخراج لانہم مصارفہ!

(ترجمہ: باغی اور ظالم بادشاہ اموال ظاہرہ مثلاً چوپایوں کی زکوٰۃ عشر اور خراج وصول کر لیں تو نصاب کے مالگوں پر ان کا دوبارہ نکال کرنا لازم نہیں ہے بشرطیکہ وصول کردہ زکوٰۃ وغیرہ اپنے مصارف پر خرچ کر دیں جن کا ذکر آئے گا۔ اور اگر وہ مال ان مصارف پر خرچ نہ ہو، تو نصاب کے مالگوں پر ان کا دوبارہ نکال کرنا ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان لازم ہے۔ خراج کی دوبارہ داغی لازم نہیں ہے کیونکہ وہ باغی وغیرہ بھی اس کے مصارف ہیں)

مگر اس زمانہ میں چونکہ خراج بھی اپنے موقع پر خرچ نہیں کیا جاتا تھا اس کا دوبارہ مثال کر اس کے مصارف پر خرچ کرنا احتیاط ہے۔

کما هو ظاهر من قول الشامي في صفحة ۲۶ من الجزء الثاني

اما الخراج فلا يفتون باعادته لانهم مصارفه اذ اهل البغي يقتاتلون اهل الحرب والخراج حق المقاتلة شرح الملتقى ۱

(ترجمہ: خراج کی صورت میں ملائے کرام اس کے مادہ کاشتوی نہیں دیتے کیونکہ وہ باغی اور ظالم بادشاہ خود بھی ان کے مصارف ہیں کیونکہ باغی لوگ اہل حرب سے جنگ کرتے ہیں۔ اور خراج جنگ کرنے والوں کا حق ہے۔ شرح الملتقى)

اسی واسطے عدم اخراج خراج کو دوبارہ دینا علامرزیلی سے ضعیف معلوم ہوتی ہے۔

حيث قال الشامي رحمه الله في الصفحة المذكورة

و ذكر الزيلعي ما يفيد ضعفه حيث قال و قيل لانفتيهم باعادة الخراج ۲

(ترجمہ: علامرزیلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی عبارت ذکر فرمائی ہے جو خراج کے دوبارہ ادا نہ کرنے کے قول کے ضعیف ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ کہا گیا ہے کہ ہم خراج کے مادہ کاشتوی نہیں دیتے)

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العتوی

ابو محمد محمد دینار علی الرضوی الحنفی

مسجد جامع اکبر آباد



۱۔	رد المحتار :	جلد ۲ * صفحہ ۲۶ *	مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۲۔	رد المحتار :	جلد ۲ * صفحہ ۲۶ *	مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

﴿فتویٰ نمبر 96﴾

سوال

مکرمی معظمی مولانا مفتی سید دیار علی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہی میں عید بقرعید کے دن مسجدوں میں یو توجہ نماز جس طرح فقیر جن کا پیشہ ہے بھیک ہے اور سوال کرنے کو عیب نہیں بلکہ ضرر سمجھتے ہیں اور نمازیوں کے آگے سو سو پچاس پچاس بھاگتے پھرتے ہیں اور خلیفہ پنہنے والوں کو جو با نظار بیٹھے ہوتے یا بعد نماز طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ ان کو دینا اور ان کو جو منع کرنے پر قاردر ہو مولیٰ یا اہل محلہ ان کا منع نہ کرنا اور اس کو نیک کام سمجھنا کیا ہے؟

۱۵ رمضان ۱۳۳۶ھ

مولوی عبدالحلیم امام مسجد جہاٹی محلہ بھی

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

اللہم رب زدنی علما

☆ جس کے شخص کے پاس ایک دن کا کھانا موجود ہو یا بالقوہ یعنی وہ شخص جو تندرست اور مزدوری کر کے ایک دن کا کھانا حاصل کر سکتا ہے وہ کھانا اسی شخص کے حکم میں ہے جس کے پاس ایک دن کا کھانا موجود ہو۔ ایسے شخص کو کھانے کے واسطے سوال کرنا حرام ہے۔ البتہ اگر ایک دن کے کھانے کے لائق موجود ہو مگر کپڑے قدر ضرورت نہ رکھتا ہو یا مکان سکونت بقدر گزر نہ رکھتا ہو یا نہ اسافر گھر تک پہنچنے کا سامان نہ رکھتا ہو بقدر دفع ضرورت اس کو سوال جائز ہے۔ ضرورت سے زائد اس کو بھی سوال حرام ہے۔ اور ایسے سائل کو دینا بھی حرام بسبب مدد کرنے کے فعل حرام پر جو سوال ہے۔

چنانچہ جلد دوم باب المصروف صفحہ ۷۵ در مختار میں ہے:-

ولا يحل ان يسأل شيئا من القوت من له قوت يومه بالفعل او بالقوة كالصحيح

المكسب و يائم معطيه ان علم بحاله لاعاته على المحرم ۱

☆ (ترجمہ: جس شخص کے پاس بالقتل ایک دن کی خوراک موجود ہو اس کے لیے سوال کرنا حلال نہیں اور اس شخص کے لیے بھی سوال حلال نہیں جس کے پاس بالحوہ ایک دن کی غذا موجود ہو جس طرح کہ وہ شخص جو تندرست اور کمانے والا ہو۔ اگر ایسے سائل کو دینے والے شخص کو اس کا مال معلوم ہو تو وہ گناہ گار ہوگا کیوں کہ اس نے حرام پر امداد کی ہے)

قال الشامي رحمه الله :

قوله ولا يحل قيد بالسؤال لان الاخذ بدونه لا يحرم بحر و قيد بقوله شينا من الفوت لان له السؤال ما هو محتاج اليه غير الفوت كتوب شر نبالية و اذا كان له دار يسكنها ولا يقدر على الكسب قال ظهير الدين لا يحل له السؤال اذا كان يكفيه مادونها معراج ۲

(ترجمہ: قولہ لا یحل: یعنی اس کے لیے جائز نہیں مصحف علیہ الرحمہ نے اسے سوال کے ساتھ مقید فرمایا کیوں کہ سوال کے بغیر کسی سے کچھ لینا حرام نہیں ہے۔ بحر۔ نیز حضرت مصحف علیہ الرحمۃ نے کچھ خوراک کی قید لگائی۔ کیوں کہ جس کے پاس خوراک موجود ہے اسے اس کے علاوہ اور ضرورت کی چیز مثلاً کپڑے کا سوال کرنا جائز ہے۔ شریعہ علیہ۔ اور جب اس کے پاس گھر ہو جس میں رہ رہا ہو اور وہ کھانے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو امام ظہیر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب سوال کے بغیر اس کی کفایت ہو سکتی تو اسے سوال کرنا جائز نہیں ہے)

☆ اور ظاہر ہے کہ بمبئی کے سائل جو عیدین میں نمازیوں کو تکلف کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ بے نمازی ناپاک ہے چل اس طرح منوں کے آگے منوں کو چیرتے ہوئے پھرتے ہیں کہ بالکل حرمت مسجد نہیں رہتی۔

۱۔ الذی المختار مع رد المختار: جلد ۲ صفحہ ۷۵۷ ۷۶۰ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۔ رد المختار جلد ۲ صفحہ ۷۵۷ ۷۶۰ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

لہذا ان کو دینا اور منع نہ کرنا جب حرمت مسجد کرنا ہے جو قلعہ حرام ہے۔ اور جو لوگ باوصف قدرت ان کو منع نہیں کرتے وہ مرتکب حرام اور سخت گناہگار ہیں۔ اور جو ان کو دیتے ہیں وہ بھی بسبب مد کرنے والے فعل حرام کے سخت گناہگار ہیں۔ اور جو ایسے ساکون کو مسجد سے نکال دیں مستحق ثواب ہیں۔

چنانچہ صفحہ ۶۰۹ جلد اول شامی میں ہے

قال فی النہر والمختار ان السائل ان کان لا یمر بین یدی المصلی ولا یتخطی للرقاب ولا یسأل الحافا بل لا یرد منہ فلا یاس بالسؤال والاعطاء او مٹلہ فی البزازیة وفيہا فلا یجوز الاعطاء اذا لم یکنوا علی نلک الصفة المذكورة قال الامام ابو نصر العیاضی ارجو ان یغفر اللہ تعالیٰ لمن ینخرجہم من المسجد وعن الامام خلف بن ایوب لو کنت قاضیا لم اقبل شہادة من یتصدق علیہم!

(ترجمہ: انہم میں ہے کہ مختار یہ ہے کہ مانگنے والا اگر نمازی کے آگے سے نہ گزرے اور نہ ہی لوگوں کی گردنیں پھلانگے اور امر اور کر کے نہ مانگے بلکہ کسی ایسی چیز کے لیے مانگے جس کے بغیر اسے چارہ نہ ہو اس مانگنے اور دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ فتاویٰ بزاز یہ میں اسی طرح ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ جب سائل اس طرح مذکورہ کیفیت پر نہ ہوں تو ان کو دینا جائز نہیں ہے۔ اور امام ابو نصر عیاضی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو معاف فرما دے گا جو انہیں مسجد سے نکال دے۔ اور امام غفث بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر میں قاضی ہوتا تو ان لوگوں کی شہادت قبول نہ کرتا جو ان کو دیتے ہیں)

یعنی امام غفث بن ایوب فرماتے ہیں کہ اگر میں قاضی ہوتا ایسے ساکون کو صمد ق دینے والوں کی شہادت کبھی نہ قبول کرتا بناء علیہ صفحہ ۲۹۶ جلد خامس کتاب الکراہیۃ ودر مختار میں علامہ صفحہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هَذَا فَلَسْ لَا يَكْفُرُهُ سَبْعُونَ قَلَمًا

یعنی ایسے سوال پیش مسجد میں سوال کرنے والے ساتوں کو ایک پیسہ دینے کا اتنا گناہ ہے کہ اگر اس کے عوض ستر پیسہ اللہ واسطہ دیے جائیں تو وہ اس ایک پیسہ دینے کے گناہ کا کفار نہیں ہو سکتا۔
لہذا حوایان مسجد اور اہل غلطہ پر لازم ہے کہ شرور اس طوفان بے تیزی کا علاج کریں اور عیدین کی صفوں میں گشت کرنے سے ان ظالموں کو منع کر کے مستحق اجر عظیم ہوں۔ حفظ

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد دیہ اعلیٰ الرضوی لکھی

مسجد جامع اکبر آباد



۱

رد المحتار جلد ۵ صفحہ ۲۹۶ مطبوعہ مکتبہ و شبلیہ کونہ

و نہایت حضرت مولانا محمد شین دزد اللہ علیہ نے غلطی سے اس حوالہ کو روایت کی طرف منسوب فرمایا لیکن درحقیقت یہ حوالہ اس پر غلط دہائی دزد اللہ علیہ کے کاشیہ دالختار کا ہے۔

محمد سلیمان بن تہجدی مئی ۱۴۰۰

﴿فتویٰ نمبر..... 97﴾

سوال

جناب مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! اشتہار انجمن اسلامیہ بہرت پور میں جو سیکرٹری صاحب نے صدقہ فطر کا وزن ہمارے سیرمرحبہ سے جوای روپیہ یہ بتا ہے سوادو سیر لکھا ہے کیلایا صحیح ہے یا غلط؟
سائل: حافظ رفیق احمد امام مسجد بھرت پور

۱۳ شوال ۱۴۳۳ھ

الجواب

ازنا کسار دیار علی بخند مت حافظ محمد رفیق صاحب امام مسجد جامع بھرت پور سلام اللہ علیہم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

شرح دقا یہ کی جلد اول صفحہ ۳۰۱ میں ہے کہ صاع عراقی خفیوں کے نزدیک صدقہ فطر میں معتبر ہے اور صاع حجازی شافعیوں کے نزدیک۔ صاع عراقی میں آٹھ رطل عمدہ نئی گیہوں ملاتی ہیں اور حجازی میں ایک ٹمٹ پانچ رطل لہذا امام شافعی رحمۃ اللہ کے نزدیک صدقہ فطر نصف صاع حجازی ہے اور امام صاحب رحمۃ اللہ کے نزدیک نصف صاع عراقی۔

اور وہ دو من کا ہوتا ہے اور من چالیس استار کا اور استار ساڑھے چار شقال کا۔ اس حساب سے ایک من ایک سوای (180) شقال کا ہوا۔ اب حساب کر لو کہ شقال ساڑھے چار ماش کا ہوتا ہے اور نصف صاع دو من کا ہوتا ہے۔ جس کے 360 شقال اور ایک ہزار چھ سو بائیس (1622) ماش ہوئے جس کے 135 تولہ ہوتے ہیں اور چونکہ ہمارا سیرمرحبہ ای روپیہ بھر کا ہوتا ہے اور روپیہ ساڑھے گیارہ ماش کا لہذا 135 تولہ سے فی تولہ جب چار رتنی تالی تو 5 روپیہ (تولہ) 10 ماش بھر نکلے اور ان کو جب 135 میں جمع کیا تو 140 روپیہ (تولہ) 10 ماش بھر وزن نصف صاع عراقی کا جو دو من شرعی ہوتا ہے ہوا۔ اور اب ایک سو چالیس (140) تولہ دس ماش بھر وزن کو ای 80 روپیہ پر جو وزن ہمارے سیرمرحبہ کا ہے تقسیم کیا تو پونے دو سیر دس

ماشہر ہمارے سیر سے وزن نصف صاع عراقی کا ہوا جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک معتبر ہے۔ لہذا احتیاطاً مناسب ہے کہ آدھ پاؤں کم دو سیر صدقہ فطر لکھا جائے اور پورے دو سیر دس ماشہ سیر سے ہرگز کم نہ ہو۔

نہیں معلوم محمد شرف الدین خان صاحب سیکرٹری انجمن اسلامیہ بہرت پور نے جو فقہائے محققین حنفیہ کی طرف فہمت کر کے نصف صاع کا وزن تقریباً سو (دو) سیر مرہجہ لکھا ہے کس حساب سے بلاحوالہ کتاب اس وثوق سے کیسا لکھا ہے۔ درالحنا زور حنا و شرح وقایہ سے جو ثابت ہوتا ہے وہ مفصلاً خدمت مالی میں عرض کر دیا گیا۔ لہذا سیکرٹری صاحب کی خدمت میں بعد ابلاغ سلام مسنون میری طرف سے عرض کر دینا کہ اگر اس تحقیق سے خاکسار کو بھی مع حوالہ کتب مفصلاً مطلع فرمایا جائے (تو) مشکور ہوں گا۔ ورنہ آئندہ ہلا تحقیق ایسی جرات نہ فرمائیں۔ اس واسطے کہ جو جب صاع تجازی بھی جو حنا رام شافعی رحمۃ اللہ ہے تقریباً صاع اڑھائی سیر مرہجہ ہے (قولہ) اور نصف صاع سو سیر ساڑھے چھ روپے (قولہ) بھر کا ہوتا ہے۔^۱

والسلام

حردہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دیواری
مفتی جامع مسجد آگرہ
۱۳ شوال ۱۳۳۳ھ



☆ امام القیامی صاحب نے حضرت مولانا دیواری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحقیق سے جو رجوع فرمایا تھا چنانچہ اچھا حکم دیا ہے

قادی کی کتاب القیامی مستفاد ۵۳۹/۵۴۰/۵۴۱/۵۴۲ نمبر ۲۸۹ میں لکھا کہ بارے میں فرمایا "اگر بچہ یا حاملہ یا مرض کے ملاحظہ پر وہ رکعت کی طاقت نہ رکھے ساتھ منکبوں کو وہ وضو کا ری سے نہ بھرکھا لکھلا ہے یا ساتھ منکبوں کوئی مسکن سوا منی چٹا کبہ" سیر کیوں دے دیتا ہے"

محمد علیہ الدین تھکیدی علی منہ

روزه

.....

﴿فتویٰ نمبر..... 98﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ ایک شہر میں انتیس ذیقعدہ کو پھر کے روز منگل کی شب کو رویت ہلال و الحاجہ ہوئی۔ ایسی حالت میں کہ مطلع صاف نہ تھا۔ بلکہ ہر غلیظ تھا دیکھنے والوں میں سے دو آدمیوں نے آ کر ایک جماعت معززین شہر کے سامنے شہادۂ چاند دیکھنے کی دی۔ اور ان کی شہادۂ تائید میں اور بھی شہر کے مختلف محلوں سے خبریں آئیں کہ پھر کے روز فلاں فلاں شخص نے چاند دیکھا جو کہ بعض شہد اور بعض مستور الحال ہیں۔ مفتی صاحب نے ایسی حالت میں کہ علت فی السما رویت کے وقت میں موجود تھی ان دو شہادتوں کو کافی اور قابل اعتبار تسلیم کر کے اعلان کر دیا کہ عید الفصحی حسب الشہادۂ پنجشہ کو ہوگی۔ اس شہادت کی تاکید میں بذریعہ خطوط کے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ کن حیدر آباد اور گ آباد مکہ معظمہ میں بھی عید الفصحی جمعرات کو تھی حسب اعلان بنا پر شہادۂ کل شہر میں جمعرات کو عید ہوئی مگر چند آدمیوں نے جن کی تعداد تیس یا چالیس سے زیادہ نہیں اس شہادت کو غیر معتبر سمجھ کر جمعرات کو عید نہیں کی۔ جن میں اکثر جاہل اور محض ذی علم ہیں۔ اور اب وہ کہتے ہیں کہ جنہوں نے اس شہادت پر عید کر لی نہ ان کی نماز ہوئی اور نہ قربانی۔ بلکہ سب کی نماز عید اور قربانیاں ضائع گئیں اور یہ سارا فقہا ایک دیوبندی مولوی صاحب کا ہے کہ انہوں نے ہمارے مولوی صاحب کے فتویٰ کی مخالفت کر کے ہمارے بعض علماء کو جدا کر کے ہم آفرقہ ڈال دیا ہے۔ لہذا جو امر حق ہو اس سے جلد مطلع فرمایا جائے۔

الجواب

اللهم رب زدنی علما.

ہدایۃ مع الشرح ۱۱۱ ربہ مطبوعہ مصر کے سنہ ۱۲۰۲ جلد ۱۱ میں ہے

و اذا كان بالسماء علة لم يقبل في هلال الفطر الا شهادة رجلين او رجل وامرأتين
لانه تعلق به نفع العبد و هو الفطر فاشبه سائر حقوقه والاضحى كالفطر في هذا في ظاهر
الرواية و هو الاصح خلافا لما روى عن ابى حنيفة رحمه الله انه كهلal رمضان لانه تعلق

به نفع العباد وهو التوسع بلحوم الاضاحیٰ ۱

(ترجمہ: اور جب آسمان پر علت ہو تو عید فطر کے چاند کے لیے امام صرف دھردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت کو قبول کرے۔ کیونکہ اس کا تعلق بندوں کے نفع کے ساتھ ہے جو کہ اضحار ہے۔ تو اس کی مشابہت بندوں کے باقی حقوق کے ساتھ ہوگئی۔ اور عید قربانی کا حکم بھی ظاہر روایت کی رو سے عید فطر کی مانند ہے۔ اور یہی اس کے لیے اس میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ایک روایت مختلف ہے جس کی رو سے عید قربانی کا چاند رمضان المبارک کے چاند کی مانند ہے۔ کیونکہ اس سے بندوں کے منافع کا تعلق ہے اور نفع قربانیوں کے گوشت کے ساتھ فراغ دیتی ہے)

قال ابن ہمام رحمۃ اللہ فی شرحہ فی صفحہ ۲۰۳ من فتح القدیر

قوله لانه تعلق به نفع العباد لتعلیل لظاهر الروایة و فی التحفة رجع رواية النوادر فقال والصحيح انه يقبل فيه شهادة الواحد لان هذا من باب الخبر فإنه يلزم المخبر اولاً ثم يتعدى الى غيره

وأبسطاً فإنه يتعلق به امر ديني و هو وجوب الاضحية و هو حق الله تعالى فصار كهلال رمضان في تعلق حق الله تعالى به فيقبل في الغيم الواحد العدل ولا يقبل في الصحوا لا التواتر ۲

(ترجمہ: قولہ: کیونکہ اس کے ساتھ بندوں کے نفع کا تعلق ہے۔ یہ ظاہر روایت میں بیان کردہ حکم کی تعلیل ہے۔ تحفہ میں نوادر کی روایت کو ترجیح دی گئی ہے۔ صاحب تحفہ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ اس بارے میں ایک شخص کی شہادت کو قبول کیا جائے گا۔ کیونکہ شہادت خبر کے باب سے ہے تو پہلے یہ خبر دینے والے پر لازم ہوتی ہے پھر اس سے وحدی ہو کر اوروں پر لازم ہوتی ہے۔ نیز اس کے ساتھ ایک دینی معاملہ کا تعلق ہے۔ اور وہ ہے قربانی کا واجب ہونا جو کہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ تو یہ چاند بھی رمضان المبارک کے چاند کی مانند ہے کہ اس کا تعلق بھی

۱۔ الہدایہ: جلد اول: جز ۲ صفحہ ۲۵۲ ۲۔ إدارة المعارف والعلوم الاسلامیہ کراچی

۳۔ فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۲۱۰ ۲۲۰ المطبعة الکبریٰ الامیریہ مصر

اللہ تعالیٰ کے حق کے ساتھ ہے۔ ہذا بادل میں ایک مادل کی کوئی قول کر لی جائے گی۔ لیکن مصلح صاف ہونے کی صورت میں حواتر اخبار کو ہی قبول کیا جائے گا)

و فی صفحہ ۵۴ من الجزء الاول للدر المختار

فی شرح المنیۃ للحلبی عند قوله و لا يجوز من مصحف الا بغلافه اذا تعارض امامان معتبر ان عبر احدهما بالصحيح والآخر بالاصح فلاخذ بالصحيح اولى لانهما اتفقا على انه صحيح والاخذ بالمتفق او فق قلبه حفظ ا

(ترجمہ: طبعی کی شرح منیہ میں جہاں مدیۃ الصلی میں ہے کہ قرآن مجید کو کثاف کے بغیر چھوٹا ہاڑ نہیں۔ اس پر علامہ طبعی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا جب دو معتبر اماموں کا تعارض ہو ایک نے ایک صورت کو صحیح سے تعبیر کیا جب کہ دوسرے نے دوسری کو اس صحیح سے تعبیر فرمایا تو صحیح والے قول کو اپنانا زیادہ بہتر ہے کیونکہ وہ دونوں اس صورت کے صحیح ہونے پر اتفاق کرتے ہیں تو متفق صورت کو اپنانا اوفیٰ ہے اسے خوب یاد رکھ لو)

ہذا احلال عید الفصحی میں قبول صحیح ایک مرد مسلمان مادل کی بھی کو ای عید اور قربانی کر لینے کے واسطے کافی تھی۔ کو ای صورت مسئلہ میں ہو جب رولہ ظاہر الروایت تو بعض فقہ اور بعض مستور الحال موجود ہیں۔ اندری صورت صحیح نماز عید اور صحت قربانی میں کسی طرح بھی کلام نہیں ہو سکتا۔ احوالہ اس کی مخالفت کرنا اور یہ کہنا کہ نہ نماز ہوئی نہ قربانی فی الواقع یہ ایسے ہی مولوی اور ان کے بھولے بھالے قہمیں ہی کا کام ہے جو امکان کذب و جنابواری کی قائل ہیں۔ اور مجلس میاں رسول اللہ ﷺ کو دنیا کے جنم آٹھنی سے تشبیہ دیتے ہیں جیسا کہ کلام مستثنیٰ سے ظاہر ہے۔

اعاذنا الله و جميع المؤمنين من امثال هذه المفتين آمين ثم آمين

(ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام اہل ایمان کو اس قسم کے مفتیوں سے اپنی پناہ میں رکھے آمین ثم آمین)

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دراعلی المفتی فی جامع اکبر آباد

یا الفہر المختار مع رد المحتار : جلد ۱ صفحہ ۵۴ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

﴿فتویٰ نمبر..... 99﴾

سوال

عرفہ کے روزہ کا کیا حکم ہے۔

محمد اسلام خان

قصبہ ٹس آباد ضلع آگرہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

تفسیر عزیزی میں تفسیر والفجر میں ہے کہ ذی الحجہ کے نو روزوں کے ایک دن کا روزہ ہر سال کے برابر ہے۔ اس میں عرفہ آ گیا۔

حورہ: محمد علی اعظمی اکبر آباد



۱۔ تفسیر عزیزی: پارہ عم: صفحہ: ۱۵۸ مطبوعہ لاہور میں ہے

روزہ ہر روز آں ۱۰ روز برابر یک سال است

ترجمہ: ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں میں سے ہر دن کے روزے کا ثواب ایک سال کے روزے کے برابر ہے۔

محمد علی اعظمی اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر 100﴾

سوال

آگرہ میں ایک شاہ صاحب نووارد ہیں جو اپنے کو شاہ بہا مال دین کا خلیفہ ظاہر کرتے ہیں۔ وہ ایک مسماۃ کے گھر جو ان سے تعارف و ارادت رکھتی تھی شریف لائے۔ عورت نے بوجہ نادانستگی اپنے خورد سال بچے کے ہاتھ پاؤں بنا کر ان کے لئے باہر بھیج دیا۔ مگر شاہ صاحب روزہ دار تھے تاہم انہوں نے ٹھیک دس بچے دن کے پاؤں مرسلہ عورت فوش فرما کر اپنا نقل روزہ جوڑ دیا یہ کہہ کر کہ اس تختہ پاؤں کو رد کرنا نہیں چاہتا۔ اور پھر دوسرا پاؤں گھر میں سے منکوا کر مسماۃ کے شوہر کو بھیج دیا جو ان سے عقیدت رکھتا تھا نقل روزہ جوڑ دیا۔ اس معاملہ کے دس چند روزہ دن بعد وہی عورت آکر پر سوار ہو کر اپنے ایک رشتہ دار کے گھر جاتی تھی۔ شدت دھوپ کا وقت تھا۔ شاہ صاحب نے براہ کرم بہرہ راہ تمام اس عورت کا نقل روزہ جوڑ دیا۔ تب اس کو دھوپ میں اپنی رشتہ داری میں جانے دیا۔ پس کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارہ میں کہ یہ فعل شاہ صاحب کا کس حد تک شرما جائز و روا تھا۔ اور اس کا قائل موجب ثواب یا عذاب ہوگا اور اس کا مرتبہ گروہ اسلام میں کیسا سمجھنا چاہئے؟

۲ شعبان ۱۳۶۰ھ ۱۲ مئی ۱۹۷۵ء

محمد نواب مرزا عیسوی علی آگرہ

الجواب

اللهم رب زدنی علما۔

☆ نقل روزہ رکھ کر کسی کی ناراضگی کے خیال سے یا کسی مسلمان کے خوش کرنے کی نیت سے یا خوف شدت گری یا شدت جنگی سے توڑنا جائز ہے۔ مگر پھر اس روزہ کو قضا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۱۸۱ حصہ ۴ شریف مطبوعہ نجیبائی دہلی میں ہے

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت دخل علی النبی ﷺ ذات یوم ففعل ہل عند کم شیء فقلنا لا قال فانی إذا صائم ثم اتانا یوما آخر فقلنا ہل رسول اللہ ﷺ اھدی لنا حیس

فقال اوتيه فلقد صحبت صائما فاكل رواه مسلم ۱

(ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک روز نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف فرما ہوئے فرمایا کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں تو آپ نے فرمایا پھر آج میرا روزہ ہے۔ اس کے بعد آپ ایک اور دن تشریف لائے ہم نے عرض کی تارے ہاں جیس یعنی ایک کھانا جو کھجور کھجی اور ستو سے تیار ہوتا ہے ہدیہ کے طور پر آیا ہے تو آپ نے فرمایا مجھے دکھاؤ میں صبح سے روزہ سے ہوں آپ نے وہ دکھایا۔ اسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا)

و عن ام هاني قالت لما كان يوم الفتح فتح مكة جاءت فاطمة فجلست على يسار رسول الله ﷺ و ام هاني عن يمينه فجاءت الوليدة باناء فيه شواب فناولته فشرب منه ثم ناوله ام هاني فشربت منه فقالت يا رسول الله لقد افطرت و كنت صائمة فقال لها ا كنت نفضين شيئا قالت لا قال لا يضرک ان كان تطوعا رواه ابو داؤد و الترمذی و الدارمی و فی رواية لاحمد و الترمذی نحوه و فيه فقالت يا رسول الله اما كنت صائمة فقال الصائم المتطوع امير نفسه ان شاء صام و ان شاء افطرت ۲

(ترجمہ: حضرت ام بانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا جب فتح یعنی فتح مکہ کا دن تھا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حاضر خدمت ہوئیں اور نبی اکرم ﷺ کے بائیں جانب بیٹھ گئیں اور ام بانی آپ کے دائیں جانب تھیں ایک چھوٹی بچی ایک برتن اٹھائے آئی اس میں پینے کی کوئی چیز تھی۔ آپ ﷺ نے اس سے نوش فرمایا پھر وہ ام بانی کو دے دیا تو میں نے بھی پیا۔ ام بانی عرض کرتے گئیں یا رسول اللہ میں روزہ افطار کر دیا حالانکہ میرا روزہ تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ردیافت فرمایا کیا تم تنہا کر رہی تھیں تو اس نے عرض کیا نہیں تو فرمایا اس کا تھک کچھ نقصان نہیں ہے بشرطیکہ تمہارا یہ روزہ نفل ہو۔ اسے امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام

۱۔ مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۸۱ مکبہ امناہیہ ملتان

۲۔ مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۸۱ مکبہ امناہیہ ملتان

دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور روایت میں بھی اسی طرح ہے اور اس حدیث میں یوں ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میرا روزہ نہ تھا تو فرمایا نفل روزہ رکھنے والا اپنے آپ کا حکمران ہے چاہے وہ روزہ رکھے اور چاہے انکار کرے)

و عن زهري عن عروة عن عائشة قالت كنت اتا وحفصة صائمتين فعرض لنا طعام اشبهناه فاكلنا منه فقالت حفصة يا رسول الله انا كنا صائمتين فعرض لنا طعام اشبهناه فاكلنا منه قال اقضيا يو ما آخر مكانه رواه الترمذی

(ترجمہ: امام زہری رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ اور انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ میں اور حفصہ روزہ سے تھیں ہمارے سامنے کھانا آیا جس کی ہمیں خواہش تھی تو ہم نے اس سے کھالیا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم دونوں روزہ دار تھیں ہمارے سامنے کھانا آیا اس کی ہمیں خواہش تھی تو ہم نے اسے کھالیا تو فرمایا اس کی جگہ ایک دن قضا کر لو اسے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا)

قال في اللغات والمرقات شرح المشكوة

(ترجمہ: لغات اور مرقات الفلاح جو دونوں مشکوٰۃ شریف کی شرحیں ہیں میں ہے)

قوله رحمۃ اللہ علیہ اقضيا هذا دليل المحتفية على وجوب قضاء صوم التطوع

(ترجمہ: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہم دونوں قضا کر لو یہ تناف کی دلیل ہے اس حکم شری پر کہ نفل روزہ کی قضا واجب ہے)

حروہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد بن ابراہیم الحنفی فی جامع اکبر آباد

۸ شعبان ۱۳۳۶ھ

مکتبہ امجدیہ ملتان
مکتبہ امجدیہ ملتان

صفحہ ۱۸۱
صفحہ ۱۸۱

مشکوٰۃ المعاصیح
حاشیہ مشکوٰۃ المعاصیح

۱
۲

نزید و فروز

1 2 3 4 5 6 7 8 9 10 11 12 13 14 15 16 17 18 19 20 21 22 23 24 25 26 27 28 29 30 31 32 33 34 35 36 37 38 39 40 41 42 43 44 45 46 47 48 49 50 51 52 53 54 55 56 57 58 59 60 61 62 63 64 65 66 67 68 69 70 71 72 73 74 75 76 77 78 79 80 81 82 83 84 85 86 87 88 89 90 91 92 93 94 95 96 97 98 99 100 101 102 103 104 105 106 107 108 109 110 111 112 113 114 115 116 117 118 119 120 121 122 123 124 125 126 127 128 129 130 131 132 133 134 135 136 137 138 139 140 141 142 143 144 145 146 147 148 149 150 151 152 153 154 155 156 157 158 159 160 161 162 163 164 165 166 167 168 169 170 171 172 173 174 175 176 177 178 179 180 181 182 183 184 185 186 187 188 189 190 191 192 193 194 195 196 197 198 199 200 201 202 203 204 205 206 207 208 209 210 211 212 213 214 215 216 217 218 219 220 221 222 223 224 225 226 227 228 229 230 231 232 233 234 235 236 237 238 239 240 241 242 243 244 245 246 247 248 249 250 251 252 253 254 255 256 257 258 259 260 261 262 263 264 265 266 267 268 269 270 271 272 273 274 275 276 277 278 279 280 281 282 283 284 285 286 287 288 289 290 291 292 293 294 295 296 297 298 299 300 301 302 303 304 305 306 307 308 309 310 311 312 313 314 315 316 317 318 319 320 321 322 323 324 325 326 327 328 329 330 331 332 333 334 335 336 337 338 339 340 341 342 343 344 345 346 347 348 349 350 351 352 353 354 355 356 357 358 359 360 361 362 363 364 365 366 367 368 369 370 371 372 373 374 375 376 377 378 379 380 381 382 383 384 385 386 387 388 389 390 391 392 393 394 395 396 397 398 399 400 401 402 403 404 405 406 407 408 409 410 411 412 413 414 415 416 417 418 419 420 421 422 423 424 425 426 427 428 429 430 431 432 433 434 435 436 437 438 439 440 441 442 443 444 445 446 447 448 449 450 451 452 453 454 455 456 457 458 459 460 461 462 463 464 465 466 467 468 469 470 471 472 473 474 475 476 477 478 479 480 481 482 483 484 485 486 487 488 489 490 491 492 493 494 495 496 497 498 499 500 501 502 503 504 505 506 507 508 509 510 511 512 513 514 515 516 517 518 519 520 521 522 523 524 525 526 527 528 529 530 531 532 533 534 535 536 537 538 539 540 541 542 543 544 545 546 547 548 549 550 551 552 553 554 555 556 557 558 559 560 561 562 563 564 565 566 567 568 569 570 571 572 573 574 575 576 577 578 579 580 581 582 583 584 585 586 587 588 589 590 591 592 593 594 595 596 597 598 599 600 601 602 603 604 605 606 607 608 609 610 611 612 613 614 615 616 617 618 619 620 621 622 623 624 625 626 627 628 629 630 631 632 633 634 635 636 637 638 639 640 641 642 643 644 645 646 647 648 649 650 651 652 653 654 655 656 657 658 659 660 661 662 663 664 665 666 667 668 669 670 671 672 673 674 675 676 677 678 679 680 681 682 683 684 685 686 687 688 689 690 691 692 693 694 695 696 697 698 699 700 701 702 703 704 705 706 707 708 709 710 711 712 713 714 715 716 717 718 719 720 721 722 723 724 725 726 727 728 729 730 731 732 733 734 735 736 737 738 739 740 741 742 743 744 745 746 747 748 749 750 751 752 753 754 755 756 757 758 759 760 761 762 763 764 765 766 767 768 769 770 771 772 773 774 775 776 777 778 779 780 781 782 783 784 785 786 787 788 789 790 791 792 793 794 795 796 797 798 799 800 801 802 803 804 805 806 807 808 809 810 811 812 813 814 815 816 817 818 819 820 821 822 823 824 825 826 827 828 829 830 831 832 833 834 835 836 837 838 839 840 841 842 843 844 845 846 847 848 849 850 851 852 853 854 855 856 857 858 859 860 861 862 863 864 865 866 867 868 869 870 871 872 873 874 875 876 877 878 879 880 881 882 883 884 885 886 887 888 889 890 891 892 893 894 895 896 897 898 899 900 901 902 903 904 905 906 907 908 909 910 911 912 913 914 915 916 917 918 919 920 921 922 923 924 925 926 927 928 929 930 931 932 933 934 935 936 937 938 939 940 941 942 943 944 945 946 947 948 949 950 951 952 953 954 955 956 957 958 959 960 961 962 963 964 965 966 967 968 969 970 971 972 973 974 975 976 977 978 979 980 981 982 983 984 985 986 987 988 989 990 991 992 993 994 995 996 997 998 999 1000 1001 1002 1003 1004 1005 1006 1007 1008 1009 1010 1011 1012 1013 1014 1015 1016 1017 1018 1019 1020 1021 1022 1023 1024 1025 1026 1027 1028 1029 1030 1031 1032 1033 1034 1035 1036 1037 1038 1039 1040 1

﴿فتویٰ نمبر 101﴾

سوال

نوٹ پر کیشن کرنسی لے کر فروخت کرنا جائز ہے؟ دوکان پر کوئی خرید کرنے آئے تو دوسرے دوکان سے مال الا کراس کنڈر پر دینا اور ایک آند لالی لینا جائز ہے؟

سودگران کلونہ تحصیل جامع مسجد آگرہ

۵ مارچ ۱۹۶۶ء

الجواب

هو المصوب

نوٹ شرما بنگلہ سرکار مال ہے جو کم ہو جائے تو ٹیسی اس کا مل جاتا ہے۔ نذر اصل روپیہ ہے اور نہ سونا ہے۔ پس بظاہر اس کی کرنسی رواج اور ضرورت پر ہو جائز ہے جیسے سکے سے چاندی۔ جن کی قیمت زیادہ کم ہو جاتی ہے۔ لہذا جائز سمجھا جائے گا کہ نوٹ کو حسب رواج کم و بیش فروخت کیا جائے اور اگر نوٹ کو روپے فرض کیا جائے تو بے شک کرنسی نا جائز ہوگی جیسا کہ حض علماء نے لکھا ہے مراول قول زیادہ محقق ہے۔

اگر شے معیہ بوجہ عیب یا دھوکہ دینے یا بچنے کے واپس کرے تو واپس لینا ہوگا۔ من الخاضعہ

ان غرہ ای غرہ المشتري البائع و بالعکس او غرہ الدلال فله الرد والا فلا وہ افنی

صدر الاسلام و غیرہ و تصرفه فی بعض المبیع قبل علمه بالغبن غیر مانع منه فیرد مثل ما

اتلفه و یرجع بکل الثمن علی الصواب علانی علی التوبہ الخ۔

(ترجمہ: اگر خریدار کو فروخت کنندہ نے دھوکا دیا یا معاملہ اس کے برعکس ہو یا دلال نے دھوکا دیا تو اسے اجازت ہے کہ بیع کو لوٹا دے ورنہ نہیں لوٹا سکتا حضرت صدر الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء نے یہی فتویٰ دیا ہے اور نہیں

کے علم سے قلم مچ کے کسی حصہ میں صرف اس اختیار کے مانع نہیں ہے لہذا جتنا خرچ کیا اس کی مثل واپس کرے اور درست قول بھی ہے کہ پوری داد کردہ قیمت لوٹا لے یہ چیز سیعیلائی علی الصغیر سے مانع ہے (ایسی صورت میں کہ دلال بائع سے لے کر خود فروخت کر دے تو اس کو دلالی اصل بائع سے لینا چاہئے۔ فتاویٰ حامد یہ میں ہے۔)

الدلال اذا باع العين بنفسه ثم اراد ان ياخذ من المشتري الدلالة ليس له ذلك
لانه هو العاقد حقيقة و تجب على البائع الدلالة لانه فعل بامر البائع
(ترجمہ: دلال جب کسی چیز کو خود فروخت کرے پھر خریدار سے دلالی وصول کرنے کا ارادہ کرے تو اس کو یہ حق حاصل نہیں کیوں کہ حقیقت میں وہ خود معاملہ طے کرنے والا ہے اس کی دلالی فروخت کرنے والے کے ذمہ ہوگی کیوں کہ اس نے فروخت کنندہ کے حکم سے فروخت کی ہے)

والله اعلم بالصواب

مکتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر 102﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ میرا حصہ مکان جس میں ہم تین بھائی شریک ہیں اگر میں بلا تقسیم کسی اجنبی کو بیچوں تو جائز ہے یا نہیں جائز؟ اور اگر بھائی خریدے لیں تو مجھ کو ان کو کسی قیمت پر جو دھروں سے ملتی ہے دینے میں کچھ غدر نہیں ہے۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ رب زدنی علما

خواہ اجنبی کو حصہ مذکور بیچا جائے خواہ اپنے دونوں بھائیوں کو یا ایک کو جو اس مکان میں شریک ہیں اگر معزز میں مشترکہ بیچا جائے بلا اختلاف جائز ہے کوئی حرج نہیں۔

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دیر اعلیٰ

۱۷ ہمدانی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ



﴿فتویٰ نمبر..... 103﴾

سوال

مالا بد منہ ترہمدار دو؛ کر بیخ تجارت وغیرہ میں درج ہے کہ ”حضرت رسول اللہ ﷺ جب قرض ادا کرتے تھے تو بچائے ایک وسق کے دو وسق ادا کرتے تھے“ لہذا کتاب مذکور کی عبارت سے ایک خیال یہاں پر یہ پیدا ہو گیا ہے کہ جب صاف کتاب بیخ میں ایسی عبارت درج ہے تو مسلمان کو بلا شرط اس طور قرض دینے والے کو لینے والا ضرور کچھ فائدہ پہنچائے۔

۷ رمضان ۱۴۳۶ھ

الجواب

جو کچھ مالا بد منہ میں لکھا ہے بہت صحیح ہے۔ اور اس پر عمل کرنا مستحب ہے۔ مگر اس وقت تک سی مستحب ہے کہ جب کبھی قرض ادا وقت ادا ہو قرض اگر کچھ بھی زیادہ (ندے) تو قرض خواہ کچھ بھی نہ مانگے نہ شکایت کرے۔ ورنہ قرض دہندہ یہ سمجھ کر دے گا کہ یہ ضرور وقت ادا لگی کچھ زیادہ؟! دیتا ہے۔ لہذا اگر کبھی ندے کا تو پھر حسب عرف قاضا کر کے زیادہ لے لوں گا تو پھر بلا شرط سود ہو جائے گا۔

چنانچہ صفحہ ۳۵ جلد چہارم صوط شمس الاممہ شرحی رحمہ اللہ میں ہے یہی وجہ ہے کہ اگر قرض لینے سے بیشتر قرض دہندہ کو کبھی کھانا نہیں کھانا تھا تو اب بوجہ قرض کھانا۔!۔۔۔ حرام ہے۔۔۔!۔۔۔

عن محمد بن سيرين قال اقرض عمر بن خطاب رضي الله عنه ابى بن كعب رضي الله عنه عشرة الاف درهم و كانت لابي رضي الله عنه نخل بعجل فاهدي ابى بن كعب رضي الله عنه وطبا لعمر رضي الله عنه فردّه عليه فلقبه ابى فقال اظننت اني اهديت اليك لاجل مالك ابعث الي مالك فخذّه فقال عمر لابي رضي الله عنهما رد علينا

(محمد طہار علی شہیدی علی غرہ)

۱۔ اسل خطوط سے عبارت صاف نہیں پڑی ہاں۔

ہدیتا و بہ نأخذ فان عمر رضی اللہ عنہ انما رد الہدیۃ مع انہ کان یقبل الہدایا لانہ ظن انہ اہدی الیہ لاجل مالہ فکان ذلک منفعۃ القرض فلما علمہ ابی رضی اللہ عنہ ما اہدی الیہ لاجل مالہ قبل الہدیۃ منہ و ہذا ہو الاصل و لہذا قلنا ان المنفعۃ اذا كانت مشروطۃ فی الاقراض فهو قرض جبر منفعۃ و ان لم یکن مشروطۃ فلا یاس بہ لحی لو ردالمسقرض اجود مما قبضہ فان کان ذلک عن شرط لم یحل لانہ منفعۃ القرض و ان م یکن ذلک عن شرط فلا یاس بہ لانہ احسن فی قضاء الدین و ہو مندوب الیہ۔

ہذا ترجمہ: حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو دس ہزار درہم قرض دیا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا غل میں بھجوروں کا باغ تھا تو آپ نے پکی ہوئی تازہ بھجوریں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو تحفہ میں ارسال کیں آپ نے وہ ان کو واپس لوٹا دیں۔ پھر حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی آپ سے ملاقات ہوئی۔ اور عرض کیا آپ نے گمان کیا کہ میں نے آپ کو یہ تحفہ آپ کے مال کے باعث بھیجا تھا۔ اپنے مال کی طرف کسی کو بھیج دو اور اسے لے لو۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارا تحفہ ہمیں واپس بھیج اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ کیوں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تحفہ لوٹا دیا تھا مالا نکہ آپ تحفے قبول فرمایا کرتے تھے کیوں کہ انہوں نے گمان کیا کہ انہوں نے ان کے مال کی وجہ سے ہدیہ بھیجا تھا۔ تو یہ قرض پر نفع ضمیر کا تھا۔ جب حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ انہوں نے مال کی وجہ سے ہدیہ نہ دیا تھا تو آپ نے ہدیہ قبول کر لیا۔ اور یہی قانون ہے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں جب قرض دینے میں منفعت شرط ہو تو یہ ایسا قرض ہوتا جو نفع کے حصول کا باعث ہوتا ہے۔ اور اگر نفع کی شرط نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ حتیٰ کہ اگر قرض دار نے وصول شدہ مال سے بہتر مال واپس کیا اگر یہ شرط کے باعث نہ ہو تو حرج نہیں۔ کیوں کہ اس نے قرض کی ادائیگی میں بہتر طریق اپنایا اور یہ مستحب ہے۔

حودہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دینار علی المفتی فی جامع اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر..... 104﴾

سوال

ایسی شے تجارت کی جس کا نرخ بازار میں ایک قلم نہیں رہتا جیسے پارچہ یا دھڑا اور یہ ہمراہ روپیہ بارشامندی خریدے اور تا کہ قیمت پر بوجہ کسی مدت کے بیچ جائز ہے کہ نہیں؟

۷ ارمضان ۱۴۳۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اگر خریدار سے یہ معلوم کر کے ادعا خریدے گا دس روپیہ کی چیز کو گیارہ بارہ کو بیچے اور یہ کہ بھی دے کہ نقد دس کو بیچ رہا ہوں اور وہ اس امر پر راضی ہو جائے بلا تکلف جائز ہے۔ بوجہ پائے جانے ارکان بیچ کے مع اشروط کو وہ ہبادہ مال کا ہے قراضی ہائے مشتری۔ البتہ اولیٰ یہی ہے نقد ادعا یا یک نرخ سے بیچے۔ البتہ اس طرح بیچنا جائز ہے کہ کسی سے اس طرح بیچ کرے کہ اگر نقد روپیہ دو گلو میں نے تم کو یہ مال دس میں بیچا ورنہ بارہ میں چنانچہ صفحہ ۳۳۸ مشکوٰۃ شریف میں ہے

عن ابی ہریرۃ قال نہی رسول اللہ ﷺ عن بیعین فی بیعة رواہ مالک والترمذی وابوداؤد والنسائی۔

☆ (ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک بیچ میں دو بیعوں کو بیع کرنے سے منع فرمایا۔ مالک ترمذی ابوداؤد و نسائی)

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دین علی المفتی فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 105﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قربانی کی کمال کی قیمت قیل و ذل کر سکتا ہے یا نہیں؟
اگر کر سکتا ہے تو کتنے دن پہلے؟

محمد اسلام خان قصبہ شمس آباد ضلع آگرہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم
اللهم وب زدنی علما

بقول مفتی بہ جوچہ پیدائشی طور سے دوسری چیز میں ملی ہوئی ہو جیسے کمال اور بال کہ بال کمال سے اور کمال کوشت سے ملی ہوئی ہے اس کو قلیلکہ یا ہم جدا نہ کر لے اس کا پتہ پانا نہ نہیں۔ یہاں تک کہ اگر اس طرح سچ کر اچھی طرح جدا کر کے خریدار کو دیے جب بھی بیخ فاسد غیر صحیحی رہتی ہے خواہ وہ قربانی کی کمال ہو۔
كما في الدر المختار

بيع لبن في طر ع و لو لو في صدف و صوف على ظهر غنم و كذا كل ما اتصالة
خلقي كجلد حيوان كما مر لما انه معدوم عرفا و لو سلم الصوف او اللبن بعد العقد لم
ينقلب صحيحا فقط

ۛ (ترجمہ: تمھوں میں موجود دودھ پینے میں موجود موتی اور بھیڑ بکری کی پینے پر موجود اون کی بیخ فاسد ہے اور اسی طرح ہر اس شے کی بیخ فاسد ہے جس کا اتصال دوسری چیز کے ساتھ پیدائشی طور پر ہو جیسے کہ جانور کی کمال جیسا کہ پہلے ذکر چکا کہ یہ عرف میں معدوم شمار ہوتی ہیں اگر بائ نے عقد بیخ کے بعد اون اور دودھ خریدار کے سپرد کر دیئے تب بھی یہ بیخ صحیح نہیں ہوگی)

حورہ: العبد الراعی رحمۃ اللہ علیہ
ابو محمد محمد دینار علی الرضوی رحمہ اللہ

جامع مسجد اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر..... 106﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمان کلمہ کو سینہ می یعنی تاڑی (جو ایک سختی شے بھولا شراب کے ہوتی ہے) بیچنے کا سرکار سے اجارہ لیتا اور خود بذاتہ فروخت کرنا یا ملا زلمان سے فروخت کروانا اور فائدہ حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۹ شعبان ۱۳۶۶ھ

ایک عالم نے اس کی فروخت کی بابت فتویٰ دے دیا ہے اور فرماتے ہیں کہ گنے کا رس بیچنا اور اس سے فائدہ اٹھانا عوام کا طریقہ ہے۔ اسی طرح درخت سینہ می یعنی بھجور کا رس المعروف تاڑی کے بیچنے میں بھی کسی قسم کا حرج نہیں۔ کیوں کہ جس زمین میں یہ درخت ہوتے ہیں وہ زمین تو کی رعیتی ہے اور اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا اور سرکاری محصول دینا چاہتا ہے۔ اس لئے اس کا بدلہ اس طریق سے حاصل ہو سکتا ہے۔

لہذا اس عالم کا کہنا صحیح ہے یا غلط اور اگر غلط ہے تو ایسا فتویٰ دینے والے اور اس پر عمل کرنے والے کی بابت شریعت میں کیا حکم ہے؟ بحوالہ عبارت کتب مفصل تحریر فرما کر اعزاز فرمائیں اور ہجرہ عظیم کمائیں۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللھم رب زدنی علما

☆ سنا جاتا ہے کہ علی الصبح جب جاڑوں میں برتن تاڑی کا درخت سے کھولا جاتا ہے اس میں نشہ نہیں ہوتا اور کچھ دیر بعد اس میں نشہ آتا ہے لہذا جس شخص کو بیچ جائے اگر وہ کافر ہے اور تاڑی میں ابھی نشہ بھی نہیں آیا ہے مگر یہ معلوم ہے کہ یہ نشہ کے واسطے شریعتاً ہے تو جس کے نزدیک اس سے حج کر قیمت لیتا جائز ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ تحریمہ ہے اور مسلمان سے بیع کی جائے اور یہ علم ہو کہ نشہ کی غرض سے خریدتا ہے یا اتفاق مکروہ تحریمہ بلکہ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک تو حرام ہے۔

چنانچہ صفحہ ۲۷۶ جلد خامس باب الخطر والاباحۃ درمختار میں ہے:

و جاز بیع عصیر عب معن یعلم انه یتخذہ خمرا لان المعصیۃ لا تقوم بعینہ بل بعد تغیرہ و قبل یکرہ لاعاتہ علی المعصیۃ و نقل المصنف من السراج والمشکلات ان قوله ممن ای من کافر اما بیعہ من المسلم فیکرہ و مثله فی الجوهرۃ والبقائی وغیرہما وزاد الفہستانی معزیا للختانیۃ انه یکرہ بالاتفاق۔^۱

(ترجمہ: انگور کارس اس شخص کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے جو اسے شراب بنائے گا۔ کیوں کہ گناہ اس کی ذات کے ساتھ قائم نہیں ہے بلکہ اس میں تبدیلی آ سکتے کے بعد جو شراب حاصل ہوگی اس کے ساتھ گناہ قائم ہوگا۔ بعض ملائے کرام نے فرمایا کہ ایسا کرنا مکروہ ہے کیوں کہ اس میں گناہ پر امانت ہوتی ہے۔ حضرت مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے السراج اور مشکلات سے نقل فرمایا کہ قولہ اس شخص کے ہاتھ فروخت کرنا اس سے مراد کافر ہے۔ مسلمان کے ہاتھ اسے فروخت کرنا مکروہ ہے جو یہ باقائی وغیرہ میں اسی طرح ہے توستانی غائیہ کی طرف منسوب کر کے یہ اضافہ فرمایا کہ یہ بالاتفاق مکروہ ہے)۔

و ایضا فی الدر المختار فی صفحہ ۲۳۷

کل مکروہ ای کراہۃ تحریم حرام ای کالحرام فی العفوۃ بالنار عند محمد و اما المکروہ کراہۃ تنزیہ فالی الحل اقرب اتفاقا عندهما وهو الصحیح المختار و مثله البدعۃ والشبہۃ الی الحرام اقرب فالمکروہ تحریمًا نسبتہ الحرام کنسبۃ الواجب الی الفرض فیثبت بہما یشتب بہ الواجب یعنی بظنی الثبوت و یانم بارتکابہ کما یا ثم ینترک الواجب۔^۲

^۱ الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۹ صفحہ ۳۷۶ مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت

^۲ الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۹ صفحہ ۳۰۹ مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت

(ترجمہ: ہر مکروہ یعنی جس میں کراہت تحریمی پائی جائے حرام ہے۔ یعنی وہ دوزخ میں سزا کے اعتبار سے حرام کی مانند ہے۔ یہ حضرات امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ لیکن وہ مکروہ جس میں کراہت تنزیہی پائی جائے وہ بالانفاق حلال کے زیادہ قریب ہے۔ حضرات شیخین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اور بھی صحیح اور پابند یہ قول ہے اور اس کی مثال بدعت ہے۔ شیعہ حرام کے زیادہ قریب ہے۔ مکروہ تحریمی کی نسبت حرام کے ساتھ اس نسبت کی مانند ہے جو واجب کو فرض سے ہوتی ہے۔ لہذا یہ اسی طرح کی دلیل شرعی سے ثابت ہوگا جس سے واجب ثابت ہے۔ یعنی تقنی الثبوت دلیل سے ثابت ہوگا۔ اور اس کے ارتکاب سے آدمی اسی طرح گناہ گار ہوگا جس طرح کے واجب کفر کرنے سے گناہ گار ہے)۔

قال الشامي:

قوله أي كراهة نحریم وهي المرادة عند الإطلاق كما في الشرح وقيد بما اذا

كان في باب المحظر والاباحة الخ يبرىء!

ترجمہ: قول: مکروہ تحریمی اور جب مکروہ بولا جائے اور اس کے ساتھ کوئی قید نہ ہو تو پھر یہی مراد ہوتا ہے جیسا کہ شرح میں ہے اور اسی میں ہے یہ حکم اس وقت ہے جب کہ یہ لفظ باب المحظر والا باحہ میں ہو)

اور ظاہر ہے کہ روایت مذکورہ میں کراہت مطلقہ ہے اور روایت مذکورہ روایت باب المحظر والا باحہ کی بھی ہے۔ لہذا روایت مذکورہ میں مراد کراہت سے امام محمد رحمۃ اللہ کے نزدیک حرمت مراد ہے۔ اور بقول شیخین کراہت تحریمی واللہ اعلم و علمہ احکم

حروہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ التوی

ابو محمد محمد بن ادریس الرازی رضی اللہ عنہ

مبہد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 107﴾

سوال

گزارش یہ ہے کہ لوکل انٹیکٹی کاسرمایہ جو بینک بنگال میں بلا سود جمع ہو رہا ہے اس کا زور سود رائیگان جاتا ہے۔ اب بوجہ اشد ضرورت تعلیم انگریزی اطفال مسلمانان آگرہ یہ درخواست ہے کہ وہ رقم سود مسلم بائی اسکول آگرہ کو دے دی جائے جو بمقابلہ ضائع و بیکار ہونے کے اس طور پر صرف میں آ جانا قریبی مصلحت ہے۔ یہ بھی التماس ہے کہ اگر فتویٰ لایا جانا ضروری ہو تو ہم سے طلب کیا جائے۔

حسب استفسار ممبران لوکل کمیٹی خصوصاً میری خان صاحب و ڈپٹی عبدالغفار خان صاحب ساکن ڈیئر الدین سید محمد علی ممبران کمیٹی ہائی سکول اسلامیہ آگرہ ۸ جون ۱۹۶۶ء

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

☆ بقول مختار ہندوستان دارالحرب نہیں ہے اور نص قرآنی صریحاً ثابت ہے۔

قال الله تعالى:

احل الله البيع و حرم الربا۔

یعنی: اللہ نے بیع کو حلال کر دیا اور ربا یعنی بایع کو حرام کر دیا

اور ربا کی تعریف صاحب ہدایا اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

ان الربا هو الفضل المستحق لاحد المتعاقدين في المعاوضة الخالي عن عوض

شرط فيه ولا يعتبر الوصف لانه لا يعد تفاوتا عرفاً۔

۱۔ القرآن الحکیم سورہ: البقرہ آیت ۲۷۵

۲۔ الہدایہ جلد ۵ صفحہ ۱۸۰ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی

(ترجمہ: سودہ زیادتی ہوتی ہے جس کا مستحق معاوضہ میں معاملہ کرنے والوں میں سے ایک ہوتا ہے۔ وہ زیادتی کسی کے عوض میں نہیں ہوتی۔ نیز وہ زیادتی معاملہ میں شرط کی گئی ہوتی ہے۔ اور معاملہ میں بدل قرار دی گئی چیزوں کے وصف کا اعتبار نہیں ہوتا کیونکہ وصف یعنی اعلیٰ ادنیٰ ہونے کا عرف عام میں اعتبار نہیں ہوتا) مگر یہ تعریف وزنی اور کیلی چیزوں میں متحقق ہوتی ہے۔ جیسا چاندی 'سونے' مثلاً اگر کسی نے ایک روپیہ کی چاندی خریدی اور بغیر بھاپ پوچھنے کے یا بعد پوچھنے بھاپ کے بان کو دس روپیہ دے دیے۔ اور اس نے بغیر مانگتے مشتری کے بلا شرط کم و بیش گیارہ روپیہ پھر چاندی دیدی تو بھی یہ ایک روپیہ ہر شرعاً حقیقتہً بیاج ہے۔ اس واسطے فقہاء تحریر فرماتے ہیں کہ اگر روپیہ کے ساتھ ایک روپیہ کے پیسہ شریک کر کے خریدی جائے تو یہ پیسہ بیس بدل جانے کے سبب گیارہ روپیہ پھر چاندی حال ہو جائے گی۔

مصرورت مستنولہ کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ روپیہ تنک میں بلا شرط کی بیشی امانت رکھا جاتا ہے یا بطریقہ قرض دیا جاتا ہے۔ اس صورت میں قطع نظر اس امر سے کہ وقف کا روپیہ حوالی کہاں کہاں محفوظ رکھ سکتا ہے اور بطور قرض دے بھی سکتا ہے یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ بصورت امانت بجز اپنی امانت کے زیادت کا ہرگز اشتقاق نہیں۔ اور اگر بصورت قرض دیا جاتا ہے تو اگر بشرط نفع قرض دیا جاتا ہے کہ ہم علاوہ اپنے روپیہ کے وقت ادائیگی تم سے روپیہ پینکڑہ مثلاً ازا کر لیں گے۔ بلاشبہ وہ ایک روپیہ ادا کر لیا حرام ہے۔ چنانچہ در مختار میں ہے:

☆ وفي الاشياء كل قرض جبر نفعاً فهو حرام

(ترجمہ: الاشیاء میں ہے ہر قرض جو نفع لائے وہ حرام ہے)

قال الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فی صفحہ ۱۰۳ من الجزء الرابع لرد المحتار

قوله كل قرض ای اذا كان مشروطاً كما علم مما نقله عن البحر و عن الخلاصة ۲۔

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار جلد ۷ صفحہ ۲۹۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ رد المحتار جلد ۷ صفحہ ۲۹۸ دار احیاء التراث العربی بیروت

(ترجمہ: قولہ: ہر قرض یعنی جب کہ نفع قرض لینے دینے میں شرط ہو جس طرح کہ البحر الرائق اور خلاصہ کی نقل کردہ عبارت سے معلوم ہوا ہے)

اور اگر وقت قرض دینے کے نفع کی شرط نہ لفظاً تھی نہ عرفاً اور وقت ادا کی جگہ قرضدار بطریق ۱۲۱ کے احسان

کے کچھ زائد دیکھ ساس کے لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

كما في الشامي في الصفحة المذكورة :

وفي الذخيرة و ان لم تكن النفع مشروطا في القرض فعلى قول الكرخي لا بأس به!

(ترجمہ: اور ذخیرہ میں ہے کہ اگر نفع لینے دینے کی شرط قرض میں نہ ہو تو امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اس نفع لینے دینے میں کوئی حرج نہیں ہے)

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ بالقوی

ابو محمد محمد دینار علی (رضوی) لکھی المجددی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 108﴾

سوال

ایک شخص نے ایک روپیہ ایک ماہ کے وعدہ پر قرض لیا اور وعدہ کیا کہ ایک روپیہ اور دس بابا کے سیر گیہوں زائد دوں گا تو جائز ہے یا نہیں۔ اس کو دیہات میں روپ کہتے ہیں۔ جاہل لوگ منسوب بہ سود کرتے ہیں۔ اس کا جواب شرح مع حوالہ کتب مرقوم ہو۔

سائل: مولوی علاء الدین
نگہ پر نگہ حسن شائع کھڑی ناوہ
۲۲ فروری ۱۹۶۶ء

الجواب

روپیہ قرض اس شرط پر دیا کہ اس کی واپسی پر اس قدر گیہوں یا پیسے (زائد) ملیں گے شرعاً جائز نہیں۔ کیوں کہ قرض میں شرط منافع کی کرنا سود میں داخل ہے۔

☆ کل قرض جو نفعاً فہور بار
(ترجمہ: ہر قرض جو نفع لائے وہ سود ہے)

درجہ رکھتا ہے:

فلو شری عشرة دراهم فضة لعشر قدر اہم وزادہ دانقا ان وجہ منہ انعدم الربا و لم

يفسد الشراء

(ترجمہ: اگر دس درہم کے بدلے دس درہم چاندی خریدی اور ایک دانق زائد دیا اگر وہ دانق دینے والے نے

۱۔ الجامع الصغیر مع شرح فیض القلیوب	جلد ۵	صفحہ ۲۸	مطبوعہ دار المعرفہ بیروت
۲۔ الدر المختار علی هامش رد المحتار	جلد ۳	صفحہ ۱۹۶	مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

بیہ کر دیا تو رہا تھم ہو گیا اور وہ بیچ فاسد نہ ہوئی)

فلو مشروطاً و جب ردہ دے

(ترجمہ: اگر ایک واقع بیچ میں بطور شرط شامل ہو تو اس کا واپس کرنا واجب ہے)

جس کا حاصل یہ ہے کہ بغیر شرط قرض کی واپسی کے وقت کچھ زائد سلوک کر دے تو ہمارے مقرر قرض
لیتے وقت یہ شرط نہ کرے ورنہ سوز ہوگا۔

کتبہ المفتی السید محمد عظیم غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر..... 109﴾

سوال

ایک مسلمان متوفی پر ایک ہندو سا ہوکار کا لڑیچہ صد روپیہ قرض ہے۔ من جملہ اور اس کے (ایک سو روپیہ) اسلی اور ۵ روپے سود کا ہے۔ وارث متوفی کے اصل روپیہ دینا چاہیں تو کیا سود کا مواخذہ قرض دار متوفی پر آخرت میں ہوگا یا وہ شرمانا جائز سمجھا جائے گا؟ کیوں کہ سود لینا دینا کسی حالت میں جائز نہیں ہے۔

۷ ارےضان ۱۳۳۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

حتی المقدور سود کا نہ دینا بہتر بلکہ ضروری ہے اس میں کوئی مواخذہ شرعی نہیں ہے۔

حورہ: العبد الراعی ذلتہ ربہ

ابو محمد محمد دیر علی المفتی فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر.....110﴾

سوال

بیچ سلم یعنی لانے کرنا ایک روپیہ دے کر ایک من گیہوں لینا از روئے شرع جائز ہے اور بیچ سلم کس طرح شرع میں جائز ہے۔

سائل: مولوی علاء المالدین ٹنگہ

پرگنہ جگدھن شجاع کھیری اودھ

۲۲ فروری ۱۹۲۶ء

الجواب

بیچ سلم جس کو لانے کہتے ہیں اس میں ضرور ہے کہ اول قسم اس چیز کی جس کی قیمت مقرر کرے پھر اس کا نرخ پھر اس کی جگہ پھر اس کا وقت کہ فلاں ماہ۔ پس یہ بیچ سلم جائز ہے۔ نرخ کی کمی بیشی بائٹ مشتری کی رضامندی پر ہے۔ مگر اس قدر زیادتی شرعاً مکروہ ہوگی۔

کتبہ: السید المصطفیٰ محمد اعظم غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر — 111﴾

سوال

بجائے ایک من جو خود کے ایک من نلہ ہو بعدہ کسی مدت کے لینا درست یا نہیں؟

۱۷ رمضان ۱۴۳۶ھ

الجواب

باب رہا میں قاعدہ کلیہ یہ ہے جب ثمن اور مبیع ایک جنس ہوں جیسے چاندی چاندی کے ساتھ خریدی جائے یا سونا سونے کے ساتھ خریدے جائے خواہ ایک طرف کھوٹا ہو اور دوسری طرف (کمرا) علیٰ ہذا اسکہ دار بے سکہ کے عوض خریدے جائے یا بے سکہ دار (کے) خواہ دونوں طرف کمرا مال ہو۔ علیٰ ہذا جیسے گیہوں گیہوں کے ساتھ خریدے جائیں تو اس صورت میں برابر برابر خریدنا جائز ہے اور دست بدست۔ اگر ایک چاول کی بھی زیادتی کمی ہوگی بیع حرام ہو جائے گی اور وہ کمی زیادتی داخل (رہا) ہوگی۔ اور اگر قیمت لے کر چاندی دکان کے اندر سے ہی نکال کر دے گا اتنی دہ کرنا بھی حرام ہوگا۔

اور اگر جنس بدل جائے مثلاً جو کے ساتھ چنے خریدے جائیں مثلاً صورت مسئلہ کے تو زیادتی کمی بلاشبہ حلال ہے مثلاً من جو کے عوض دو من چنے خریدنا جائز ہے۔ مگر ادھار خریدنا۔ اگر برابر برابر خریدے سے مطلقاً حرام ہے۔ اس واسطے کہ دونوں ایک طریق سے قول کر لیے دیئے جاتے ہیں۔ البتہ اگر قول بھی بدل جائے مثلاً چنے کا عرف پابلی وغیرہ کے پیمانہ کے انداز سے بیچنے کا کہیں عرف ہو اور جوڑا زو سے قول کر دیئے لیے جائیں تو ایسی جگہ من جو دو من اور تین من بھر چنوں کے عوض ادھار بھی بیچنا جائز ہو جائے گا۔ اور اگر چنے کی باجرہ وغیرہ کا انداز قول سے اگر عرف ہو گا وزن سمجھا جائیں گی اور اگر عرفاً کیل یعنی پابلی وغیرہ میں بھر کر بیچنے کا ہوگا کیلی سمجھے۔ مگر جو گیہوں ہمیشہ خواہ عرفاً کیل سے کہیں یا قول سے ہمیشہ کیلی ہی سمجھی جائے گی۔ لہذا اگر کہیں جو قول سے کہتے ہوں اور چنے کیل سے تو چونکہ جو ہمیشہ کیلی ہی سمجھے جاتے ہیں لہذا کیلی کا کیلی کے ساتھ اندر سے صورت ادھار خریدنا مثلاً چنوں کا ایسی جگہ جو کے ساتھ ادھار خریدنا قطعاً جائز ہوگا اور اگر دست

بدست خرید جائے بیچہ بدل جانے جنس کے من جو کے عوض دوسن چنے یا گیسوں لینا مثلاً جائز ہوگا۔ چنانچہ ہدایہ مذکور میں ہے۔

و اذا عدم الوصفان الجنس والمعنى المضموم اليه حل التفاضل والنساء لعدم العلة المحرمة والاصل فيه الاباحة واذا وجدا حرم التفاضل والنساء لو جردا العلة واذا وجدا احدهما وعدم الاخر حل التفاضل وحرم النساء!

(ترجمہ: اگر دونوں وصف معدوم ہوں یعنی جنس اور قدر تو ان میں پابندی کی پیشی سے بچنا بھی جائز ہے اور اگر ادھار ہو تو بھی جائز ہے۔ کیونکہ حرام ٹھہرانے والی علت موجود نہیں اور اصل اس میں پابست ہے۔ اور جب یہ دونوں وصف یعنی قدر اور جنس پائے جائیں تو زیادتی اور ادھار دونوں حرام ہیں کیونکہ حرمت کی علت موجود ہے۔ اور جب ایک وصف موجود ہو اور دوسرا معدوم ہو تو زیادتی جائز ہے لیکن ادھار حرام ہے)

حروہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دینار علی المفتی

فی جامع اکبر آباد



1 2 3 4 5 6 7 8 9 10 11 12 13 14 15 16 17 18 19 20 21 22 23 24 25 26 27 28 29 30 31 32 33 34 35 36 37 38 39 40 41 42 43 44 45 46 47 48 49 50 51 52 53 54 55 56 57 58 59 60 61 62 63 64 65 66 67 68 69 70 71 72 73 74 75 76 77 78 79 80 81 82 83 84 85 86 87 88 89 90 91 92 93 94 95 96 97 98 99 100 101 102 103 104 105 106 107 108 109 110 111 112 113 114 115 116 117 118 119 120 121 122 123 124 125 126 127 128 129 130 131 132 133 134 135 136 137 138 139 140 141 142 143 144 145 146 147 148 149 150 151 152 153 154 155 156 157 158 159 160 161 162 163 164 165 166 167 168 169 170 171 172 173 174 175 176 177 178 179 180 181 182 183 184 185 186 187 188 189 190 191 192 193 194 195 196 197 198 199 200 201 202 203 204 205 206 207 208 209 210 211 212 213 214 215 216 217 218 219 220 221 222 223 224 225 226 227 228 229 230 231 232 233 234 235 236 237 238 239 240 241 242 243 244 245 246 247 248 249 250 251 252 253 254 255 256 257 258 259 260 261 262 263 264 265 266 267 268 269 270 271 272 273 274 275 276 277 278 279 280 281 282 283 284 285 286 287 288 289 290 291 292 293 294 295 296 297 298 299 300 301 302 303 304 305 306 307 308 309 310 311 312 313 314 315 316 317 318 319 320 321 322 323 324 325 326 327 328 329 330 331 332 333 334 335 336 337 338 339 340 341 342 343 344 345 346 347 348 349 350 351 352 353 354 355 356 357 358 359 360 361 362 363 364 365 366 367 368 369 370 371 372 373 374 375 376 377 378 379 380 381 382 383 384 385 386 387 388 389 390 391 392 393 394 395 396 397 398 399 400 401 402 403 404 405 406 407 408 409 410 411 412 413 414 415 416 417 418 419 420 421 422 423 424 425 426 427 428 429 430 431 432 433 434 435 436 437 438 439 440 441 442 443 444 445 446 447 448 449 450 451 452 453 454 455 456 457 458 459 460 461 462 463 464 465 466 467 468 469 470 471 472 473 474 475 476 477 478 479 480 481 482 483 484 485 486 487 488 489 490 491 492 493 494 495 496 497 498 499 500 501 502 503 504 505 506 507 508 509 510 511 512 513 514 515 516 517 518 519 520 521 522 523 524 525 526 527 528 529 530 531 532 533 534 535 536 537 538 539 540 541 542 543 544 545 546 547 548 549 550 551 552 553 554 555 556 557 558 559 560 561 562 563 564 565 566 567 568 569 570 571 572 573 574 575 576 577 578 579 580 581 582 583 584 585 586 587 588 589 590 591 592 593 594 595 596 597 598 599 600 601 602 603 604 605 606 607 608 609 610 611 612 613 614 615 616 617 618 619 620 621 622 623 624 625 626 627 628 629 630 631 632 633 634 635 636 637 638 639 640 641 642 643 644 645 646 647 648 649 650 651 652 653 654 655 656 657 658 659 660 661 662 663 664 665 666 667 668 669 670 671 672 673 674 675 676 677 678 679 680 681 682 683 684 685 686 687 688 689 690 691 692 693 694 695 696 697 698 699 700 701 702 703 704 705 706 707 708 709 710 711 712 713 714 715 716 717 718 719 720 721 722 723 724 725 726 727 728 729 730 731 732 733 734 735 736 737 738 739 740 741 742 743 744 745 746 747 748 749 750 751 752 753 754 755 756 757 758 759 760 761 762 763 764 765 766 767 768 769 770 771 772 773 774 775 776 777 778 779 780 781 782 783 784 785 786 787 788 789 790 791 792 793 794 795 796 797 798 799 800 801 802 803 804 805 806 807 808 809 810 811 812 813 814 815 816 817 818 819 820 821 822 823 824 825 826 827 828 829 830 831 832 833 834 835 836 837 838 839 840 841 842 843 844 845 846 847 848 849 850 851 852 853 854 855 856 857 858 859 860 861 862 863 864 865 866 867 868 869 870 871 872 873 874 875 876 877 878 879 880 881 882 883 884 885 886 887 888 889 890 891 892 893 894 895 896 897 898 899 900 901 902 903 904 905 906 907 908 909 910 911 912 913 914 915 916 917 918 919 920 921 922 923 924 925 926 927 928 929 930 931 932 933 934 935 936 937 938 939 940 941 942 943 944 945 946 947 948 949 950 951 952 953 954 955 956 957 958 959 960 961 962 963 964 965 966 967 968 969 970 971 972 973 974 975 976 977 978 979 980 981 982 983 984 985 986 987 988 989 990 991 992 993 994 995 996 997 998 999 1000 1001 1002 1003 1004 1005 1006 1007 1008 1009 1010 1011 1012 1013 1014 1015 1016 1017 1018 1019 1020 1021 1022 1023 1024 1025 1026 1027 1028 1029 1030 1031 1032 1033 1034 1035 1036 1037 1038 1039 1040 1

حج

=====

﴿فتویٰ نمبر..... 112﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

- (۱) سات یا آٹھ برس کی لڑکی کے معاف کرنے سے مہر معاف ہو سکتا ہے؟
 - (۲) اگر اس کا باپ مہر معاف کر دے معاف ہو سکتا ہے یا باپ کے معاف کرنے سے بھی معاف نہیں ہو سکتا؟
 - (۳) اگر نابالغ کا شوہر مر جائے ایام عدت اسے سرال میں شوہر کے گھر ہی پورے کرے یا اپنے میکے میں بھی ایام عدت پورا کر سکتی ہے؟
 - (۴) اپنے جھیز کی وہ خود مالک ہے یا شوہر موتی یا اس کے ماں باپ اگر شوہر مر جائے؟
 - (۵) اس نابالغ کے نکاح کا ولی اس کا باپ ہے یا اس لڑکی کے سرال والے؟
- عبدالرحمن امام مسجد باغی کوٹی

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

للالہم رب زدنی علما

☆ نابالغ لڑکی کا مہر معاف کر دینا اپنی کسی چیز کا بیہ کر دینا قابل اعتبار نہیں۔ لہذا جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے مہر معاف نہیں کر سکتی۔ اور وہ بھی جب معاف ہوگا جب خوشی سے معاف کرے۔ اور اگر مار کے خوف سے معاف کر دے ہرگز معاف نہ ہوگا۔ ☆ اور نابالغ کی طرف سے اس کا ولی جو باپ ہے اگر وہ معاف کر دے جب بھی معاف نہیں ہو سکتا۔ ☆ نابالغ کے مال سے ولی کو بیہ کر دینے اور معافی وغیرہ کا ہرگز اعتبار نہیں ہوتا۔ چنانچہ صفحہ ۳۶۶ جلد دوم درمختار مصری مطبوعہ رد المحتار میں ہے:-

و صح حطھا

(ترجمہ: عورت کے لیے مہر کا ساتھ کرنا درست ہے)

قال الشامي رحمه الله:

(قوله: وصح خطها) الحظ الاسقاط كما في المغرب وقيد بخطها لان حظ أبيها

غير صحيح لو صغيرة و لو كبيرة توقف على اجازتها ولا بد من رضاها ففي هبة الخلاصة
عوفها بضر حتى وهبت مهر لم يصح لو قادر على الضرب الخ

(ترجمہ: قول: عورت کے لیے مہر کو ساتھ کرنا درست ہے۔ ”خط“ کا معنی ساتھ کرنا ہے۔ جیسا کہ مغرب میں
ہے۔ مہر کے ساتھ کرنے کو عورت کے ساتھ خاص رکھا کیوں کہ اس کے باپ کے لیے ساتھ کرنا صحیح نہیں ہے۔
اگر وہ کم سن ہو۔ اور اگر عورت بڑی (بالغہ) ہو تو ساتھ کرنا عورت کی اجازت پر مقفوف ہوگا۔ مہر کے ساتھ
کرنے میں عورت کی رضامندی ضروری ہے۔ غلاصہ کی کتاب ابہد میں ہے اگر مارنے دھمکی دی جاتی کہ عورت
نے مہر میرے کر دیا اس صورت میں اگر دھمکی دینے والا مارنے پر قادر ہو تو اس کا ساتھ کرنا درست نہیں)
اور دھمکی مہر باندھنے کی طرف سے باندھنا کا دھمکی اقرب مہر اس کا دھمکی نکاح ہے وہی کر سکتا ہے۔

باندھنے پر چار مہینہ دس روز تک کسی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ چار مہینے دس روز عدت بیٹھنا اس پر
بھی لازم ہے۔ چنانچہ صفحہ ۲۵۵ در مختار مذکور میں ہے۔

والعدة للموت اربعة اشهر و عشر ا بشرط بقاء النكاح صحيحا الى الموت و

لو صغير ذر

(ترجمہ: عائد کے مرنے کی صورت میں عدت چار ماہ اور دس روز ہے۔ اس عدت کی شرط یہ ہے کہ موت تک
نکاح صحیح رہے۔ اگر چہ عورت کم سن ہو)

مگر صغیرہ پر چار مہینے دس روز کا سوگ کرنا لازم نہیں چنانچہ صفحہ ۱۷۱ جلد دوم در مختار مذکور میں ہے:

۱۔ رد المحتار :	جلد ۲ صفحہ ۳۶۶	مکبہ و شیبہ کوئٹہ
۲۔ الفہر المحتار مع رد المحتار :	جلد ۲ صفحہ ۳۶۶	مکبہ و شیبہ کوئٹہ

و لا حداد علی سبعة کافرة و صغيرة و مجنونة الخ

☆ (ترجمہ: سات عورتوں پر سوگ منانا لازم نہیں ہے۔ (۱) کافرہ (۲) مبتلا (۳) پاگل الخ)

☆ اس واسطے کہ سوگ عبارت ہے ترک زیور و زینت سے جو سر ملگنا خوشبو دار تیل اور مہندی لگانا ہے اور عسفرانی کپڑے پہنانا اس واسطے کہ بوجہ عدم بلوغ وہ مخالفہ حقوق اللہ نہیں ہے۔ اور سوگ حق اللہ ہے چنانچہ ہدایہ صفحہ ۳۰۶ مطبوعہ یحییٰ میں ہے:

والحداد ان ترک الطيب والزينة والكحل والدهن المطيب وغير المطيب من عذر وفي جامع الصغير الامن وجع ولا تختضب بالحناء لما روينا ولا تلبس ثوبا مصبوغا بالعصفر ولا بزعفران ولا حداد علی کافرة ولا علی صغيرة لان الخطاب موضوع عنها۔
ہذا ترجمہ: سوگ یہ ہے کہ خوشبو و زینت سر ملگنا خوشبو دار تیل اور غیر خوشبو دار تیل کے استعمال کو ترک کر دے۔
ہاں عذر کے باعث استعمال کر سکتی ہے۔ جامع صغیر میں درد کے باعث یہ اشیا استعمال کر سکتی ہے۔ عورت سوگ کی مدت کے دوران مہندی نہ لگائے۔ اس کی دلیل وہ حدیث پاک جو ہم نے روایت کر دی ہے۔ نیز عسفر اور زعفران کے ساتھ رنگے ہوئے کپڑے بھی نہ پہنے۔ کافر عورت کے ذمہ سوگ نہیں ہے اور نہ ہی کم سن عورت پر سوگ لازم ہے کیوں کہ شرعی احکام کا خطاب اس سے اٹھایا گیا ہے۔

البتہ بوجہ لازم ہونے حدت کے ایام حدت شوہر کے گھر میں پوری کر سکتی ہے چنانچہ صفحہ ۳۰۶ ہدایہ مذکورہ میں ہے:

و علی المعتدة ان تعذر فی المنزل الذی یضاف الیها با لسکنی حال و قروح الفرفة والموت و ان کان نصیبها من دار المیت لا یکفیها فانحر جها الورثة من نصیبهم انتقلت لان هذا انتقال بعذر مؤثرفیه الاعذار و صار کما اذا خافت علی متاعها او خافت

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۲ صفحہ ۶۵۵ مکتبہ وشہدہ کوئٹہ

۲۔ الہدایہ، جلد ثانی ج ۳، ثالث صفحہ ۳۶ تا ۳۸ مختصر اداۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی

سقوط المنزل!

☆ (ترجمہ: عورت پر لازم ہے کہ وہ اس گھر میں عدت گزارے کہ خاوند سے فرقت اور اس کی موت کی حالت میں جس گھر کی طرف اس کی سکونت کی نیت تھی۔ اگر مرنے والے خاوند کی وراثت سے اس کے حصہ میں آنے والا مکان اس کی سکونت کے لیے کافی نہ ہو اور ورثہ نے اس کو اپنے حصہ سے نکال دیا تو وہاں سے نکل آئے کیوں کہ یہ مختل ہونا غدر کے باعث ہے اور غدر اس سلسلہ میں موثر ہیں۔ تو اس کا حکم اس عورت کی مانند ہو گیا جسے اپنے سامان کے ضائع ہونے کا خوف ہو یا مکان کے گر جانے کا خوف ہو)

قال العینی رحمۃ اللہ: (قوله علی متاعها) ای ذالک المنزل من سرقة او نهب۔^۱ فقط (ترجمہ: قولہ: اسے اپنے سامان کے ضائع ہونے کا خوف ہو یعنی اس مکان میں اسے چوری یا کسی کے چھیننے کے باعث اسے اپنے سامان کے ضائع ہونے کا خوف ہو)

صورت مذکورہ میں ولی اقرب نکاح صغیرہ مذکورہ کا اس کا باپ ہے اس کو بعد انتضائے عدت وفات جہاں مناسب سمجھے اس کے نکاح کر دینے کا اختیار ہے۔ صفحہ ۳۳۲ در مختار مذکورہ میں ہے

الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ۔^۲

(ترجمہ: نکاح میں ولی عصبہ بنفسہ ہوتا ہے)

حروہ: العبد الرأی وعتد ربا القوی

ابو محمد محمد بن اریطی



- ۱۔ الہدایہ: جلد ثانی جزو ثالث 'صفحہ ۳۵۰ تا ۳۵۱ مختصر' إدارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی
- ۲۔ (۱) حاشیہ الہدایہ: جلد ثانی جزو ثالث 'صفحہ ۳۵۱ مختصر'، إدارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی
- ۲ (۲) البیانہ شرح الہدایۃ للعینی جلد ۲ 'صفحہ ۳۴۷' ملک سنز فیصل آباد
- ۳۔ النور المختار مع رد المحتار: جلد ۲ 'صفحہ ۳۴۷' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

مضاربہ

.....

﴿فتویٰ نمبر..... 113﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمر کو کچھ روپیہ چندہ شرائط کے ساتھ دیا جن کی نقل ہم رشتہ سوال پڑا ہے۔ عمر نے اس روپیہ سے تجارت کی۔ روپیہ صرف زید کا اور کاروبار تجارت عمر کے معلق تھا۔ زید نے کچھ عرصہ بعد اپنے روپیہ کی تلاش کر دی۔ اب یہ مقدمہ پنجاب میں منتقل ہو کر آ گیا ہے اور فریقین شرعی فیصلہ پر راضی ہیں۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس شرائط نامہ کے بموجب یہ قرض قلمیاً شرکت؟ اور شرکت حقیقی تو کون سی قسم کی؟ اور تجارت کے نفع نقصان میں دونوں بہ حصہ مساوی شریک ہوں گے یا اس کا بار صرف زید پر یا صرف عمر پر پڑے گا؟ اور مال موجود دیا جو روپیہ قرض میں ہے وہ کس کا خیال کیا جائے گا؟ بدیں صورت اپنے کل روپیہ پانے کا عمر سے مستحق ہے یا بعض کا؟

قبل شرائط نامہ منجملی فریقین مورخہ ۲ جنوری ۱۳۰۷ء

جناب من بعد اراے آداب کے اتنا اس آپ کی خدمت مبارکت میں یہ ہے مجھ کو جناب کے ارشاد کی تعمیل بروہم منکور ہے شرعاً و ذیل

اول یہ کہ بعد ایک سال کے متاخر لینا ہوگا۔

دوسرے یہ کہ کل اخراجات دوکان کے نفع نقصان میں شریک ہونا ہوگا۔

تیسرے یہ کہ اگر جناب کو غلطہ لگی منکور ہو تو چندہ چھ مہینہ کے اطلاع دیجئے گا۔ وہ روپیہ بعد منہائی نفع و نقصان کے جو باقی رہے گا دیا جائے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ مال دے دیا جائے وہ نہیں دیا جائے گا۔ روپیہ بتدریج دیا جائے گا۔

چوتھے یہ کہ میری تجارت میں آپ دست انداز نہ ہوں گے۔ مجھ کو اپنی رائے پر کام کرنا ہوگا غلطہ دخل خاطر

بینو افواج
سائل: نسیم سید عرفان علی

الجواب

اللهم رب زدني علما

صورت مسئلہ میں حسب شرط ہم رشتہ ہوا۔ سوال مقم مضاربہ صحیح ہے۔ اس واسطے کہ بموجب عرف شرط دوم کا یہی مطلب سمجھ میں آتا ہے کہ نفع میں شرکت حصہ برابر کے بالمعنی رہے گی۔ اور شرط شرکت نقصان وغیرہ اگرچہ خود باطل ہیں مگر مضاربہ میں ہرگز مارج نہیں۔

كما في الجزء الخامس في البحر في صفحة ۲۶۳

الخامس ان يكون نصيب كل منهما معلوما فكل شرط بودى الى جهالة الربح فهي فاسدة و مالا فلا مثل ان يشترط ان يكون الوضعية على المضارب او عليهما فهي صحيحة و هو باطل۔

☆ (ترجمہ: مضاربہ کے صحیح ہونے کی پانچویں شرط یہ ہے کہ مال کے مالک اور کام کرنے والے میں سے ہر ایک کا حصہ نفع سے معلوم ہو۔ ☆ لہذا ہر وہ شرط جس سے نفع کا حصہ مجہول ہو جائے اس سے مضاربہ فاسد ہو جائے گی اور جس شرط سے نفع کا حصہ مجہول نہ ہو مضاربہ صحیح رہے گی۔ ☆ مثلاً یہ شرط لگائی کہ نقصان مضارب پر ہوگا یا دونوں کے ذمہ ہوگا تو مضاربہ صحیح ہے اور شرط باطل ہے)

و في العالم گیریہ

كل شرط يوجب جهالة الربح او قطع الشركة في الربح يوجب فساد المضاربة و مالا يوجب شيئا من ذلك لا يوجب فسادها نحو ان يشترط ان يكون الوضعية عليهما كذا في الذخيرة۔

(ترجمہ: ہر وہ شرط جس سے نفع کا مجہول ہو یا نفع میں دونوں کی شرکت کا خاتمہ لازم آئے وہ مضاربہ کے فساد کا

۱۔	البحر الرائق شرح كز اللقائق:	جلد ۷ صفحہ ۲۶۳	دار المعرفہ بیروت
۲۔	الفتاوی العالم گیریہ	جلد ۳ صفحہ ۲۸۸	مطبوعہ مصر

پا عث ہوتی ہے اور جس شرط سے یہ لازم نہ آئے وہ مضاربہ کے شاد کا پا عث نہیں ہوتی مثلاً یوں شرط گائی کہ
تقصان دونوں پر تقسیم ہوگا)

اور جب شرط باشرط مذکورہ مضاربہ صحیح ہے اور ہو پ عرفہ مام شرط دوم سے آدھے آدھے نفع میں
زیادہ کر کا شریک ہونا ظاہر ہے اور نیز فتاویٰ مالکیہ یہ میں ہے۔

و لو قال رب المال للمضارب علی ان ما زوق الله من الربح بیننا جواز او یکون
الربح بینهما سواء ۱۔

(ترجمہ: مضارب میں مال کس مالک نے مضارب (کام کرنے والے) کو کہا کہ ہماری مضاربہ اس شرط پر ہے کہ اللہ
تعالیٰ نے جو کچھ نفع عطا فرمایا وہ ہمارے درمیان ہوگا یا کہا کہ نفع دونوں کے درمیان برابر تقسیم ہوگا۔ تو مقدمہ مضاربہ
جائز اور درست ہے)

زیادہ اپنے مال کا نفع کے نصف کا مستحق ہے۔ علیٰ هذا عمر کل نفع سے نصف کا حقدار۔ اور اگر نفع کچھ
بھی نہیں ہوا تو عمر کو کچھ نہیں ملے گا کما فی العالم گبیرہ

و لو كانت (الی المضاربة) صحیحة فلم یربح المضارب لا شیء له ۲۔

ہذا (ترجمہ: اگر مضاربہ درست ہو اور مضارب کو کوئی نفع حاصل نہ ہو تو اسے کچھ نہیں ملے گا)

اور اگر زمانہ مضاربہ میں اول نفع ہو اور آخر زمانہ اس المال کچھ کم ہو جائے تو اول نفع سے اس المال
پورا کر دیا جائے گا۔ بعدہ جو کچھ زائد اس المال سے بچے گا وہ اتنا تقسیم ہو جائے گا۔

اور اگر بعد پورا کر دینے کے نفع سے کچھ نہ بچے تو مضارب کو کچھ نہیں ملے گا اور با وصف نفع سے اس
المال پورا کرنے کے بھی نقصان اس المال پورا نہ ہو تو مضارب سے کچھ نہ لیا جائے گا۔

کما فی الكنز

۱۔	الفتاویٰ العالم گبیرہ	جلد ۳ صفحہ ۲۸۸	مطبوعہ مصر
۲۔	الفتاویٰ العالم گبیرہ	جلد ۳ صفحہ ۲۸۸	مطبوعہ مصر

و ماهلك من المضاربة فمن الريح فان زاد الهالك على الريح لم يضمن

المضارب !

☆ (ترجمہ: مضارب کے مفقود کے بعد جو کچھ مال ضائع ہوگا وہ نقص سے پورا کیا جائے گا۔ اور اگر نقصان نقص سے زیادہ ہوگا اس کا ضامن مضارب نہیں بلکہ وہ اصل زر سے پورا کیا جائے گا)

حورہ: العبد الراعی رحمہ ربہ بالقوی

محمد دینار علی ارضوی مفتی

جامع مسجد اکبر آباد



و کا میں

[illegible]

﴿فتویٰ نمبر..... 114﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ میں ملازم حاجی اکرم الہی محمد انوار الہی صاحب سودا گراں بخت کے ہاں تقریباً چار سال سے ہوں۔ اور تمام کاروبار کی خرید و فروخت میرے ہاتھ سے ہے۔ اب مالکان نے حکم کیا کہ تم اطراف سے روپیہ وصول کر لاؤ۔ چنانچہ ہنگام ان کے واسطے روپیہ وصول پائی کے گیا۔ اور ملتے وقت ایک زنجیر دی گئی تھی کہ اس کو لٹکانا اور جو روپیہ وصول ہو روانہ کرنا۔ چنانچہ جو روپیہ وصول ہوا گیا یعنی بریلی سے بذریعہ رجسٹری روانہ کر دیا اور مراد آباد سے ایک شخص آنے والا تھا ان کو دے دیا۔ اب نگینہ اور نجیب آباد سے قریباً 260 روپیہ کے وصول ہوئے۔ وہاں پر سے سہارن پور پہنچا قریباً 8 بجے شب کے اتفاق سے مالکان کا لڑکا ارشاد الہی صاحب وہاں پر مل گئے۔ اب خیال ہوا کہ یہ بھی روپیہ وصول کرنے کو آئے ہیں۔ اگر یہ ہمراہ چلتے تو روپیہ کم وصول ہوگا۔ اس وجہ سے اس گاڑی سے چلتا خیال کیا۔ انہوں نے جب یہ دیکھا کہ یہ جائے گا تو خود کہنے لگے کہ میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ میں نے بہت اٹکا دیا کہ آپ نہ جائیں۔ اگر آپ جائیں گے تو ہم بھی صبح چلیں گے۔ چونکہ یکہ وغیرہ آگیا تھا اور چلنے کا ارادہ بھی کر چکے تھے اس وجہ سے انہوں نے کہا اب چلو۔ کل مظفر نگر اور میرٹھ ہو کر دہلی پہنچیں گے۔ میں ہمراہ ہو گیا۔ اور کٹ مظفر نگر کا لیا۔ اور ہم دونوں مظفر نگر نہ اتر سکے۔ فتودگی آگئی۔ اور آگے اسٹیشن پر اٹھ کر معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ مظفر نگر اسٹیشن پہنچے رہ گیا۔ آپس میں اب رائے (یہ شمہری) کسٹ میرٹھ ہو کر پھر مظفر نگر آ جائیں گے۔ گاڑی میں چل دیئے۔ ہم نے سو جب حکم کے زنجیر سے صندوق کو باندھ رکھا تھا۔ اور با حفاظت اوپر سر کے رکھا تھا سیٹ پر۔ اور اچھی طرح بیٹھ گئے کہ ایسا نہ ہو کہ میرٹھ بھی نکل جائے ہم دونوں سو رہ جائیں۔ آخر شذیں جب پان کھلایا اور تمباکو پان میں زائدہ کھلایا کہ فتودگی نہ آئے۔ مرنڈا کی قدرت کہ چھاؤنی میرٹھ پر ہم نے اٹھ کر صندوق کو دیکھا۔ اور ستر لیٹ لیا کہ آگے اتریں گے۔ کھڑکی پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئے۔ اور بھائی ارشاد الہی جو کہ ہمراہ تھے وہ بھی سیٹ پر بیٹھے تھے۔ ہم دونوں گفتگو

ہی کر رہے تھے کہ آگے اتریں گے۔ گاڑی چھاؤنی میرٹھ کے چل جانے پر ہم جاگتے رہے۔ اب جب کہ شہر میرٹھ پر گاڑی ٹھہرنے پر میرٹھ شہر کے جب کہ مسافر اترتے تھے ہم غنودگی سے گھبرا کر اٹھے۔ اور بھائی اور شاد الہی صاحب کو اٹھایا۔ اور کیا کہ شہر میرٹھ آگیا۔ اتر و۔ اب اترتے وقت سامان اٹھایا چاہا اور ادھر نظر کی تو اسٹیل بکس نہ پایا جن میں مبلغ 260 روپیہ مالک کے اور کپڑے میرے موجود تھے۔ فوراً کٹنگنگلر کے پاس گیا اور اسے کہا کہ میرا اسٹیل بکس ابھی کوئی لے گیا ہے۔ آپ کٹنگلر جس جگہ تک میں نہ دیکھ لوں۔ انہوں نے کہا ایک شخص پیٹ فام کٹ دے کر گیا ہے اور خالی ہاتھ آیا تھا اور ایک اسٹیل بکس ہاتھ پر رکھ کر لے گیا ہے۔ اور ابھی گیا ہے دوڑ کر۔ بہت تلاش کیا۔ اور ایک داروہ صاحب کے ہمراہ بھی ٹرکی طرح منہ نہ لگا۔ آخر شہر پورٹ پولیس میں کی۔ وہ ہمراہ ہے۔ اس کو ملا حلقہ کر کے جو قاعدہ شرع ہو میرے؛ مدد و پیرا دہنگی ہو مطلع کریں یا اگر نا جائز ہو مطلع کریں۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

صورتہ مسئلہ سے ظاہر ہے کہ مسمی الخاف خان مستفتی امین روپیہ وصول شدہ کرم الہی نے بموجب حکم کرم الہی کے اسٹیل بکس کو جس میں روپیہ مانتی وصول شدہ کرم الہی کا اور مستفتی کے کپڑے بھی تھے بوقت روانگی ریل زنجیر سے سیٹ کی زنجیر کے ساتھ باندھ دیا تھا اور حکم مالک کے موافق حفاظت میں کسی طرح کی نہیں کی اور بائیں ہمدون تک ہو گیا اور قیام ریل کوئی اس کو لے گیا۔ لہذا اب روپیہ کا ۲۵ وان مالک مال کو الخاف خان سے شرمائے درست نہیں۔

کما فی الہدایہ

الودیعة امانة فی ید المودع اذا هلكت لم یضمنها!

(ترجمہ: جس شخص کو ودیعت پر دکی جائے اس کے قبضہ میں ودیعت لمانت ہوتی ہے۔ جب وہ ضائع ہو جائے تو وہ اس کا ضامن نہ ہوگا)

البتہ اگر الخاف خان اپنے مال کی طرح یا حسب تکلیف مالک یعنی کرم الہی حفاظت مال نہ کرتا ضرور ضامن ہوتا۔

کما ہر ظاہر من الکتب الفقہیۃ

(جیسا کہ فقہ کی کتابوں سے ظاہر ہے)

حردہ: ابو محمد محمد دین ادر علی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد

مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۱۶ء



﴿فتویٰ نمبر..... 115﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زیل اپنے ملازم بکر کو بغرض روپیہ وصول یا بی مختلف شہروں میں بھیجتا ہے۔ اور چلتے وقت روپیہ تلف ہو جانے کے خوف سے یہ کہہ دیتا ہے کہ ہر شہر میں سے جس قدر روپیہ وصول ہووے گا اسے بھیج دیتا۔ اپنے پاس روپیہ رکھنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ خرچ کا کچھ خیال نہ کرے اور شب کے وقت سفر نہ کرے۔ ہر شہر میں ایسے وقت ہی روانہ ہونا جو تم دن میں دس گھنٹہ میں پہنچو اور ایک زنجیر بھی بکر کو دیے جاتا ہے کہ اگر کوئی وقت شب کو کہیں سے چلنا ہو یا دن کے وقت تمہارا چلنے کا ارادہ ہو تو اس زنجیر کوڑک اور ریل کی تپانی میں ڈال کر قفل لگا دینا تا کہ ٹرک تلف ہونے سے محفوظ رہے۔ لیکن بکر نے کسی بات کی پرواہ نہ کی اور ٹرک راستہ میں کھو گیا۔ چونکہ اس میں کچھ روپیہ بھی تھا وہ بھی تلف ہو گیا۔ لہذا اس صورت میں ان روپوں کا کون ذمہ دار ہو سکتا ہے۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ رب زدنی علما

صورت مسئلہ میں بکر نے اپنے ملازم سے روپیہ وصول یا بی مختلف شہروں میں زیل کا بھیجا ہوا ہے۔ لہذا زیل کا رسول یعنی قاصد بغرض قبض مال زیل ہوا اور رسول بغرض وصول قبض شرعا مبین ہے۔

كما هو ظاهر من رواية الهداية

والوكيل بغيبض الدين لا يكون وكيلا بالخصومة لانه امين محض والقبض ليس

بمبادلة فاشبه الرسول.

☆ (ترجمہ: قرض پر قبضہ کے لیے وکیل 'خصومت' کا وکیل نہیں ہوتا کیوں کہ وہ صرف 'امین' ہوتا ہے۔ اور قبضہ میں مال کا مال کے ساتھ مبادلہ نہیں ہوتا تو اس کی مشابہت 'چلتی سے ہوئی') اور جب بکر شرمنا امانت دار زید کا ہے 'امانت کا حکم شرمایہ ہے کہ اگر وہ تلف ہو جائے 'امین اس کا ضامن نہیں ہوتا۔

کما فی الہدایہ :

الوديعة امانة في يد المودع اذا هلكت لم يضمنها را

(ترجمہ: جس کو ودیعت کے طور پر کوئی چیز دی جائے تو وہ چیز اس کے قبضہ میں امانت ہوتی ہے 'اگر ضائع ہو جائے تو وہ اس کا ضامن نہیں ہوتا)

مگر اگر امانت دار ہو جب حکم صاحب مال حفاظت نہ کرے یا اپنے مال کی طرح اس کی حفاظت نہ کرے اور اس وجہ سے تلف ہو جائے 'جیسا کہ صورت منسلکہ سے ظاہر ہے ضرور ضامن ہوگا۔ لہذا صورت منسلکہ میں بکر ضرور مال تلف شدہ زید کا ضامن ہوگا۔ اس واسطے کہ ہدایہ میں ہے

واذا نهاه المودع ان يخرج بالوديعة فخرج بها ضمن لان التقييد مفيد اذا لحفظ

فی المعصر ابلغ فکان صحیحاً را

(ترجمہ: ودیعت دینے والے نے وصول کرنے والے کو اس ودیعت کے ساتھ سفر کرنے سے منع کیا۔ اس نے اس کے ساتھ سفر کیا تو ضائع ہونے کی صورت میں وہ ضامن ہوگا۔ کیوں کہ ایسی قید لگانے کا قائدہ ہوتا ہے اس لیے کہ شر میں حفاظت بہتر ہو سکتی ہے تو یہ قید لگانا درست ہے)

حروہ : العبد العاصی

محمد دین ادرلی، مفتی سید جامع اکبر آباد ۲۵ دسمبر ۱۹۱۶ء



۱۔ الہدایہ جلد ۳ صفحہ ۲۷۲	مطبوعہ شرکت علمہ ملتان
۲۔ الہدایہ جلد ۳ صفحہ ۲۷۳	مطبوعہ مکتبہ شرکت علمہ ملتان



.....

لے۔ کما فی الدر المختار

و شرائط صحتها في الموهوب ان يكون مقبوضا غير مشاع معيضا غير مشغول
كما سيتضح و ركنها هو الايجاب و القبول!
(ترجمہ: ہبہ کے درست ہونے کی شرطوں میں ایک یہ ہے کہ ہبہ کی جانے والی چیز موهوب لہ کے قبضہ میں
آ جائے۔ (اگر وہ تقسیم کو قبول کرتی ہو) غیر منقسم نہ ہو۔ نیز وہ چیز غیر موهوب چیز سے تمیز اور الگ ہو۔ کسی اور
چیز کے ساتھ مشغول نہ ہو جیسا کہ غفریب واضح ہو جائے گا اور اس کا رکن ایجاب و قبول ہے)
و هكذا في العالم مغيره حيث قال :

و منها أى من شرائط الهبة ان يكون الموهوب مقبوضا حتى لا يشيت الملك
للموهوب له قبل القبض و ان يكون الموهوب مقسوما اذا كان مما يحتمل القسمة و ان
يكون الموهوب متميضا عن غير الموهوب و لا يكون متصلا ولا مشغولا بغير الموهوب!
(ترجمہ: ہبہ کے شرائط میں سے یہ ہے کہ (۱) ہبہ کے جانے والی شے پر موهوب لہ کا قبضہ ہو، حتیٰ کہ اس پر قبضہ
کرنے سے پہلے اس کی ملکیت ثابت نہ ہوگی (۲) ہبہ کی جانے والی چیز اگر تقسیم کو قبول کرتی ہو تو وہ تقسیم شدہ
ہو۔ (۳) موهوب چیز غیر موهوب اشیاء سے علیحدہ ہو ان کے ساتھ نہ یہ شمل ہو اور نہ ہی مشغول ہو)
علیٰ هذا يجب شئ موهوب میں موهوب مذکورہ شرط صحت مہہ ہیں موهوب لہ کے شئے موهوب کا مالک
ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ موهوب لہ جس جلسہ میں واجب مہہ کرے یا مہہ بنا مالک کر دے اس جلسہ میں بہ
اذن و اجازت واجب اس کو خالی کر کے اس پر قبضہ تام کر لے۔ اور اگر اس جلسہ میں قبضہ نہ کر سکے تو دوسرے
وقت اس سے اجازت لے کر اس پر کابل قبضہ حاصل کر لے۔ اور اگر وہ اجازت قبضہ نہ دے اور اپنا ہی قبضہ
رکھے تو اس کا مالک واجب ہی رہے گا اور وہ مہہ بنا موهوب کا مالک ہو جائے گا۔

۱۔ الدر المختار مع شرحہ و د المختار جلد ۸ صفحہ ۳۴۳ ۳۴۳ مطبوعہ بیروت لبنان

۲۔ الفتاویٰ العالم گبرہ جلد ۳ صفحہ ۳۷۳ مطبوعہ مصر

چنانچہ درختار میں ہے۔

و نسّم الهیة بالفیض الکامل و لو الموهوب شاغلا لملک الواهب لا مشغولا به

الاصل ان الموهوب ان مشغولا بملک الواهب منع تمامہا۔

(ترجمہ: بید موصوبہ لہ کے کامل قبضہ سے مکمل ہے۔ اگر بید کی جانے والی چیز بید کرنے والے کی کسی چیز کو شامل ہو (جیسے پوری میں گندم ہے تو پوری کو بید کرے۔ گندم کو اس کے ساتھ بید نہ کرے) لیکن واہب کی کسی چیز سے مشغول نہ ہو (جیسے گندم کو بید کرے لیکن پوری کو بید نہ کرے اس صورت میں بید درست نہ ہوگا) بید کے درست ہونے کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر موصوبہ سے واہب کی کسی چیز میں مشغول نہ ہو (جیسے گندم پوری کے اندر ہو اور صرف گندم بید کرے) تو یہ صورت بید کے تحکیم میں مانع ہے)

قال الشامی :

قوله منع تمامہا اذا الفیض شرط فصولین۔

(ترجمہ: قولہ: یہ صورت بید کی تحکیم کو مانع ہوگی کیونکہ موصوبہ کا قبضہ کننا شرط ہے۔ یہ مسئلہ جامع فصولین میں درج ہے)

اور اگر موصوبہ مانع ہے مجھ ہے، جیسا کہ صورت منولہ میں دونوں دختر ہیں تو ایسی صورت میں موصوبہ لہ کے باپ کا قبضہ ضروری ہے۔ خواہ موصوبہ لہ کی ماں موصوبہ لہ کو حہ کرے یا بھائی یا کوئی انجینی بشرطیکہ موصوبہ لہ بہر تہرج باپ میں ہو۔ اور باپ ہی موصوبہ لہ کے مان و نفقہ اور ضروریات کا کفیل ہو جیسا کہ صورت منولہ سے ظاہر ہے کہ دونوں لڑکیوں کے مان و نفقہ اور ضروریات کا کفیل عند اللہ باپ ہی تھا۔ اور باپ ہی ماموت ایک دختر اور نا بلون و حقہ دختر ثانی رہا۔ ہاں البتہ اگر ماں واہبہ موصوبہ لہ کے مان و نفقہ اور ضروریات کی تکفل با و صاف موجودگی باپ کے ہوتی اور باپ ان کا خبر گیر نہ ہوتا تو اندریں صورت ماں کا

۱۔ الفہر المختار مع رد المحتار جلد ۸ صفحہ ۳۴۷ مطبوعہ بیروت

۲۔ الفہر المختار مع رد المحتار جلد ۸ صفحہ ۳۴۷ مطبوعہ بیروت

قبضہ ساقبتی بعد حشر قبضہ موحبہ ہی کے بقول مفتی بہ سمجھا جاتا۔ کما فی العالمگیریہ

و لو كان الصغير في عيال الجد أو الأخ أو الأم أو العم فوجب له حبة قبض الہیة
من كان الصغير في عیالہ والاب حاضر اختلف المشایخ فیہ والصحیح الجواز ہکذا فی
فتاوی قاضی خان و بہ یفتی ہکذا فی الفتاوی الصغری فلفط۔

☆ (ترجمہ: اگر چھوٹا بچہ دادا یا بھائی یا ماں یا چچا کی کفالت میں ہو اسے کوئی چیز بیہ کی گئی اس پر اس شخص
نے قبضہ کیا جس کی کفالت میں وہ باپ کا بچہ ہے اور باپ موجود ہے، ملا کا اس بیہ کے گچ ہونے اور غیر گچ
ہونے میں اختلاف ہے۔ لیکن گچ یہ ہے کہ ایسا بیہ جائز ہوتا ہے۔ فتاوی قاضی خان میں اسی طرح ہے۔
اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے)

و ایضا فیہ :

و حبة الاب لطفله تنم بالعقد ولا فرق فی ذلک بینما اذا کان فی یدہ او فی
مودعہ و کذا لو وہبہ امہ و هو فی یدہا والاب میت و لیس لہ وصی و کذا کل من
یعولہ کذا فی التبین و ہکذا فی الکافی۔

☆ (ترجمہ: باپ کی جانب سے اپنے نابالغ بچے کو کیا گیا بیہ عقد سے کمال ہو جاتا ہے۔ بیہ کی گئی چیز اس کے
قبضہ میں ہو یا اس بچے کے قبضہ میں جسے وہ دی گئی دونوں صورتوں میں بیہ کی صحت میں کوئی فرق نہیں آتا۔
(کچھ الفاظ کے بعد) اور اسی طرح اگر اس نابالغ کی ماں نے اسے کوئی چیز بیہ کی وہ چیز ابھی ماں کے قبضہ میں
ہے اس نابالغ کا باپ مر چکا ہے اور اس کا وصی بھی کوئی نہیں تو بیہ کمال اور درست ہے اور یہی حکم ہے اس صورت
میں جب کہ نابالغ کا کفیل اسے بیہ کرے۔ تبیین میں ایسے ہے اور کاتی میں بھی ایسے ہی ہے)

☆ اور جب باوصف موجودگی ولی اقرب یعنی باپ لڑکیوں موحبہ لہما کے اور پنهان دونوں لڑکیوں

۱۔	فتاویٰ العالمگیریہ	جلد ۳ صفحہ ۳۹۳	مطبوعہ مصر
۲۔	فتاویٰ العالمگیریہ	جلد ۳ صفحہ ۳۹۱	مطبوعہ مصر

کے غم و افسوس میں اور نہ ہونے ماں کے کفیل نان و نفقہ پر دو دختر ان ماں نے جائیداد مملوکہ اپنی دونوں لڑکیوں کو عہد کر کے اور عہد نامہ لکھ کر ان کے کوئی اقرب اور کفیل نان و نفقہ یعنی باپ کے قبضہ میں بالکل اپنا قبضہ اٹھا کر صورتِ مسئلہ میں نہیں دی تو وہ جائیداد لڑکیوں کے ملک میں نہیں آئی۔ بلکہ بدستور ان کی ماں مسماۃ حنفہ سی کی مملوکہ رہی۔ اس واسطے کہ بعد ازاں یہ عہد پر روایات مذکورہ کے قبضہ سابقہ یا نیا اس جائیداد موصوبہ پر ان کی ماں مسماۃ حنفہ کا بقول مفتی بہ قائم مقام قضا ان لڑکیوں موصوبہ ہما کے جب ۵۰ء جب باپ ان کا کفیل نہ ہوتا۔ اور ان کی پرورش کی تکفل ان کی ماں مسماۃ حنفہ و عہد سی ہوتی۔ اور جب باپ و بی اقرب تکفل نان و نفقہ و جملہ ضروریات دختر ان مذکورہ موجود تھا تو اب ضرورت تھا کہ ماں مسماۃ حنفہ بعد عہد اس جائیداد سے اپنا قبضہ اٹھا کر ان لڑکیوں کے باپ کے قبضہ تام دے دیتی تاکہ ملک ہندہ سے وہ جائیداد کل کر ملک دونوں لڑکیوں کی ہو جاتی۔ اور جیسا مسماۃ ہندہ نے بعد عہد اب تک اس جائیداد سے باوصف موجودگی و بی اقرب کفیل نان و نفقہ و جملہ ضروریات دختر ان مذکورہ اس پر سے اپنا قبضہ نہیں اٹھایا وہ جائیداد ان لڑکیوں کی ملک نہیں ہوئی۔ اور جب ان لڑکیوں کی ہی ملک نہیں ہوئی تو بعد موت ان لڑکیوں کے ورثہ پر کسی طرح تقسیم نہیں ہو سکتی۔

کما هو ظہر من الروایات المذکورۃ اور دوسری صورت ثنوی مانگیر یہ ہے تو یہ بھی امر ظاہر ہے کہ اگر باپ کفیل نان و نفقہ بھی نہ ہو جب یعنی بغیر قبضہ باپ کے خواہ ماں عہد کرے یا کوئی اور موصوبہ کسی کی بیوہ تربیت میں ہو سوائے باپ کے اس کا قبضہ موجودگی باپ میں قائم مقام قبضہ موصوبہ۔ صغیر نہیں ہو سکتا۔ اور بلا قبضہ باپ کے عہد نامہ تمام رہتا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ مانگیر یہ میں ہے:

وما غیر الاب والجد نحو الاخ والعم والام و سایر القرابات ففی الاستحسان بملکون قبض الہیۃ اذا کان الصغیر فی عیالہم و كذلك وصی هؤلاء بملکہ استحسان اذا کان فی عیالہ و کذا الاجنبی الذی یعول الیتیم و لیس للیتیم احد سواہ جاز قبض الہیۃ استحسانا و یستوی فی ہذہ المسائل اذا کان الصبی یعقل القبض اولاً یعقل و ہذا کلہ اذا کان الاب میتاً او حیا غائباً غیبۃ منقطعۃ فاما اذا کان حیا حاضرّاً و الصبی فی عیال هؤلاء

هل يصح لم يذكر الفصل في الكتب تصا إلا أنه ذكر في الاجنبى اذا كان يعول اليتيم و ليس لهذا اليتيم احد سواه جاز قبض الهبة عليه و هذا الشرط يقتضى ان لا يصح قبض هؤلاء اذا كان حاضرا و ذكر في الجدة ايضا انه لا يملك القبض على الصغير اذا كان الاب حيا و لم يفصل بينما اذا كان الصغير فى عياله او لم يكن فظاهر ما اطلقه يقتضى ان لا يصح كذا فى الذخير قرا

(ترجمہ: باپ اور دادا کے علاوہ باقی رشتہ داروں، بھائی یا چچا یا ماں کی کنالت میں اگر نابالغ ہو تو استحسان کی رو سے ان کے قبضہ کی صورت میں بید درست ہو جاتا ہے۔ اور اسی طرح ان کے وحی کو بھی نابالغ کی طرف سے بید کی چیز پر قبضہ کا اختیار ہے جب کہ وہ اس وحی کی کنالت میں ہو۔ مثلاً اور اسی طرح وہ اجنبی جس کی کنالت میں وہ نابالغ رہتا ہو اور اس کے بغیر اس یتیم کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی اور نہ ہو تو اس کا قبضہ بھی درست ہے۔ ان صورتوں میں بچہ کو قبضہ کی سمجھ ہو یا نہ ہو حکم ایک ہی ہے۔ یہ سب کچھ اس صورت میں درست ہوگا جب کہ نابالغ کا باپ مر چکا ہو یا وہ در دراز علاقہ میں رہتا ہو۔ اور اگر باپ زندہ موجود ہو اور نابالغ بچہ ان لوگوں کی کنالت میں ہو تو فقہ کی کتابوں میں اس صورت کا حکم مذکور نہیں ہے۔ ہاں اس قدر موجود ہے کہ اجنبی شخص اگر یتیم کی کنالت کرتا ہو اور اس کے سوا یتیم کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی اور نہ ہو تو اس اجنبی کا بید کی ہونی چیز پر قبضہ درست ہوتا ہے۔ اس شرط کا تقاضا یہ ہے کہ اگر باپ موجود ہو تو ان کا قبضہ درست نہیں۔ دادا کی صورت میں بھی مذکور ہے کہ نابالغ کی طرف سے اس کا قبضہ باپ کے زندہ ہونے کی صورت میں درست نہیں باپ کے کنیل ہونے یا کنیل نہ ہونے کی صورت میں اس حکم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تو اس اطلاق کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ اس کنیل کے قبضہ سے بید کال نہ ہو سکے گا جب تک باپ قبضہ نہ کر لے)

حروہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ التوی

ابو محمد دین علی الرضوی الحنفی



﴿فتویٰ نمبر..... 117﴾

سوال

خلاصہ سوال: طویل الاطال زلیہ کی بجو ایک بچی کے تمام بیٹیاں آوارہ اور بدچلن ہیں۔ فقہ زلیہ اپنی نیک چلن بچی کے نام تمام جائیداد کا وصیت نامہ لکھ کر سب ورثہ کو معافی دینی کی کھردم الارث کرنا چاہتا ہے۔ عندالشرع یہ امر جائز ہے یا ناجائز؟ بیٹنوا وتوجروا

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

صورت مسئلہ میں زلیہ اپنی حیات میں جس بچی سے خوش ہے علیٰ ہذا علاوہ بچی کے جس سے بھی خوش ہو اس کو کل جائیداد یا جس قدر بھی چاہے بیہ کر کے اگر اپنا بقضاء لٹا کر اس کو بقضاء نام دیے اور نیز اپنی حیات میں تمام جائیداد کو وقف کر کے اگر کسی حوالی کے سپرد کر دے وقف بھی کر سکتا ہے۔ مگر مگر چند ورثہ کھردم کر کے ایک وارث کو ہبہ کر دینا کو حرام نہیں مگر مکروہ اور ظلم ضرور ہے۔ چنانچہ طیبی سے حاشیہ صفحہ 261 مشکوٰۃ میں ہے:-

ولو وهب بعضهم (الى بعض الاولاد) دون بعض فمذهب الشافعي ومالك و ابی حنیفہ رحمہم اللہ انہ مکروہ و لیس بحرام والہبۃ صحیحۃ (ترجمہ: اگر کسی نے اپنی اولاد میں کچھ کو نظر انداز کر کے کچھ کو ہبہ کیا تو امام شافعی، امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کا مذہب ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے اور ہبہ درست ہے)

☆ البتہ اگر بیمار مرض الموت میں کرے گا جو بالآخر وصیت ہے یا وصیت نامہ بعض اولاد کے نام لکھ کر دے گا تو وہ ناجائز رہے گا۔ چنانچہ حدیث صحیح میں ہے:

الا لا وصیۃ لوارث را

(ترجمہ: خیر دار وارث کے لیے وصیت جائز نہیں ہے)

اور جو جب اسی حدیث صحیح تمام کتب فقہ میں ہے۔

حروہ: العبد الراعی ذمتہ رہا الفتوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ (الرضوی) لکھی

مسجد جامع اکبر آباد



۱ جامع الترمذی حدیث رقم ۲۱۲۱۲۱۲۰

۲ مسند نسائی باب ۵ حدیث رقم ۲۷۷۷۷۷۷۷

۳ مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۱۸۶ تا ۱۸۷

وغیرہا کتب الأحادیث تفصیل کے لیے

موسوعہ اطراف المحدث النبوی جلد ۸ صفحہ ۱۴۰ تا ۱۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کی طرف رجوع کریں۔

﴿فتویٰ نمبر.....118﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی پہلی زوجہ سے اولاد ہوئی۔ وہ زوجہ اس کی اولاد چھوڑ کر فوت ہوگئی۔ پھر اس نے دوسرا نکاح کیا اس سے بھی اولاد ہوئی۔ وہ شخص بیمار ہوا۔ مہلک بیماری میں ایک بیٹا مد جانم اور غیرہ کا بچہ پل اولاد اور زوجہ موجودہ کے نام لکھ کر رخصتی کرادی۔ اس وقت پہلی اولاد موجود تھی۔ پھر وہ شخص اسی بیماری میں دس بارہ یوم بعد فوت ہو گیا اب بموجب شرع شریف پہلی اولاد بھی حصہ پانے کی مستحق ہے؟ بیٹو اتوجروا

سائل: نجی الدین ساکن جی پور

۵: یقینہ ۱۳۳۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله ونبیه وعلی آله وذریته

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں شخص مذکور نے چونکہ مرض الموت میں ورثہ کو حصہ کیا ہے مجہذا یہ حصہ شرماتا جائز ہے اور جمیع مال متروکہ مع مال موصوب جمیع ورثہ اولاد ہر دو زوجہ و زوجہ موجودہ و دیگر ورثہ پر اگر ہوں حسب شریعت تقسیم ہوگا۔ اس واسطے کہ حصہ مرض الموت میں اگر چہ ابتداً حصہ ہوتا ہے مگر بعد موت حکم وصیت کا رکھتا ہے اور وصیت وارث کو ناکار ہوتا ہے۔

چنانچہ صفحہ 181 جامع الفصولین میں ہے

و حسب قنا لامرأه فاعتقته ثم مات المريض فغذ و نظمن القيمة اذا التعلبک فی

الابتداء صح لكن انقلب وصية بعد ذالك و هو المختار ءا

(ترجمہ: اپنی بیوی کو ایک غلام بہہ کیا۔ اس بیوی نے اسے آزاد کر دیا۔ پھر خاندان مرلیض مر گیا تو حق نافذ رہے گا اور عورت اس غلام کی قیمت کی ضمان ہوگی کیوں کہ عورت کو مالک بنانا آغاز میں درست تھا لیکن بعد میں وجہیت میں تبدیل ہو گیا۔ یہی مختار ہے)

حورہ:

ابو محمد محمد ویدار علی ؑ فی اللہ عنہ ومن والد یہ مفتی

مسجد جامع اکبر آباد



وقف

1 2 3 4 5 6 7 8 9 10 11 12 13 14 15 16 17 18 19 20 21 22 23 24 25 26 27 28 29 30 31 32 33 34 35 36 37 38 39 40 41 42 43 44 45 46 47 48 49 50 51 52 53 54 55 56 57 58 59 60 61 62 63 64 65 66 67 68 69 70 71 72 73 74 75 76 77 78 79 80 81 82 83 84 85 86 87 88 89 90 91 92 93 94 95 96 97 98 99 100 101 102 103 104 105 106 107 108 109 110 111 112 113 114 115 116 117 118 119 120 121 122 123 124 125 126 127 128 129 130 131 132 133 134 135 136 137 138 139 140 141 142 143 144 145 146 147 148 149 150 151 152 153 154 155 156 157 158 159 160 161 162 163 164 165 166 167 168 169 170 171 172 173 174 175 176 177 178 179 180 181 182 183 184 185 186 187 188 189 190 191 192 193 194 195 196 197 198 199 200 201 202 203 204 205 206 207 208 209 210 211 212 213 214 215 216 217 218 219 220 221 222 223 224 225 226 227 228 229 230 231 232 233 234 235 236 237 238 239 240 241 242 243 244 245 246 247 248 249 250 251 252 253 254 255 256 257 258 259 260 261 262 263 264 265 266 267 268 269 270 271 272 273 274 275 276 277 278 279 280 281 282 283 284 285 286 287 288 289 290 291 292 293 294 295 296 297 298 299 300 301 302 303 304 305 306 307 308 309 310 311 312 313 314 315 316 317 318 319 320 321 322 323 324 325 326 327 328 329 330 331 332 333 334 335 336 337 338 339 340 341 342 343 344 345 346 347 348 349 350 351 352 353 354 355 356 357 358 359 360 361 362 363 364 365 366 367 368 369 370 371 372 373 374 375 376 377 378 379 380 381 382 383 384 385 386 387 388 389 390 391 392 393 394 395 396 397 398 399 400 401 402 403 404 405 406 407 408 409 410 411 412 413 414 415 416 417 418 419 420 421 422 423 424 425 426 427 428 429 430 431 432 433 434 435 436 437 438 439 440 441 442 443 444 445 446 447 448 449 450 451 452 453 454 455 456 457 458 459 460 461 462 463 464 465 466 467 468 469 470 471 472 473 474 475 476 477 478 479 480 481 482 483 484 485 486 487 488 489 490 491 492 493 494 495 496 497 498 499 500 501 502 503 504 505 506 507 508 509 510 511 512 513 514 515 516 517 518 519 520 521 522 523 524 525 526 527 528 529 530 531 532 533 534 535 536 537 538 539 540 541 542 543 544 545 546 547 548 549 550 551 552 553 554 555 556 557 558 559 560 561 562 563 564 565 566 567 568 569 570 571 572 573 574 575 576 577 578 579 580 581 582 583 584 585 586 587 588 589 590 591 592 593 594 595 596 597 598 599 600 601 602 603 604 605 606 607 608 609 610 611 612 613 614 615 616 617 618 619 620 621 622 623 624 625 626 627 628 629 630 631 632 633 634 635 636 637 638 639 640 641 642 643 644 645 646 647 648 649 650 651 652 653 654 655 656 657 658 659 660 661 662 663 664 665 666 667 668 669 670 671 672 673 674 675 676 677 678 679 680 681 682 683 684 685 686 687 688 689 690 691 692 693 694 695 696 697 698 699 700 701 702 703 704 705 706 707 708 709 710 711 712 713 714 715 716 717 718 719 720 721 722 723 724 725 726 727 728 729 730 731 732 733 734 735 736 737 738 739 740 741 742 743 744 745 746 747 748 749 750 751 752 753 754 755 756 757 758 759 760 761 762 763 764 765 766 767 768 769 770 771 772 773 774 775 776 777 778 779 780 781 782 783 784 785 786 787 788 789 790 791 792 793 794 795 796 797 798 799 800 801 802 803 804 805 806 807 808 809 810 811 812 813 814 815 816 817 818 819 820 821 822 823 824 825 826 827 828 829 830 831 832 833 834 835 836 837 838 839 840 841 842 843 844 845 846 847 848 849 850 851 852 853 854 855 856 857 858 859 860 861 862 863 864 865 866 867 868 869 870 871 872 873 874 875 876 877 878 879 880 881 882 883 884 885 886 887 888 889 890 891 892 893 894 895 896 897 898 899 900 901 902 903 904 905 906 907 908 909 910 911 912 913 914 915 916 917 918 919 920 921 922 923 924 925 926 927 928 929 930 931 932 933 934 935 936 937 938 939 940 941 942 943 944 945 946 947 948 949 950 951 952 953 954 955 956 957 958 959 960 961 962 963 964 965 966 967 968 969 970 971 972 973 974 975 976 977 978 979 980 981 982 983 984 985 986 987 988 989 990 991 992 993 994 995 996 997 998 999 1000 1001 1002 1003 1004 1005 1006 1007 1008 1009 1010 1011 1012 1013 1014 1015 1016 1017 1018 1019 1020 1021 1022 1023 1024 1025 1026 1027 1028 1029 1030 1031 1032 1033 1034 1035 1036 1037 1038 1039 1040 1

﴿فتویٰ نمبر 119﴾

سوال

ایک زمین زید کے ہاتھ میں ہے۔ اور وہ مالکانہ تصرفات کرتا رہا اور اس کے بعد بھی ورثہ کرتے رہے۔ جس کو زائد مالک چالیس برس سے ہوئے اور کوئی مزاحم نہ ہوا۔
اب اس کے ورثہ تصرف چن عمر دعویٰ وقف کر کے اس زمین کو لینا چاہتا ہے اور کاغذ وقف رکھتا ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

هو المصوب

عمر کا دعویٰ دربارہ وقف بعض دستاویز وقف سے ناجائز ہے جب کہ مدت دراز تک مالکانہ تصرف رہا۔
فتاویٰ مادیہ میں ہے:-

(مسئل) فیما اذا كان بيد زيد عقار معلوم يتصرف فيه هو وابوه من قبله من مدة تزيد على اربعين سنة بلا معارض ثم مات عن ورثة قام عمرو الان يدعى عليهم انه وقف عليه ولم يصدقوه على ذلك ومضت هذه المدة ولم يدع عمر وبذلك ولا منعه مانع شرعي والكل في البلدة فهل لا تسمع دعواه المزبور

(الجواب) نعم قال في المبسوط ترك الدعوى ثلاثا و ثلاثين سنة و لم يكن له مانع من الدعوى ثم ادعى لا تسمع دعواه لان ترك الدعوى مع التمكن يدل على عدم الحق ظاهرا . وقد افتى بمثل ذلك شيخ الاسلام عبد الله آفندی المفتی بالممالک العثمانية وسئل في هذه الصورة عما اذا سمع القاضي تلك الشهادة و حکم بنزع العقار للوقف من يد الورثة و كتب به حجة فهل ينفذ حكمه ام لا و ما يلزم

ذلک القاضی فاجاب لا ینفد حکمہ ولا تعتبر حجۃ و یعزل۔

(ترجمہ: سوال: زیہ کے قبضہ میں ایک معین باندہ ہے جس میں وہ اور اس سے پہلے اس کا باپ چالیس سال سے زائد عرصہ سے بغیر کسی رکاوٹ کے تصرف کرتے آئے ہیں۔ پھر وہ وارث چھوڑ کر مر گیا عمر واثمہ کھڑا ہوا اور ان کے خلاف دعویٰ کرتا ہے کہ وہ وقف ہے وہ وارث اس کی اس معاملہ میں تصدیق نہیں کرتے اتنی مدت گزری لیکن کیا عمر و نے اس کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی کسی شرعی مانع نے اسے اس سے روکا یہ سب لوگ شہر میں رہتے ہیں کیا مذکورہ دعویٰ نہیں سنا جائے گا۔

جواب: ہاں (نہیں سنا جائے گا) مبسوط میں ہے کہ ایک شخص نے تینتیس برس تک دعویٰ چھوڑے رکھا اور دعویٰ سے کوئی مانع بھی موجود نہ تھا اس کے بعد اس نے دعویٰ کیا اب دعویٰ نہ سنا جائے گا کیونکہ باوجود قدرت کے دعویٰ کو ترک کرنا بظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا حق نہ تھا۔ شیخ الاسلام عبداللہ آخدی مفتی ممالک عثمانیہ نے اسی طرح کا فتویٰ دیا ہے ان سے اس صورت کے بارے میں پوچھا گیا کہ جب قاضی اس شہادت کی سماعت کرے اور وارث کے قبضہ سے باندہ کو وقف کے لیے چھین لینے کا حکم دے اور اس کی حجت تحریر کر دے تو کیا اس کا حکم نافذ ہوگا یا نہیں اور اس قاضی پر کیا لازم آتا ہے تو آپ نے جواب دیا کہ اس کا حکم نافذ نہ ہوگا اس کی حجت کا اعتبار نہ کیا جائے گا اور اسے معزول کر دیا جائے گا)

مکتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر 120﴾

سوال

حضرت میران ملک شاہ کی درگاہ کو سر جان ولیم نے ۱۲۱۵ھ میں زمین وقف کر دی۔ حوالیاں نے کچھ دنوں بعد تقسیم نصف نصف کر کے ایک کی زوجہ نے اراضی کو رہن کر دیا۔ ایک نے زوجہ کے نام بیع نامہ لکھ دیا۔ اب اس اراضی کو ایک اس زوجہ کا جس نے اراضی کو رہن کیا ہے بیع نامہ بنام جس وقت رائے اور مسکی بہاری لال کرتی ہے شرعاً کیا حکم ہے؟۔ بینوا نوجروا

سائل: ولی اللہ محمد شاہ کرمندوی سگ شہر آگرہ

۱۸ مارچ ۱۹۴۲ء

الجواب

هو المصوب

قرینہ سوال اور معاملہ سے واضح ہوتا ہے کہ اس عطیہ سر جان ولیم پر حوالیاں (درگاہ) تصرف کرتے رہے۔ اگرچہ بنام وقف درگاہ کو دی گئی تھی۔ مگر تصرفات مالکانہ حوالیاں کیے بعد دیگرے مدت دراز تک کرتے رہے اور کوئی مزاحم نہ ہوا۔ لہذا اب دعویٰ وقف الائنہ باعث نہیں۔ فتاویٰ مادیہ میں ہے:

(مسئل) فیما إذا كان بيد زيد أرض معلومة بتصرف فيها بطريق الإرث بلا معارض له ولمورثه قبله من مدة تزيد على ستين سنة والآن قام ناظر وقف اعلیٰ يعارضه فيها مدعیاً جربانها فی الوقف المذکور مستندا فی ذلك لمجرد ذكرها فی كتاب وقف بیده منقطع الثبوت ولم يسبق ولا لمن قبل من نظار الوقف وضع يد عليها لجهة الوقف فهل حيث كان الامر كذلك يمنع الناظر من معارضة زيد فيها ويعمل بوضع اليد والتصرف المذبورين ولا عبرة بمجرد ذكر الأرض فی كتاب الوقف المذبور بدون سبق تصرف شرعی لجهة الوقف المذبور

(الجواب) نعم لأن حجج الشرع الشريف ثلاثة البينة والإقرار والنكول وكتاب الوقف إنما هو كإغذ به حط وهو لا يعتمد عليه ولا يعمل به كما صرح به كثير من علمائنا ولا ينزع شيء من يد أحد إلا بحق ثابت معروف و

(ترجمہ) سوال: زید کے قبضہ میں مقرر زمین ہے جس میں وہ وراثت کے طور پر تصرف کرتا ہے۔ ساٹھ سال سے زائد کا عرصہ ہوا کہ اس اور اس کے مورث کے تصرف میں رہی کوئی مقابل نہیں آیا۔ اب مکی وقف کا نگران اس سے معارضہ کرتا ہے اور یہ دھوی کرتا ہے کہ مذکورہ زمین وقف ہے اور دلیل صرف یہ دیتا ہے اس کے پاس وقف کی کتاب میں صرف اس کا ذکر موجود ہے۔ اس کا ثبوت اس کے پاس کچھ نہیں۔ وقف کے اعتبار سے نہ اس نگران کا اس زمین پر کبھی قبضہ رہا اور نہ اس سے پہلے نگرانوں کا قبضہ رہا تو کیا اس صورت حال میں وقف کے نگران کو اس زمین کے بارے میں معارضہ سے روکا جائے گا۔ مذکورہ بالا افراد کے اس زمین پر قبضے اور تصرف پر عمل کیا جائے گا اور مذکورہ بالا زمین پر وقف کے اعتبار سے کبھی کسی تصرف کے بغیر صرف اس وقف کی کتاب میں اس کے ذکر کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے گا۔

جواب: ہاں (وقف کی کتاب میں صرف اس کے ذکر کا کوئی اعتبار نہیں ہے) شرع شریف میں صرف تین چیزیں ثبوت کی دلیل ہیں (۱) کوئی (۲) اقرار (۳) انکار۔ وقف کی کتاب صرف کاغذات کا مجموعہ ہے جن پر تحریر ہے۔ اس پر اعتماد نہیں کیا جاتا اور نہ اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ اس کی تصریح ہمارے کثیر ملّا نے فرمائی ہے۔ معروف طریقہ سے ثابت شدہ حق کے بغیر کسی شخص کے قبضہ سے کوئی چیز چھینی نہیں جاسکتی

نہیں لاکا نہ تصرف بلا مزا مست مرید وغیرہ کرتے رہے اور انتظامات بیع و رهن نافذ ہوتے رہے۔ لہذا اب اس کو وقف قرار دینا صحیح نہیں۔ واللہ اعلم وحکمہ احکم

کتابہ المفتی السيد محمد اعظم شاد غفر له

فائدہ:

ایسی صورت میں اگر مالک وقف بھی قرار دے تو اس کا حکم غلط ہوگا جیسا کہ مسئلہ نمبر ۳۹ میں درج ہے۔

منہ غفر له

﴿فتویٰ نمبر 121﴾

سوال

ایک مکان زرخیز ہے۔ اپنے بھائی کو ملا سے فروخت کیا اور بیع نامہ میں (سوائے اصل الدین مکان متعلقہ مسجد فلاں) لکھا لیکن کوئی وقف نامہ نہ شرائط نہ مصارف تحریر کئے۔ مگر ارادہ ہے کہ اگر خدا وسعت دے تو مسجد کی خدمت اپنے پاس سے اور زمین مذکورہ کی آمدنی وغیرہ سے کروں گا اور ولایت خود رکھوں گا۔ اب اہل محلہ اور ممبران مسجد مجبور کرتے ہیں کہ اس کا روپیہ یعنی قیمت موصول ادا کرے تاکہ ہم مسجد میں لگا دیں یا کرایہ ملے۔ دے نہ شرائط ایسے موقع پر کیا حکم ہے جو حیل کی جاوے۔

الجواب

هو المصوب

وقف میں ضرورت تکمیل کی ہے خصوصاً جب کہ زمین کسی مسجد کو وقف کی جائے تو حوالہ متولی جب تک نہ کرے تو کامل نہ ہوگا (سنہ ۲۱۵ جامع الاکدام جلد اول دیکھو)

قال ابو جعفر وعليه الفتوى

(ترجمہ: امام ابو جعفر نے فرمایا اور اسی پر فتویٰ ہے)

اور یہاں فقہ واقف نے وقف نامہ لکھا اور نہ تصریح مصارف اور نہ اقرار کیا ہے، ہذا بلکہ آئندہ ارادہ ظاہر کیا ہے۔ اور زبردستی وقف نہیں ہو سکتا۔

اگر وقف ہی فرض کیا جائے تو مالک خود کو متولی قرار دیتا ہے بعدہ کسی کو حق نہیں ہے کہ اس سے علیحدہ کرے۔

جب تک اس سے خرقہ وغیرہ کی تفصیل نہ معلوم ہو کہ اس قدر آمدنی مسجد کے فلاں کام میں اور اس قدر اپنے رشتہ داروں کے واسطے مقرر کیا ہے یا سب مسجد میں اپنے آپ جمع کرتا رہوں گا۔ اور کسی محلہ دار یا

حاکم کو ہرگز حق نہیں ہے کہ صرف آئندہ ارادہ پر وقف جائز کر دیں جب تک کامل نہ ہو جاوے۔

☆ اور محلہ دار سخت لادین ہیں کہ جو وقف بھی قرار دیتے ہیں اور اس کی قیمت وقف سے لے کر مسجد میں حرام مال لگانا چاہتے ہیں۔ ☆ کیونکہ کہ وقف کا پتہ اور روپیہ لینا حرام ہے۔ اور مسجد میں اس کا لگانا سخت کبیرہ گناہ ہوگا اور محلہ داروں کو کوئی منصب دست اندازی کا نہیں ہے۔ جب تک تکمیل وقف وقف کی طرف سے نہ ہو جاوے اور کاغذ پر رجسٹری نہ کرواے۔ اور نکلا و اس کے ابھی اس نے مکانہ وقف کیا اور نہ حدود زمین کے نہ تصریح قبضہ نہ تفصیل خرچہ نہ بیان توثیق۔

غرض کہ یہ زمین وقف نہیں۔ اور مطالبہ لاپل محلہ کا بالکل غلط اور جہالت پر مبنی ہے۔ ہاں مالک کو فہمائش کریں کہ وعدہ پورا کرے تاکہ عند اللہ ماخوذ نہ ہو۔

واللہ اعلم وحکمہ احکم
کتبہ: المفتی الید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر..... 122﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں میوہل پورڈ نے ایک زمین پر بیت وقف کرنے کے مسلمانوں پر واسطے قبرستان کے خریدی ہے اور ابھی مسلمانوں کے سپرد نہیں کی۔ آیا بلا اجازت اور سپرد کرنے کے مسلمانوں کو اس میں کسی مسلمان کو دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل: انوار حسین چڑی مارٹولہ اکبر آباد
۲۰ شوال ۱۴۳۳ھ

الجواب

الحمد لله العلی الاعلی والصلاة والسلام على رسولہ المصطفی وآلہ المجتبی

اللهم رب زدنی علما

وقف بلا قبضہ دینے کے پورا نہیں ہوتا۔ کما فی الدر المختار

ولا یسم الوقف حتی یقبض لم یقل للمتولی لان تسلیم کل شیء بما یلیق بہ ففی

المسجد بالافراز!

(ترجمہ: وقف نام نہیں ہوتا جب تک قبضہ نہ ہو جائے۔ مصنف علیہ الرحمۃ نے یہ نہ فرمایا کہ جب تک متولی قبضہ نہ کر لے کیوں کہ ہر چیز کی ہر دنگی اس کے مال کے مناسب ہوتی ہے مسجد میں اس کی زمین کو جدا کر دینے سے وقف نام ہو جاتا ہے)

قال الشامی رحمۃ اللہ علیہ

قوله ففی المسجد بالافراز أى والصلاة فیہ وسیاتی و فی المغبرة بدفن واحد

قصاعد۱ باذنہ را۔

☆ (ترجمہ قولہ: مسجد میں اس کی زمین کو الگ کر دینے سے وقف نام ہو جاتا ہے۔ ☆ یعنی اس کے ساتھ ساتھ واقف کی اجازت سے اس میں نماز ادا کرنے سے۔ جس کی تفصیل عنقریب آ رہی ہے۔ ☆ قبرستان میں واقف کی اجازت سے ایک یا ایک سے زائد مردوں کے دفن ہونے (سے) وقف کامل ہو جاتا ہے) لہذا جب تک باجائزہ واقف یا وکیل واقف ایک یا کچھ زائد مردے اس میں دفن نہ کر دیے جاویں کسی مسلمان کو باجائزہ اس میں دفن کرنا جائز نہیں۔ غلط

حورہ: العبد المذنب رحمۃ ربہ بالتوفی

ابو محمد محمد دینار علی الجعدی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد

۶ اشوال ۱۴۳۳ھ



۱۔ رد المحتار جلد ۶ صفحہ ۳۸۱ مطبوعہ بیروت
۲۔ اسل سووہ میں ای طرح سوال ۲۰ ربیع اشوال ۱۴۳۳ھ اور جواب ۱۹ اشوال ۱۴۳۳ھ دیتے ہیں۔ ممکن ہے یہ اختلاف مسائل یا حضرت عجیب رحمۃ اللہ علیہ کی غلطی تھی یا غلط ہو۔

محمد طہم الدین علی مر

﴿فتویٰ نمبر 123﴾

سوال

ہم مقتدیانِ حبیب اسلام اور علمائے کرام سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ ماہرہ نے کچھ روپیہ کی وصیت کی اور زیہ سے کہا کہ اس روپیہ سے ایک مسجد بنوادیتا۔ زیہ نے اس روپیہ سے حسب وصیت مسجد تیار کرائی لیکن ضروریاتِ تعمیر کے لیے وہ روپیہ کافی ہوا اور کچھ روپیہ زیہ نے اپنے پاس سے لگا کر اس کی تعمیر کو تکمیل تک پہنچا دیا۔ مسجد کے صحن کے ملحق اس نے علیحدہ اپنی زمین پر چند دکاناں اپنے ذاتی مصرف سے بنوائیں اور ان پر وہ تاحینِ حیات قابض و متصرف رہا۔ کرایہ وغیرہ بھی خود وصول کرتا رہا اور انہیں نکلا واسلا کسی صورت میں بھی وقف نہیں کیا تو زیہ کے بعد اس کا لڑکا عمر و رہا ان دکانوں کا اقتدار مالک ہو گیا نہیں۔ اور کیا زیہ کے انتقال کے بعد بغیر کسی وصیت کے وہ جائیدادِ موروثی وقف میں شامل بھی جائے گی؟

سائل حاجی الحافظ حسین

الجواب

ظاہر ہے کہ بغیر وقف کئے ہوئے کسی کا مال کسی طرح وقف نہیں ہو سکتا تو الاحوال بعد انتقال زیہ کے مثل دینے مال جائیداد بعد اقدم علی الارث زیہ کے ورثان دکاناں کے بھی بحسب حصصِ حصصینِ شریعت مستحق ہوں گے۔ اور اگر بجز ایک بیٹے کی یا چند بیٹوں کے اور کوئی وارث نہیں ہے تو فقط بیٹے ہی کل مال و جائیداد اور ان دکاناں کے شرعا وارث ہوں گے۔ مسجد کے پاس مسجد سے ملحق اپنی ذاتی زمین بنانے سے وہ مکان بغیر وقف کئے ہوئے ہرگز وقف نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مسجد بھی بعد بنانے کے جب وقف ہوگی جب باقی مسجد اس کو اپنی ملک سے جدا کر کے عموماً نماز پڑھنے کی مسلمانوں کو اجازت دیے اور اس میں نماز پڑھنے لگیں کہ:

فی الدائم المختار :

ولا يتم الوقف حتى يقبض لم يقبل للموتولى لان تسليم كل شيء بما يليق به فففى

المسجد بالافرازوفی غیرہ بنصب العتولی و بتسلیمہ ایاہ ابن کمال ۱۔
 (ترجمہ: وقف کالی نہیں ہوتا جب تک اس پر قبضہ نہ ہو جائے۔ مصنف علیہ الرحمہ نے یہ نہ فرمایا کہ جب تک متولی
 اس پر قبضہ نہ کر لے کیوں کہ ہر چیز کی پردگی اس طرح ہوتی ہے جو اس کے مناسب ہو۔ مسجد میں پردگی اس کو
 اپنی دہر ملکیت سے علیحدہ کر دینے سے اور اس کے علاوہ باقی میں متولی مقرر کرنے اور وقف شدہ چیز اس کے
 حوالے کرنے سے وقف تام ہوگا)

قال الشامی :

قوله فقی المسجد بالافرازی والصلوة فیدر

(ترجمہ: صاحب درختار نے فرمایا کہ مسجد میں وقف تام اس وقت ہو جاتا ہے جب کہ اس کو اپنی دہر ملکوت کو زمین
 سے علیحدہ کر دیا جائے یعنی اس میں نماز بھی ادا کر لی جائے۔)
 ☆ اور علاوہ مسجد دہر مکانات و دکانات میں وقف صحیح ہوگا جب واقف وقف کر کے کسی کو متولی
 مقرر کر کے اس کے سپرد کر دے۔ اور تا وقتیکہ دوسروں کو متولی مقرر کر کے اس کے سپرد نہ کر دے اور خود متصرف
 رہے، ہو جب مہارت مذکورہ درختار وہ مکان یا دوکان کو تحریر یا زبانی وقف کر دی ملک واقف سے نہ نکلے گا۔
 اور بوجہ تام تمام رہنے وقف کے مالک مکان ہی اس کا مالک رہے گا۔ البتہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے
 نزدیک خود واقف ہی متولی ہو سکتا ہے۔ لہذا اگر وہ خود متولی رہتا چاہے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے
 نزدیک بحر وقف کر کے اپنی کل جائداد سے جدا کر کے نتیجہ تولیت قابض و متصرف رہتا بھی صحیح وقف کو
 کافی ہے۔

کما فی الشامی :

ان من شرط التسليم و هو محمد لم يصح تولية الواقف لنفسه و من صحبها و هو

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار جلد ۲، صفحہ ۳۱۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ رد المحتار جلد ۲، صفحہ ۳۱۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

أبو يوسف رحمه الله عليه لم يشترطه تأملًا

(ترجمہ: جس نے سپرد کرنے کو شکر قرار دیا اور وہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ہیں ان کے نزدیک وقف کرنے والے کا خود حوالی بننا درست نہیں۔ اور جس نے وقف کرنے والے کا خود حوالی درست قرار دیا ہے اور وہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ہیں انہوں نے اس کی شرط نہیں لگائی)

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ ارضوی النجفی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 124﴾

سوال

ملاو دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کیا فرماتے ہیں ایک پرانا وقف قبرستان ہے۔ جس میں اب صرف چند قبریں نظر آتی ہیں۔ اور بہت ممکن ہے کہ کچھ لمبی قبریں ہوں جو مٹی میں دب کرنا پڑے ہوگی ہوں۔ اس میں مدت سے مردے دفن نہیں ہوئے۔ چنگی سے وہاں دفن کرنے کی اجازت نہیں۔ اس قبرستان میں طلباء علوم دین کے لیے دارالافتاء یا مدرسہ جوانا جائز ہے یا نہیں؟ نمایاں قبروں کو یا تو چار دیواری کے ذریعہ محفوظ کر دیا جائے گا یا ان پر چھت قائم کر کے اس پر طلبہ کے درس یا قیام کے لیے جگہ جوادی جائے گی۔

۸ شوال ۱۴۳۶ھ

محمد شریف ساکن ملٹھوالہ آگرہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

اس قسم کے قبرستان میں قدیم سے کو اس میں نئے ان ایک قبر بھی باقی نہ رہے ہو جب روایت فتاویٰ عالمگیریہ مطلقاً نشانہ ناجائز علوم ہے۔ چنانچہ صفحہ ۴۵۳ جلد ۱۱ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے۔

مسئل هو (ای القاضی الامام شمس الانعمہ الاوزجندی رحمہ اللہ) ایضا عن المقبرۃ فی القرۃ اذا اندرست و لم یبق فیہا اثر الموتی ولا العظم ولا غیرہ هل یجوز زرعہا واستغلا لہا قال لا و لہا حکم المقبرۃ کذا فی المحيط فلو کان فیہا حشیش یحش و یرسل الی الدواب ولا ترسل الدواب فیہا کذا فی البحر الرائق۔

(ترجمہ: حضرت قاضی امام شمس الاعجاز جندی رحمۃ اللہ علیہ سے دیہات کے ایسے قبرستانوں کے بارے میں پو

چھا گیا جب وہ قدیم ہو جائیں ان میں مردوں کی نشانیاں اور بڑیاں وغیرہ نہ رہیں تو کیا ان میں کھیتی باڑی کرنا اور غلہ کاٹنا جائز ہے تو آپ نے فرمایا نہیں۔ ان کے لیے قبرستان کا حکم ہے۔ محیطہ ☆ اگر وہاں گھاس موجود ہو تو اسے کاٹ لیا جائے اور چوپایوں کی طرف بھیج دیا جائے۔ لیکن چوپایوں کو ان میں چرنے کے لیے نہ چھوڑا جائے گا۔ الخ (الرائق)

☆ البتہ ایک دو قبر ماضی میں جس کو قبرستان دائرہ یا مائٹیں کہہ سکتے یہ تعامل قدیم پایا جاتا ہے کہ ان کو مثل حجرہ کے چار دیواری یا گنبد میں دے کر اوپر مٹی مسجد بنوا دیا گیا ہے یا اتنی اونچی جگہ چار دیواری میں دے کر اس کے گرد اگر دھن مسجد بنوا دیا گیا ہے یا مکان قیام کا و مسافرین و طلبہ بخوادی گئی ہیں چنانچہ یہ امر جامع مسجد آگرہ سے اور مسجد وزیر خان واقع لاہور سے اور درگاہ حضرت سلیم چشتی رحمہ اللہ وغیرہ دیگر مقامات سے ظاہر ہے۔ بلکہ مالباروضہ جناب سرور عالم رحمہ اللہ بھی اسی مٹن مسجد کے اندر ہے جو بعد حضور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پہنچی اصلی پر زائد کیا گیا ہے قبرستان نامہ کا قیاس اس مقبرہ پر نہیں کر سکتے جس میں ایک دو قبر کے بعد لوگوں نے کسی جہ سے دفن کرنا چھوڑ دیا ہو اس واسطے کہ اس مقبرہ سے حکم قبرستان ہونے کا اٹھ جاتا ہے۔

چنانچہ صفحہ ۲۵ جلد ناسم بحر الرائق میں ہے۔

و فی الحائبة امرأة جعلت قطعة ارض مقبرة و اخر جنھا من یدھا و دفن فیھا ابنھا و
هذه الارض غیر صالحه للقبور لغلبة الماء علیھا قال الفقیه ابو جعفر رحمہ اللہ ان كانت
الارض بحال یرغب الناس عن دفن الموتی فیھا لفسادھا لم نصر مقبرة و كان للمرأة ان
تبعیھا و اذا باعت كان للمشتري ان یرفع المیت عنها او یامر برفع المیت عنها!

☆ (ترجمہ: فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک عورت نے زمین کے ایک ٹکڑے کو قبرستان بنایا۔ اسے اپنے قبضہ سے خارج کر دیا اور اس میں اپنے بیٹے کو دفن کر دیا۔ لیکن یہ زمین پانی کے غلبہ کے باعث قبر کے لیے مناسب نہیں ہے۔ حضرت فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا اگر زمین اس طرح کی ہو کہ لوگ اس کی خرابی کے باعث

مردے دفن کرنے سے اعراض کریں تو وہ قبرستان قرار نہ پائے گی۔ عورت کو حج مائل ہے کہ اسے فروخت کر دے اور جب وہ فروخت کر دے تو خریدار کو اختیار ہے کہ میت کو وہاں سے اٹھا کر کہیں اور منتقل کر دے یا وہاں سے میت کو اٹھا لینے کا حکم دے دے)

مالاں کہ ایک روایت کے دفن ہو جانے کے بعد وقف مقبرہ نام ہو جاتا ہے۔ اور ملک واقف سے نکل جاتا ہے۔ ^۱ ۲۵۳ بزار راوی میں ہے

و عند ابی یوسف رحمہ اللہ یزول ملکہ بالفقول کما هو اصلہ و اذا التسلیم عندہ لیس بشرط و الوقف لازم و فی فتاویٰ قاضی عان و ناعذ فی ذلک بقول ابی یوسف و عن محمد رحمہ اللہ اذا اسفی الناس من السفایة و سکوا الخان و الرباط و دفنوا فی المعفرۃ زال الملک لان التسلیم عندہ شرط و الشرط نسلیم نوعہ و ذلک بما ذکرنا و یکفی بالواحد بتعذر فعل الجنس کله!

(ترجمہ: امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف زبان سے وقف کہہ دینے سے مالک کی ملکیت زائل ہو جاتی ہے جس طرح کہ اس کی اصل ہے۔ کیوں کہ سپرداری ان کے نزدیک شرط نہیں اور وقف لازم ہو جاتا ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ اس سلسلہ میں حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول اختیار کرتے ہیں۔ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب لوگوں نے بتکل سے پانی بھرا مرائے اور باد میں ٹھہرے اور قبرستان میں مردوں کو دفن کر دیا تو مالک کی ملکیت زائل ہو جائے گی۔ کیوں کہ سپرداری ان کے نزدیک شرط ہے۔ اور شرط اس کی فوج کی سپرداری ہے۔ اور یہ ان امور سے ہوتی ہے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور ایک شخص کا فضل یعنی پانی بھرا ٹھہرنا اور مردہ دفن کرنا کافی ہے کیوں کہ ساری جنس کا فضل مشکل ہے)

اور مقبرہ دائرہ کی نسبت روایت فتاویٰ عالمگیریہ جو بہت مفصل ہے گزری چکی۔ مگر صاحب بحر بھی اس روایت مذکورہ کے اوپر اس طرح تحریر فرماتے ہیں:-

ولا يجوز لاهل القرية الانتفاع بالمقبرة الدائرة فلو كان فيها حشيش يحش و
يرسل الى الدواب ولا ترسل الدواب فيها.

☆ (ترجمہ: مئے ہوئے قبرستان سے گاؤں والوں کو قطع اٹھانا جائز نہیں ہے۔ اگر وہاں گھاس ہو تو اسے کاٹ لیا
جائے اور چوپایوں کی طرف بھیج دیا جائے لیکن چوپایوں کو اس میں نہ چھوڑا جائے)

حروہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی رحمۃ اللہ علیہ

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 125﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ تو ہم ہندو کچھ روپیہ مسجد میں دے اور یہ کہہ کر دے کہ میں اپنی نوکری میں سے دیتا ہوں اس کا روپیہ مسجد میں لایا جائے یا نہیں اور وہ شخص ملازم ہو۔

سائل محمد حسین

پیش امام مسجد راجہ بازار

مادھونگ باندھوئی سناور

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم۔

اللهم رب زدنی علماً

☆ ہندو کے روپیہ سے جو مسجد بنائی جائے خواہ وہ تجارت یا کسی پیشہ کے ذریعہ سے حاصل کیا ہو یا بذریعہ نوکری اس کو مسجد کا حکم نہیں دیتا۔

☆ علاوہ یہ اس کے روپیہ سے ہمارا قانون ’ہنگمے‘ مسجد کے کوئی یا قلمی وغیرہ میں خرچ کر دیا جائے کچھ مضائقہ نہیں جائز ہے۔

حورہ

العبد الراجی رحمۃ ربہ الفتوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی الحنفی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 126﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے مسجد عظمہ میں ٹائم نہیں یعنی گھڑی خورد عند اللہ دی اور سپرد متولی کر دی۔ اس کا استعمال عرصہ تک رہا۔ مہتمم مسجد نے بعد پرانے اور ست ہونے کے اور خوف اس امر کے کہ کبھی یہ مسجد میں رہ جائے اور چوری چلی جائے اس کو ہمہ جہ مناسب فروخت کر کے اس میں مزید رقم شامل کر کے ۱۵ روپیہ کا کاکا لکھائی گھڑی نکالاں بنا کر استعمال مسجد متذکرہ خریدی ہے۔ اب وہ شخص جس نے کٹا ٹم نہیں مذکور دی تھی واپس چاہتا ہے۔ لہذا اندریں صورت وہ شخص گھڑی خورد متذکرہ کی واپسی کا استحقاق بموجب شرع شریف رکھتا ہے یا کیا؟ بینوا تو جو روا

اولاد حسین

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

اللھم رب زدنی علما

بعد صحبت وقف اور سپرد کر دینے کسی متوفی کے متولی کو وقف پھر واپس نہیں لے سکتا اس واسطے کہ وقف بعد التسليم الى المتولی لازم ہوتا ہے اور ملک وقف سے خارج ہوتا ہے۔
فی الدر المختار فی صفحہ ۳۹۹ من الجزء الثالث

ولا یتم الوقف حتی یفیض ولم یقل للمتولی لا نسلم کل شیء بما یلیق بہ ففی المسجد بالافراز و فی غیرہ بنصب المتولی وتسليمه ایاہ ابن کمالؒ

(ترجمہ: وقف نام اس وقت ہوتا ہے جب وقف قبضہ دے دے۔ صاحب تحویر الابصار نے یہ نہ فرمایا کہ جب متولی کو قبضہ دے تو وقف نام تب ہوتا ہے کیونکہ ہر شے کی سپردگی اس طرح ہوتی جو اس کے حال کے لائق

ہو۔ مسجد میں پیردگی اپنی جائداد سے الگ کرنے کے ساتھ ہوتی ہے لیکن اس کے علاوہ اور اشیاء کے وقف میں وقف اس وقت تام ہوگا جب وقف کنندہ متولی مقرر کرے اور موقوف شے اس کے سپرد کر دے۔ (سن کمال)

وفی صفحة ۴۰۲

فاذا تم ولزم لا یملک!

☆ (ترجمہ: جب وقف تام ہو جائے اور لازم ہو جائے تو وقف اس کا مالک نہیں ہے)

قال الشامی :

قوله لا یملک ای لا یكون مملوکا لصاحبه ولا یملک ای لا یقبل التملیک

لغيره بالبيع ونحوه لاستحالة تملیک الخارج عن ملکہ

(ترجمہ: قولہ: وقف مملوک نہیں ہوتا یعنی نہ تو وہ وقف کنندہ کی ملک میں رہتا ہے اور نہ ہی اسے کسی اور کی ملک میں دیا جاسکتا ہے مثلاً فروخت کر کے یا کسی اور طریقہ سے۔ کیوں کہ جو چیز کسی کی ملکیت سے خارج ہے اس پر کسی اور کو مالک بنانا محال ہے)

☆ مگر عند الضرورت اگر متولی باذن وقف یا خود وقف جب وہ شے موقوفہ پر اپنی ہو جائے اور خراب یا اس کی حاجت نہ رہے اور اس کو کوچ کر اس کی قیمت سے اس سے عمدہ چیز خرید کر بجائے اس شے موقوفہ کے رکھ دے تو باحق جائز ہے۔ چنانچہ صفحہ ۷۷۷ اسعاف میں ہے۔

و ان بلیت المحصر کان له (ای للواقف) ان یبعتها و یشتري بضمنها حصیرا آخر

وهكذا الحکم لو اشتری قنديلًا ونحوه للمسجد واستغنی عنه ۲

(ترجمہ: اگر پٹائی پر اپنی ہو جائے تو وقف کنندہ کو اسے فروخت کر کے اس کی قیمت سے اور پٹائی خریدنے کا حق ہے۔ یہی حکم اس صورت میں ہے جب کہ مسجد کے لیے قنديل یا اس کی مانند کوئی اور چیز خریدی۔)

اور صفحہ ۲۵۲ جلد خاکس بحر میں ہے

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار جلد ۶ صفحہ ۴۲۱ دار التراث العربی بیروت

۲۔ الاسعاف فی حکم الاوقاف صفحہ مطبوعہ

و فی الخاتمة رجل بسط بما له حصيرا للمسجد فخرّب المسجد ووقع الاستثناء عنه فان ذلك يكون له ان كان حيا ولورثه ان كان ميتا و ان بلى ذلك كان له ان يبيع ويشترى بشئنه حصيرا آخر و كذا لو اشترى حشيشا او قد يلا للمسجد^۱

(ترجمہ: کسی شخص نے مسجد کے لیے اپنے مال سے چٹائی خرید کر بچھائی پھر مسجد ویران ہو گئی اور اس چٹائی کی ضرورت نہ رہی تو یہ چٹائی اس بچھانے والے کی ہو گئی اگر وہ زندہ ہے اور اگر وہ مر چکا ہو تو اس کے ورثہ کی ہے۔ اور اگر وہ چٹائی بوسیدہ ہو جائے تو اسے فروخت کر کے دوسری چٹائی خریدنے کا حق حاصل ہے۔ اور اسی طرح حکم ہے اگر اس نے مسجد کے لیے گھاس یا قندیل خریدی ہو)

چنانچہ سوال مذکور میں ایسی صورت ہے کہ گھنڈ کی ضرورت باقی ہے اور اس سے استثناء نہیں ہے مگر پورا نہ ہونے کی وجہ سے اس کو کچ کر دوسرے کے خریدنے کی ضرورت واقع ہوئی ہے۔ لہذا عند المبیع اگر واقف راضی تھا اور اب طلب کرتا ہے۔ بائع اس کو کچ کر نیا خریدنا جائز تھا اور جائز ہے۔ اور واقف کو اب کسی طرح حق نزاع حاصل نہیں۔ اور اگر واقف اول سے ناراض تھا اور نہ متولی کو عند الوقف بوقت ضرورت مراد نہ عرفا نہ ذالک اختیار تصرف واقف کی طرف سے حاصل تھا اور نہ پھر متولی نے پیو یہ ضرورت اور خوف تلف وقف چ دیا اس کے ساتھ اور قیمت ملا کر اس سے بہتر خرید کر دکھ دیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک تو صحیح یہی ہے کہ متولی کو حق بھی حاصل تھا چنانچہ صفحہ ۲۵۱ جلد ناسخ بحر میں ہے۔

اما الحصر والقنا دہل فالصحيح من مذهب ابی یوسف انه لا يعود الى ملك

متخذہ بل يعود الى مسجد آخر او يبيعه قيم المسجد للمسجد^۲

(ترجمہ: چٹائیوں اور قدیلوں کے بارے میں حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ وقف کنندہ کی ملکیت میں واپس نہیں آتے بلکہ کسی اور مسجد میں منتقل کر دیا جائے گا یا مسجد کا متولی انہیں اسی مسجد کے لیے فروخت کر دے گا)

۱۔	البحر الرائق شرح كنز الدقائق	جلد ۵ صفحہ ۲۷۳	دار المعرفۃ بیروت
۲۔	البحر الرائق شرح كنز الدقائق	جلد ۵ صفحہ ۲۷۲	دار المعرفۃ بیروت

اور امام محمد رحمہ اللہ سے اگرچہ ایک روایت یہی ہے کہ پرانہ ہو جانے سے پوریہ وغیرہ آلات مسجد ملک واقف ہو جاتی ہیں۔ لہذا بدوں اذن واقفۃ آلات و سامان مسجد کو متولی نہیں چل سکتا۔ مگر دوسری روایت امام محمد رحمہ اللہ سے بھی علاوہ اینٹ پتھر سامان بنا مسجد کے دوسرے مسلمان بندہ پوریہ کی نسبت مثل قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ ہے۔

چنانچہ صفحہ ۲۰۳ جلد ناس بحر الرائق میں ہے:

فی المختار اذا وقف جنازة او نعشا او مخصلا وهو التور العظيم في محلة خربت المحلة ولم يبق اهلها قالوا لا نرد الى ورثة الواقف بل تحول الى محلة اخرى اقرب الى هذه المحلة فارقوا بين هذا وبين المسجد اذا خرب ما حوله على قول محمد يصير ميراثا لان المسجد مما لا ينقل الى مكان آخر وهذه الاشياء مما تنقل!

☆ (ترجمہ: جس نے میت کو اٹھانے کا تاہوت یا مردہ کو نہلانے کا تخت یا غسل دینے کا مقام جو کہ بڑا مرتبہ ہوتا ہے کسی محلہ میں وقف کیا۔ محلہ حیران ہو گیا اور وہاں کے رہنے والے باقی نہ رہے تو ملائے کرام نے فرمایا یہ وقف کردہ اشیاء واقف کے درجہ کو واپس نہ لٹائی جائیں گی بلکہ اس محلہ کے سب سے قریبی محلہ میں منتقل کر دی جائیں گی۔ امام محمدؒ کے نزدیک جب مسجد کے ارد گرد آبادی حیران ہو جائے تو مسجد کی وہ جگہ واقف کے درجہ کے لیے میراث بن جاتی ہے۔ ملائے کرام نے مسجد کی جگہ اور وقفہ کو دھوا اشیاء کے حکم میں فرق کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ مسجد کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جاسکتا لیکن یہ اشیاء یا ایک مقام سے دوسرے مقام تک منتقل کی جاسکتی ہیں)

اور امام ابن ہمام رحمہ اللہ نے فتح القدیر میں یہ پوریہ کو بھی اسی حکم میں رکھا ہے اور اس قیاس ابن ہمام کی جو صلابہ بحر نے مخالفت کی ہے علامہ شامی رحمہ اللہ نے بدلیل اس کو رد کر دیا ہے لہذا ابوجب قول عائنی امام محمد رحمہ اللہ بھی فعلی متولی صحیح ہے۔ لیکن بشرط روایت اولی امام محمد رحمہ اللہ متولی علیہ کو مناسب ہے کہ جس طرح ہو سکے واقف کو اپنے فعل پر راضی کرے تاکہ محل اختلاف مطلقاً باقی نہ رہے۔

حرفہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دیر اعلیٰ النجفی النجفی فی جامع اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر — 127﴾

سوال

ایک جگہ درخت پھیل تھا اس میں ہندو پرستش کرتے ہیں۔ اس کے نیچے سے مسجد برآمد ہوئی ہم لوگ اس میں نماز پڑھتے ہیں۔ شرعاً کیا نیک ہے؟

سائلین: نمازیں مسجد حرم بخش کجھری

۲۲ اپریل: ۱۹۶۲ء

الجواب

هو المصوب

ان مسلمانوں کو بڑا ثواب ہے جنہوں نے اس مسجد قدیم کو مسجد قائم کیا ہے۔ اللہ فرماتا ہے۔

اتما يعمر مساجد الله من امن بالله واليوم الآخر

(ترجمہ: حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور آخری دن (روز قیامت) پر ایمان رکھتے ہیں)

حورہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ عفی عنہ



﴿فتویٰ نمبر..... 128﴾

سوال

کیا زیہ زہر مسجد صحیح مسجد میں ایسی کوئی کوٹھڑی بنا سکتا ہے کہ جس میں آدمی سکونت کر سکے؟ اگرچہ وہ مسجد کے فائدہ کی غرض سے ہو کہ جس میں یہ احتمال کسی وقت میں ہونا ممکن ہے کہ اوپر نماز ہو رہی ہے اور زہر مسجد شراب خواری خواہ فعلی زنا وغیرہ ہو۔ پس ایسی دورانہ پیشی خیال کر کے شریعت شریف زہر مسجد کی کوٹھڑی وغیرہ بنانے کا حکم دے سکتی ہے یا نہیں؟ مع نام کتاب و صفحہ سے آگاہی ہر سر سوالات کے فرمائیے۔

الجواب

☆ مسجد یا صحیح مسجد کے نیچے یا اوپر وقف بناؤ مسجد اگر خود مسجد بنا کر وقف کرنے والا کوئی حجرہ یا مکان سامان مسجد رکھنے کو یا امام کے رہنے کو بنا دے جائز ہے۔ مگر بعد وقف کر دینے مسجد کے اگر خود وقف بھی مسجد کے یا صحیح مسجد کے نیچے یا اوپر امام کے رہنے کو بھی اگر مکان یا حجرہ بنا دے جائز نہیں۔

کما فی البحر فی صفحہ ۲۵۱

انه لو بنى بيتا على سطح المسجد لسكنى الامام فإنه لا يضر فى كونه مسجدا لانه من المصالح فان قلت لو جعل مسجدا ثم اراد ان بنى فوقه بيتا للامام او غيره هل له ذلك قلت قال فى التار حناية اذا بنى مسجدا و بنى غرفة و هو فى يده فله ذلك و ان كان بنى و على بينه و بين الناس ثم جاء بعد ذلك يبنى لا يتركه و فى جامع الفتاوى اذا قال عيت ذالك فإنه لا يصدق فاذا كان هذا فى الواقع فكيف بغيره!

(ترجمہ: بانی مسجد نے اگر مسجد کی محبت پر امام کی رہائش کے لیے گھر بنایا تو اس سے اس کے مسجد ہونے کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ کیونکہ مصالح مسجد میں داخل ہے۔ اگر تم پوچھو کہ بانی نے مسجد کو مسجد قرار دے دیا پھر اس نے چاہا کہ امام کے لیے یا کسی اور غرض کے لیے گھر بنائے کیا اسے ایسا کرنے کی اجازت ہے؟ میں کہتا ہوں کہ

فتاویٰ تاتاریہ میں ہے کہ جب بانی نے مسجد بنائی ابھی وہ اس کے قبضہ میں تھی کہ اس نے اس کے اوپر کمرہ بنایا تو اسے اجازت ہے۔ اور جب وہ مسجد بنا چکا اور اپنا قبضہ چھوڑ کر اسے لوگوں کے سپرد کر دیا پھر آیا تاکہ اوپر مکان تعمیر کرے تو اسے اس کی اجازت نہ دی جائے گی۔ اور جامع الفتاویٰ میں ہے کہ اگر بانی کہے کہ میرا پہلے سے یہ ارادہ تھا تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ یہ حکم مسجد کو وقف کرنے والے کا ہے اور اوروں کو کیسے اجازت ہو سکتی ہے۔

اور اگر خوفِ بے ادبی اور اہانتِ مسجد ہو جیسا کہ صورتِ سوال سے ظاہر ہے ہرگز جائز نہیں۔ اس واسطے کہ مسجد کی زمین تحتِ اہری سے آسمان تک باعتبارِ ادب و تعظیم حکمِ مسجدی کار کھتی ہے۔ جو امور مسجد میں جائز نہیں ہیں وہ نہ مسجد کے اوپر جائز نہ مسجد کے نیچے جائز۔

کما فی الدر المختار :

و كره نهحرىما الوطوء فوقه والبول والتغوط لانه مسجد الى عنان السماء ۱

☆ (ترجمہ: مسجد کی چھت پر بھاج کرنا، پیٹنا اور پانا نہ پھرنا مکروہ تحریمی ہے۔ کیونکہ یہ زمین سے لے کر آسمانوں تک مسجد ہے۔)

قال الشامي رحمه الله في صفحة ۳۸۵ من الجزء الاول رد المختار المصري

قوله الى عنان السماء وكذا الى تحت الثرى كما في البيروني عن الاسيبهاني ۲

(ترجمہ: قولہ: یہ زمین سے آسمانوں تک مسجد ہے۔ یونہی یہ جگہ تحتِ اہری تک مسجد ہے۔ البیرونی میں استیجابی سے اسی طرح منقول ہے۔)

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ الفتوی

محمد دینار علی الرضوی مفتی جامع مسجد اکبر آباد



۱۔ الدر المختار مع رد المختار:	جلد ۲ صفحہ ۳۷۰	دار احیاء العربی بیروت
۲۔ رد المختار:	جلد ۲ صفحہ ۳۷۰	دار احیاء العربی بیروت

﴿فتویٰ نمبر 129﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد قدیم از سر نو تعمیر کرائی جائے اور بعض حصہ یا کل از سر نو تعمیر ہو سکے پیچھے سرسردکانا ت کرایہ چلانے کو بخوائی جائیں جیسا کہ بالفعل مسجد دولہ شاہ متصل کالامحل آگرہ از سر نو تعمیر کرائی جا رہی ہے جس کا تعلق ممبر صاحبان لوکل انجیسوں سے ہے۔ آیا یہ حق متولی مسجد کو ہے یا نہیں؟ اور اگر نئی مسجد اس طرح بخوائی جائے تو اس کا سارا نیچہ کا حصہ کرایہ کے مکان یا دوکانوں کا رہے۔ اس کی آمدنی مسجدی کے واسطے تعلق کی جائے تو اس مسجد کو مسجد کا حکم ہوگا یا نہیں؟

۲۷ صفر

حاجی الدین دولہ شاہ آگرہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

فتاویٰ عالمگیری ج ۲۹ ص ۴۴ جلد ۱۱ فی میں ہے

قیسم المسجد لا يجوز له ان ينسب حوائث فی حد المسجد أو فی فئانہ لان المسجد اذا جعل حائوثا أو مسکنا تسقط حرمتہ وهذا لا يجوز والفناء تبع المسجد فيكون حکمہ حکم المسجد کذا فی المحيط السرخسی ۱۔
(ترجمہ: مسجد کے متولی کے لیے مسجد یا اس کے فناء میں دکانیں تعمیر کرنا درست نہیں۔ کیوں کہ مسجد کو جب دکان یا سکونت کا مکان بنالیا جائے تو اس کی عزت و حرمت ختم ہو جاتی ہے۔ اور یہ جائز نہیں ہے۔ اور فناء مسجد مسجد کے تابع ہوتی ہے اس کا حکم بھی وہی ہے جو مسجد کا ہے۔ محیط سرخسی)

یعنی عیدِ سرخی میں ہے کہ ختمِ مسجد کو مسجد اور قباہ مسجد کی حد میں دوکان یا مکان سکونت بنوانا ہرگز جائز نہیں اس واسطے کہ اس سے حرمت مسجد ساقط ہو جائے گی۔

اور اس سے زیادہ صریح صفحہ ۴۴۳ میں مطلقاً باقاعدہ ختمِ مسجد اور باقی دو وقف اس طرح لکھا ہے۔

اذا اراد انسان ان يتخذ تحت المسجد حوانيت غلة لعمرة المسجد او فوقه ليس

له ذالك كذا في الذخيرة ۱

(ترجمہ: اگر کوئی شخص مسجد کے نیچے یا اوپر دکانیں بنائے تاکہ مسجد کی مرمت کے لیے آمدنی کا ذریعہ ہو تو اسے ایسا کرنے کا حق نہیں ہے۔ ذخیرہ)

یعنی بغرض انتظامِ مرمتِ مسجد آمدنی مسجد کی واسطے اگر کوئی شخص مسجد کے نیچے یا اوپر دکانیں بنادے یہ حق کسی کو حاصل نہیں ہے اور بایں ہمارے اگر کوئی باقی مسجد مسجد کے نیچے یا اوپر مکان سکونت بغرض کرایہ یا دکانیں بنوادے (اور اس کے اوپر یا نیچے کے مکان کو اپنی ملکیت میں رکھے) اور وقف کر کے اس کا راستہ بھی جدا کر دے اور اس (مسجد) کو اپنی ملک سے جدا بھی کر دے تو اس مسجد کو مکمل مسجد نہیں یہاں تک کہ وہ اس کو بیچ کر سکا ہے اور اس کے عوض کو بطریقِ وراثت پہنچ سکتی ہے۔

چنانچہ بحوالہ ہدایہ جلد ۳ فی فتاویٰ مالکیہ یہ کے صفحہ ۴۴۳ میں ہے:

ومن جعل مسجداً تحته سرداب او فوقه بیت وجعل باب المسجد الى الطريق

وعزله فله ان يبيعه وان مات يورث عه ۲

(ترجمہ: جس شخص نے مسجد بنائی لیکن اس کے نیچے (اپنی ملکیت پر قرار رکھ کر) تہ نہانیا اس کے اوپر گھر بنایا اور مسجد کا دروازہ (سام) راستہ کی طرف بنادیا اور اس کو علیحدہ بھی کر دیا تو اس کو حق حاصل ہے کہ اس کو بیچ دے۔ اور اگر مر جائے گا تو مسجد کی وہ جگہ اس کی میراث قرار پائے گی)

۱۔	فتاویٰ العالم گبریه	جلد ثانی صفحہ ۳۵۵	مطبوعہ مصر
۲۔	فتاویٰ العالم گبریه	جلد ثانی صفحہ ۳۶۲	مطبوعہ مصر

ہاں اگر سرداب بضر مصالح مسجد یعنی مسجد کے سامان کے واسطے مثل سرداب بیت المقدس کے بنا کر وقف کیا ہے بلا شک جائز ہے۔

چنانچہ اس صنف میں ہے:

و لو كان السرداب لمصالح المسجد جاز كما في مسجد بيت المقدس كذا

فی الہدایۃ ۱۰

(ترجمہ: اگر تہ خانہ مسجد کی مصلحتوں کے لیے، جو جائز ہے جیسا کہ بیت المقدس کی مسجد میں ہے) ۲۰ حفظ

حضور: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دیوبند اعلیٰ مفتی

جامع مسجد اکبر آباد



۱۰ الفتاویٰ العالمگیریہ جلد ثانی صفحہ ۳۵۵ مطبوعہ مصر

۲۰ واضح رہے کہ یہ تہ خانہ اس جگہ کو مسجد قرار دینے سے پہلے بنایا جاسکتا ہے مسجد قرار دینے کے بعد تہ خانہ بنایا اور گھر بنایا جائز نہیں۔ اگرچہ مسجد کے مصالح کے لیے جو یکن مسجد کے نیچے تہ خانہ بنایا اور مسجد بنایا جاسکتا ہے۔

مرتب علیٰ حق

﴿فتویٰ نمبر..... 130﴾

سوال

حبسوا اختیار جناب حکیم حیات خان صاحب ممبر لیکل کمیٹی اکبر آباد پربت وقف امکنہ منہدم
وقف برائے مسجد ہنڈی حدنگ۔

۲۸ جنوری ۱۹۹۱ء

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علما

اگر یہ زمین یا مکان موقوفہ مسجد ہنڈی تنگ پھرنے والی زمین یا مکان ہے جس کو وقف نے مسجد پر
وقف کیا تھا اور یہ وقف امر اولیٰ و ملاطین سے نہیں ہے مثل اوقاف جامع مسجد کے بلکہ اپنے مال مملوکہ سے کسی نے
وقف کیا تھا تو بلاشبہ اس کا چھٹانا جائز ہے۔ ہذا اور اگر آمدنی وقف سے کوئی زمین یا مکان خریدا ہوا ہے
ہذا یا بھی مکان موقوفہ منہدم ہو گیا ہے اور اس کو آباد کرنا اور بٹانا اس کی زمین کو کرایہ پر چاہنا محذور و غیر ممکن
ہے (تو) بلاشبہ متولین مسجد حکم قاضی اس کو چھ کر اس سے دوسری زمین یا مکان کا آمدن مسجد خریدا جاسکتے ہیں۔
چنانچہ صفحہ ۴۱۸ جلد ۱ لکھائی میں ہے

قال هشام سمعت محمدا يقول الوقف اذا صار بحيث لا ينتفع به المساكين

قلل قاضی ان یبعه و یشری بشئ غیره و لیس ذلک الا للفاظی۔^۱

(ترجمہ: امام ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ وہ فرما رہے
تھے کہ جب وقف کی حالت ایسی ہو جائے کہ مسکین اس سے نفع نہ حاصل کر سکیں تو قاضی کو اختیار ہے کہ

۱۔ فتاویٰ کے دفتروں میں اس حدیث میں ہے۔

۲۔ رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۴۱۸ مکتبہ و شبلیہ کوئٹہ

اسے فروخت کر دے اور اسی کی قیمت سے اس کے علاوہ اور خرچہ لے۔ قاضی کے سوا کسی اور کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے۔

و ایضا فیہ فی صفحہ ۳۱۹

واعلم ان عدم جواز بیعہ (ای بیع الوقف) اذا تعذر الانتفاع به انما هو فيما ورد عليه وقف الواقف اما اذا اشتراه المتولى من مستغلات الوقف فانه يجوز بيعه بلا هذا الشرط لان فی صبر و رتہ وقفا خلافاً والمختار انه لا يكون وقفاً فللغلب ان بیعہ متی شاء لمصلحة عرطت و سنائی المسئلة فی الفصل الاتی متاراً۔

(ترجمہ: وقف کی چیز کو فروخت کرنے کا عدم واز جب کہ اس سے نفع حاصل کرنا ممکن نہ رہے صرف اس صورت میں ہے جب کہ وقف کرنے والے نے اسے وقف کیا ہو۔ لیکن اگر وقف کی آمدنیوں سے اسے خرچہ اتوا اس کا فروخت کرنا جائز ہے۔ اس میں قاضی کے ہونے وغیرہ کی کوئی شرط نہیں۔ کیونکہ ایسی خرچہ کردہ چیز کے وقف ہونے میں اختلاف ہے۔ مختار یہ ہے کہ یہ وقف نہیں ہے۔ لہذا متولی جب چاہے مصلحت پیش آنے کی صورت میں فروخت کر سکتا ہے۔ یہ مسئلہ اگلی فصل میں متن کے اندر آ رہا ہے)

حورہ العبداء الراجی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دیہ ارطی الرضوی النحوی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 131﴾

سوال

ایک طوائف کی طرف سے فراہمی نے مسجد بنوادی اور وہ اس کے سامنے مدفون ہے۔ اس مسجد میں نماز نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں نے چھوڑ دیا ہے۔ اور فراہمی نے اقباضہ مسلمان دے دی تھی۔ اب تک کی زمین ہندو نے لی ہے مسجد کو بھی وہ کھودے گا لہذا اب حکم شرع شریف کیا ہے۔

سائل: حافظ گلپہ

پتک منڈی فروری ۱۹۱۶ء

الجواب

نماز اس مسجد میں ہو جائے گی مگر ثواب مسجد نہ ہوگا اور جب کہ مسجد کو قبضہ مسلمانوں میں دے دی ہے۔ تو پھر اس کو کھودنے کی اجازت نہیں ہے۔ خود مسلمان انتظام کریں۔ اور اپنے روپیہ سے بنوادیں اور اس کے اٹا شے کفر و نیت کر کے قرض ادا کر دیں تاکہ مسجد کا ثواب بھی ہو جائے۔ واللہ اعلم وحکما حکم۔

مکتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر 132﴾

سوال

مہر کی قیمت کے لیے ریزی کچھ دینا چاہئے تو اس کام کو سٹاپ کیا جائے یا نہیں؟ بیٹو! تو جروا
سائل: ریاست لال ٹر شلوع بلاس پور
۲۵ نومبر ۱۹۸۵ء

الاجواب

وهو الصواب للحق والصواب

ریزی کا روپیہ مہر میں لگانا جائز نہیں ہے۔

☆ لأن حلوان الكاهن ومهر البغی ليس بطیب ۱

(ترجمہ: کیوں کہ کاهن کی مزدوری اور بدکار زانی عورت کا مہر پاکیزہ نہیں ہے)

واللہ اعلم بالصواب

ماہر محمد رمضان عثمانی

مفتی واعظ جامع مسجد آگرہ

۲۶ نومبر ۱۹۸۵ء



۱۔ صحیح البخاری: حدیث رقم: ۲۴۸۲ صفحہ ۳۳۸ مطبوعہ: مکتبہ دار السلام ریاض میں ہے

☆ ان رسول اللہ ﷺ نہیں ہن ثمن الکلب ومهر البغی وحلوان الکاهن

بکھاتا ہے رقم ۲۴۲۷ کے ہیں اور اس کے قریب بکھاتا ہے رقم ۵۴۳۶ اور ۵۷۶۱ کے ہیں۔

﴿فتویٰ نمبر.....133﴾

سوال

علمائے دین فقہیان شرعیین درج ذیل صورت حال کے بارہ میں از روئے شرع کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ یہ ریاست لال گڑھ کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں ہندو راجہ بہادر ہیں۔ کال الاختیار ہیں۔ پھانسی وغیرہ کا اختیار بھی حاصل ہے۔ نہایت غلیظ و فحش الصدور ہیں۔ اس پستی میں ہندو زیادہ مسلمان کم ہیں۔ دو مسجدیں یہاں ہیں۔ ایک پختہ دوسری نام۔ سندھ حال میں نام مسجد کو پختہ بنانے کا دہلی اسلام ارادہ کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پورا کرے۔ اس کام کے واسطے مبلغ آٹھ سو روپے جمع ہیں۔ قریب بارہ سو کے تخمینہ کیا گیا ہے۔ اس میں چندہ کیا جائے گا اس چندہ میں اگر مہاراجہ صاحب کچھ امداد کریں تو مسجد میں خرچ کر سکتے ہیں یا کیا؟ یا کوئی اور ہندو بھی دینا چاہے تو اس کو لینا چاہیے یا نہیں؟ بہنو انوجروا

سائل: حاجی عبداللہ سوداگر۔

ریاست لال گڑھ ضلع بلاس پور

۲۵ نومبر ۱۹۱۵ء

الجواب

وہو الملهم للحق والصواب

چندہ مسجد میں سوائے اہل اسلام اور کسی کا نہ لگائیں گے۔ ہاں اگر کوئی غیر مذہب مسلمانوں کو روپیہ سید کے طور پر دے دے اور وہ مسلمان اپنی طرف سے مسجد میں لگا دیں تو جائز ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

ماہر محمد رمضان علی عنہ مفتی واعظ جامع مسجد آگرہ

۲۶ نومبر ۱۹۱۵ء



﴿فتویٰ نمبر ۱۳۴﴾

سوال

مسجد کی تعمیر میں جو سامان لگایا جائے اس کو ہندو لوگ نفی یا کفایت سے دنیا چاہیں تو خرید سکتے ہیں یا بازار بھاؤ جیسا کہ عام لوگ خرید کرتے ہیں۔ بینوا و تنو جروا

سائل: حاجی عبداللہ

سوداگر ریاست لال گڑھ

ضلع باس پور

۲۵ نومبر ۱۹۱۵ء

الجواب

وہو الملہم للحق والصوب

ہندو سے خریدنا جائز ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

ماہِ محمد رمضان عفی عنہ

مفتی واعظ جامع مسجد آگرہ

مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۱۵ء



﴿فتویٰ نمبر — 135﴾

سوال

ماقولکم رحمکم اللہ دریں مسئلہ ایک کہنہ مسجد جو بالکل منہدم اور ویران ہے اس کے اہانت پتھر وغیرہ سے دوسرے شہر یا قصبہ میں دوسری مسجد بنانا یا پتھر وہاں سے اس دوسری مسجد کے لئے اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟۔ یہ امر بھی واضح رہے کہ مسجد شکستہ کے قریب ایک اور ایسی مسجد ہے اور وہ بھی نمازیوں سے خالی ہے۔
سائل: واجد علی ساکن محلہ پنکاپور
۸ شوال ۱۳۳۳ھ

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

رب زدنی علما

اگر مسجد شہر آباد میں دوسری مسجد غیر آباد کے اہانت پتھر وغیرہ سے مسلمان کے تکلف ہونے کا اور لوگوں نے اس کو ذکر کیا اس کے علاوہ مسلمان اہانت پتھر وغیرہ کو لے جا کر اپنے مکانوں میں لگانے کا خوف نہ ہو جب تو بقول مفتی پاس کی کسی چیز اہانت پتھر وغیرہ سے دوسری مسجد میں لگانا اور اس سے دوسری مسجد بنانا جائز نہیں۔
کما فی الدر المختار:

و لو خرب ما حوله و استغنی عنه یبقی عند الامام و النانی ابداً الی قیام الساعة و بہ

یفنی حاوی قدسی را

(ترجمہ: اگر مسجد کے ارد گرد آبادی ویران ہو جائے اور اس کی ضرورت نہ رہے تو بھی وہ جگہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قیامت کے پانے تک مسجد ہی رہے گی اور فتویٰ اسی پر ہے "حاوی قدسی")

قال الشامي :

قوله (عند الامام والثاني) فلا يعود ميراثا ولا يجوز نقله ونقل ماله الى مسجد آخر سواء كانوا يصلون فيه او لا و هو الفتوى حاوی قدسی و اکثر المشايخ عليه مجتبی و هو الاوجه فتح را

(ترجمہ: صاحب در مختار نے فرمایا کہ حضرت امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک وہ جگہ مسجد ہی رہے گی۔ لہذا وہ جگہ دوبارہ میراث قرار نہیں پائے گی۔ نہ ہی اس مسجد کو وہاں سے منتقل کرنا جائز ہے اور نہ ہی اس کے مال کو دوسرے مسجد میں منتقل کیا جاسکتا ہے۔ خواہ لوگ اس میں غراز دار کرتے ہوں یا نہ۔ یہی فتویٰ ہے ”حاوی قدسی“ اکثر مشائخ کا یہی موقف ہے۔ بختمی یہی وجہ ہے فتح القدیر)

☆ اور اگر خوف اس امر کا تاب ہو کہ بعض خدا ماترس اس کے تمام یا بعض پتھروں کو لے کر گھروں میں لگا دیں گے اور تمام سامان یوں ہی ضائع ہو رہا ہے اور ہو جائے گا تو اس سے دھری مسجد بنانا یا دھری مسجد میں اس کا بعض سامان مانتاج لگا دینا جائز ہے۔

کما فی الفتاوی العالم گیریہ

فی فتاوی النسفی مثل شیخ الاسلام عن اهل قرية افترقوا و نداعی مسجد القرية الى الخراب و بعض المتغلبة يستولون علی حشب المسجد و یقلونه الى ديارهم هل لواحد من اهل القرية ان یبیع الخشب بامر القاضي و یمسک الثمن لیصرفه الى بعض المساجد او الى هذا المسجد قال نعم کذا فی المحيط ۲

(ترجمہ: فتاویٰ نسفی میں ہے کہ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے ایک گاؤں والوں کے بارے میں پوچھا گیا جو پتھر ہو گئے اور گاؤں کی مسجد ویران ہو گئی اور کئی زبردستی قبضہ کرنے والے مسجد کی ٹکڑیوں کے والی بن گئے وہ انہیں اپنے گھروں کی طرف لے جانے لگے۔ کیا گاؤں والوں میں سے کسی کو یہ اجازت ہے کہ قاضی کے حکم

سے لکڑیوں کفر و خست کر دے اور ان کی رقم اپنے پاس رکھیں تاکہ اسے کسی مسجد یا اسی مسجد پر خرچ کر دے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا ہاں۔ اسے اجازت ہے۔ محیط میں اسی طرح ہے۔

و فی رد المحتار :

و عن الشانی ینقل الی مسجد آخر باذن الفاضی جزم بہ فی الاسعاف حیث قال ولو خرب المسجد و ماحوله و تفرق الناس عنه لا یعود الی ملک الواقع عند ابی یوسف فیباع نقضه باذن الفاضی و یصرف ثمنه الی بعض المساجد۔

(ترجمہ: اور دوسرے امام یعنی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب مسجد کے ارد گرد سے آبادی ویران ہو جائے تو وہ جگہ بانی کی ملک میں دوبارہ واپس نہیں آتی۔ بلکہ قاضی کے حکم سے اسے دوسری مسجد کی طرف منتقل کر دیا جائے اسعاف میں اسی حکم پر جزم فرمایا ہے۔ کیونکہ صاحب اسعاف نے فرمایا کہ اگر مسجد اور اس کا ارد گرد ویران ہو جائیں اور لوگ وہاں سے نکھر جائیں تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ جگہ وقف کرنے والے کی ملکیت کی طرف واپس نہیں آتی۔ لہذا اس کا ملکہ قاضی کے حکم سے فروخت کر دیا جائے گا اور اس کی قیمت کسی مسجد میں خرچ کر دی جائے گی)

اور جو مسجد زیادہ تر اس مسجد خراب شدہ کے قریب ہو جو اس سامان کی مقدار ہے اگر اس کو حاجت ہو۔

کما فی الدر المختار

حشیش المسجد و حصیرہ مع الاستغناء عنہما و کذا الرباط والبئر اذا لم ینتفع بہما فیصرف و وقف المسجد والرباط والبئر والحوض فی اقرب مسجد او رباط او بئر او حوض البیدؒ

۱۔ رد المحتار	جلد ۳ صفحہ ۳۵۹	مطبوعہ مصر
۲۔ الدر المختار مع المحتار	جلد ۳ صفحہ ۳۵۹	مطبوعہ مصر

☆ (ترجمہ: مسجد کا گھاس اور اس کی پنٹا پٹیاں جب ان کی ضرورت نہ رہے ☆ اور اسی طرح سرائے اور کتواں کا حکم ہے کہ جب ان سے نفع نہ اٹھایا جاتا ہو تو مسجد سرائے کتوئیں اور حوض کی وقف اشیاء اس کے قریب ترین مسجد یا سرائے یا کتوئیں یا حوض پر صرف کر دی جائیں)

حورہ:

المفتی ابو محمد محمد دین اعلیٰ مفتی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 136﴾

سوال

علمائے دین و مفتیان شرعین صریحاً ذیل سوالات کے بارے میں از روئے شرع شریف کیا ارشاد فرماتے ہیں۔

- 1- نام مسجد کو شہید کر کے پختہ بنا سکتے ہیں؟
 - 2- نام مسجد کی دیواروں کی مٹی لکڑی وغیرہ فروخت کر کے اس کی قیمت کو پختہ مسجد میں لگا سکتے ہیں؟
- فروخت کرنے میں کیا ہندو مسلمان کا خیال کیا جائے؟ اور سامان مسجد کا خواہ ہندو خریدیں یا مسلمان تو وہ ہر جگہ استعمال میں لا سکتے ہیں۔ جیسا کہ مکان بنوانا یا اساطر کی دیواروں میں یا کوئی نجس جگہ اس مٹی سے دیوار اٹھوائیں تو جائز ہے یا کیا؟۔ بینوا تو جبر و

الجواب

هو الملهم للحق والصواب

جدید مسجد بنالیا اور مسجد کو منہدم کر کے اس کی اشیاء بعد فروخت جدید مسجد میں لگانا جائز ہے جیسا کہ فقہ مفتی والساہلؒ فرماتے ہیں۔ پس ضرورت میں بیع جائز ہے۔ مشتری خواہ ہندو ہو خواہ مسلمان کوئی خاص قوم نہیں ہو سکتا۔ واللہ اعلم بالصواب

ماہر محمد رمضان عفی عنہ مفتی واعظ جامع مسجد آگرہ ۲۶ نومبر ۱۹۱۵ء

۱۔ نفع المصلیٰ والسفل مشمولہ مجموعۃ الفقہ کی جلد ۳ صفحہ ۱۸۳ مطبوعہ دار القرآن والعلوم الاسلامیہ کو اسی میں ہے۔

الاستفسار: مسجد غیر منہدم ہل بجوز الخامس ان یہدموہ لیہنہ احکم من الاول۔

الاستفسار: لا یجوز ان یخاف انہدامہ فبجوز لاهل المحلۃ لا لغیرہم ان یہدموہ وینوہ امتحاکا من مال ففسہم لا من مال الوقف کذا فی السراج العنبر عن فتاویٰ ابی اہیم شاہی۔

ترجمہ سوال مسجد غیر منہدم ہے کیا لوگوں کے لیے جائز ہے کہ اس کو منہدم کر کے پہلی مسجد سے زیادہ مضبوط عمارت بنائیں۔

جواب عام لوگوں کے لیے اس کا زبردستی صرف اس صورت میں جائز ہے کہ اس کے منہدم ہونے کا خوف ہو۔ مضبوطی کے لیے پہلی عمارت کو ہاڑت ہے کہ اس کو منہدم کریں اور نئے عمارت بنائیں۔ پہلی عمارت کو بھی نئی عمارت بنانے سے بنانے کی اجازت ہے دقت کے مال سے اجازت نہیں۔ برائے نام۔ فتاویٰ برائے نام شاہی۔

﴿فتویٰ نمبر..... 137﴾

سوال

ملائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ریاست گوالیار میں ایک بیوہ عورت کے دو مکان ہیں۔ اور اس کی ایک مسجد بھی ہے اور ایک مسجد بنچاتی ہے۔ لیکن وہ دونوں مسجدیں ویران ہیں اور وہ محلہ بھی ویران ہے۔ بسبب روزگار کے وہ بیوہ عورت اگر وہ کو چلی آئی ہے اور اس کا کوئی وارث نہیں ہے۔ ایک شخص گوالیار سے آیا ہے اور اس بیوہ عورت سے کہا کہ تیرے مکان کو سرکار ضبط کرنے لگی ہے یا تو تم چل کر مکان کو آباد کر دیا مکان کو مسجد کے نام کر دو تو تمہارے مکان اس ذریعہ سے بچا دیں گے۔ اس بیوہ عورت نے اپنی زبان سے کہہ دیا کہ مکان میں نے مسجد کے نام کئے۔ اس کو عرصہ چار سال کا ہوا۔ لیکن اب وہ بیوہ عورت بہت مفلس و لاچار ہے۔ لہذا وہ چاہتی ہے کہ مکانوں کو فروخت کر کے کچھ روپیہ مسجد کی مرمت میں لگا دے۔ اور کچھ روپیہ سے اپنی اوقات بسر کرے۔

الجواب

وهو الموفق للصواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں مختار اکتا کہہ دینے سے کہ میں نے مکان مسجد کے نام کئے وقف تمام نہیں ہوتا تاوقتیکہ کسی متولی کے سپرد نہ کر دیا جائے۔

كما في الدر المختار:

ولا يتم الوقف حتى يقبض و لم يقل للمتولى لان تسليم كل شي بما يليق به ففى

المسجد بالاقرار و قى غيره بنصب المتولى و تسليم اياه ابن كمال را

(ترجمہ: وقف کامل نہیں ہوتا جب کہ واقف قبضہ نہ دے دے۔ یہ نہ فرمایا کہ جب تک متولی کو قبضہ نہ دے کیوں کہ ہر شے کی سر دگی اس طرح سے ہوتی ہے جو اسکے مناسب ہو۔ مسجد میں جگہ کو کچھہ کر دینے سے اور اس کے علاوہ باقی چیزوں میں متولی مقرر کرنے اور اس کو سپرد کرنے سے وقف نام ہوتا ہے۔ ابن کمال)

اور جب وقف تمام نہیں ہوا اور واقف بہت تک دست اور مسجدیں دیر ان بھی ہیں اور محلہ بھی دیر ان ہے اس واقعہ پر وہ کو اس کو بیچ کر اپنے صرف میں لانا جائز ہے اگر فی الواقع سوال مذکور صحیح ہے۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ بعد الوقف کسی کو متولی مقرر کر کے اس کے سپرد نہیں کیا تھا۔ فقط واللہ اعلم

حورہ العبد المذنب رستمہ ربہ الحقوی

ابو محمد محمد دیر علی منشی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 138﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ مسجد کس کو کہتے ہیں۔ میرا علم عربی نا کافی ہے اس قدر لیاقت نہیں ہے کہ میں رموز اور نکات زبان عربی کو کامل اطمینان طور پر سمجھ سکوں لیکن بادی النظر میں یہ معلوم ہے کہ الفاظ (مسجد) کی صحیح تعبیر ہو جانے سے مسئلہ متنازعہ فیہ اس مقدمہ کامل ہو جائے گا۔ مسجد اس جگہ کو کہتے ہیں کہ جس پر مسجد کیا جائے اور حد اس سطح ارضی کو کہتے ہیں جو ہمارے حرکات ظاہری (یعنی بصارت و سماعت وغیرہ) سے محدود ہو سکے۔ میری ناقص رائے میں طبقاتِ مسجد سطح ارض حدِ شرقی میں داخل نہیں ہو سکتی۔ اگر میری یہ رائے صحیح ہے تو مسجد گاہ کے نیچے اگر دکانیں واسطے مصلح مسجد کے بنائی جائیں کہ ان سے آمدنی واسطے مصارف ضروری مسجد کے اور واسطے مرمت و قیام آئندہ عمارت مسجد کے پیدا ہو جائے یعنی وہ مسجد کی حد کے باہر تصور ہوں گی کیونکہ ایسا بوقت نماز وہ دکانیں تاری قوت اور حد بصارت کے باہر ہوں گی چونکہ مجھ کو اعتراض اپنی ناقابلیت کا ہے لہذا میری یہ ناچیز رائے واسطے منظوری یا ترمیم و تنسیخ کے خدمت مالی میں جناب مفتی صاحب زادہ اللہ انصافکم بغرض میری بہت آئندہ کے پیش ہو۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علما

فی الواقع مسجد کے معنی فتویٰ مسجد گاہ کے ہی ہیں جیسے صلوٰۃ کے معنی تحریک الصلوٰۃ یعنی کوٹھے جلانے کے ہیں مگر جیسا اصطلاحِ شریعت میں صلوٰۃ ہو وہ بیانِ شارح علیہ السلام ارکانِ مخصوصہ کو کہتے ہیں علیٰ فہام مسجد حسب بیانِ شارح علیہ السلام اس زمین کو کہتے ہیں جس کو مالک زمین اپنے قبضہ سے نکال کر عام مسلمانوں کو ہمیشہ کے واسطے بغیر کسی کی شرکت کے اللہ واسطے وقف کر دے۔

چنانچہ علامہ ابن ہمام صفحہ ۴۴۵ جلد خامس فتح القدیر مطبوعہ مصر میں

تحت عبارت ہدایہ :

ومن اتخذ ارضه مسجدا لم یکن له ان یرجع ولا یبعه ولا یورث عندہ
☆ (ترجمہ: جس شخص نے اپنی زمین کو مسجد بنادیا اس کو یہ حق حاصل نہیں کہ اسے دوبارہ اپنی ملکیت میں لوٹا
لے۔ نہ ہی وہ اسے فروخت کر سکتا ہے اور نہ ہی یہ اس کی میراث بن سکتی ہے)
تحریر فرماتے ہیں:

یعنی بعد صحتہ بشرطہ و فی فتاویٰ قاضی خان رجل له ساحة لا بناء فیها امر قوما
ان یصلوا فیها بجماعة قالوا ان امرهم بالصلوة فیها ابدا و امرهم بالصلوة بجماعة و لم
یذکر الا بد إلا أنه أراد الأبد ثم مات لا یکون میراثا عندہ
(ترجمہ: یہ احکام زمین کے شرائط کے ساتھ صحیح طور پر مسجد بننے کے بعد ہیں۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک
شخص کے پاس کھلا میدان ہے جس میں کوئی عمارت نہیں مالک نے لوگوں کو اس میں باجماعت نماز
ادا کرنے کا حکم دیا تو علماء نے فرمایا اگر مالک نے ان کو اس جگہ ہمیشہ کے لیے نماز ادا کرنے کا حکم دیا یا ان کو
باجماعت نماز ادا کرنے کا حکم دیا اس کے ساتھ ہمیشہ کے لیے نہ کہا لیکن اس کی نیت ہمیشہ کے لیے تھی اس
کے بعد وہ مالک مر گیا تو وہ میدان اس کی میراث قرار نہ پائے گا)

اور ماتحت عبارة هداية

و من جعل مسجدا نحتہ سرداب او فوقہ بیت و جعل باب المسجد الى الطريق و
عزله عن ملكه قلہ ان یبعه و ان مات یورث عندہ
☆ (ترجمہ: ہدایہ میں ہے کہ جس شخص نے مسجد یوں بنائی کہ اس کے نیچے (اپنی ملکیت پر قرار رکھ کر) تہہ خانہ

۱۔	الہدایہ مع الشروح	جلد ۵	صفحہ ۲۳	المطبعة الکبریٰ مصر
۲۔	فتح القدير	جلد ۵	صفحہ ۲۳	المطبعة الکبریٰ مصر
۳۔	الہدایہ مع الشروح	جلد ۵	صفحہ ۲۳	المطبعة الکبریٰ مصر

یا اس کے اوپر گھر بنایا اور مسجد کا دروازہ رستے کی طرف بنا دیا نیز اسے اپنی ملکیت سے جدا کر دیا اس کو اختیار ہے کہ اس کو فروخت کر دے اور اگر مر جائے گا تو یہ اس کی میراث قرار پائے گی۔
ہدایہ کی اس عبارت کے تحت صاحب فتح القدر نے ارشاد فرمایا کہ:

لانه لم يختص لله تعالى لبقاء حق العبد فيه ۱۔

(ترجمہ: اس حکم کی وجہ یہ ہے کہ وہ جگہ اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص نہیں ہوئی کیونکہ اس کے اوپر یا نیچے بندے کا حق باقی ہے)

علامہ مکمل الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب عنایہ مصری صفحہ ۴۴۳ جلد ناس بدایہ مع الشرح میں تحریر فرماتے ہیں:-

قوله فله ان يبيعه اى لا يكون مسجدا و هو ظاهر الراوية لان المسجد ما يكون خالصا لله تعالى قال الله تعالى و ان المساجد لله اضاف المسجد الى ذاته مع ان جميع الاماكن له فاقضى ذلك خلو ص المساجد لله تعالى و مع بقاء حق العباد فى اسفله اوفى علاه لا يتحقق الخلو ص ۲۔

(ترجمہ: صواب ہدایہ نے فرمایا اس مسجد کے باقی کو اسے فروخت کرنے کا حق حاصل ہے یعنی وہ جگہ مسجد قرار نہ

۱۔ فتح القدر کی اصل عبارت میں ہے

والمسجد خالص لله سبحانه ليس لاحد فيه حق قال الله تعالى وان المساجد لله مع العلم بان كل شيء له فكان فائدة هذه الإضافة اختصاصه به وهو بالاضطراح حق كل من سواه عنه وهو منتفعا بما ذكر (جلد ۵ صفحہ ۲۴ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: مسجد خاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے اس میں کسی کا حق نہیں ہوتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے مسجدیں اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ اور جو اس کے کہ یہ معلوم ہے کہ ہر شئی اس کی ہے تو اس مسافت کا قاعدہ یہ ہوا کہ مساجد اس کے ساتھ مخصوص ہو گئیں۔ اللہ کے ساتھ جو ان کا نقصان اس وقت ہوگا جب اس کے ساتھ ہر کسی کا حق ان سے منتقل ہو جائے اور مذکورہ صورت میں یہ معنی ہے۔

۲۔ الحائبة علی الہدایة علی هامش فتح القدر جلد ۵ صفحہ ۲۴ مطبوعہ مصر

پائے گی۔ یہی ظاہر روایت ہے کیوں کہ مسجد وہ جگہ ہوتی ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور شادی باری تعالیٰ ہے (اور مسجد میں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہیں) اس میں اللہ تعالیٰ نے مساجد کی نسبت اپنی ذات کی طرف فرمائی جب کہ تمام جگہیں اسی کی ہیں اس کا تقاضا یہ ہے کہ مسجد میں خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہوں اور اگر کسی بندے کا حق مسجد کے اوپر یا نیچے باقی ہو تو وہ جگہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے نہ ہوتی)

اور جب یہ ثابت ہو چکا کہ روایت عدم جواز مکان یا دوکان کرایہ اور سکونت ظاہر الروایت ہے اور اس کے مقابلہ میں روایات ضعیفہ کا جن کا امام سے مروی ہونا مملوک ہے اور پچھلے بعض فقہاء کے اقوال مروی ہیں وہ ہرگز قائل احتیاج نہیں ہو سکتے خصوصاً ایسے اقوال جو مخالف ہوں سیاق کلام مجید کے (سورہ جن) اللہ جل شانہ اپنی مقدس کتاب میں ارشاد فرماتا ہے۔

ان المساجد لله فلا تدعوا مع الله احدا ۱۷

(ترجمہ: مسجدیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں لہذا اس کے ساتھ کسی اور کی عبادت مت کرو)

علامہ ابوالدین رحمۃ اللہ علیہ تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں :

ان المساجد مواضع الصلوة لله فلا تدعوا مع الله احدا بان تشرکوا کما کانت

اليهود والنصارى اذا دخلوا کنائسهم وبيعهم اشرکوا ۱۸

(ترجمہ: مسجدیں یعنی نماز ادا کرنے کے لیے مقامات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کی عبادت مت کرو۔ یوں کہ اس کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہراؤ جس طرح کہ یہودی اور عیسائی اپنے گرجا گھروں اور عبادت خانوں میں جاتے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اوروں کو شریک ٹھہرایا کرتے تھے)

علامہ ابن نجیم بحوالہ بکری مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۰۱ جلد خامس میں تحریر فرماتے ہیں

و حاصلہ ان شرط کو نہ مسجد ان یکون مغلوہ و غلوہ مسجد ینقطع حق العبد

عنه لفقوله تعالى و ان المساجد لله بخلاف ما اذا كان السرداب او العلوم قوفا لمصالح المسجد فانه يجوز اذا لا ملك فيه لاحد بل هو من تنميم مصالح المسجد فهو كسرداب مسجد بيت المقدس هذا هو ظاهر المذهب و هناك روايات ضعيفة مذكورة في الهداية و بما ذكرنا علم ان لو بنى بيتا على سطح المسجد لسكى الامام فانه لا يضر فى كونه مسجدا لانه من المصالح فان قلت لوجعل مسجد ائم اراد ان يبنى فوقه بيتا للامام او غيره هل له ذلك قلت قال فى التتار خانية اذا بنى مسجدا و بنى غرفة و هو فى يده فله ذلك و ان كان حين بناءه خلى بينه و بين الناس ثم جاء بعد ذلك يبنى لا يتركه و فى جامع الفتاوى اذا قال غيب ذلك فانه لا يصدق فاذا كان هذا فى الواقف فكيف لغيره فمن بنى بيتا على جدار المسجد وجب هدمه ولا يجوز اخذ الاجرة و فى البزاية و لا يجوز للغير ان يجعل شيئا من المسجد مستغلا ولا مسكنا۔

(ترجمہ: خاص یہ ہے کہ کسی جگہ کہ مسجد قرار پانے کی شرط یہ ہے کہ اس کے اوپر اور نیچے والا حصہ مسجد ہی ہوتا کہ بندوں کا حق اس سے منقطع ہو جائے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”مسجد میں اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہیں“ اگر اس کے خلاف مسجد کے نیچے کا تہ خانہ یا اس کے اوپر کا مقام مسجد کے مصالح کے لیے ہو تو وہ جائز ہے کیوں کہ اس میں کسی بندے کی ملک باقی نہیں ہے۔ بلکہ وہ مسجد کے مصالح کی تکمیل کے لیے ہے وہ بیت المقدس کی مسجد کے تہ خانہ کی مانند ہو جائے گا۔ یہ ظاہر مذہب ہے۔ اس مقام پر ضعیف روایات بھی ہیں جو ہدایہ میں مذکور ہیں۔ اور جو ہم نے ذکر کیا اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر مسجد کی چھت پر امام کی رہائش کے لیے گھر تعمیر کیا جائے تو اس سے اس کے مسجد ہونے کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا کیوں کہ یہ مسجد کے مصالح میں داخل ہے۔ اگر تم کہو اگر کسی نے مسجد بنادی پھر اس کے اوپر امام یا کسی اور کی رہائش کے لیے مکان بنادیا تو کیا مسجد کے باقی کو اس کا اختیار ہے؟ میں کہتا ہوں فتاویٰ تاتاریا میں فرمایا کہ جب باقی نے مسجد بنائی اور اس پر کمرہ بنایا جب کہ وہ ابھی اس

کے قبضہ میں ہے تو اسے اس کی اجازت ہے۔ اور جب اس نے اسے مسجد قرار دے دیا اور اس جگہ کو لوگوں کے لیے چھوڑ دیا پھر اس کے بعد آیا تا کہ اوپر کمرہ بنائے تو اسے اس کی اجازت نہ دی جائے گی۔ جامع الفتاویٰ میں ہے اگر وہ کہے کہ میرا ایسا کرنے کا پہلے سے ارادہ تھا تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی جب حکم وقف کرنے والے کے لیے یہ ہے تو دوسرے کا کیا حال ہوگا۔ لہذا جو شخص مسجد کی دیوار پر گھر بنائے اس کو گرا دینا واجب ہے اور اس کی اجرت لیما درست نہیں۔ فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ متولی کے لیے مسجد کے کسی حصہ کو نہ آمدنی کا ذریعہ بنانا جائز ہے اور نہ ہی سکونت گاہ بنانا۔

حضور:

العبدا لراجی رحمۃ ربہما التقویٰ

ابو محمد محمد دیوبندلی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 139﴾

سوال

جس امام اور خطیب کی اولاد جاہل اور ناقابلِ امامت ہو اور تحصیلِ علوم دین اور ضروریات دین میں کوشش نہ کرے وہ مستحقِ وکالتِ معینہ کے با وصف عدمِ ادا و عدا مت معینہ ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ فقط

الجواب

صفحہ ۲۱۰ جلد اول تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ

قال مولانا العلامة صاحب الخزائنہ ناقلًا عن مبسوط فخر الاسلام بنص و اذا مات من له وظيفة في بيت المال لحق الشرع واعتزاز الاسلام كاجراء الامامة والتاذين وغير ذلك مما فيه صلاح الاسلام والمسلمين وللميت ابناء يرعون و يفهمون حق الشرع و اعزاز الاسلام كما يرعى او يفهم الاب للامام ان يعطى وظيفة الاب لابناء الميت لا لغيرهم لحصول مفسودا للشرع وانجبار كسر قلوبهم!

مترجمہ: یعنی علامہ جامع فرائد الروایات مبسوط فخر الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح نقل فرماتے ہیں کہ جس کسی کا وظیفہ بیت المال سے کسی حق شرعی کی وجہ سے مثل اجراء امامت اور اذان وغیرہ کے یعنی اس قسم کے امور کی وجہ سے جس میں اسلام اور مسلمانوں کی بہتری ہو (مقرر ہو) اور وہ شخص مر جائے۔ اور میت ایسی اولاد چھوڑے جو اپنے باپ کی طرح حقوق شرع ادا کرتی ہو اور عدا مت دینی بدستور انجام دیتی ہو تو حاکم پر لازم ہے کہ باپ کا وظیفہ اس کی اولاد کو بدستور دیتا رہے۔ اور ان سے چھین کر ان کا وظیفہ کسی غیر کو ہرگز نہ مقرر کرے کہ

۱۔ تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ : جلد اول صفحہ ۲۱۹ المکتبہ الحبیبیہ کونٹہ

نوٹ: تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ میں ”اجراء الامامة“ کے الفاظ ہیں جب کہ روایات میں ”اجراء الامامة“ کے الفاظ ہیں۔ یہ تدریجاً لکھاری کی عبارت کے مطابق ہے۔

نقیح مرتب علی حد

یہ سب حاصل ہوئے قصور و جرم یعنی خطایات و امانت کے اس کی اولاد سے بدستور اور دلدار اس امام کی اولاد
فلکستہ دل کی۔

کہ یہ امر بہت ہی کچھ مودب و عظیم ہے۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است

از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

☆ ہاں البتہ اگر اولاد اس امام حنفی یعنی اپنے باپ کے طریق پر نہ چلے اور مشغول ہو و لعب یا امور
دنوی رہ کر باہل رہ جائے تو وہ ہرگز مستحق وظائف معین نہیں رہتی۔ امام دین اور حاکم شرع کو چاہئے کہ
اس کو موقوف کر کے اس خدمت پر دوسرے شخص کو مقرر کرے اور اس کا وظیفہ خدمت جو حقدار خدمت ہو
اس کو دے ورنہ دو گنا ہوں گا بار بڑمہ حاکم رہے گا۔ ایک غیر حقدار وظیفہ خدمت کو دے کر بے عمل مال
بیت المال کا مصرف کرنا دوم حقدار خدمت سے اس کا حق روکنا۔

چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ص ۳۸۰ جلد ۱ لکھتا ہے در مختار میں بعد تحریر عبارت مذکورہ صحیح

ماعدیہ اس طرح فرماتے ہیں۔

قال البيهقي اقول هذا موبد لما هو عرف الحرمن الشريفين و مصر و الروم من غير نكير
من ابقاء ابناء الميت و لو كانوا صغارا على وظائف آباءهم مطلقا من امامة و خطابة و غير
ذلك عرفا مرضيا لان فيه احياء خلف العلماء و مساعدتهم عن بذل الجهد في الاشتغال
بالعلم و قد افتي بجواز ذلك طائفة من اكابر الفضلاء الذين يعول على افانهم ۱۰۰

قلت و مقتضاہ تخصیص ذلک بالذکور دون الاناث و انت خیر بان الحکم

یدور مع علته فان العلة هي احياء خلف العلماء و مساعدتهم على تحصيل العلم فاذا تبع
الابن طريقة والده في الاشتغال بالعلم فذلك ظاهر و اما اذا اعمل ذلك و اشتغل باللهو
و اللعب او في امور الدنيا جاهلا غافلا معطلا للوظائف المذكورة او يتنب غيرہ من اهل

العلم بشيء قليل و يصرف باقى ذلك فى شهواته فانه لا يجعل لما فيه من اخذ وظائف العلماء و تركهم بلا شيء يستعينون به على العلم كما هو الواقع فى زماننا فان عامة اوقاف المدارس والمساجد والوظائف فى ايدى جهلة اكثرهم لا يعلمون شيئا من فرائض دينهم و ياكلون ذلك بلا مباشرة ولا انابة بسبب تمسكهم بان خبز الاب لابنه فيتوارثون الوظائف ابا عن جد كلهم جهلة كالانعام و يكبرون بذلك فراهم و عمامتهم و يتصدرون فى البلدة حتى ادى الى اندثار المدارس والمساجد و اكثرها صار بيوتا باعورها و بساكن استغلوها فمن اراد ان يطلب العلم لا يجد له ماوى يسكنه ولا شيئا ياكله فيضطر الى ان يترك العلم و يكتسب و وقع فى زماننا ان رجلا من اكابر دمشق مات عن ولد اجهل منه ولا يقرأ ولا يكتب فوجهت من وظائفه تولية مسجد و مدرسة على رجلين من اعلم علماء دمشق فذهب ولده و عزلهما عن ذلك بالرشوة

و فى اواخر القرن الثالث من الاشياء اذا ولي السلطان مدرسا ليس باهل لم تصح توليته و فى البزازية السلطان اذا اعطى غير المستحق فقد ظلم مرتين بمنع المستحق و اعطاء غيره

فقى توجيه هذه الوظائف لاجناء هؤلاء الجهلة ضياع العلم والدين و اعانتهم على اضرار المسلمين فيجب على ولاية الامور توجيهها على اهلها و نزعها من ايدى غير الاهل و اذا مات احد من اهلها توجه على ولده فان لم يخرج على طريقة والده يعزل عنها و توجه للاهل اذا لا شك ان غرض الواقف احياء وقفه من ذلك فكل ما كان فيه تضییعه فهو مخالف لغرض الشرع والواقف هذا هو الحق الذى لا محيد عنه ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم.

(ترجمہ: حضرت علامہ میری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس امر کی تائید حرمین شریفین مصر اور روم کے عرف (زم و رواج) سے ہوتی ہے جس کا کسی نے انکار نہیں کیا کہ مرحوم علماء کی اولاد کو مطلقاً ان کے باجیہاد کے وظائف پر برقرار رکھا جاتا ہے۔ خواہ ان کی ملازمت خطابت ہو یا امامت ہو یا اس کے علاوہ اور کچھ ہو۔ یہ ایک پسندیدہ رواج ہے۔ کیونکہ اس میں علماء کرام کی اولاد کی پرورش اور حصولِ علم میں ان کی مشغولیت کی کوشش پر امداد ہوتی ہے۔ اس کے جواز پر اکابر علماء کی ایک ایسی جماعت نے فتویٰ دیا ہے جن کے فتویٰ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے)

میں کہتا ہوں اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان وظائف کو صرف مردوں کے حق میں برقرار رکھا جائے۔ مستورات کو یہ وظائف پر نہ دینے جائیں۔ اور جنہیں علم ہے کہ حکم اپنی ملت کے ساتھ ساتھ دواز ہوتا ہے اس حکم کی ملت ملائے کرام کی اولادوں کی پرورش اور حصولِ علم میں ان کی معاونت ہے۔ لہذا علم کی مشغولیت میں اگر بیٹا باپ کے طریقہ کی اتباع کرے تو اس صورت کا حکم ظاہر ہے۔ لیکن جب وہ اس کو چھوڑ دے اور مذهب اور دنیاوی امور میں مشغول رہے۔ خود جاہل ناقل اور بے کار ہو لیں پہلے علم میں کسی اور کو حقیر معاوضہ پر اپنا نائب بنالے اور باقی آمدنی کو اپنی خواہشات پر صرف کر کے تو یہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں علماء کے وظائف پر قبضہ اور انہیں بغیر کسی مقبول معاوضہ کو چھوڑ دینا ہے جس سے وہ اپنے علمی اضافہ میں مدد حاصل کر سکیں۔ جس طرح کہ دہارے زمانہ میں یہ واقع ہے۔ مدارس اور مساجد کے امام اوقاف اور ان کے وظائف جابلوں کے قبضہ میں ہیں۔ وہ اپنے دین کے فرائض یا نکل نہیں جانتے اور بغیر کام کاج کیے اور بغیر کسی اور کو نائب مقرر کیے ان اوقاف کو کھارہے ہیں۔ ان کی دلیل یہ مشہور کہاوت ہے ”باپ کی روٹی بیٹے کے لیے ہوتی ہے“ وہ ان وظائف کے لیے بعد دہارے آباء و اجداد سے وارث چلے آتے ہیں جو سارے کے سارے حیوانوں کی طرح جاہل ہیں۔ اس کے ذریعہ سے وہ بڑی بڑی پوشیدہ اور دستاویز پختہ ہیں۔ شہر میں صدارت کے مقام پر براہمن ہوتے ہیں۔ اور اس کی بدولت مدارس اور مساجد مٹ گئے۔ ان میں اکثر گھربن چکے جن کو انہوں نے فروخت کر لیا ہے یا بائعات بنا کر ان کو آمدنی کا ذریعہ بنالیا ہے۔ جو شخص اب علم حاصل کرنا چاہے اس کے لیے کوئی ٹھکانا نہیں جہاں وہ سکونت اختیار کر سکے اور کوئی چیز کھائے کوئیں۔

لہذا مجبور ہو کر وہ علم کو خیر باد کہنے اور مکا نے میں لگ جاتا ہے۔

ہمارے زمانہ کا واقعہ ہے کہ دُشمن کے اکابر سے ایک شخص مر گیا۔ اس نے ایک لڑکا چھوڑا جو اس سے زیادہ جاہل تھا۔ نہ لکھتا جانتا تھا نہ پڑھتا۔ لہذا مسجد اور مدرسہ کی تولیت کے فرائض دو ایسے آدمیوں کے سپرد کر دیے گئے جو دُشمن کے علماء میں سب سے بڑے عالم تھے۔ اس کا لڑکا گیا رشوت دے کر ان دونوں کو اس عہدہ سے معزول کر دیا۔

الاشباہ کے فن ثالث کے آخر میں ہے کہ اگر بادشاہ کسی شخص کو تدبیر کی تولیت عطا کرے جو اس کا اہل نہیں تو اس کا متولی بنانا درست نہیں۔

فقہی بڑا زیہ میں ہے کہ بادشاہ جب غیر مستحق کو کوئی چیز دیتا ہے تو وہ دوبرا علم کرتا ہے پہلا یہ کہ وہ مستحق کھردم کرتا ہے دوسرا یہ کہ غیر مستحق کو دیتا ہے۔

ان وظائف کو ان جلیلوں کی اولادوں کے سپرد کرنے میں علم اور دین کا نقصان ہے۔ نیز ان کی اس پر امداد کرتا ہے کہ وہ اہل اسلام کا نقصان پہنچائیں۔ لہذا معاملات کے نگرانی کرنے والے لوگوں پر واجب ہے کہ ان وظائف کو اہل لوگوں کے سپرد کریں اور اہل لوگوں کے ہاتھوں سے ان کو چھین لیں۔ جب ان وظائف کے اہل لوگوں میں کوئی مر جائے تو یہ ذمہ داری اس کے بیٹے کی طرف سپرد کی جائے اگر وہ اپنے والد کے طریقہ پر چلنے والا نہ نکلے اسے معزول کر کے کسی اہل شخص کے سپرد کی جائے۔ کیونکہ بلاشبہ واقف کی غرض اس کے وقف کا بقا کی رہنا ہے۔ اور ہر وہ صورت جس میں وقف کا ضیاع ہو وہ ضائع اور واقف کی غرض کے مخالف ہے۔ یہی سچی بات ہے اس سے اعراض نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر نہ طاقت ہے اور نہ ہی قوت و جبر اور با عظمت ہے۔

حضور:

العبد الراعی رحمۃ ربہ العفی

ابو محمد محمد دہلوی لکھی مفتی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 140﴾

سوال

زید ایک مسجد کا متولی تھا اس کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا متولی ہوا جو متشرع متدین اور احکام اسلام کا سچا حامی اور پورا اختیار رکھتا ہے وہ قولیت اس کے حصہ میں آئی تو بغیر اس کے کہ اس کی شرعی حالت میں کوئی عینی اختلاف واقع ہو اس سے قولیت کی واپسی جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

اس واقف کی جانب سے جو متولی ہوا خود واقف متولی ہوا اور امانت دار دیندار ہو اس کو قولیت سے معزول کرنا ہرگز جائز نہیں اور اگر اس کو باوجود امانت و متدین ہونے کے معزول کر کے دوسروں کو متولی بنادے تو شرعاً دوسرے کی قولیت صحیح نہ ہوگی۔ کما فی الدر المختار

قلو ما مونا لم تصح تولیۃ غیرہ اشباہ ۱

(ترجمہ: واقف نے خود کسی کو متولی بنایا اس متولی نے کسی دوسرے کو متولی بنایا تو اگر وہ امانت ہے تو کسی اور کو متولی بنانا درست نہیں ہے)

قال الشامی

قوله فلو ما مونا لم تصح تولیۃ غیرہ قال فی شرح الملتقی معرباً الی الاشباہ لا یجوز للقاضی عزل الناظر المشروط له النظر بلا خیانة ولو عزل لا یصیر الثانی متولیا ۲
و یصح عزل الناظر بلا خیانة لو منصوب القاضی ای لا الواقف ۳

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار جلد ۶ صفحہ ۳۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ رد المحتار جلد ۶ صفحہ ۳۱۸۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

نوٹ: محدداً لاشخاص کے نام کا غلط بیج ہونے میں لگن میں ان کی جگہ کر دی گئی ہے

(ترجمہ: اگر وہ امان ہے تو کسی اور کو متولی بتانا درست نہیں۔ شرح الملتقی میں الاشاہ کی طرف منسوب یہ جزیہ درج ہے۔ قاضی کے لیے خیانت کے بغیر اس متولی کو معزول کرنا جائز نہیں جس کی قیادت کی واقف نے شرط لگائی ہو۔ اگر قاضی اسے معزول بھی کرے گا تو دوسرا قاضی کا مقرر کردہ متولی شرعاً متولی نہ ہوگا اور اگر قاضی نے کسی کو متولی بتایا تو اسے خیانت کے بغیر بھی معزول کرنا درست ہے۔ واقف کے مقرر کردہ متولی کو معزول کرنا درست نہیں ہے) مختار

حورہ العبد الراجی رحمة ربہ الغوی

ابو محمد محمد دین ارطغرل الرضوی الحنفی

جامع مسجد کبیر آباد



﴿فتویٰ نمبر ۱۴۱﴾

سوال

ایک مسجد مقدمہ کر کے لی گئی ہے۔ اس میں اختلاف ہے۔ اکثر یہ رائے ہے کہ تولیت لوکل انجمنی کو دی جاوے اور اکثر یہ کہتے ہیں کہ ہم خود انتظام کریں گے۔ غرض کہ یا ہم جنگ چل رہے شرعاً کیا حکم ہے؟۔

سائلین: نمازیں مسجد رحم بخش پجری کباک

۲۲ اپریل ۱۹۶۶م

الجواب

هو الصواب

جو لوگ بانی مسجد یا اہل محلہ ہیں ان کا حق ہے کہ مسجد کی خرید گیری کریں۔ غیر محلہ کو دینا اس وقت جائز ہوگا جب اسے لیاقت انتظام کی ہوگی۔ اور یوں جہالت آپس میں جنگ و جدل کرتے ہوں تو ان کا حق جاتا رہے گا۔ اور لوکل انجمنی یا کسی اور محلہ داروں کے سپرد گھرائی کر دی جائے گی اور کثرت رائے پر عمل کیا جائے گا۔ مستثنیٰ میں ہے۔

رجل بنی مسجدا وجعلہ للہ فهو احق بممرنہ و عمارتہ و بسط البراری
والحصیر و القنادیل والأذان والإقامة والإمامة فيه إن كان اهلا للذلک وان لم یکن
فالبرای فی ذلک الیہ و کذا ولد البانی و عشیرتہ من بعدہ اولی من غیرہم وان تنازع
البانی فی نصب الإمام والمؤذن مع اهل المحلة فان کان من اختارہ اهل المحلة اولی من
الذی اختارہ البانی فاختیار اهل المحلة اولی لان ضرره ونفعه عائد إلیهم وإن کانوا سواء
فاختیار البانی اولی کذا فی البزازیة والخلاصة ۱۔

(ترجمہ: جس شخص نے مسجد بنائی اور اسے اللہ تعالیٰ کے لیے وقف کر دیا تو وہی شخص اس کی مرمت، عمارت، چٹائیوں اور صحنوں کے بچھانے، روشنی کے لیے فانوسوں کے مہیا کرنے، اس میں اذان، اقامت پڑھنے اور امامت کرانے کا زیادہ حق دار ہے بشرطیکہ اس کا اہل ہو۔ اگر وہ ان امور کا اہل نہ ہو اس بارے میں اس کی رائے اور اسی طرح بانی کے بعد اس کی اولاد اور خاندان والے دوسروں سے زیادہ حق رکھتے ہیں۔ اگر مسجد کے بانی کا اہل محلہ سے امام اور مؤذن کے تقرر کے بارے میں جھگڑا ہو تو اگر جو شخص اہل محلہ نے پسند کیا ہو وہ بانی کے پسندیدہ شخص سے بہتر ہو تو اہل محلہ کا پسندیدہ شخص اولیٰ ہے کیونکہ اس کا نفع یا نقصان ان کو پہنچے گا۔ اور اگر دونوں برابر ہوں تو بانی کا پسندیدہ شخص بہتر ہے۔ یہ ازبہ اور غلامہ میں اسی طرح ہے)

المفتی السید محمد اعظم شاہ عثمانی



﴿فتویٰ نمبر..... 142﴾

سوال

دوکان دار مجبوری کو پانی جامع مسجد سے دوکان پر منگائیں۔ احتجاجاً وضو کریں تو جائز ہے؟۔ لے کر فروخت کرنا جائز ہے؟۔

سوداگران کو ہندو متھل جامع مسجد آگرہ

۱۵ مارچ ۱۹۶۶ء

الجواب

هو المصوب

مسجد اور اس کا پانی اور ڈھیلہ اور فرش مخصوص ماضربین جماعت مسجد کے واسطے ہے۔ اس کو دوکان یا مکان پر لے جانا مکروہ ہے۔ کتاب کراہیہ عالمگیری میں ہے۔

ويسكره رفع الحجرة من السفاية و حملها الى منزله لان وضع للشرب لا للحمل
كذا في محيط السرخسي و حمل ماء السفاية الى اهله ان كان ماذونا للحمل يجوز و الا
فلا كذا في الوجيز الكردي في المتفرقات ۱

(ترجمہ: پانی کے حوض سے گڑا اٹھانا اور اسے اپنے گھر لے آنا مکروہ ہے کیوں کہ وہ پانی پینے کے لیے ہے اٹھانے کے لیے نہیں۔ محیط سرخسی میں اسی طرح ہے۔ حوض، ٹینکی کا پانی اٹھانا اگر اسے اٹھالے جانے کی اجازت ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ وجیز کر دی کے متفرقات کے باب میں یوں بھی مذکور ہے)

والله اعلم بالصواب

مکتبہ المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر..... 143﴾

سوال

جناب مولانا صاحب قبلہ مدظلہ السلام علیکم مزاج مبارک۔ اس مسئلہ میں علماء دین و شرع متین کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک درخت پھیل کا مسجد میں گڑا ہے اس سے نقصان مسجد کو فرش کو ہے۔ چونکہ تمام جگہ جڑیں پھیل جاتی ہیں۔ اور دھنی طرف کے مالہ کی دیوار پھٹ گئی ہے۔ جو عترت بگڑنے کو ہے اور اس کی وجہ سے دھنی طرف کی محراب پھٹ چکی ہے۔ مسجد کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ اس کو کٹوانے کے لیے کیا ارشاد ہے؟۔ خط

۱۶ ستمبر ۱۹۶۶ء

وزیر خان و اشرف علی۔

الجواب

مسجد میں درخت لگنا مکروہ ہے مگر جائز ہے جب اس کے لگانے سے زمین ناقص مسجد کی مضبوطی ہو جائے۔ اور اس میں جو پھیل اور تری رہتی ہے وہ کم ہو جائے۔ کما فی الدر المختار
ویکروہ غرم الاشجار فی المسجد الا لئلا یفعل کتفیل نزو نکون للمسجد علی هذا
(ترجمہ: مسجد میں درخت لگنا مکروہ ہے۔ ہاں اگر درخت لگانے کا کوئی فائدہ ہو تو کراہت نہیں ہے جیسے کہ مسجد کی ٹہنی کو کم کرنے کے لیے درخت لگائے جائیں)
☆ علیٰ ہذا درخت کو مسجد میں رکنا بھی جائز نہیں اگر اس سے زمین مسجد کو کچھ نفع نہ ہو خصوصاً ایسی صورت میں ہرگز لگا کر کتنا باریزی نہیں جب اسی مسجد کو نقصان پہنچ رہا ہے۔
کما فی الشامی عن رسالۃ ابن حجاج :

ولا يجوز ايضاً لقوله عليه الصلوة والسلام ليس لعرق ظالم حق لان الظلم
 وضع الشئ في غير محله وهذا كذا لك الخ ما أطال به ورايت في آخر الرسالة يحظ
 بعض العلماء انه وافقه على ذلك المحقق ابن ابى شريف الشافعي رحمه الله
 عليه راجعاً

(ترجمہ: مسجد میں بغیر ضرورت لگے ہوئے درخت کا باقی رکھنا بھی جائز نہیں ہے کیوں کہ نبی پاک ﷺ کا ارشاد
 ہے جس نے زیادتی کر کے کسی کی زمین میں پودا لگایا تو اسے اس پودے کو باقی رکھنے کا حق نہیں ہے۔ کیونکہ کسی
 چیز کو اپنے مقام میں نہ رکھنے کا نام ظلم ہے اور مسجد میں درخت لگانا بھی ویسا ہی ہے۔ اس پر انہوں نے طویل کلام
 فرمایا ہے پھر رسالہ کے آخر میں میں نے بعض علماء کے قلم سے یہ لکھا ہوا دیکھا کہ محقق ابن ابی شریف شافعی رحمۃ
 اللہ علیہ نے اس معاملہ میں امیر ابن ماجہ سے موافقت فرمائی ہے)

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ

محمد دین علی الرضوی مفتی

شیر اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 144﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین دربارہ جواز نماز کے مسجد کی چھت پر آیا جائز ہے یا نا جائز؟ اور جائز ہے تو ضرورت جائز ہے یا بلا ضرورت بھی؟ اور پھر جواز مع انکار اہت ہے یا بلا کراہت؟ اور پھر چھت پر بھی ثواب مسجد کے برابر ہو گا یا کم یا شل رتہ مقامات کے؟ بینوا تو جبر و اجزا کم اللہ

سائل: شجاع الدین رشتہ دار ریاست کوٹہ

ومولوی رکن الدین شاہ صاحب مجددی الوری

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله و

صحابه اجمعين اللهم رب زدني علما

مسجد کی چھت، جمع احکام میں نغم مسجدی ہے کار کھتی ہے چنانچہ صفحہ 458 در مختار میں ہے۔

وكره تحريما الوطى فوقه والبول والتغوط لانه مسجد الى عنان السماء ءا

﴿ترجمہ: مسجد کی چھت پر جمان کرنا، پیٹاب کرنا اور پاناخانہ پھرنا مکروہ تحریمی ہے کیوں کہ مسجد آسمان تک مسجد ہوتی ہے﴾

قال الشامي رحمة الله :

قوله الوطى فوقه اى الجماع ع خزان اما الوطى فوقه بالتقدم فغير مكروه الا فى

الكعبة بغير عذر لقولهم بكرة الصلاة فوقها ءا

۱۔ الدر المنصور مع رد المحتار	جلد ۲ صفحہ ۳۷۰	مطبوعہ بیروت
۲۔ رد المحتار	جلد ۲ صفحہ ۳۷۰	مطبوعہ بیروت.

(ترجمہ: قولہ دہلی اس کا معنی ہے جہاں "مُزَانُ" لیکن قدموں کے ساتھ مسجد کی چھت پر چلنا مکروہ نہیں ہے۔
 ہاں کعبہ کی چھت پر بغیر غدر کے چلنا مکروہ ہے کیوں کہ طلاء نے فرمایا کہ اس کے اوپر نماز مکروہ ہے)

یعنی چونکہ فقہاء کعبہ شریف کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ فرماتے ہیں۔ لہذا کعبہ شریف پر چلنا پھر مانع
 فرماتے ہیں۔ کہ مکروہ اس واسطے کہ جب ملنا کا ادب کعبۃ اللہ کعبہ شریف کی چھت پر نماز جو عبادت ہے وہ بھی
 مکروہ ہے تو چلنا پھرنا کب جائز ہو سکتا ہے۔ چنانچہ کبیری میں ہے:

و يسكرو ايضا (ای الصلوة) على سطح الكعبة للحديث والمعنى فيه عدم التعظيم

وترک الادب را

(ترجمہ: کعبہ معظمہ کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ کیوں کہ اس بارے میں حدیث وارد ہے۔ اور وہ اس کی
 عدم تعظیم اور ترک ادب ہے)

اور حدیث یہ ہے جو ترمذی شریف میں بھی ہے اور علامہ امام مسلم رحمہ اللہ علیہ بھی باب مکروہات
 صلوة کبیری تحریر فرماتے ہیں چنانچہ کبیری میں ہے

وتكروه الصلوة في طريق العامة لما روى الترمذی و ابن ماجه عن ابی عمر رضی

الله عنه ان رسول الله ﷺ نهى ان يصلی فی سبعة مواطن فی المزیلة والمجزرة والمقبرة

و قارعة الطريق و فی الحمام و فی معاطن الابل و فوق ظهر بیت الله ۲

ہا (ترجمہ: امام لوگوں کے رستہ پر نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ امام ترمذی رحمہ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمہ

اللہ علیہ نے حضرت ابو عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور نبی پاک ﷺ نے سات جگہوں میں نماز ادا کرنے

سے منع فرمایا۔ (۱) کوڑا کرکٹ کے ڈھیر (۲) جانوروں کے ذبح کی جگہ (۳) قبرستان (۴) شاہ راہ (۵) حمام

(۶) اونٹوں کے پیٹنے کی جگہ (۷) خانہ کعبہ کے اوپر)

لہذا اگرچہ کعبہ شریف بھی فرش سے عرش تک حکم کعبہ ہی رکھتا ہے۔ مگر ہاں کعبہ کی تقسیم، تقبیل و اسلام و طواف وغیرہ کے ساتھ چونکہ مقصود بالذات اور مقصد بالاثان ہے، کعبہ کے اوپر بلا ضرورت چڑھنے بلکہ نماز پڑھنے سے بھی صراحۃً حضور ﷺ نے منع فرمادیا اور داخل کعبہ کو بھی بصورت ازدحام اور ایذا رسانی مسلمان یا خود تکلیف پانے کے یا رشوت دے کے بھی اندر جانے کو داخل ارکان حج بلکہ مستحب حج نہ کہا۔

کما فی الدر المختار فی صفحة 277

و یندب دخول البیت اذا لم یشتعل علی ایذاء نفسه او غیرہ ۱۔
☆ (ترجمہ: خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونا مستحب ہے جب کہ اپنے اور دوسروں کو اس کے لیے تکلیف اٹھانی نہ پڑے۔)

قال الشامی:

و مثله فیما یظهر دفع الرشوة علی دخولہ ۲۔

(ترجمہ: اس کی مثال وہ صورت ہے جس میں نااہل خانہ کعبہ میں داخلہ کے لیے رشوت دینی پڑتی ہو)
☆ اور مسجد کی تقسیم چونکہ بغرض نماز و عبادت ہے۔ مسجد میں اور مسجد کے چھت پر بلا ضرورت ان امور سے مطلقاً منع فرمادیا گیا جو تکلیف عبادت یا اصلاح مسجد میں ہیں چنانچہ بلا تصدیق عبادت مسجد کی چھت پر چڑھنے کو بھی بعض فقہاء نے مکروہ لکھا ہے چنانچہ عبادت مذکورہ عدم کراحت ملنے پھرنے کی مسجد کی چھت پر بنائیت و وثوق علامہ شامی نقل فرما کر اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

ثم رایت القہستانی نقل عن المفید کراهة الصعود علی سطح المسجد ۳۔

☆ (ترجمہ: پھر میں نے علامہ ستانی کو دیکھا کہ انہوں نے ”المفید“ سے مسجد کی چھت پر چڑھنے کی کراہت نقل کی ہے۔)

۱۔	الدر المختار مع رد المختار جلد ۳	صفحة ۳۵	مطبوعہ بیروت
۲۔	رد المختار	جلد ۳	صفحة ۳۵
۳۔	رد المختار	جلد ۲	صفحة ۳۷۰

☆ مالانکر بغرض اذان جو سن جب عبادت ہے اور سن جب اعلام صحابہ کرام کا مسجد پر چڑھ کر اذان کہنا ثابت ہے رولہ معتبر ہے۔ چنانچہ باب الاذان شامی میں ہے۔

وقال ابن سعد بالسند الى ام زيد بن ثابت رضى الله عنهم كان بيتي اطول بيت حول المسجد فكان بلال يؤذن فوقه من اول ما اذن الى ان بنى رسول الله ﷺ مسجده فكان يؤذن بعد علي ظهر بيت المسجد وقد رفع له شي فوق ظهره

(ترجمہ: امام ابن سعد نے سند کے ساتھ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ سے روایت کی کہ میرا گھر مسجد نبوی کے ارد گرد گروں میں سب سے اونچا تھا، نبی اکرم ﷺ کے مسجد تعمیر فرمانے سے پہلے حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس کے اوپر اذان پڑھا کرتے تھے۔ اس کے بعد آپ مسجد کی چھت پر اذان دیا کرتے تھے۔ آپ کے لیے مسجد کی چھت پر کوئی بلند چیز رکھ دی جاتی تھی جس سے صاف ظاہر ہے کہ علامہ متناقی اور صاحب مفید کے نزدیک مسجد کی چھت پر چڑھنا جب ہی مکروہ ہے جب بغرض عبادت نہ ہو بلکہ محض تفریح یا تماشہ کے واسطے ہو۔ اور اگر بغرض اصلاح مسجد ہو بلاشبہ جائز ہے۔)

کما فی صفحہ 25 من البرازیہ

وللقیم ان یشری من مال المسجد سلما یصعد به علی السطح لکس الثلج ونظین سطح المسجد

(ترجمہ: مسجد کے حوالی کو اجازت ہے کہ مسجد کے مال سے ایک میڑھی خریدے تاکہ برف کو اتارنے اور مسجد کی چھت کو ٹہنی سے لپٹنے کے لیے چھت پر چڑھ سکا جائے)

علی حد بلاشبہ جائز ہے اگر بغرض عبادت ہو جیسے اذان یا تلاوت قرآن یا نماز یا درود وظائف کے واسطے تو مسجد کی چھت پر چلنا پھرنا بھی مکروہ نہیں۔

کما فی من الشامی اندریں صورت بحر عبارت مذکورہ عثمانی پر شامی علیہ الرحمۃ کا یہ فرمانا:

و یلزمہ کراۃ الصلوۃ ایضا فوقہ را

(اس سے لازم آتا ہے کہ مسجد کے اوپر نماز ادا کرنا بھی مکروہ ہے)

☆ چونکہ محل نال ہے چنانچہ خود شامی علیہ الرحمۃ نے اپنی یہ رائے تحریر فرما کر فرما دیا ہے فلیتامل ۲

(ترجمہ: اس پر خوب غور کرو)

یعنی یہ جبری رائے قابل سوچنے کے ہے۔ اس واسطے ہر ایہ مشرع دقائے فتاویٰ عالمگیری یہ فتاویٰ بزازیہ معنیہ المستغنی وغیرہا کسی معتبر کتاب میں باوصف کچھ جس نام پر یہ نہیں ملتا کہ کسی نے بھی مسجد کی حجت پر نماز پڑھنے کو مکروہ لکھا ہو۔ بلکہ برخلاف اس کی صحت اقتدار کی مسجد کے حجت پر امام مسجد کے ساتھ جب امام سے آگے نہ ہو پڑے ہوئے مسجد کی حجت کے حکم مسجد میں باعتبار تمام احکام کے فقہا سب تصریح فرما رہے ہیں چنانچہ درمختار میں ہے کہ اس عبارت کے تحت میں علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

قال الزیلعی و لہذا یصح اقتداء من علی سطح المسجد بمن فیہ اذا لم یستقدم علی

الامام ولا یبطل الاعتکاف بالصعود الیہ ولا یحل للجنب والحائض والثفساء الوقوف

علیہ و لو حلف لا بد من عمل ہذا الدار فوق قف علی سطحہا بحث ۳

(ترجمہ: علامہ زبیلی علیہ الرحمۃ نے فرمایا اسی لئے مسجد کی حجت پر موجود مقتدی کی اقتداء مسجد کے اندر امام سے جائز ہے جب کہ وہ امام سے آگے نہ ہو۔ اس پر چڑھنے سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا۔ جنبی حیض اور نفاس والی کو حجت پر غنہا حرام ہے۔ نیز اگر کسی نے قسم اٹھائی اس گھر میں داخل نہ ہوگا پھر اس کی حجت پر غنہا اتومات ہو جائے گا)

۱۔	رد المحتار	جلد ۲ صفحہ ۳۷۰	مطبوعہ بیروت
۲۔	ایضا		
۳۔	رد المحتار	جلد ۲ صفحہ ۳۷۰	مطبوعہ بیروت

اوس حینہ بھی مضمون صفحہ 127 حدایہ را میں ہے وھکذا فی شرح الوفاۃ و عمدۃ الرعاۃ
البتہ لھا طائفت ادب و تعلیم کعبہ شریف کے چیت پر کبیری مغلطای مراقی الفلاح مالکیہ یہ خانہ یزازیہ وغیرھا
ساری ہی کتابوں میں چڑھنے اور نماز پڑھنے کو کھڑا کھڑا ہے۔

لہذا بلا تکلف مسجد کی چیت پر بلا کراہت نماز پڑھنا جائز ہے اور جو ثواب مسجد کے اندر ملتا ہے تمام
عبادت فقہائے بھی مقبوم ہوتا ہے کہ وہی ثواب چیت پر ملے گا۔

☆ حق یہ ہے کہ مسجد کے تمام احکام کو کعبہ شریف کے احکام پر قیاس کرنا ہی خطا ہے۔ مسجد میں نمازی کے آگے
سے گزنا حرام اور کعبہ کے حرم میں جائز ہے۔ علیٰ ہذا اور بہت امور (میں اختلاف موجود ہے) شاہی معری کے صفحہ
186 میں ہے:

روى المطلب بن ابي وداعة قال رايت رسول الله ﷺ حين فرغ من معبى جاء
حتى اذا حاذى الركن فصلى ركعتين فى حاشية المطاف و ليس بينه و بين الطائفين أحد
رواه احمد و ابن ماجه و ابن حبان و قال فى روايته رايت رسول الله ﷺ يصلى حذ
والركن الاسود والرجال والنساء يعمرن بين يديه و ما بينهم و بينه ستر قرا

(ترجمہ حضرت مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ جب
آپ سنی سے فارغ ہوئے تو چلے اور حجر اسود کے بائیں قائل آئے مطاف کے کنارہ پر آپ نے دو رکعت نماز ادا
فرمائی۔ آپ اور طواف کرنے والے صحابہ کے درمیان کوئی نہ تھا۔ اسے امام احمد بن حنبل، امام ابن ماجہ اور

۱. ہایک کہ ہاذا سطر ح ہے

ویکثرہ المعجمۃ فرق المسجد والتعلی لان سطح المسجد له حکم المسجد حتی یصح الإقضاء منه
بمن تحته ولا یطیل الا حکاف بالصعود الیہ ولا یحفل للجنب الرقوف علیہ . ہدایہ جلد اول صفحہ ۱۴۳ مطبوعہ
مکتبہ املاقیہ ملتان

۲. رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۳۵۷ مطبوعہ بیروت

امام ابن حبان نے روایت کیا ہے انہوں نے اپنی روایت میں فرمایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو حجر اسود کے باقاعدہ نماز ادا فرماتے ہوئے دیکھا۔ مرد اور عورتیں آپ کے سامنے گزورہے تھے اور ان کے اوپر آپ کے درمیان سترہ موجود تھا۔

ثم قال بعد اسطر

ثم رایت فی البحر العمیق حکمی عز الدین بن جماعة عن مشکلات الآثار
للطحاوی ان المرور بین یدی المصلی بحضرة الکعبة يجوز!

(ترجمہ: پھر میں نے البحر العمیق میں دیکھا کہ اس میں علامہ عز الدین بن جماعة نے مشکلات الآثار للطحاوی سے نقل فرمایا کہ کعبہ شریف کے سامنے نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے)

☆ اور ایسی ہی تفسیر بھیکہ مبارکارد میں صاحب تفسیر کبیر نے حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ کے سامنے حرم میں ایک شخص نے جو نمازی کے آگے سے گزرنے کو منع کیا تو آپ نے فرمایا:

هذا مكة يترك الناس بيك بعضها بعضا ۳

(ترجمہ: یہ مکہ ہے لوگوں کو ایک دوسرے پر بھیڑ کرنے کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے) منظر

حورہ: العبد الراعی

ابو محمد دیر اعلیٰ النحوی



-
- | | | | | |
|----|----------------|----------------------|----------|-----------------------------|
| ۱۔ | رد المحتار | جلد ۳ | صفحہ ۳۵۷ | مطبوعہ بیروت |
| ۲۔ | القرآن المجید | آل عمران | ۹۶ | |
| ۳۔ | التفسیر الکبیر | الإمام الرازی، جلد ۸ | صفحہ ۱۵ | مطبوعہ مصر میں مہارت میں ہے |
- لہذا سمیت مكة لأنه بيك بعضهم بعضا

﴿فتویٰ نمبر..... 145﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بادشاہ یا کسی امیر نے ایک جانکاد مسجد کو وقف چھوڑی اور کوئی شرائط وقف کے مصارف پر نہیں اور آمدنی خرچ سے بدرجہا زاد جمع ہوتی ہے۔ بعض مرتبہ ضرورت پر کار میں سے اس کا روپیہ بطور قرض دیا جاتا ہے۔ پس ایسا آمدنی سے ملنا مکلفہ یا اون کی اولاد کا واسطے پرورش کے مقصد کیا جائے یا مسجد میں خرچا امراروزہ داروغیرہ کے کھانے کو اخطاری تیار کی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ امید کہ مفصل جواب عنایت ہو۔

بینوا تو جروا

سائل: عبداللہ ثانی مندی

۵ فروری ۱۹۶۶ء ۱۰ رجب الثانی ۱۳۸۳ھ

الجواب

هو المصوب

☆ شرعاً ایسے اوقاف میں پابندی شرائط کی نہیں۔ بلکہ قرض اگر شرائط ہوں تو بھی ختم کیں کو اس پابندی لازم نہیں۔ بلکہ وہ حق طلباء اور علماء اور فقراء وغیرہ کا ہے اور امام و مفتی و مدرس وغیرہ کی اولاد کا مکلفہ مقرر کرنا اگر یہ جائز ہے۔ علماء کی تشخیص بھی دے سکتے ہیں۔ اخطاری اور کھانا بھی ختم کیں سے کر سکتا ہے۔ اس مسئلہ کو دین اوقاف پر قیاس کر کے غلطی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ مفصل فتاویٰ حادیہ کتاب الوقت صفحہ ۲۱ میں ہے۔

افقی علامة الوجود المولی ابو السعود مفتی السلطنة السليمانية بان اوقاف المملوک والامراء لا يراعى شرطها لأنها من بيت المال او ترجع اليه من حاشية الاشياء قبيل قاعدة إذا اجتمع الحلال والحرام و ذكر السيوطي في رسالة النقل المستور في جواز قبض المعلوم من غير حضور۔ باته افقی جمیع علماء ذلک العصر

كالبسكي وولديه والملكاني وابن عدلان وابن المرجل وابن جماعة والاوزاعي
والزركنسي والبلقيني والاسنوي وغيرهم بان هذه ارسادات لا اوقاف حقيقة للعلماء
المنزليين ان ياكلوها منها وان لم يباشروا وظائفهم الخ وفي شرح الوهانية ما ياخذ
الفقهاء من المدارس لا اجرة لعدم شروط الاجارة ولا صدقة لان الغني ياخذها بل
اعانة لهم على حبس انفسهم للاشتغال حتى لو لم يحضروا الدرس بسبب اشتغال او
تعليق جاز اخذهم الجامكية معين المفتي من آخر كتاب الوقف وقد ذكر علماء نأ ان
من له حق في ديوان الخراج كالمقاتلة والعلماء وطلبتهم والمفتين والفقهاء يفرض
لاولادهم تبعا ولا يسقط بموت الاصل ترغيبا وذكر في مال الفتاوى ان لكل قارى في
كل سنة في بيت المال مائتي درهم او المئتي درهم لان اخذها في الدنيا والا ياخذ في
الآخرة من رسالة السيد الحموي فيما رتب وارصد باوامر الورزاء المصريين قال
مولانا العلامة صاحب الخزانة ناقلا عن مبسوط فخر الاسلام بنص و اذا مات من له
وظيفة من بيت المال لحق الشرع واعزاز الاسلام كاجراء الامامة والتأذين وغير
ذلك مما فيه صلاح الاسلام والمسلمين وللميت ابناء يرعون و يقيمون حق الشرع
واعزاز الاسلام كما يراعى و يقيم الاب فلامام ان يعطى وظيفة الاب لا بناء للميت لا
لغيرهم لحصول مقصود الشرع واتجار كسر قلوبهم والامام مربى فخلق المرتى
بإذن الشرع والشرع امر بإبقاء ما كان على ما كان لا بناء الميت لا غيرهم قلت هذا
مؤيد لما هو عرف الحرمين الشريقين ومصر والروم المعمورة من غير تكبر من ابقاء
ابناء الميت ولو كانوا صغارا على وظائف آباءهم مطلقا من امامة وخطابة وغير
ذلك وامضاء ولى التفسير للقراغ لهم بذلك وتقريرهم بعد وفاتهم عرفا مرضيا
مقبولا لان فيه احياء خلف العلماء ومساعدتهم على بذل الجهد في الاشتغال بالتعلم

و قد افسى بسجواز ذلك طائفة من اكابر الفضلاء الذين يقول على افانهم والله اعلم

بیری زادہ علی الانشاء من کتاب الفرائض۔

☆ (ترجمہ: علامۃ الوجود مولانا ابوالحسن مفتی سلطنت سلطانیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا ہے کہ باٹا ہوں اور امراء کے اوقاف میں ان کی شرائط کا لحاظ نہ رکھا جائے گا۔ کیوں کہ وہ اوقاف بیت المال سے ہوتے ہیں یا اس کی طرف لوٹ جانے والے ہوتے ہیں۔ ان کا یہ فتویٰ ☆ اذا اجتمع الحلال والحرام الخ کے قاعدہ سے کچھ پہلے الانشاء والنظار کے حاشیہ میں ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "الفعل المستور فی جواز قبض المعلوم بغیر حضور" میں فرمایا کہ اس زمانہ کے تمام علماء جیسے کہ امام سبکیؒ ان کے دونوں بیٹوںؒ امام زماکانیؒ امام ابن عدلانؒ امام ابن المرجلؒ امام ابن حمادؒ امام اوزاعیؒ امام زرکشیؒ امام بقیؒ امام اسنویؒ وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے فتویٰ دیا کہ یہ عطیات رعایا کی دیکھ بھال کے لیے ہوتے ہیں۔ حقیقت میں یہ وقف نہیں ہوتے لہذا جو علماء وہاں رہتے ہیں ان کو وہاں سے کھانا جائز ہے اگر چاہتا مقررہ کردہ کام نہ کریں۔

شرح وہابیہ میں ہے فقہاء جو مال (شاید) مدارس سے لیتے ہیں وہ ہجرت نہیں ہوتی کیوں کہ بارہ کی شرطیں پائی نہیں جاتیں۔ اور نہ ہی وہ صدقہ ہوتا ہے کیوں کہ غنی بھی اسے وصول کرتے ہیں بلکہ کاموں کے لیے اپنے آپ کو پابند کرنے کے لیے وہ مال ان کے لیے بطور امانت ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ کسی مصروفیت یا بندش کے باعث وہ عین میں ماضی نہ ہوں تو بھی ان کے لیے تحوٰلہ جائز ہے۔ معنی مفتی آخر کتب الوقف۔ ہمارے علماء نے ذکر کیا ہے کہ خراج کے مستحقین کے رجسٹر میں جن لوگوں کے نام درج ہوتے ہیں جیسے جنگ کرنے والی فوج، علماء، علم مفتی، فقہاء، ان کی اہل خانہ میں ان کی اولاد کو ان کاموں کی طرف رغبت دلانے کے لیے حصہ مقرر کیا جائے گا۔ اصل آدمی کی موت سے اس کا حصہ ساقط نہ ہوگا۔

مآل الفتاویٰ میں ہے۔ بیت المال سے ہر قاری کے لیے سالانہ دو سو درہم یا دو ہزار درہم مقرر کیے

جائیں گے اگر وہ اپنا حصہ دنیا میں وصول کرنا چاہے۔ ورنہ وہ آخرت میں اسے وصول کرے گا۔ جزئیہ علامہ حموی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ سے اخذ کیا گیا ہے جو مصری وزراء کے احکام سے مرتب اور جاری کیا گیا تھا۔

مولانا علامہ صاحب ”المترانہ“ نے ”مصابہ فخر الاسلام“ سے نقل کر کے یوں تحریر کیا۔ جب کوئی ایسا شخص مر جائے جس کا حق شرعی یا اعزاز اسلام کی خاطر بیت المال میں ہے جیسے کہ وہ شخص امامت اور اذان وغیرہ ایسے کاموں کو جاری رکھتا ہو جس میں اسلام اور مسلمانوں کی بھڑی ہو اور اس مرنے والے کے بیٹے ہوں جو شریعت کا اور اسلام کا اعزاز اسی طرح قائم رکھیں اور اس کا لحاظ رکھیں جس طرح کہ باپ قائم رکھتا اور لحاظ رکھتا تھا تو حکمران پر لازم ہے کہ باپ کا وظیفہ بیٹوں کو دے۔ اور کسی کو نہ دے۔ کیوں کہ اس طرح کرنے سے شریعت مطہرہ کا مقصود بھی حاصل ہوگا اور ان کے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے کا باعث بھی ہوگا کیوں کہ حکمران مر رہی ہوتا ہے۔ اور شریعت کے حکم مطابق مرنے والوں کا جائزین ہوتا ہے۔ اور شریعت مطہرہ حکم دیتی ہے جو چیز جس حالت پر ہے اس کو اس طرح باقی رکھا جائے۔ لہذا یہ حق حیات کے بیٹوں کا ہوتا ہے ان کے علاوہ اوروں کا نہیں۔

میں کہتا ہوں اس کی تائید حسین شریعتی، مصر اور روم کے بغیر کسی انکار کے عرف اور رواج سے بھی ہوتی ہے کہ اولاد کو اگرچہ وہ کم عمر ہیں ہوں ان کے آباؤ اجداد کے وظائف پر مطلقاً بحال رکھا جاتا ہے خواہ وہ امام ہوں یا خطیب ہوں یا اس کے علاوہ کوئی اور منصب دار ہوں۔ اور مقرر کرنے والے صاحب اختیار کا ان کو مقرر رکھنا ان کو اس کام کے لیے فارغ رکھنے کے لیے ہوتا ہے۔ اور آباؤ اجداد کی وفات کے بعد ان کو مقرر کرنا ایک پسندیدہ اور مقبول عرف ہے۔ کیوں کہ اس میں ملائے کرام کی اولاد کو زندہ رکھنے اور علم میں ان کو کوشش جاری رکھنے پر امانت کا سامان ہے اور ان کا بر فضلہ انہوں نے اس کے جواز کا ثبوت دیا ہے جن کے فتاویٰ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ سیری زاد علی الاشیاء من کتاب (تقرائض)

پس مبارک بالا سے واضح ہے کہ جس قدر اوقاف شہابی ہیں ان میں ملائے فخریہ، غریبہ، تمام

مسلمین کو حق ہے کہ حضرات متکلمین موقع سے اوس کو غور کریں اور کامل اختیار ہے کہ اخطاری و کماتا و خفیہ وغیرہ کر سکیں۔

هذا ما سح لي عند تحقيق المقام والعلم بجميع المعلومات عند الله الملك العلام

کتابہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ

۱۰ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ

تصديق علمايہ دیوبند

اوقاف شاهی میں یہ مصارف درست ہیں۔ منتظر واللہ تعالیٰ اعلم

ع: میرا الرحمن غفرلہ

مفتی مدد رسد دیوبند۔

۱۳ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ

۹ فروری ۱۹۱۶ء



﴿فتویٰ نمبر..... 146﴾

سوال

محبہ کے مقدمہ میں روپیہ متولی نے اپنے پاس سے لگایا۔ اب وہ آدمی مسجد سے وہ روپیہ لینا چاہتا ہے شرعاً کیا حکم ہے؟۔ بینوا نوجروا

سائل: امام بخش حویلی خواجہ

۶ فروری ۱۹۶۶

الجواب

ایسے موقع پر روپیہ قرض لیکر لگایا اور آدمی مسجد سے محرم الیہا جائز ہے۔ عموماً لکھتا ہے۔

اذا استقبل امر ولم یجد بدا من الاستدانة ینبغي له ان یستدین بامر الحاكم ثم یرجع من غلة الوقف لان للفاضی ولایة الاستدانة علی الوقف و تفسیر الاستدانة بما ذکر انما هو فیما اذا لم یکن فی یدہ شی من الغلة و اما اذا کان فی یدہ شی منها اشتری شیئا للوقف و نقد الثمن من ماله جاز له ان یرجع بذلك فی غلته و ان لم یکن بامر الفاضی۔ (ترجمہ: اور جب متولی کوئی معاملہ درپیش ہو اور قرض حاصل کرنے کے بغیر چارہ نہ ہو تو اسے چاہئے کہ حاکم کے حکم کے ساتھ قرض حاصل کرے۔ پھر وقف کی آدمی سے وصول کرے۔ کیوں کہ قاضی کو وقف پر قرض حاصل کرنے کی ولایت حاصل ہوتی ہے۔۔۔۔۔ قرض حاصل کرنے کی وضاحت جو پہلے بیان ہو چکی صرف اس صورت میں ہے جب کہ وقف کی آدمی سے اس کے پاس کچھ نہ ہو۔ اور اگر اس کے پاس اس سے کچھ رقم موجود ہو تو وقف کے لیے چیز خرید لے اور اپنے مال سے پیسہ ادا کر دے۔ پھر اس کی آدمی سے وصول کر لے اگر چہ یہ کام اس نے قاضی کے حکم سے نہ کیا ہو)

والله اعلم و حکمہ احکم

کتبہ: مفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ

﴿فتویٰ نمبر 147﴾

سوال

مہجہ کی شیانے کھنڈ کوچ کرا سی مسجد میں لگا جائز ہے یا نہیں؟
سائل: امام بخش موہلی خواجہ آگرہ
مدفوری ۱۹۱۶ء

الجواب

جائز ہے۔ بزاز یہ میں ہے۔

اذا استغفنی عنه بیاع و یصرف ثمنه فی ذلك المسجد
(ترجمہ: جب اس مسلمان کی ضرورت نہ رہے تو اس کو فروخت کر دیا جائے اور اس کی قیمت اسی مسجد میں صرف
کی جائے)

کتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



یا مالک! زنیہ کی روایت بالسنی علوم ہوئے ہیں۔ ایک مقام پر ہے۔
اشعری قدیلاً أو حبشیاً للمسجد ثم استغنی عنه بعد إلى الملك ان المالک حیا وإلی ورثته ان
مات وعلی قول الثانی رحمه الله بیاع و یصرف ثمنه إلی حوالج المسجد
فتاویٰ بزازیہ علی هامش العالم کبیرہ جلد ۵ صفحہ ۲۸۳ مطبوعہ مصر
(ترجمہ: مسجد روایتی کے لیے قتل یا بچانے کے لیے گھاس بڑے اپھر ان کی نہ، ہوت نہ رہی اگر ما کھنڈہ ہے تو بیچیں۔ یہ اس کی
ٹک میں جائیں آ جائیں گی اور اگر وہ چکا ہے تو اس کے ورثہ کی ملکیت میں آ جائیں گی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی رو
سے ان کو فروخت کر دیا جائے گا اور ان کی قیمت مسجد کی نہ، روٹوں میں صرف کی جائے گی)
دوسرا مقام پر مسجد کے بیچاؤ ہوئے کی صورت میں یہ حکم قرار ہے

بحول إلی مسجد آخر أو بیعھا القیم لأجل المسجد . جلد ۵ صفحہ ۲۷۰ مطبوعہ مصر
(ترجمہ: ان اشیاء کو کسی دوسری مسجد میں لے جایا جائے یا مسجد کا حوالہ نہیں اسی مسجد کی آبادی کی خاطر فروخت کر دے گا)
محمد علیہ الدین تہجدی ملی عز

﴿فتویٰ نمبر.....148﴾

سوال

وسط مسجد میں قبور مومنین ہوں۔ ان کو گھن میں برابر کر دینا جائز ہے یا نہیں۔ اور مسجد میں یا دائیں یا بائیں قبور ہوں تو نماز پڑھنا اس جگہ شرعاً کیسا ہے۔

الجواب

اگر محض مسجد میں قبور آ جائیں اور عظام ریم ہو گئی ہوں تو شرعاً ان کو برابر کر دیا جائے۔ اور مسجد میں داخل کر لیا جاوے جیسا کہ کھیت وغیرہ میں نکم ہے۔ اور جس جگہ قبور ہوں خواہ سامنے، دائیں یا بائیں وہاں نماز مکروہ ہے۔ سامنے اگر ہوں تو کراہت تحریمی ہے اور بائیں میں تنزیہی۔

کذا فی مجموعۃ الفتاویٰ لابی الحسنات رضی اللہ عنہ۔

کتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ فرلہ



﴿فتویٰ نمبر 149﴾

سوال

شیعہ مذہب کی مسجد کا نغم کیا ہے۔

الجواب

مسجد شیعہ کا اور اہل حقین کا ایک ہی نغم ہے کیوں کہ شیعہ بمطابق مذہب صحیح فاسق ہیں۔

کعبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



۱۔ یہ نغم اس صورت میں ہے جب کہ ان کے عقائد کفریہ نہ ہوں۔ اگر ان کے عقائد کفریہ ہوں جیسا کہ دور حاضر کے تہذیبی رافضی تو پھر یہ نغم نہ ہوگا۔

محمد علی الدین عثمانی

﴿فتویٰ نمبر 150﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ وقف جامع مسجد میں جب افطاری شامل مصالح مسجد نہیں ہے تو جو شیرینی تقسیم کی جاتی ہے شامل ہوگی یا نہیں۔

سائل: ڈپٹی صاحب ستر لکھ کشتی

جامع مسجد اکبر آباد

الجواب

اللهم ارنا الحق حقا والباطل باطلا

صورت مسئلہ میں اول تحقیق اس امر کی ضرور ہے کہ وقف کی کیا تعریف ہے؟ اور کے (کتنی) قسم پر منقسم ہے؟ اور ہر قسم کے احکام ہدایہ کا نہ ہیں یا ایک؟۔

لہذا جانا چاہئے کہ وقف جو شریعت میں حقیقتاً وقف ہے وہ مراد ہے کسی شے مملوکہ کی منفعت اور آمدنی سے جو صدقہ کر دی جائے کسی مدعائے جامع مسجد پر خواہ مدرسہ پر خواہ امامیہ پر بغرض تحصیل ثواب دائمی کے یا اصل شے کو بیع اور رہن وغیرہ تصرفات سے روک دیا جائے یا وصفہ باقی رہنے اصل شے کے ملک و وقف پر بقول امام اعظم رحمہ اللہ یا ملک اللہ پر بقول صاحبین رحمہم اللہ۔ اور فتویٰ اسی قول پر ہے:

كما في الدر المختار في صفحة ۳۹۱

الوقف هو حبس العين على حكم ملك الواقف والتصدق بالمنفعة عنده و عندهما هو حبسها على ملك الله تعالى و صرف منفعتها على من احب و لو غنيا فيلزم فلا يجوز له ابطاله ولا يورث عنه و عليه الفتوى ابن كمال و ابن الشحنة و سببه ارادة محبوب النفس في الدنيا بير الاحباب و في الآخرة بالثواب يعني بالثبته من اهلها الخ

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۲: صفحہ ۳۰۶ و ۳۰۷ ملقطاً مطبوعہ دار اسعاد التراث العربی بیروت

(ترجمہ: وقف کسی چیز کو وقف کنندہ کی ملکیت کی شرط پر روک لینا اور اس کی منفعت کو محدود کرنا ہے۔ وقف کی یہ تعریف حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت کی شرط پر روک لینا اور اس کی منفعت اس شخص پر خرچ کرنا ہے جس کو وقف کنندہ پسند کرے اگرچہ وہ غنی ہو۔ جب وہ چیز وقف کی ملک سے نکل جائے گی تو وقف لازم ہو جائے گا۔ لہذا اس کو باطل کرنا جائز ہے اور نہ ہی وہ وقف کی متروکہ میراث قرار پائے گا اور فتویٰ اسی قول پر ہے۔ ابن کمال ابن شہنہ۔ اس کا سبب دنیا میں دل کو محبوب شے سے دوستوں کے ساتھ ٹٹکی کرنے کی نیت اور ارادہ کرنا اور آخرت میں ثواب کا ارادہ کرنا یعنی آخرت میں حصول ثواب کی نیت اس سے کمال سے ہے)

اس قسم کے وقف کا بھی حکم ہے کہ ایسے وقف کے متعدد واقف ہوں یا ایک اگر اس نے کسی بہت معین پر وقف کیا ہے مثلاً ایک مسجد بنوائی اور ایک مدرسہ یا مکتبہ اور مکتبہ اور مکتبہ اس مسجد پر کچھ دکانوں یا مکانوں یا زمین وغیرہ کو وقف کر دیا یا مکتبہ مدرسہ پر تو مصارف مسجد سے کچھ آمدنی بچے (اسے محفوظ رکھا جائے) تو آمدنی وقف مسجد سے مدرسہ پر اور وقف مدرسہ سے مسجد پر مخالف شرط واقف صرف کرنا برگز جائز نہیں۔

کما فی صفحہ ۲۱۶ من الجزء الخامس من البحر الرائق

اما اذا اختلف الواقف واتحد الواقف واختلفت الجهة بان بنی مدرسة و مسجدا و عین لكل و قفا و فضل من غلة احدهما لا یبدل شرط الواقف۔
 ﴿ترجمہ: جب وقف کنندہ کئی ایک ہوں یا وقف کنندہ تو ایک ہی ہو لیکن وقف کی جہات مختلف ہوں اس طرح کہ ایک مدرسہ بنایا اور ایک مسجد بنائی ہر ایک کے لیے علیحدہ وقف معین کر دیا۔ اگر ایک وقف کی آمدنی سے بچا رہا تو وقف کنندہ کی شرط کو تبدیل نہ کیا جائے گا) اور صفحہ ۴۱۸ در مختار میں ہے:

اتحد الواقف والجهة وقل مرسوم بعض الموقوف عليه بسبب عراب وقف

احدهما جاز للحاکم ان یصرف من فاضل الوقف الآخر علیہ لأنهما کتبی واحد و ان
اختلف احدهما بان بنی رجلان مسجدين او رجل مسجد او مدرسة وقف علیهما او قافا
لا یجوز لهما

☆ (ترجمہ: وقف کنندہ ایک ہو اور اس نے کئی وقف کیے۔ لیکن ان تمام کی جہت ایک ہی ہو اور ان اوقاف میں
سے کسی وقف کے حیران ہو جانے کے باعث کسی موقوف علیہ کے لیے وقف کے محمول میں کمی واقع ہوگئی تو
حاکم کے لیے جائز ہے کہ دوسرے وقف کی فاضل آمدنی سے اس پر خرچ کرے۔ کیوں کہ وہ دونوں وقف ایک
چیز کی مانند ہیں۔ اور اگر دونوں یعنی وقف کنندہ اور جہت میں کوئی ایک مختلف ہو مثلاً دو آدمیوں نے دو مسجدیں
بنائیں یا ایک آدمی نے ایک مسجد اور ایک نے مدرسہ بنایا اور دونوں کے لیے مختلف وقف کیلئے حاکم کے لیے ایسا
کرنا جائز نہیں ہے)

چنانچہ عینہ اسی عبارت سے استفادہ کر کے مولانا عبدالحی صاحب بھی صفحہ ۱۵۶ جلد دوم جواب اول
انتقا ۲۸ میں تحریر فرماتے ہیں۔

ذلک قال الشامی رحمۃ اللہ علیہ

قوله التحد الواقف والجهة بان وقف وقفین علی المسجد احدهما علی العمارة
والاخری الی امامہ او موزنه والامام والمودن لا یسقر لقلۃ الموسوم للحاکم الذین ان
یصرف من فاضل وقف المصالح والعمارة الی الامام والمودن باستصواب اهل الصلاة من
اهل المعلة ان کان الوقف متحدا لان غرضہ احیاء وقفہ و ذلک یحصل بما قلنا بحو عن
البرازیة ۲

(ترجمہ: قولہ: وقف کنندہ اور وقف کی جہت ایک ہو۔ جیسا کہ ایک شخص نے دو وقف ایک مسجد کے لیے کئے ایک

۱. الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۲ صفحہ ۲۳۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲. الفتاوی مولانا عبدالحی لکھنوی: جلد صفحہ مطبوعہ

۱۱. رد المحتار: جلد ۲ صفحہ ۲۳۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

مسجد کی آبادی کی خاطر اور دوسرا امام پانو ذن کے لیے کیا مورا امام اور نو ذن وقف کے حصول میں کمی ہونے کے باعث نہیں ضمیر تے تو دین دار حاکم کے لیے جائز ہے کہ آبادی اور مصارف کے لیے وقف کردہ چیز کی فائز آمدنی کو حقدار نمازیوں کے مشورہ کے ساتھ امام اور نو ذن کے لیے خرچ کرے بشرطیکہ وقف تھ ہو۔ کیونکہ وقف کنندہ کی غرض اسے آباد کرنا ہے اور یہ مقصود اسی طرح حاصل ہو سکتا ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ بحر۔ بزا زیہ) اور تالبا وقف جامع مسجد ہذا اور اکبری مسجد وغیرہ اوقاف شاپان سلف اور ان کے امراء و زراہ کو اسی قسم کا وقف سمجھ کر ہمارے مولانا مفتی مرحوم نے رجسٹر مشروہ ۱۲۳ اکٹوبر کے فتویٰ ۴۸ میں بموجب سوال ڈپٹی صاحب و سوا گمر میر عبد الحلیل صاحب بلا حوالہ کسی کتاب کے تحریر فرمایا ہے:-

☆ مدارس و مکاتب و اوقاف و مساجد کے متعلق فقہاء علیہم الرحمۃ میں اختلاف ہے۔ بعض کا یہی مسلک ہے کہ آمدنی مساجد سے مدارس و مکاتب میں صرف کرنا نہ چاہئے۔ اور بعض فقہاء رحمہم اللہ نے مدارس و مکاتب کو تعمیر باطن قرار دے کر جائز قرار رکھا ہے۔ چنانچہ تالبا بموجب اس فتویٰ کے ہمارے ممبروں کو مصارف متعلقہ مدرسہ جامع مسجد وغیرہ میں کچھ شہادت ہو رہے ہیں۔ ترجمہ کو ایسی روایت یا وصف تلاش نہیں ملی اور نہ ملنے کی امید ہے کہ جس میں یہ نسبت صرف کرنے ایسے وقف سے مدارس مستقلہ پر یا مدارس مسجد پر اختلاف فقہاء ثابت ہو۔ بلکہ یہ نسبت ایسے وقف مضمین کے بالاتفاق جمہور فقہاء بھی تحریر فرماتے ہیں ☆ کہ وقف معین مسجد کی فاضل آمدنی سے مدرسہ پر واپی نہ اوقاف معینہ مدرسہ کی فاضل آمدنی سے مسجد پر صرف کرنا مطلقاً جائز نہیں۔ اور اس تقدیر پر یا وصف علم اس امر کے یہ اوقاف بالعمین مطلقاً عمارت بدعنے ہو یا مسجد کے ہیں متولیان اوقاف مذکورہ آمدنی اوقاف مسطور سے مدرسہ پر صرف کرنے سے ضرور گنہگار ہوں گے اور عند اللہ ذین دار۔ اور ملازمین مدرسہ خواہ وہ مفتی ہوں یا مدرسہ و سرور نزدیک جمہور فقہاء کے اور بموجب فتویٰ مذکورہ مفتی صاحب مرحوم نزدیک بعض فقہاء کے نہ کسی سرور نزدیک بعض (دوسرے) فقہاء کے ضرور حرام خود ضمیر میں گے۔

چنانچہ صفحہ ۴۱۳ رد المحتار مصری میں ہے:

فان انتهت عمارته وفضل من الغلة شي يبدأ بما هو اقرب للعمارة و هو عمارته
المعنوية التي هي قيام شعائره قال في الحاوي القدسي والذي يبدأ من ارتفاع الوقف اى
من غلته عمارته شرط الواقف اولاً ثم ما هو اقرب الى العمارة و اعم للمصلحة كالامام
للمسجد والمدرس للمدرسة يصرف اليهم قدر كفايتهم ثم السراج والبساط كذلك
الى آخر المصالح هذا اذا لم يكن معينا فان كان الوقف معينا على شيء و يصرف اليه بعد
عمارة البناء.

☆ (ترجمہ: اگر اس کی تعمیر مکمل ہو جائے اور آمدنی سے کچھ بچ رہے تو خرچ کا آغاز اس جہت سے کیا جائے گا
جو اس کی تعمیر کے سب سے قریب ہو۔ اور یہ معنوی تعمیر (آبادی) ہے اور معنوی تعمیر اس کے علامات کا قیام ہے۔
جیسے: الحادی القدسی میں فرمایا "وقف کی آمدنی کا خرچ وقف کی تعمیر پر کیا جائے گا۔ وقف کنندہ نے خواہ اس کی
شرط لگائی ہو یا نہ۔ پھر اس جہت پر خرچ کیا جائے گا جو تعمیر کے قریب تر ہو اور اس کی مصلحت کے لیے مامور ہو
جیسے مسجد کے لیے امام مدرسہ کے لیے استاد ان پر اتنا خرچ کیا جائے گا جو ان کے لیے کافی ہو۔ اس کے بعد
چراغ اور درزی فرش پر اسی طرح مصالح کے آخر تک خرچ کیا جائے گا۔ یہ اس صورت میں ہے جب کہ وقف
ممکن نہ ہو اگر اسی جہت کے لیے ممکن ہو تو عمارت بن چکنے کے بعد اس جہت پر خرچ کیا جائے گا)

اور صفحہ ۴۵۷ رد المحتار میں ہے:

ليس للمغاضى ان يفرر وظيفة في الوقف بغير شرط الواقف ولا يحل للمفرر له

الاخذ الا انظر على الوقف باجر مثله ۲

☆ یعنی قاضی کو ناجائز ہے کہ بغیر شرط واقف کے وقف ممکن سے کسی کا وظیفہ مقرر کرے۔ اور جس کا وظیفہ

مقرر کیا جائے اس کو اس تکلیف کا ایسا حرام ہے ہرگز حال نہیں۔ البتہ ناظر یعنی محافظ اور نگہبان وقف بقدر اپنی محج محافظت کے اجرت لے سکتا ہے نہ کہ بطریق تکلیف کے کہ خواہ وہ کام کرے یا نہ کرے اور مستحق تکلیف رہے۔

غلیظ اگر محاسب اور باجی یعنی کرایہ وقف وصول کرنے والا کہ ضرورت پڑے تو بقدر ضرورت ہر ایک کی محنت کے اندازہ پر ان کو آمدنی اوقاف مذکورہ سے اجرت اور ٹھنڈا نہ دے سکتا ہے۔

چنانچہ صفحہ ۳۵۷ شامی میں ہے:

اعلم ان عدم جواز الاحداث مقید بعدم الضرورة كما في فتاوى شيخ قاسم اماما ادعت اليه الضرورة واقتضت المصلحة كخدمة الربعة الشريفة وقراءة العشر والجبابة وشهادة الديوان فيرفع الى القاضي ويثبت عنده الحاجة فيقرر من يصلح لذلك فيقدر له اجر مثله او ياذن للناظر في ذلك قال الشيخ قاسم والنص في مثل هذا في الولوالجية ابو سعود على الاشباه!

(ترجمہ: نیا تکلیف کے مقرر کرنے کا عدم جواز اس صورت سے مقید ہے جب کہ ضرورت نہ ہو جیسا کہ فتاویٰ شیخ قاسم رحمۃ اللہ علیہ میں ہے لیکن اگر ضرورت ہو اور مصلحت کا تقاضا ہو مثلاً قرآن مجید کے اجراء کی خدمت کرایہ اور عشر کو جمع کرنا و غیرہ کا معائنہ تو معاملہ قاضی کے سامنے پیش کیا جائے اور ضرورت ثابت کی جائے وہ اس شخص کا تقرر کرے جو اس کام کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اور اس کے لیے مثلی اجرت مقرر کرے تو یا متولی کو اس کی اجازت دے دے حضرت شیخ قاسم رحمہ اللہ نے فرمایا اس قسم کی جزئیات کی نص فتاویٰ ولوالجیرہ میں ہے۔ ابو سعود علی الاشباہ)

☆ دوسری صورت اس وقف کی جو بھیجتا وقف ہے یہ ہے کہ وقف کی جانب سے یہ امر ثابت ہو جائے کہ وقف نے کسی مصلحت خاصہ پر مثل صورت اول کے مطابق تعمیر نکست و ریخت مسجد پر یا معارف و تبلیغی پر یا حفظ و نفاذ کتب امام و مؤذن پر وقف نہیں کیا تھا ☆ بلکہ وقف نے آمدنی ان اوقاف کو مطلق مصلحت مسجد پر

باعتراح وقف کیا تھا تو اگر میں صورت معلقوں کا اعتبار بحسب عرف زمانہ و مادت واقف ہوگا۔ اگر عرف و مادت زمانہ واقف معلوم نہ ہو تو عرف و مادت زمانہ مال پر فتویٰ دیا جائے گا۔ اس واسطے کہ بصورت عدم مخالفت نص جو حکم عرف و مادت سے ثابت ہو وہ مثل اسی حکم کے ہوتا ہے جو نص صریح سے ثابت ہو۔
 کما فی صفحہ ۳۱۰ من الجزء الثالث للشمسی:

☆ و فی شرح البیری عن المبسوط ان النابت بالعرف كالنابت بالنص
 (ترجمہ: البیری کی شرح میں مبسوط سے ہے کہ جو چیز عرف سے ثابت ہو وہ ایسے ہی ہوتی ہے جس طرح کہ کوئی چیز نص سے ثابت ہے)

☆ بلکہ رسالہ نشر العرف شای علیہ الرقۃ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر عرف زمانہ قدیم معلوم بھی ہو بہر صورت عرف و مادت زمانہ حال ملحوظ ہوگا۔ خصوصاً ایسے اوقاف میں جن کا مال کچھ بھی معلوم نہیں۔
 چنانچہ رسالہ نشر العرف میں علامہ محقق ابن مابودین رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

و قد سمعناک ما فیہ الکفایۃ فی اعتبار العرف و الزمان و اختلاف الأحکام
 باختلافہ فللمفتی الآن ان یغنی علی عرف اهل زمانہ و ان یخالف زمان المتقدمین و کذا
 للحاکم العمل بالقرائن فی أمثال ما ذکرناہ حیث کان امرا ظاهرا

یعنی جب بقدر کنایت کافی طور سے تم کو اعتبار عرف اور زمانہ کی کیفیت اور باعتبار اختلاف زمانہ کے حکموں کے بدلنے کی حالت معلوم ہو چکی تو آپ مفتی کو لازم ہے کہ کو عرف حال متقدمین کے عرف کے مخالف ہو کر اپنے زمانہ کے عرف کے موافق فتویٰ دے۔ اور اسی طرح حاکم امور بخاطر وہ دیکھ کر عمل قرآن حال پر کرے۔ بشرطیکہ مخالف نص صریح شارح علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ ہو۔

☆ لہذا چوں کہ اعتبار مصالح مسجد مقوق عرف زمانہ حال پر ہے اور ظاہر ہے جو بھی کوئی وقف مصالح

۱۔ رد المحتار: جلد ۳ صفحہ ۳۱۰ مطبوعہ مکتبہ و شبلیہ کوئٹہ

۲۔ نشر العرف فی بناء بعض الأحکام علی العرف (مشمولہ رسائل ابن عابدین) جلد دوم: صفحہ ۱۲۸ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور

مسجد پر کرے گا وہ اعتبار مصلح مسجد کا، موافقہ مخصوصہ میں اپنے زمانہ کے عرف کے موافق کرے گا۔ اگر وہ تمام مسائل شرعیہ پر جانور ہوں گی اور ان پر وقت کرنے سے واقف مستحق ثواب ہو گا۔ اور جن امور کو پہلے زمانہ مخالف مصلحت مسجد سمجھیں ان کا وہ ہرگز لحاظ نہ کرے گا۔ اور ان کی طرف اس کا خیال بھی نہ ہو گا۔ لہذا جس زمانہ میں چکے رکھے کو بھی وہی غفلت نمازیوں مسجد سمجھتے تھے۔

كما هو ظاهر من مدخل الشريعة حيث قال

ويكره وضع المرواح في المسجد.

(مسجد میں چکے رکھنے کو بھی دانہل مصلح مسجد نہیں رکھا)

بعض نے روشنی قدر و ضرورت کو مد نظر رکھ کر انتظام تیل کو بھی مصلح مسجد سے خارج سمجھ لیا۔ کسی نے لحاظ اس امر کے کہ نماز میں پڑھنا بہ نسبت نماز پڑھنے کے درجہ وغیرہ پر افضل ہے۔

حيث قال الحلبي رحمه الله في ۳۳۷ من الكبيرى

لكن الصلوة على الارض بلا حائل و على ما انتهت الارض كالحصير والبوربا افضل

لانه القرب الى التواضع.

(ترجمہ: لیکن نماز زمین پر بغیر کسی حائل کے اور ایسی چیز پر جو زمین سے اُگی ہو جیسے چٹائی اور بوریا، اما کرنا افضل ہے۔ کیونکہ یہ تواضع کے زیادہ قریب ہے)

بہ نسبت مائتہ تواضع تخرش بوریا وغیرہ کو بھی مصلح مسجد میں شامل نہ رکھا

۱۔ المدخل لابن الحاج جلد ۲ صفحہ ۴۱۷ مطبوعہ دار الحديث

نوٹ: مدخل کی اصل عبارت یہ ہے۔

وقد منع علمائنا ورحمة الله عليهم المرواح اذا ان الحافضا في المسجد بدعة

حضرت مصنف طیار الزہری نے روایت کیا ہے۔ محمد بن علی بن عمر

۲۔ غنیۃ المستملی صفحہ ۳۳۷ کتب خانہ و جامعہ دیوبند

کما هو ظاهر من قول ابن نجيم رحمه الله في صفحة ۲۱۲ من البحر الرائق

الجلد الخامس :

في الفية رقم لركن الدين الصباغی قال كبت الى المشايخ ورمز للفاضی
عبد الجبار و شهاب الدين الامامی هل للقيم شراء المرواح من مصالح المسجد فلا لا
ثم رمز للعلاء الترمذانی فقال الدهن والحصير والمرواح ليس من مصالح المسجد و
انما مصالحه عمارته ثم رمز لابی حامد و قال الدهن والحصير من مصالحه دون المرواح
و قال یعنی مولانا بدیع الدین هو اشد للصوصاب و اقرب إلى غرض الواقف فقد تحرر ان
الراجح کونهما من المصالح ۱۔

(ترجمہ: تعیہ میں امام رکن الدین صباغی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب یہ قول ہے کہ میں نے مشائخ یعنی قاضی
عبد الجبار رحمۃ اللہ علیہ اور علاء شہاب الدین امامی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سوال لکھا کہ کیا حوتی کے لئے جائز
ہے کہ مصالح مسجد سے کچھ خریدے۔ ان دونوں حضرات نے فرمایا نہیں۔ پھر علاء و علاء الترمذانی رحمۃ اللہ علیہ کی
جانب یہ قول منسوب فرمایا کہ تیل چٹائی اور کچھ مصالح مسجد سے نہیں ہیں۔ پھر مولانا بدیع الدین رحمۃ اللہ علیہ
نے فرمایا کہ یہ قول درستی کے زیادہ مشابہ اور واقف کی غرض کے زیادہ قریب ہے۔ لہذا انہوں نے ان دونوں
یعنی تیل اور چٹائی کو مصالح سے ہونے کے خارج ہونے کو محمد قرار دیا)

یعنی قاضی عبد الجبار و شہاب الدین امامی رحمۃ اللہ سے جب مال وقف علی مصالح المسجد کی نسبت سوال
کیا گیا کہ کھجور کا شربہ کہ مسجد میں رکنا بھی داخل مصالح مسجد ہے تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ اس واسطے کہ
مصالح مسجد کی درجہ اس سے یہ تعریف مفہوم ہوتی ہے کہ جس کے نہ ہونے سے غرض بنائے مسجد جو آہادی مسجد
ہے۔ ذکر اللہ کے ساتھ اور نماز و زکوٰۃ کثیر مسائل دینی فوت ہو جائے۔

چنانچہ صفحہ ۳۶۶ درجہ میں ہے علاء و علاء الدین حنفی رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں :

اتما یكون المدرس من الشعائر لو مدرس المدرسة كما مر اما مدرس الجامع فلا

لانه لا يعطل لغيره المدرسة حيث تغفل اصلا

(ترجمہ: مدرس اس وقت شعائر سے ہوگا جب وہ مدرسہ کا مدرس ہوگا۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا۔ اگر جامع مسجد کا مدرس ہو تو وہ شعائر سے نہیں ہے۔ کیونکہ مسجد اس کے موجود نہ ہونے سے معطل نہیں ہوتی بخلاف مدرسہ کے کہ وہ مدرس کے بغیر بالکل مقفل ہو جاتا ہے)

یعنی مدرس کو جو شعائر اور مصالح میں شمار کیا ہے اس سے وہی مدرس مراد ہو سکتے ہیں جو مدرسہ کے مدرس ہوں نہ کہ مدرسہ میں مدرس۔ اس واسطے کہ مدرس مسجد جامع کے نائب ہونے سے مسجد معطل نہیں ہو سکتی بخلاف غیر مدرس مدرسہ کے کہ ان کے بغیر مدرسہ مقفل ہو جائے گا۔

چنانچہ یہی سمجھ کر ینکھوں کے نہ ہونے سے مسجد معطل نہیں ہو سکتی قاضی عبدالبار اور شہاب الدین امای رحمہما اللہ نے ینکھوں کو مصالح مسجد سے خارج سمجھ لیا۔ پھر جب یہ دیکھا گیا کہ جن مسجدوں میں ینکھوں کا مخصوص زمانہ گرمی میں انتظام نہیں ہوتا نمازی کم ہو جاتے ہیں۔ اور آبادی کی کمی ہونے لگتی ہے۔ عام طور سے علماء نے اجازت دی دے۔ اور تمام مساجد میں عرفہ عام ہو گیا کہ جن میں آمدنی اوقاف ہے اس آمدنی سے روزہ نمازی اپنے پاس سے ینکھوں کے انتظام کو عموماً مصالح مسجد سے سمجھتے ہیں۔ بلکہ بعض نے تو اکثر مساجد میں آمدنی اوقاف مسجد سے نکلی کی روشنی اور بجلی کے پکے جاری کیے ہیں اور جو بنی مسجد اب بنی ہیں اور ان کے پانیوں نے ان پر جو وقف کئے ہیں انہیں اوقاف سے بغرض تحصیل ثواب اور کثرت نمازیان مسجد بجلی کے پکے اور بجلی کی روشنی بھی ساتھ ہی لگاتے ہیں۔ چنانچہ علامہ زین الدین بن نجیم رحمہ اللہ نے بھی اپنے زمانہ کے واقعوں کی مادت و عرفہ کو دیکھ کر ینکھوں کو باہر صریح مصالح مسجد سے شمار کیا ہے۔

چنانچہ کتاب الوقف الاشیاء و النظائر میں تحریر فرماتے ہیں:-

وقف علی المصالح فہی للامام والخطیب والقیم و شراء الدھن والحصیر

قال الشامي رحمه الله:

قوله في وقف المصالح أى فيما لو وقف على مصالح المسجد.

(ترجمہ: یعنی اگر وقف مصالح مسجد پر ہو تو مصالح مسجد میں منتظم اور متولی اور امام اور خطیب اور مؤذن اور مدرس اور روشنی کنندہ اور فراش اور نظریہ وقف بھی داخل ہیں۔ اور مصارف تیل اور قندیل اور چٹائی اور آب وضو اور وضو کی جگہ تک آب وضو لانے کی اجرت بھی داخل مصالح مسجد ہیں)

اور حینہ بھی مضمون صفحہ ۲۱۳ بحوالہ اراکتی میں ہے۔ علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

والذى يبتدأ به من ارتفاع الوقف عمارته شرط الواقف اول ثم ما هو اقرب الى العماره و اعم للمصلحه كالامام للمسجد و المدرس للمدرسة يصرف اليهم قدر كفايتهم ثم السراج و البساط كذلك الى آخر المصالح و ظاهره تقديم الامام و المدرس على جميع المستحقين بلا شرط و التسوية بالعمارة يقتضى تقديمهما عند شرط الواقف انه اذا ضاق ريع الوقف قسم عليهم بالحصة و ان هذا الشرط لا يعتبر و لكن تقديم المدرس انما يكون بشرط ملازمته للمدرسة للتدريس الايام المشروطة فى كل جمعة و لذا قال للمدرسة لان مدرستها اذا غاب تعطلت بخلاف مدرس الجامع.

(ترجمہ: وقف کی آمدنی کے خرچ کا آٹا زاس کی تعمیر پر کیا جائے گا۔ واقف نے خواہ اس کی شرط لگائی ہو یا نہ۔ زاس بعد اس مدرس خرچ کیا جائے گا جو عمارت کے سب سے زیادہ قریب ہو۔ اور جس کی مصلحت سب سے زیادہ عام ہو جیسا کہ مسجد کے لیے امام اور مدرس کے لیے مدرس۔ ان پر اتنا خرچ کیا جائے گا جو ان کے لیے کفایت کرے۔ اس کے بعد چنانچہ درویش چنانچہ سے لے کر مصالح کے آخر تک ترتیب سے خرچ کیا جائے گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ تمام مستحقین سے مسجد کے امام اور مدرس کے مدرس کو بغیر شرط کے مقدم رکھا

۱۔ رد المحتار جلد ۶ صفحہ ۳۳۳ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ البحر الرائق جلد ۵ صفحہ ۲۳۰ ۲۳۱ دار المعرفۃ بیروت

جائے گا۔ اور ان کو عمارت کے برابر مستحق قرار دینے کا مقنا یہ ہے کہ اگر واقف نے شرط لگائی ہو کہ ان کو عمارت سے مقدم رکھا جائے تو مقدم رکھا جائے گا۔ اور جب وقف کی پیداوار کم ہو تو ان پر حصوں کے لحاظ سے تقسیم کی جائے گی اور مقرر حصہ کی شرط کا اعتبار نہ رہے گا۔ لیکن مدرس کو اس شرط پر تقدم حاصل ہوگی جب کہ وہ ہر ہفتہ میں تدریس کے لیے مقرر دنوں میں تدریس کے لیے حاضر رہے۔ اور اسی لیے فرمایا ”مدرس کا مدرس“ کیونکہ جب مدرس سے اس کا مدرس غیر حاضر ہوگا تو مدرس معطل ہو جائے گا۔ جامع مسجد کے مدرس کی یہ کیفیت نہیں ہوتی۔

الحاصل خلاصہ تحریر علامہ ابن نجیم رحمہما اللہ یہ ہوا کہ وقف علی المصالح میں آدنی وقف مسجد سے خواہ واقف سے تصریح پائی جائے یا نہ پائی جائے بعد ضروریات تعمیر ظاہری مسجد، اہل امام مسجد کو بقدر کمالات دیا جائے گا۔ اور اگر وقف علی مصالح المدرس ہے تو بعد تعمیر مدرسہ مدرس کو دیا جائے گا۔ پھر مصارف چنانچہ مفت غرض فروش وغیرہ میں خرچ کیا جائے گا۔ اور مدرس جامع مسجد داخلی مصالح مسجد نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے کہ اگر مدرس جامع نائب رہے، مسجد کی آبادی میں کچھ فرق نہیں آ سکتا۔ بخلاف مدرس مدرسہ کہ بغیر ماضی مدرس مدرسہ ہندی ہو جائے۔ اور تصریح اس امر کی بہت سی واضح عبارت منقولہ صفحہ ۳۲۹ درختار میں گزر چکی تھی۔ الحاق ماثیہ البحر الرائق مصری کے صفحہ ۲۱۳ میں علامہ شای رحمہ اللہ تردید اس قول مذکور کی کہ مدرس جامع داخل شعائر مسجد نہیں ہو سکتا۔

شرح قول البحر الرائق بخلاف مدرس الجامع میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

قال المفسدسی رحمہ اللہ انت خیر بان ما ذکر لایشهد لما ادعی من الفرق بین المدرسة والجامع و غایة ما فیہ ان الجامع الذی شرط تدريس اذا غاب مدرسه لم یقطع من حیث کونه مسجداً و یتعطل من حیث کونه مدرسة فیجب تفدیمة من هذه الحیثية۔

(ترجمہ: علامہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے ان کے اس دعوے پر شہادت نہیں دینا جو انہوں نے کیا ہے، کہ مدرسہ اور جامع مسجد کے مدرس میں فرق ہے۔ ان کی آخری بات یہ ہو سکتی ہے کہ وہ جامع مسجد جس میں واقف نے مدرس کی شرط لگالی ہو جب اس کا مدرسہ غیر حاضر ہوگا تو اس کی مسجد ہونے کی حیثیت تو ختم نہ ہوگی۔ لیکن اس کے مدرسہ ہونے کی حیثیت تو معطل ہو جائے گی۔ لہذا اس حیثیت کے پیش نظر اس مدرسہ کو مقدم کرنا ضروری ہے)

یعنی جس جامع مسجد میں تصریح واقف یا عرفہ مال سے بحسب کثرت و قلت آمدنی ہو وقف مدرسہ کا جاری رکھنا بھی ثابت ہو مدرسہ مدرسہ اور مدرس جامع میں فرق کرنے کی دلیل قائم نہیں ہوتی۔ اس واسطے کہ مدرسہ جامع کے نائب ہونے سے اگرچہ مسجد جامع کی جامعیت اور آبادی میں فرق نہیں آتا۔ مگر آبادی مدرسہ مسجد میں تو ضرور فرق آجائے گا۔ بلکہ جس مدرسہ مدرس کے مدرسہ ہونے سے مدرسہ مسجد جامع بھی معطل اور بند ہو جائے گا۔ الا حالہ مدرسہ جامع بھی داخل مصالح مسجد ہوگا۔

بہر حال اگر تصریح واقف یا دارالافتاء عرفہ سے مدرسہ جامع کا مصالح اور آبادی مسجد سے ہونا ثابت ہوگا تو بالافتاء مدرسہ جامع کو بھی آمدنی ہو وقف سے بقدر کثافت دینا جائز ہوگا۔ اور اگر ثابت نہ ہو جیسا کہ قول روایت درختہ اور بحر سے ظاہر ہے مدرسہ کو اس صورت میں بھی آمدنی ہو وقف علیٰ مصالح سے دینا جائز ہوگا۔ اور مدرسہ کو تنخواہ اولیٰا حرام۔ پھر واعظ اور مفتی کو دینا اور واعظ اور مفتی کو مشاہیر علیہا بدیں صورت کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے کہ بہت سی ٹکٹیں دینی اور لاہور وغیرہ میں جو مساجد جدیدہ و قدیم کم و بیش اوقاف حقیقی رکھنے والی ہیں بحسب ان کی آمدنی کے اگرچہ یہ عرف میں شائے و ذائق ہو گیا ہے کہ وظائف یعنی تنخواہ مشاہیر اسے محاسب و فراش و چوکیدار امام و موزن و خطیب و مدرسین مدرسہ مسجد اور نیز مصارف اطاری و شیرینی و ختم و تیل اور حق پوریہ کی اور نیز پانچاٹھائے محلہ مسجد کو بھی واقفین مال مصالح مسجد سے سمجھتے ہیں اور بموجب ان سے عرف زمانہ حال کے بموجب روایت مذکورہ شرع العرف اوقاف مساجد قدیمہ بھی عمل درآمد ہو رہا ہے۔ مگر کسی شہر کی کسی مسجد اوقاف کی شرحہ رکھنے والی میں واعظ اور مفتی کو ملازم رکھتے ہوئے دیکھنا

شنا۔ اور معاشقہ مسجد سے واعظ اور مفتی کو جہاں تک میری نظر ہے کسی فقیر کو شمار کرتے ہوئے کسی بھی کتاب میں نہیں دیکھا۔ جو اوقاف محض مساجد بیت المال سے قرار دیے گئے ہیں ان سے ضروری و خفیہ مفتی اور ملا اور طلبہ کے اب تک ضرورت نقل کی گئی ہے جس کا ذکر مختصر یہ آنے والا ہے۔ اور چوں کہ ملازمین اس قسم کے وقف کے جس کا ذکر ہو رہا ہے اس پر قرار دیے گئے ہیں عند الفقہاء بغیر کام کرنے کے مستحق مشاہرہ و اجرت معینہ نہ ہوں گے۔

چنانچہ صفحہ ۲۰۹ تا ۲۱۱ مادیہ میں ہے:

فی البحر لا يستحق الامن باشر العمل و غی الاشباہ قد اغتر كثير من الفقهاء فی زماننا فاستباحوا معالیم الوظائف من غیر مباشرة الخ ۱۔
 (ترجمہ: البحر الرائق میں ہے کہ جو شخص کام نہ کرے وہ مزدوری کا مستحق نہیں ہے۔ الاشباہ میں ہے کہ ہمارے زمانہ کے بہت سے فقہاء کو مدح کا ہوا ہے انہوں نے مقررہ وظائف کو حاصل کرنا بغیر کام کیے مباح قرار دیا ہے)

مر النص قید فی صفحہ ۲۰۵

ما یأخذہ الناظر هو بطریق الاجرة ولا اجرة بدون العمل بحو عن الخاتبة ۲۔
 (ترجمہ: حکمران جو تکلیف پاتا ہے جو مزدوری ہوتی ہے۔ اور عمل کے بغیر مزدوری نہیں۔ محبت۔ ثانیہ)
 اگر ناظر و امام وغیرہ ملازمین وقف مذکور سے ایسے تیار ہو جائیں کہ بالکل خدمت معینہ ادا نہ کر سکیں یا پھر سزج ادا نہ خدمت معینہ سے بالکل معذور ہیں مستحق اجرت و مشاہرہ نہ رہیں گے۔
 چنانچہ صفحہ ۲۱۲ جلد ثالث شای میں ہے

ذكر الخصاص انه لو اصاب الفیسم عروس أو عمی أو جنون أو فالج أو نحوه من الافات فبان أمكنه الكلام والأمر والتهی والأخذ والإعطاء فله اخذ الاجر والا فلا قال

۱۔	تنفیح الفتاویٰ الحامدین:	جلد اول:	صفحہ ۲۱۳	المکبة الحبیبة کوئلہ
۲۔	تنفیح الفتاویٰ الحامدین:	جلد اول:	صفحہ ۲۱۳	المکبة الحبیبة کوئلہ

الطریقوسی و مقتضاه ان المدرس و نحوه اذا اصابه عذر من مرض او حج بحيث لا
يمكنه المباشرة لا يستحق المعلوم لانه اذ احکم فی المعلوم علی نفس المباشرة فان
وجدت استحق المعلوم والا فلا وهذا هو الفقه!

(ترجمہ) امام خصال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا متولی کو اگر کوئی پیندہ چاہے یا ان کی مانند امرائے
اللاحق ہو جائیں اگر اس کے لیے کلام کرنا حکم دیا، روکنا لیا اور دینا ممکن ہو تو اس کو اجرت حاصل کرنا جائز ہے
ورنہ نہیں۔ اور علامہ طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کا خاضع یہ ہے کہ مدرس اور اس کی مانند لوگوں کو جب کسی
نیازی یا حج پر روانگی کے باعث عذر لاحق ہو جائے کہ وہ اپنے فرائض ادا نہ کر سکیں تو مقررہ وظیفہ کے مستحق
نہیں۔ کیونکہ مقررہ وظیفہ کے حصول کا دار و مدار عمل کرنے پر ہے۔ اگر عمل پایا گیا تو مقررہ وظیفہ کے مستحق ہیں
ورنہ نہیں۔ اور سبکی کجھادری کی بات ہے)

یعنی مستحکم وقف اور مدرس وغیرہ ملازمین کام کریں گے تو مستحق اجرت ہوں گے ورنہ کچھ نہ ملے گا۔ اور
مدرس اور امام و موزن وغیرہ کے متعلق یہ حکم جب صحیح ہوگا جب ہو جب مذہب متاخرین جواز اجرت کا مباحثہ
قید امامت اور مدرس کے کسی مسجد یا مدرسہ خاص کے ساتھ جو قول مفتی بہ ہے شواہد دیا جائے۔ اور اندریں
صورت ان جملہ ملازمین مسجد امام و مدرس وغیرہ کی چھوڑی ہوئی تحواہ اگر یہ مرجعائے ائمہ دینوں کی بنیاد میں
انہوں نے کام کیا ہے ان کے ورثہ کو ضروری جائے گی۔ اور ایام تعطیل کی وضع کر لی جائے گی۔ اور ہو جب
مذہب حنفی میں چونکہ وظائف امام و موزن و مدرس علم دینیہ بطریق امداد بھی جاتی ہیں مثل صلہ کے بیت المال
سے مجتہدان کا چھوڑا ہوا وظیفہ بعد موت ان کے ورثہ کو نہیں ملتا۔ البتہ ایام کام کرنے کا وظیفہ ان کو ضرور ملے گا
مجہد ہونے اس وظیفہ کے بطریق امداد اور صلہ کے۔

چنانچہ صفحہ ۳۳۵ درختا درمیں ہے:

مات الموزن و الامام و لم يستوفيا و طغيهما من الوقف سقط لانه كالتسلة كا

لفاضی وقیل لا یسقط لانه کالاجرۃ کذا فی الدرر قبیل باب المرند و غیرها قال المصنف ثم و ظاہرہ ترجیح الاول لحکایۃ الثانی بقیل قلت قد جزم فی البغیۃ تلخیص الفنیۃ بانہ یورث بخلاف رزق الفاضی کذا فی وقف الاشیاء و مغنم النہر۱

(ترجمہ بنوین اور امام مرگئے۔ وقف سے انہوں اپنا وظیفہ نہ پایا تو وہ وظیفہ ساتھ ہو جائے گا۔ کیونکہ ان کا وظیفہ علیہ ہوتا ہے۔ جس طرح کہ قاضی کا وظیفہ علیہ ہوتا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ مرنے سے وظیفہ ساتھ نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ مزدوری کی مانند ہوتا ہے۔ الدرر کے باب المرتد سے تھوڑا پہلے اور دوسرے کتابوں میں اسی طرح ہے۔ حضرت منصف رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں فرمایا کہ ”ترجیح پہلے قول کو ہے۔ کیونکہ دوسرا قول ”قیل“ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ”المغنیہ تلخیص تہیہ“ میں ہے کہ ان کا وظیفہ وراثت میں تقسیم ہوگا بخلاف قاضی کے وظیفہ کے۔ الاشیاء کے وقف اور انہر کے کتاب المغنم میں اسی طرح ہے۔)

قال الشامی رحمہ اللہ :

قولہ فی البغیۃ فجزمہ بہ یفتنی ترجیحہ قلت و وجہہ ما سید کرہ فی مسئلۃ الجامکیۃ ان لہا شبہ الاجرۃ و شبہ الصلۃ ثم ان المتقدمین منعوا اخذ الاجرۃ علی الطاعات وافنی المتأخرون بسجوازہ علی العلیم والاذان والامامۃ فالظاہر ان من نظر الی مذهب المتقدمین رجح شبہ الصلۃ فقال بسقوطها بالموت لان الصلۃ لا تملک قبل القبض و من نظر مذهب المتأخیرین و هو المفتی بہ رجح شبہ الاجرۃ فقال بعدم السقوط و حیث کان مذهب المتأخیرین هو المفتی بہ جزم فی البغیۃ بالثانی بخلاف رزق الفاضی فانہ لیس لہ شبہ بالاجرۃ اصلاً اذ لا قائل باخذ الاجرۃ علی القضاء و علی هذا مشی السطرطوسی فی انفع الوسائل علی ان المدرس و نحوہ من اصحاب الوظائف اذا مات فی أثناء السنۃ یعطى بقدر ما باشر و یسقط الباقی۔^۲

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار : جلد ۲ صفحہ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ رد المحتار : جلد ۲ : صفحہ ۳۹۱ دار احیاء التراث العربی بیروت

(ترجمہ: قولہ بغیر میں ہے۔ صاحب درمختار کا اس پر جزم فرمانا تقاضا کرتا ہے کہ بھی نگم رائج ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی وجہ وہ ہے جو منصف رحمۃ اللہ علیہ شاہی ملازمین اور لشکر کی تنخواہوں کے مسئلہ میں ذکر کریں گے کہ ان کی مشابہت مزدوری سے بھی ہے اور عطیہ سے بھی۔ پھر حقد میں نے عبادات پر مزدوری لینے کو منع فرمایا ہے اور متاخرین نے تعلیم، اذان اور امامت پر اجرت کے جواز کا فتویٰ دیا ہے تو ظاہر ہے جس کی نظر حقد میں کے مذہب پر ہے اس نے عطیہ کے ساتھ مشابہت کو رائج قرار دیا۔ اور موت کے ساتھ اس کے سقوط کا قول کیا ہے۔ کیونکہ عطیہ قبضہ سے پہلے ملکیت میں نہیں آتا۔ اور جس نے متاخرین علماء کے مذہب کو دیکھا اور معنی پہنچی ہے اس نے اجرت کے ساتھ مشابہت کو رائج کہا اور فرمایا یہ موت سے ساتھ نہیں ہوتا۔ اور چونکہ متاخرین کا مذہب مفتی ہے بغیر میں دوسرے قول پر ہی جزم فرمایا۔ قاضی کا دیکھنا اس سے مختلف ہے کیونکہ اس کی مشابہت اجرت کے ساتھ بالکل نہیں ہے۔ کیونکہ فقہا پر اجرت حاصل کرنے کا قائل کوئی بھی نہیں۔ علامہ طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الشفع الموائل“ میں اس کو اختیار کیا اور فرمایا مدرس اور اس کی مانند جن لوگوں کے وظائف مقرر ہیں اگر وہ دوران سال مر جائیں تو جتنا عرصہ کام کیا اس کی مزدوری دی جائے گی۔ اور باقی مقرر کردہ وظیفہ ساکت ہو جائے گا۔

☆ تیسری قسم وقف کی وہ وقف ہے جو بادشاہان سلف نے بیت المال سے دوران کی اولاد اور ان کے امراء و وزراء نے جاگیروں سے جو بیت المال سے رکھتے تھے ☆ مسجدیں بنا کر مساجد پر وقف کئے ہیں یا خانقاہوں پر کہ وہ بھی مآلات بیت المال ہی سے وقف کرنے کا حکم رکھتی ہیں۔ ایسے اوقاف اگر مصطلح ملے مؤمنین پر وقف کئے گئے ہیں اور ان کا وقف کرنا صحیح ہے اور اس طرح کے وقف کرنے میں ضرورتاً وقف مستحق اجتر ہوں گے۔

چنانچہ صفحہ ۲۸۲ درالمنہاج میں ہے۔

فی التحفة المرضیة عن العلامة قاسم من ان وقف السلطان لارض بیت المال صحیح ۱۔

(ترجمہ: التحفۃ المرضیہ میں علامہ قاسم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول منقول ہے کہ بیت المال کی زمین سے بادشاہ کا وقف کرنا درست ہے)

اور صفحہ ۴۳۳ ردی میں ہے

ولو وقف السلطان من بیت مالنا لمصلحة عمت يجوز
ترجمہ: اگر بادشاہ اپنی اسلام کے بیت المال سے عمومی مصلحت کی خاطر وقف کرے تو وہ جائز ہے)

وفی صفحة ۴۳۰ من الجزء الثالث رد المحتار

لان بیت المال معد لمصالح المسلمين فاذا ابدہ علی مصرفه الشرعی یشاب

(ترجمہ: بیت المال مسلمانوں کی مصلحتوں کے لیے ہے۔ جب بادشاہ نے اس کو اس کے شرعی مصرف پر پیش کے لیے کر دیا تو وہ ثواب پائے گا)
اسی میں ہے۔

لعل مراده اى مراد العلامة القاسم من صحة الوقف انه لازم لا یغیر اذا كان علی
مصلحة عامة کما نقل الطرطوسی رحمه الله عن قاضی خان من ان السلطان لو وقف
ارضا من بیت مال المسلمين علی مصلحة عامة جاز قال ابن وهبان لانه ابدہ علی مصرفه
الشرعی فقد منع من مصرفه من امراء الجور فی غیر مصرفه

(ترجمہ: علامہ قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی وقف کے صحیح ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ وقف لازم ہو جائے گا۔ اور جب
وہ عمومی مصلحت کے لیے وقف ہو تو اسے تبدیل نہ کیا جائے گا۔ جیسا کہ علامہ طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ نے امام قاضی
خان رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمایا کہ بادشاہ بیت المال کی کوئی زمین عام مصلحت کے لیے وقف کرے تو جائز

-
- | | | | |
|--------------------------------|-------|----------|-------------------------------|
| ۱۔ الدر المناسخ مع رد المحتار: | جلد ۶ | صفحہ ۴۶۷ | دار احیاء التراث العربی بیروت |
| ۲۔ رد المحتار: | جلد ۳ | صفحہ ۴۶۷ | دار احیاء التراث العربی بیروت |
| ۳۔ رد المحتار: | جلد ۳ | صفحہ ۴۸۳ | مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ |

ہے۔ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اس زمین کو اس کے شرعی مصرف پر ہمیشہ کے لیے وقف کر دیا اور ظالم امرا کو اس کے مصرف کے علاوہ اور کاموں میں صرف کرنے سے روک دیا۔
یعنی قاضی خان اور ابن طرطوسی اور علاء قاسم رحمہم اللہ کی صحبت و وقف بیت المال سے بھی مراد ہے کہ جو وقف بیت المال سے مصلحتِ عامہ اہل اسلام پر کیا جائے وہ لازم ہے اس کو کوئی نہیں بدل سکتا۔

علاء ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وقف کی مراد اس وقف سے بھی ہے کہ مصارفِ شرعیہ حلقہٴ مصلحتِ عامہ پر یہ وقف ہمیشہ جاری رہے۔ اور کوئی ظالم امیر امرائے قہر سے علاوہ مصارفِ معینہ شرعیہ اس کو دوسری جگہ صرف نہ کر سکے۔ ہذا اور ظاہر ہے کہ جب وقف بیت المال میں شرط و اوقف تک ملحوظ نہیں ہوتی پھر علاوہ مصلحتِ عامہ کوئی دوسرا شخص کو وہاں اسلام ہی کیوں نہ ہو دوسری جگہ اس کو کیوں کر صرف کر سکتا ہے۔ لہذا اگر یہ ثابت ہو جائے کہ شاہانِ سلف یا ان کی اولاد یا ان کے امراء و وزراء نے اپنے مالِ ملوک سے ان اوقاف کو وقف کیا ہے نہ کہ مالِ بیت المال سے تو ضرور مصارفِ ان اوقاف میں شروع و اوقف کا لحاظ ہوگا۔ اور جو احکامِ قسم اول وقف اور قسم دوم میں مذکور ہوئے حسبِ ثبوت نیت اور شرط و اوقف بالوجوب عرف زمانہ صالحہ وی احکام ان پر بھی جاری ہوں گے۔ اور بصورتِ عدم ثبوت اور عدم علم اس امر کے یہ اوقاف مالِ ملوک و سلاطین اور ان کے وزراء و امرا یا ان کی اولاد سے ہیں یا نہیں ان پر وہی احکام جاری ہوں گے جو اس پر جاری ہوئے ہیں جن کا وقف کرنا مالِ بیت المال سے ثابت ہو۔ بلکہ اسی وجہ سے بعض فقہاء نے تو یہ بھی تحریر فرمایا کہ بیت المال سے اگر وقف کیا جائے وہ وقف ہی صحیح نہیں ہوتا۔ مگر حقیقتاً اس قول سے ان کی غرض یہی ہے کہ اس پر احکام وقف باجنا مصارفِ وقف کے جاری نہیں ہوتے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ وہ فی الواقع صحیح اور لازم ہی نہیں ہوگا۔ کما ظاہر من الروایات المذکورۃ

اور میرے فتویٰ مرتبہ بموہلہ، نوک وغیرہ میں بھی اس قسم کی بہت سی روایات کے ساتھ مؤلفین کے کسے میں نے جو یہ لکھا ہے کہ اوقافِ شاہانِ سلف حقیقتاً وقف نہیں ہیں بلکہ مخاطبِ مرصودہٴ مخصوصہٴ ملایہ و طلبِ مالِ بیت المال سے ہیں میری بھی غرض ہے۔

پنج پچاس امثالی رتہ اللہ علیہ رد المحتار مطبوعہ مصر صفحہ ۲۵۲ باب العشر والخراج
میں تحریر فرماتے ہیں:-

و حيث ملكها بالشراء صح وقفه لها و تراعى شروط وقفه قال في التحفة
الموضعية سواء كان سلطانا او اميرا او غيرهما و ما ذكره الجلال السيوطي من انه لا
يراعى شروطه ان كان سلطانا او اميرا و انه يستحق ريعه من يستحق في بيت المال من
غير مباشرة للوظائف فمحمول على ما اذا وصلت الى الوقف باقطاع السلطان اياه من
بيت المال كما لا يخفى الخ حاصله ان ما ذكره السيوطي لا يخالف ما قلنا لانه محمول
على ما اذا لم يعرف شراء الوقف لها من بيت المال بل وصلت اليه باقطاع السلطان لها
اي بان جعل له خراجها مع بقاء عينها لبيت المال فلم يصح وقفه لها و لا تلزم شروطه
بخلاف ما اذا ملكها ثم وقفها كما قلنا قلت لكن بقي ما اذا لم يعرف شراءه لها لا عدمه
فالظاهر انه لا يحكم بصحة وقفها لانه لا تلزم من وقفه لها انه ملكها و لهذا قال السيد
الحموي رحمة الله عليه في حاشية الاشباه قبيل قاعدة اذا اجتمع الحلال والحرام مانصه
و قد افنى علامة الوجود المولى ابو السعود مفتي السلطنة السليمانية بان اوقاف
الملوك والامراء لا يراعى شرطها لانها من بيت المال او ترجع اليها و اذا كان كذلك
يجوز الاحداث "اذا كان المقرر في الوظيفة او المرتب من مصاريف بيت المال الخ" و
لا يخفى ان المولى ابا السعود رحمة الله عليه ادري بحال اوقاف الملوك و مثله ما
سيذكر الشارح في الوقف عن المعجبة عن المبسوط ان السلطان يجوز له مخالفة الشرط
اذا كان غالب جهات الوقف قرى و مزارع لان اصلها لبيت المال الخ يعنى اذا كانت
لبيت المال و لم يعلم ملك الواقف لها فيكون ذلك ارسادا لا وقفا حقيقة أى ان ذلك
السلطان الذى وقفه اخرجه من بيت المال و عينه لمستحقه من العلماء و الطلبة و نحوهم

عونا لهم على ما وصلهم الى بعض حقهم من بيت المال۔

(ترجمہ: اور چونکہ وہ خیرے نے کی وجہ سے مالک ہو گیا ہے لہذا اس کا اسے وقف کرنا صحیح ہے۔ اور اس وقف میں واقف کی شرائط کا لحاظ نہ کیا جائے گا الصحفۃ المرحومیۃ میں فرمایا وہ خیرے اور خواہا بادشاہ یا امیر ہو یا ان دونوں کے علاوہ کوئی اور ہو۔ اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”مگر اسے وقف کرنے والا بادشاہ یا امیر ہو تو اس کی مانند کردہ شرائط کا لحاظ نہ کیا جائے گا۔“ لہذا اور اس کی آمدنی کا وہی بغیر کام کیسے مستحق ہوگا جو بیت المال سے وظائف کا مستحق ہے؟ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان فرمودہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ وہ جائیداد بادشاہ نے بیت المال سے وقف کنندہ کو بطور جائیداد کی جو جیسا کہ تعلق نہیں ہے۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا وہ انارے قول کے مخالف نہیں ہے۔ کیوں کہ یہ حکم اس صورت پر ہے جب کہ وقف کنندہ کی خیرے اری بیت المال سے معلوم نہ ہوگا۔ بلکہ اس تک وہ جائیداد بادشاہ بطور جائیداد کی جو جیسا کہ تعلق نہیں ہے۔ تو اس صورت میں اس کا وقف صحیح نہیں ہے۔ اور مذہبی وقف کرنے کی صورت میں اس کی مقرر کردہ شرائط لازم ہیں۔ لیکن اس صورت میں حکم مختلف ہوگا جب کہ وقف کنندہ اس کا مالک ہو پھر اس کو وقف کرے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس صورت کا حکم باقی رہ گیا کہ پتہ نہ چلا ہو کہ وقف کنندہ نے اسے خیرے یا نہیں۔ تو ظاہر ہے اس صورت میں اس کے وقف کی صحت کا حکم نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کے وقف کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس کا مالک بھی ہو۔ اسی لیے علامہ سید حموی رحمۃ اللہ علیہ ”إذا اجتمع الحلال والحرام“ قاعدہ سے پہلے یوں فرمایا ہے کہ علامۃ الوجوہ میں مولانا ابوالسعود مفتی سلطنت سلیمانہ رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ صادر فرمایا کہ بادشاہوں اور امراء کے اوقاف میں ان کی مانند کردہ شرائط کا لحاظ نہ کیا جائے کیونکہ وہ اوقاف بیت المال سے ہوتے ہیں یا اس کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ جب صورت حالات یہ ہے تو وظیفہ یا تحوٰۃ کی مقررہ

مقدار؟ اگر بیت المال سے جو اس میں نیا وظیفہ یا تنخواہ مقرر کرنا جائز ہے یہ امر غلط نہیں ہے کہ مولانا ابوالسود رحمۃ اللہ علیہ بادشاہوں کے اوقاف کے حالات کو سب سے بہتر جانتے تھے اور اس کی مانند عترتِ نبی حضرت شارح (صاحب رد المحتار) رحمۃ اللہ علیہ کتاب الوقف میں محشیہ سے اور صاحب محشیہ مبسوط سے یوں نقل کرتے ہیں کہ جب وقف کی اکثر جہات دیہات اور کھیت ہوں تو بادشاہ کے لیے شرط کی مخالفت درست ہے۔ کیوں کہ اس کی اصل بیت المال سے ہے۔ یعنی جب اوقاف بیت المال کے ہیں اور معلوم نہیں کہ وقف کنندہ ان کا مالک تھا یا نہیں تو یہ عطیہ ہوگا نہ کہ حقیقی وقف۔ یعنی جس بادشاہ نے اس کو وقف کیا اس نے اس جائیداد کو بیت المال سے نکالا اور اس کے مستحق افراد یعنی علماء، طلباء اور ان کی مانند افراد کے لیے مہین کر دیا تاکہ ان کا حق جو بیت المال میں ہے اس سے ان کے کچھ حصہ پر رسائی کی مدد ہو جائے)

اور چونکہ بالاتفاق وقف بیت المال جو مصلحتِ عامہ ملّا، فضلاً، علیہ، مفتی و اعلاً وغیرہ ہوتا ہے لازم ہو جاتا ہے۔ اور اگر خاص طور پر بادشاہ یا امام اپنی اولاد پر وقف کرے لازم نہیں ہوتا۔ اور اس کو مجازاً بھی وقف نہیں کہا جاتا۔ بلکہ اس پر اطلاق لفظ ارصاد کیا جاتا ہے۔ اور جو وقف مصلحتِ عامہ پر ہو۔ کو بھیجتا اس پر بھی اطلاق لفظ ارصاد کیا جاتا ہے۔ مگر وجہ لازم ہو جانے ایسے اوقاف کے مجازاً ان پر اطلاق لفظ وقف صحیح ہے۔ اور اکثر ملّا نے ایسے اوقاف علی مصلحتِ عامہ کو صحیح ملّا ہے۔

علامہ شامی صفحہ ۲۸۲ جلد ثالث رد المحتار میں عبارت مذکورہ کے آگے تحریر فرماتے ہیں:

ولذا لما اراد السلطان نظام المملكة برقوق في عام نيف وثمانين و سبع مائة ان ينفض هذه الاوقاف لكونها اخذت من بيت المال و عقد لذلك مجلسا حافلا حضره الشيخ سراج الدين البلقيني والبرهان ابن جماعة و شيخ الحنفية الشيخ اكمال الدين شارح الهداية فقال البلقيني ما وقف على العلماء والطلبة لا سبيل الى نفقه لان لهم الخمس اكثر من ذلك و ما وقف على فاطمة و خديجة و عائشة رضي الله تعالى عنهن ينفض وافقه على ذلك الحاضرون كما ذكره السيوطي في النفل المستور في جواز

قبض معلوم الوظائف بلا حضور ثم رایت نحوه فی شرح الملتفی فی هذا تصریح بان اوقاف السلاطین من بیت المال اوصادات لا اوقاف حقیقة و ان ما كان منها علی مصاریف بیت المال لا ینقض بخلاف ما وقفه السلطان علی اولاده او عتقائه مثلا و انه حیث كانت اوصادا لا یلزم مراعاة شروطها لعدم کونها و قفا صحیحا (ای حقیقة) فان شرط صحته ملک الواقف و السلطان بدون الشراء من بیت المال لا یملکه و قد علمت موافقة العلامة الاکمل علی ذلك و هو موافق لما مر عن المبسوط و عن المولی ابی السعود و لما سبذکوه الشارح فی الوقف عن النهر!

(ترجمہ: اور اسی لیے جب سلطان نظام الملک برقوق نے سن سات سو اسی سے کچھ سال بعد ارادہ کیا کہ ان اوقاف کو توڑ دیا جائے کیونکہ وہ بیت المال سے لیے گئے تھے تو اس کے لیے اس نے ایک بیت بڑی مجلس قائم کی۔ شیخ سراج الدین بلخی شیخ برہان بن ہمام اور شیخ الحنفیہ شیخ اکمل الدین شارح ہدایہ بھی اس مجلس میں شریک ہوئے۔ حضرت شیخ بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو اوقاف علماء اور طالب علموں کے لیے ہیں ان کے توڑنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ کیونکہ ان کا حصہ خمس ہے جو اس سے زائد بنتا ہے۔ اور جو حضرت فاطمہؑ حضرت خدیجہؑ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر وقف ہیں ان کو توڑ دیا جائے۔ حاضریں نے اس پر ان سے موافقت کی۔ جس طرح کہ علامہ جمال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”النفیل المستوفی جواز بعض معلوم الوظائف بلا حضور“ میں ذکر کیا۔ پھر میں نے بلخی کی شرح میں اسی طرح دیکھا۔ اس میں تصریح ہے کہ بادشاہوں کے بیت المال سے وقف عطیات ہوتے ہیں۔ وہ حقیقی اوقاف نہیں ہوتے۔ اور ان میں جو بیت المال کے مصارف کے پرفرج کے لیے وقف ہوں ان کو ختم نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اگر بادشاہ نے اپنی اولاد یا اپنے آزاد کردہ غلاموں اور ان کی طرح اور لوگوں پر وقف کیا تو چوں کہ وہ عطیات ہوتے ہیں لہذا ان کی شرائط کا لحاظ کرنا ضروری نہیں۔ کیونکہ یہ اوقاف درحقیقت صحیح وقف نہیں ہوتے اس لیے کہ وقف کے

صحیح ہونے کے شرط یہ ہے کہ وقف کرنے والا اس کا مالک ہو۔ اور بادشاہ اس وقت تک مالک نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اسے بیت المال سے خرید نہ لے۔ اور جنہیں اس مسئلہ پر علامہ اکمل الدین کی موافقت کاظم ہو چکا اور وہ بمسوط اور مولانا ابوالسعود رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ جزئیہ کے موافق ہے۔ اور یہ اس کے بھی موافق ہے جو حضرت شارح (صاحب درختار) رحمۃ اللہ علیہ کتاب الوقف میں النہج سے نقل فرمائیں گے)

خلاصہ: یعنی شیخ سراج بلخسی اور برہان بن جواد اور شیخ الحنفیہ اکمل الدین شارح ہدایہ فرماتے ہیں کہ اوقاف سلاطین جو مصارف بیت المال پر وقف کئے گئے ہوں ان کو کوئی موقوف نہیں کر سکتا۔ البتہ جو انہوں نے اپنی اولاد وغیرہ پر وقف کئے ہیں وہ ٹوٹ سکتے ہیں۔

اسی واسطے علامہ شامی رحمہ اللہ صفحہ ۱۲۰ اور صفحہ ۱۲۱ فتاویٰ حامد یہ مطبوعہ مصر میں بحوالہ رسالہ "نفس المستور" سیوطی رحمہ اللہ اور شرح وہابیہ اور مفتی الحنفی وغیرہ تحریر فرماتے ہیں:

افتی علامة الوجود المولیٰ ابو السعود رحمہ اللہ مفتی السلطنة السلیمانیہ بان اوقاف المملوک والامراء لا یراعی شروطها لانها من بیت المال و ترجع الیہ من حاشیة الاشیاء قبیل قاعدۃ اذا اجتمع الحلال والحلال و ذکر السیوطی رحمہ اللہ فی رسالۃ نقل المستور فی جواز قبض المعلوم من غیر حضور بانہ افتی جمیع علماء ذلک العصر کالسبکی و ولدیہ والزملکانی و ابن عدلان و ابن المرجل و ابن جماعة والاوزاعی والزركشی والبغینی والاسنوی وغیرہم بان هذه ارسادات لا اوقاف حقیقة فللعلماء المنزلیین ان یراکلوا منها وان لم یباشرو وظائفہم الخ و فی شرح الوہابیۃ ما یأخذہ الفقہاء من المدارس لا اجرۃ لعدم شروط الاجارة ولا صدقة لان الغنی یاخذہا بل اعانة لهم علی حبس انفسہم للاشتغال حتی لو لم یحضروا الدروس بسبب اشتغال او تعلیق جاز اخذہم الجامکیۃ معین المفتی من آخر کتاب الوقف۔!

خلاصہ ترجمہ: یعنی علامہ عمر مولانا ابوسعید و محمد اللہ مفتی سلطنت سلیمانیا اور علامہ حاجی الدین سبکی اور ان کے دونوں صاحبزادوں اور علامہ زکائی اور علامہ سائین عدلان اور علامہ ابن مرسل اور علامہ ابن حماد اور امام اوزاعی اور علامہ زکشی اور علامہ بلقینی اور علامہ استوی وغیرہم رحمہم اللہ علماء مشاہیر زمانہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اوقات سلاطین کو ان کو مجازاً وقف کیا جاتا ہے اور باعتبار لزوم اور صحت کے ان پر حکم وقف کیا جاتا ہے۔ مگر حقیقتاً یہ وظائف محفوظہ سرحدہ ان علماء طلباء و مفتیان دین تین ہیں جن کو اوقات سے تعلق ہوا۔ اسی واسطے اگر شرط اوقات معلوم بھی ہو اس کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ اور اگر صرف تک خدمت و خیفہ متعلقہ و وقف مذکورہ کی جگہ خالی رہے اور ایک زمانہ تک وہ خیفہ جمع رہا ہو طایفہ منزلین یعنی ان علماء کو جو اس خیفہ پر مہمن ہوں بغیر کام کے ہوئے اس خیفہ سے کمانا درست ہے۔

اور جو کچھ خیفہ اوقات مذکورہ سے ملا وقتہا کو ملا ہے بسبب نہ پائے جانے شرط و اجارہ کے نہ بطریق اجمت ملا ہے اور نہ بطریق صدق اس واسطے کہ صدق مسائین کا ہے۔ اور یہ خیفہ ان علماء وقتہا کو بھی جو غنی اور مال دار ہوں اگر اکثر اوقات خدمت دین میں صرف کریں لیتا جائز ہے۔ الاحمال ان کو اس امر کی امانت اور اعدا کی وجہ سے ملا ہے جو وہ خدمت دین میں مشغول رہے ہیں۔ لہذا وہ اگر کبھی بے جب مشغولی امر دینی یا تعلق ذاتی کے حاضر مدرسہ اور اپنی خدمت معینہ پر نہ ہوں تو ان کو اپنا خیفہ معینہ لیتا جائز ہے۔ پھر یہ اوقات مدرسہ پر ہوں یا مسجد پر سب کا حکم وہی ہے جو وظائف معینہ کا ہوتا ہے بیت المال سے۔ چنانچہ علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ مصنف الاشباہ و الاظہار صفحہ ۱۸۸ جلد خامس بحوالہ ائق میں تحریر فرماتے ہیں کہ مال بیت المال مصارف مسلمان میں صرف کیا جاتا ہے۔ بیان مصارف میں تحریر فرماتے ہیں۔

إن المصالح بناء المساجد والتفقة عليها فيدخل فيه الصرف على إقامة شعائرها
من وظائف الإمامة والأذان ونحوها وفي المحيط أن هذا النوع يصرف إلى ازراق الولاية
واعوانهم وازراق القضاة والمفتين والمحتسبين والمسلمين وكل من تغلذ شيئا من
أمور المسلمين والى ما فيه صلاح المسلمين وفي التجيس ذكر من المصارف

المعلمين والمعلمين فقال في فتح القدير وبهذا يدخل طلبة العلم بخلاف المذكورين هنا لانه قبل ان يتاهل عامل نفسه لكن يعمل بعده للمسلمين و في فتاوى قاضى خان من الحظر والاباحة مثل الرازى من بيت المال هل للاغنياء فيه نصيب قال لا الا ان يكون عاملا او قاضيا وليس للفقهاء فيه نصيب الا فقيه فرغ نفسه لتعليم الناس الفقه أو القرآن فيحصل ما في التجنيس على ما اذا فرغ نفسه لذلك بان صرف غالب اوقاته في العلم و ليس مراد الرازى الاقتصار على العامل او القاضى بل اشار بهما الى كل من فرغ نفسه لعمل المسلمين فيدخل الجندى والمفتى فيستحقان الكفاية مع الفتى^۱ و فيه بعد اسطر

في مال الفتاوى لكل قارى في كل سنة مائتا دينار او الفا درهم ان اخذها في الدنيا والاخذها في الآخرة والمراد بالفتاوى المفتى لما في الحاوى القدسي ولم يقدر في ظاهر الرواية قدر الأرزاق والأعطية سوى قوله ما يكفيهم وذرائعهم وملاحهم وأهاليهم و ما ذكر في الحديث لحافظ القرآن وهو المفتى اليوم مائتا دينار^۲ و قال الشافى وهو المفتى اليوم لانهم كانوا يحفظون القرآن و يعلمون الاحكام^۳

(ما حصل ترجمہ عبارت مذکور) یعنی جب اوقاف سلاطین و امراء و غیرہ جن کا کچھ مال معلوم نہیں وہ باتفاق فقہاء محققین حکم اسی وقف کا دیکھتے ہیں جو وقف بیت المال سے مصلحت نامہ پر کیا جائے۔ اور ان اوقاف میں شرط واقع بھی اگر مصرف خاص پر ہو موقوف نہیں ہوتی۔ اور داخل مصلحت نامہ اہل اسلام بناؤ مسجد اور شہائر اور محل مسجد بھی ہیں جن کا ذکر بموجب عرف و روایات کتب معتبرہ جم دوم وقف علی مصالح المسجد

- ۱۔ البحر الرائق شرح كنز الدقائق : جلد ۵ صفحہ ۱۴۷ دار المعرفة بیروت
 ۲۔ البحر الرائق شرح كنز الدقائق : جلد ۵ صفحہ ۱۴۸ دار المعرفة بیروت
 ۳۔ ایضا

باقیدہ کے مصلحت خاصہ میں تحصیل ہو چکا۔ اور چونکہ مصارف ضروریہ و عامہ، دلیل اسلام سے بالاعتاق منشی اور واعظ اور مفتی صاحب اور صاحب وقت بھی ہیں۔ لہذا علامہ زین الدین ابن نجیم اور علامہ ابن سلیہ بن شامی بیہما الزمۃ اپنی کتاب البحر الرائق و رد المحتار میں اور نیز علامہ قاضی خان اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ماہم نقد جو اکثر اوقات مشغول علم دین میں اور مفتی و واعظ قاضی، طلباء علم یعنی وقف کے تعلق حسب ضرورت جو کام کرنے والے ہیں، خواجہ وغنی ہوں، اگر وہ مشغول خدمت دینی دلیل اسلام رہیں، سب کو بلا لحاظ شرط وقف ان کو وظیفہ دیا جائے گا۔ اور اگر وہ اکثر اوقات اور بغیر کسی سے کچھ اجرت ٹھہرائے، کامور دینی پر امور دینی میں مشغول رہیں اور کسی وقت اپنی خدمت متعلقہ وقف پر حاضر بھی نہ ہوں، فقہار اپنے وظیفہ معینہ کے رہیں گے۔ اور من جملہ متعلقین وقف علامہ شامی اور صاحب البحر الرائق تحریر فرماتے ہیں کہ متخرج حدیث مفتی کو مالانہ دو سو دینار یا دو ہزار درہم دیا جائے گا۔ اور اگر اس قدر وظیفہ معینہ سے اس کو دنیا میں نہ دیا جائے گا۔ آخرت میں انھیں سے لین دار رہے گا۔

اور چونکہ کہ درم شرعی جو حسب تحقیق مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی و مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور نواب قطب الدین صاحب صاحب مظاہر حق اور صاحب کشف الغطا وغیرہ محققین علمائے ہندوستان ایک رتی اور رتی کا پانچواں حصہ بتا ہے، لہذا کلد ارو پیہ سے خدمت افتاء کا وظیفہ مفتی کا تقرر بیان ہے، روپیہ کلد ارو ما ہوا، ہوا اور دوسرے کارگزاران خدمت دینی حسین ملاء فضلاء مدرس واعظ کے تعلق علامہ ابن نجیم صاحب البحر الرائق و مصنف الشاہ و الظاہر ۱۱۸۸ میں تحریر فرماتے ہیں ہذا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مستحقین بیت المال ملاء فضلاء مدرسین وغیرہ کو برہمان کی کتابت کے اور ضرورت کے موافق دیا کرتے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بقدر حاجت اور ان کے علم و فضل کے مطابق دیا کرتے تھے۔ و ہذہ نصہ و فی الغنیۃ من کتاب الوقف کان ابو بکر رضی اللہ عنہ یسوی فی العطاء من بیت المال و کان عمر رضی اللہ عنہ یعطیہم علی قدر الحاجة والفقه والفضل۔

☆ (ترجمہ: تفسیر کی کتاب الوقف میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب کو برابر عطیات دیا کرتے تھے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ضرورت فقداوریز رگی کے اندازے پر دیا کرتے تھے) پھر فرماتے ہیں ہمارے زمانہ میں عمر رضی اللہ عنہ کا اتباع کرنا اس امر میں بہت بہتر ہے۔

حيث قال رحمه الله:

و الاخذ بما فعله عمر رضي الله عنه في زماننا احسن را

(ترجمہ: ہمارے زمانہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عمل مبارک کو اختیار کرنا احسن ہے)

علاوہ بریں بجز تیسین تنخواہ مفتی کے کسی کی نسبت باوجود تلاش نام تعین مشاہیر معینہ کے کوئی روایت نہیں ملتی۔ البتہ روایات مذکورہ صفحہ ۱۸۸ جلد ناس البحر الرائق سے جو ابھی نقل ہو چکی ہے یہ بات ضرور بھی جاتی ہے کہ وہی مفتی اور واعظ اور مدرس وغیرہ باوصف غنی ہونے کے مستحق وظائف کے آمدنی اس قسم کے اوقاف سے ہو سکتے ہیں جو اکثر اوقات مشغول علوم دینی رہیں۔ مع ہذا وہ لوگ جو مشغول خدمات ضروریہ دینی اہل اسلام کے رہتے ہیں نہ وہ لوگ جو اکثر اوقات مشغول تعلیم علوم دنیویہ یا دوسرے امور دنیوی رہیں۔ چنانچہ وہ علماء طلبہ جو اکثر اوقات مشغول تعلیم و تعلم محض علوم فلسفہ و ریاضی و منطق و ہیئت و ہندسہ و حساب وغیرہ رہیں بیت المال سے مستحق و خلیفہ نہیں ہو سکتے۔ البتہ علم صرف و فوہ علم ادب جن کا سیکنا تحصیل علوم دینی کے واسطے ضروری ہے وہ علوم حسب ضرورت بالفتح داخل علوم دینی رکھے گئے ہیں اور اس قدر ان علوم کا سیکنا سکھانا داخل علوم دینیہ اکثر فقہاء و محققین نے سمجھا۔ چنانچہ بحث معارف بیت المال میں شرح عبارت درج ذیل کتھا بکے العلماء "۱۸" میں علامہ ابن ماجہ رحمہ اللہ صفحہ ۳۹۷ رد المحتار مطبوعہ مصر میں تحریر فرماتے ہیں۔

هم اصحاب التفسير والحديث والظاهر ان المراد بهم من يعلم العلوم الشرعية

فيشمل الصرف والنحو وغيرهما حموى عن البرجندی ۲

(ترجمہ: علماء سے مراد اصحاب تفسیر و حدیث ہیں۔ ظاہر ہے ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو علوم شرعیہ سکھاتے

۱۔ البحر الرائق شرح كنز الدقائق : جلد ۵ صفحہ ۱۲۸ فار المعروفہ بیروت

۲۔ رد المحتار جلد ۶ صفحہ ۴۲۳ فار اصحاب الفرائد العربی بیروت

ہیں۔ لہذا یہ صرف مخصوص غریہ علوم کو شامل ہے۔ محوی۔ برجنوی)

اور جب روایات مذکورہ سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ مستحق و خائف کے آمدنی قسم ہا لٹ وقف سے وہی ملا، طلباء مفتی و اعلا مدرسین علوم دینی وغیرہم ہیں جو اکثر اوقات مشغول خدمت دینی رہیں۔ خواہ وہ غنی ہوں یا فقیر۔ اور ان کو جو دیا جاتا ہے نہ بطریق صدقہ کے دیا جاتا ہے اور نہ بطریق اہمت کے۔ اسی واسطے اگر وہ کبھی اپنی خدمت معینہ دینیہ پر نہ بھی آئیں مستحق و خائف رہتے ہیں۔ اور جس قدر ان کے وظائف شرعاً مقرر ہیں اور بوجہ اکثر اوقات مشغول رہنے کے امور دینیہ میں جس قدر مستحق ہیں اگر ان کو نہ دیا جائے تو قیامت تک اس کے لینے کے وہ حق دار ہیں۔ اور اسے ان کے حقوق کو تریا دہ یا کل کے روکنے والے قیامت تک دین دار۔ اور یہ بھی ثابت ہو چکا کہ جس قسم کے مال بیت المال سے علماء طلباء فضلاء مستحق ہیں اس قسم کے مال سے مسجد بھی بنا سکتے ہیں۔ اور مسجد کے مصالح اور شعائر پر بھی اس سے خرچ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ جنہوں نے مال بیت المال سے وقف کرنے کو صحیح لکھا ہے اس کے یہی معنی ہیں کہ مصالح مسلمین پر اگر وقف کیا جائے چو نکہ وہ مال مصالح مسلمین کے واسطے مخصوص ہے جائز ہے۔ اور جنہوں نے بیت المال سے وقف کرنے کو ناجائز اور وقف غیر صحیح لکھا ہے اس کے یہی معنی ہیں کہ ایسے وقف میں شرط و اقف اگر معلوم بھی ہوں ان کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ اور آمدنی ایسے اوقاف کو اگر وہ مخصوص کسی مسجد یا خانقاہ کے ساتھ بھی ہوں مصالح مسلمین سے نہیں روکا جاتا۔ تو یہ امر اچھی طرح واضح ہو گیا کہ جہاں افکاری صاحبین رمضان کو اور تقسیم شرعی کو ختم قرآن کی شب میں علیٰ حد اور جن امور کو موجب مصلحت ہوں اسلام اور باعترقی نمازیان مسجد یا مشاعر عرفہ نام کے سمجھتے ہوں اور فی الواقع ان امور میں مصلحت وترقی ہوں اسلام اور رونقی اسلام اور اہل اسلام شرعاً ہو تو بلاشبہ آمدنی اس قسم کے اوقاف سے ایسے امور میں صرف کرنا بھی جائز ہے۔

☆ اب بعد تکمیل جواب بغرض توجہ و افتادہ مسلمین اوقاف مذکورہ چند روایات ضرور یہ اور کلمہ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اول یہ کہ وقف بیت المال کی آمدنی اگر کم ہو جائے اور جملہ مستحقوں کو کافی نہ ہو سکتو اول بقدر تعمیر وقف پر اور درستی و تکست و ریختہ اسکنہ وقف پر صرف کیا جائے اور اگر وہ وقف وقف علی المسجد

ہوئے بعدہ معمار کے ضروریہ مسجد میں کہ وہ امام اور خطیب اور مدرس اور روشنی کرنے والے فراش اور موذن اور ناظر ہیں اور تہجد و قنویل اور قرآن اور فرش پورے وغیرہ اور وضو کا پانی بھرنے والے ان مصارف میں خرچ کیا جائے چنانچہ صفحہ ۲۱۵ جلد ناس الخمر الرائق میں ہے

فحصل ان الشعائر التي تقدم في الصرف مطلقا بعد العمارة الامام والخطيب والمدرس والوقاد والفراش والمودن والناظر و ثمن القناديل والزيت والحصر و يلحق بثمان الزيت والحصر ثمن ماء الوضوء واجرة حملته و كلفة نقله من البئر الى الميضأة (ترجمہ: حاصل یہ ہے کہ تعمیر وقف کے بعد جن شعائر پر وقف کی آمدنی کے خرچ کرنے کو مقدم کیا جائے گا وہ یہ ہیں (۱) امام (۲) خطیب (۳) مدرس (۴) چراغ جلا نے والا (۵) صحن بچانے والا خادم (۶) نگران (۷) اہلینوں کی قیمت (۸) تیل (۹) چٹائیاں (۱۰) تیل اور چٹائیوں کی قیمت کے ساتھ وضو کے پانی کے قیمت (۱۱) اس کے اٹھا کر لانے کی مزدوری اور (۱۲) کنوئیں سے وضو خانہ تک اس کو لانے کی مزدوری شامل ہے)

اور چونکہ وقف بیت المال سے ملتا، فضلا خواہ وہ واعظ ہوں یا مفتی یا مدرس ہوں یا امام اور موذن اور سادات کرام بھی مقدار ہیں۔ بعد امام و موذن کے اگر آمدنی سب کو کافی نہ ہو سکیں سب میں جو زیادہ حاجت مند ہوں ان کا وظیفہ دیا جائے اور اگر حاجت مندی میں سب مساوی ہوں تو باعتبار درجہ دینی کے جس کا مرتبہ بڑا ہوں کو مقدم کیا جائے۔

کما فی صفحہ ۱۸۸ من الحموی شرح الاشبہ المطبوعہ فی مطبع نول کشور حیث قال و اذا عجز الواقف عن الصرف الى جميع المستحقين فان كان اصله من بيت المال روعی فیہ صفة الاحقية من بيت المال فان كان في اهل الوظائف من هو بصفة الاستحقاق من بيت المال و من ليس كذلك فقدم الاولون على غيرهم من العلماء و طلبة العلم و آل رسول الله ﷺ و ان كانوا كلهم بصفة الاستحقاق منه قدم الاحوج فالاحوج

فان استوفى الحاجة قدم الاكبر فالاكبر فيقدم المدرس ثم المودن ثم الامام ثم اقيم الخ
(ترجمہ: وقف کنندہ جب تمام مستحقین پر خرچ کرنے سے عاجز ہو تو اگر اس وقف کی اصل بیت المال سے ہو تو
اس صورت میں بیت المال سے زیادہ استحقاق کی صفت کا لحاظ رکھا جائے گا۔ اگر دکان یا پانے والوں میں کچھ
زیادہ استحقاق کی صفت سے متصف ہوں اور کچھ ایسے ہوں جو ایسے نہ ہوں تو پہلے انکی دکان جیسے کہ علماء، طلباء
علم اور آل رسول اللہ کو دوسروں سے مقدم کیا جائے گا۔ اور اگر سب استحقاق میں برابر ہوں تو زیادہ حاجت مند کو
پہلے دیا جائے گا اور اگر وہ ضرورت میں برابر ہوں تو بڑے کو مقدم کیا جائے گا لہذا پہلے مدرس پھر مؤذن پھر امام پھر
متولی کوادروں سے مقدم کیا جائے گا۔)

☆ دوم یہ کہ جن کو بطریق امانت اور عزت اسلامی کے بیت المال سے وظیفہ دیا جاتا ہے اگر وہ جائیں
ان کا وظیفہ بعینہ جو مقرر تھا وہ ان کے بیٹوں کو دیا جائے گا۔ گوہ صغیر اسن ہی ہوں۔ اگر وہ باپ کے مرنے پر
چلیں یا مشغول تحصیل علوم رہیں کما فی صفحہ ۲۱۰ من الجزء الاول لفتاویٰ الحامدیہ

قال مولانا العلامة صاحب الخزائنات قلا عن مبسوط فخر الاسلام بنص و اذا مات
من له وظيفة في بيت المال لحق الشرع و اعتزاز الاسلام كاجراء الامامة و التاذين و غير
ذلك مما فيه صلاح الاسلام و المسلمين و للميت ابناء يرعون و يقيمون حق الشرع
و اعتزاز الاسلام كما يراعى و يقيم الاب فللامام ان يعطى وظيفة الاب لاجناء الميت لا
لغيرهم لحصول مقصود الشرع و انجبار كسر قلوبهم و الامام مربي فخلف الموتى باذن
الشرع و الشرع امر بابقاء ما كان على ما كان لا بناء الميت لا غيرهم قلت هذا موبد لما
هو عرف الحرمين الشريفين و مصر و الروم المعمورة من غير تكبير من ابقاء ابناء الميت
و لو كانوا صغارا على وظائف ابائهم مطلقا من امامة و خطابة و غير ذلك و اعضاء ولى
التفسير الفراغ لهم بذلك و تقريرهم بعد وفاته عرفا مرضيا مقبولا لان فيه احياء خلف

العلماء و مساعدتهم على بذل الجهد في الاشتغال بالعلم و قد افنى بجواز ذلك طائفة من اكابر الفضلاء الذين يقولون على افئنانهم: واللہ اعلم۔

(ترجمہ: مولانا غلام صاحب خزانہ نے مہمود خان الاسلام سے نقل کر کے یوں لکھا کہ جب وہ شخص مر جائے جس کا وظیفہ حق شرع اور اعزاز اسلام کی خاطر بیت المال سے متعین ہو مثلاً امامت اور اذان اور اس کے علاوہ دین۔ مناسب جن میں اسلام اور عام مسلمانوں کی بھلائی ہو اور مرنے والے کے بیٹے ایسے ہوں جو شریعت مطہرہ کے حق اور اسلام کے اعزاز کو اسی طرح قائم رکھیں اور اس کی رعایت رکھیں جس طرح کہ باپ کیا کرتا تھا تو امام پر لازم ہے کہ باپ کا وظیفہ میت کے بیٹوں کو دے نہ کہ اوروں کو کیوں کہ ایسا کرنے سے شریعت کا مقصود حاصل ہو جائے گا اور ان کے ٹوٹ ہوئے دلوں کو جوڑنے کا سامان پیدا ہوگا۔ امام اور نگران مرنے والا ہے۔ بیٹا مرنے والوں کا باقیین شریعت کے حکم کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور شریعت نے بیٹوں کے لیے جو پہلے تھا اسے اسی طرح باقی رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اس نے غیروں کو دینے کا حکم نہیں دیا۔ میں کہتا ہوں اس جزئیہ کی تائید صحیحی شریفین مصر اور مدینہ منورہ کے عرف سے ہوتی ہے۔ جس سے کسی کا انکار نہیں۔ کہ مرنے والوں کے بیٹوں کو ان کے ابا و اجداد کے امامت و خطابت وغیرہ کے وظائف پر برقرار رکھا جائے گا اگرچہ وہ کم عمر ہوں۔ نیز تقرری کا فیصلہ کرنے والا ان کو اس وظیفہ کے لیے قارئین رکھنے کا حکم جاری کرے گا۔ اور والد کے مرنے کے بعد بیٹوں کو اس منصب پر باقی رکھا جائے۔ یہ ایک پسندیدہ اور مقبول عرف ہے۔ کیونکہ اس میں طائے کرام کی اولاد کے لیے عطیات ہیں۔ اور علم میں مشغول رہنے میں ان کی کوشش کرنے پر امداد و اعانت ہے۔ کامر فضلاء کی ایک ایسی جماعت نے اس کے جواز کا فتویٰ صادر فرمایا ہے جن کے فتاویٰ کی جانب رجوع کیا جاتا ہے)

حردہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین اربلی الرضوی الحنفی مفتی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 151﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ریاست اور متصل ریلوے اسٹیشن موضع نقلی محورہ کے سب سڑک ایک مسجد باغبان کی ہے۔ سب مہاراجہ والی، اور نے ایک سڑک جدید موتی ڈھگری سے رحمت کو نکالی ہے۔ داغ تیل بھی ہو گئی ہے۔ اس سڑک میں یہ مسجد آ گئی ہے اس مسجد کو مہاراجہ صاحب شہید کرانا چاہتے ہیں۔ اور مسجد کے خالی کرنے کو ٹوکس بھی لگا دیا ہے کہ با تو ایک ماہ کے اندر خالی کر دو ورنہ سزاوار ہوں گے۔ اور مسجد کا معرفت اٹھینتری تخمینہ بھی کرالیا ہے کہ تم کو روپیہ خرانہ سے مل جائے گا۔ اس روپیہ سے دیر مسجد تعمیر کرو۔ اور جو تخمینہ کیا گیا ہے وہ لاگت مسجد سے کم ہے۔ دیر مسجد تیار نہیں ہو سکتی۔ اگر اس معاملہ میں کوشش کی جائے کہ راج ہی مسجد بخارہ سے یہ بات شریعت میں جائز ہے یا نہیں۔ یا اس کے معاوضہ میں روپیہ راج سے لے کر دیر مسجد بخالی جائے تو یہ بات جائز ہے یا نہیں؟ اور چونکہ راج نے مسجد سڑک میں کرنی ہے اس لئے بچتا ہو سکتا ہے۔

عبدالرحمن، مہرمان، محل، مان از اور

الجواب

وهو الموفق للصواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

قول تحقیق اور مفتی پتہ یہی ہے کہ وقف اپنی جگہ سے نہ ہلا جائے اور اس کا معاوضہ نہ لیا جائے۔ خاص کر مسجد کہ اس کو اپنی جگہ سے کسی طرح نہ ہٹانے دیا جائے کو دوسری جگہ اس سے بہتر اور نافع ہو۔ ہاں اس صورت میں مضافہ نہیں کہ وہ محض بے کار رہ جائے۔ اور لوگ ظالم اس کی نگری چھاپنے کام میں آئے لگیں۔

چنانچہ صفحہ ۴۲۷ شای میں ہے:

قال العلامة البیروى والحاصل ان الاستبدال اما عن شرط الاستبدال اولاً عن

شرطه فان كان لخروج الوقف عن انتفاع الموقوف عليهم فينبغي ان لا يختلف فيه و ان

كان لا لذلك بل اتفق انه امكن ان يوحذ بلمنه ما هو خير منه مع كونه منفعاً به فينبغي ان لا يجوز لان الواجب ابقاء الوقف على ما كان عليه دون زيادة لانه لا موجب لتجوز به لان الموجب في الاول الشرط و في الثاني الضرورة ولا ضرورة في هذا اذ لا تجب الزيادة بل ببقية كما كان!

(ترجمہ: علامہ میر تقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا خلاصہ یہ ہے کہ وقف کتبہ دہل کرنا یا تو تبدیل کرنے کی شرط کے ساتھ ہوگا یا وقف کتبہ دہل کرنے کی شرط کیے بغیر ہوگا۔ اگر یہ تبدیل کرنا شرط کی بنا پر ہو تو وقف کو ان لوگوں کے نفع اٹھانے سے قاصر نہ کرنے کے لیے ہوگا جن پر وہ وقف ہے تو اس صورت میں مناسب یہی ہے کہ اس کے عدم جواز میں اختلاف نہ ہو اور اگر یہ تبدیل کرنا اس لیے نہ ہو بلکہ اتفاقی طور پر پیش آ جائے اور یہ ممکن ہو کہ اس کی قیمت سے اس سے بھر چیز حاصل کی جاسکے اور ساتھ ہی اس فائدہ بھی اٹھایا جاسکتا ہو مناسب یہی ہے کہ یہ صورت جائز نہ ہو۔ کیوں کہ لازم ہے کہ وقف کو اپنی اصلی حالت پر برقرار رکھا جائے اس میں زیادتی نہ کی جائے۔ کیوں کہ جواز پیدا کرنے کا کوئی سبب موجود نہیں ہے۔ کیونکہ پہلی صورت میں باعث شرط ہے دوسری صورت میں ضرورت ہے اور موجودہ صورت میں ضرورت نہیں ہے کیوں کہ زیادتی واجب نہیں ہے بلکہ ہم اسے اصلی حالت پر باقی رکھیں گے)

☆ مگر اگر کوئی ناصب اور ظالم چیرا چھین کر قیمت دینا چاہے اور عینہ اس زمین مقصود پہالینا کسی طرح ممکن نہ ہو تو اس کی قیمت لے کر متولی کو جائز ہے کہ دوسری جگہ اس کے بدلے خریدے یا اس کے بدلے دوسرا مکان مثل مسجد بنا کر اس کی قیمت اگر وہ ظالم ناصب دے تو متولی کو جائز ہے کہ اس مکان کو بعض اس وقف مقصود لے کر اس کو وقف علی المسلمین ہمیشہ نماز پنجگانہ کے واسطے کرے تا کہ اس کو حکم مسجد کا ہو جائے اور نمازیوں کو ثواب مسجد ملے گے۔

كما هو ظاهر من رواية الشامي المذكورة في صفحة ٣٢٦ حيث قال رحمة الله

في شرح رواية الدر: ولا يجوز استبدال العامر الا في الرابع^٢

١۔ رد المحتار : جلد ٣، صفحہ ٣٢٤ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

٢۔ الدر المختار مع رد المحتار : جلد ٣، صفحہ ٣٢٦ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

(ترجمہ: آپادونٹ کھرف چار صورتوں میں تبدیل کیا جاسکتا ہے)

قوله في اربع بعد ذكر الاثني الثالثة ان يجعده الغاصب ولا بينة اى وارادها دفع

القيمة فللمتولى اخذها ليشترى بها بدلا

(ترجمہ: صرف چار صورتوں میں تبدیل کیا جاسکتا ہے وہ صورتوں کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا تیسری صورت یہ ہے کہ غاصب اس کا انکار کر دے اور کوئی گواہ بھی موجود نہ ہو نیز وہ اس کی قیمت ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو متولی کے لیے اسے وصول کرنا درست ہے تاکہ اس کے ساتھ اس کا بدل خرید لے)

اور جب مسجد خراب ہو جائے اور لوگ نماز پڑھنے والے وہاں سے اجتناب نہیں تو اندریں صورت اس کا سامان دھری مسجد میں لگانے کی اجازت مراعات موجود ہے چنانچہ صفحہ ۳۰۶ طر ۲۶ جلد سوم شامی مصر میں ہے

والذى ينبغي متابعة المشايخ المذكرين في جواز النقل بلا فرق بين مسجد او حوض كما افشى به الامام ابو شجاع والامام الحلواني وكفى بهما قدوة ولا سيما في زماننا فان المسجد او غيره من رباط او حوض اذا لم ينقل ياخذ انقاضه اللصوص والمتغلبون كما هو مشاهد وكذا الك اوقافه ياكلها النظار او غيرهم ويلزم من عدم النقل خراب المسجد الآخر المحتاج الى النقل اليه قبله

(ترجمہ: مسجد یا حوض میں فرق کیے بغیر نقل میں مذکور ہوا لامشائخ کی اجازت مناسب ہے۔ جیسا کہ امام ابو شجاع رحمۃ اللہ علیہ اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا ہے ان کی سرراری اوروں سے مستثنیٰ کر دینے والی ہے۔ نیز بالخصوص دور حاضر میں کیوں کہ مسجد اور اس کے علاوہ دیگر اوقاف مثلاً سرائے یا حوض کو منتقل نہ کیا جائے تو اس کا لمبہ چور اور زبردستی کرنے والے لوگ لے جائیں گے جیسا کہ مشاہدہ میں آیا ہے۔ یہی مائل اوقاف کا ہونا ہے انہیں متولی اور دیگر افراد کھاجاتے ہیں۔ منتقل نہ کرنے سے دھری مسجد جس کو اس سامان کے منتقل

۱۔ رد المحتار : جلد ۳ صفحہ ۴۲۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۔ رد المحتار : جلد ۳ صفحہ ۴۲۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

کرنے کی ضرورت ہوتی ہے وہ بھی ویران ہو جاتی ہے)

و نفل فی الذخیرۃ عن شمس الانعة الحلوانی انه مثل عن مسجد او حوض
خرب ولا یحتاج الیہ لفرق الناس عنه هل للفاضی ان یصرف اوقافہ الی مسجد آخر او
حرض آخر فقال نعم و مثله فی البحر عن الفیہ و للشر بنلالی رسالۃ فی هذه المسئلة
اعترض فیہا ما فی المتن نعا للدر بما مر عن الحاوی و غیرہ ثم قال و بذلك نعلم فتوی
بعض مشائخ عصر نابیل و من قبلہم كالشیخ الامام امین الدین بن عبد العال و الشیخ
الامام احمد بن یونس الشبلی و الشیخ زین ابن نجیم و الشیخ محمد الوفا فی قنہم من
افتی بنفل بناء المسجد و منهم من افتی بنفله و نفل ماله الی مسجد آخر!

ترجمہ: ذخیرہ میں ہے کہ حضرت شمس الانعہ حلوانی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک ویران مسجد یا آلااب کے بارے میں پوچھا
گیا جس کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ کیونکہ لوگ اس کا در گردے متفرق ہو گئے ہیں۔ کیا فاضی کے لیے جائز ہے
کہ اس کے اوقاف کو دوسری مسجد یا دوسرے حوض پر صرف کر دے؟ تو انہوں نے جواب دیا ہاں بحر میں فقہ سے اسی
طرح لکھا ہے۔ علامہ شربنالی رحمۃ اللہ علیہ کا اس بارے میں ایک رسالہ ہے۔ جس میں الدر کی باتوں میں متن میں
مذکور مسئلہ پر اعتراض کیا ہے۔ جیسا کہ مادی وغیرہ سے مروی ہے۔ پھر فرمایا اس سے تم کو دو مسائل کے بعض مشائخ
بلکہ ان سے قبل مشائخ کا مضامین امین الدین بن عبد العال رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ احمد بن یونس شبل رحمۃ اللہ علیہ
شیخ زین بن نجیم رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محمد ابووفائی کی عمارت کو منتقل کرنے کے فتویٰ کاظم ہو گیا ہے۔ بعض علماء نے مسجد
کی عمارت کو منتقل کرنے اور بعض نے اسے اور اس کے مال کو دوسری مسجد کی طرف منتقل کر دینے کا حکم دیا ہے)

حورہ: العبد المصافی

ابو محمد محمد دین ارطی



﴿فتویٰ نمبر 152﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں کہ جو مسجد اس صورت میں ہو کہ دونوں جانب ایک دو قبریں ہوں نہ کہ مقبرہ۔ اس کے کشادہ کرنے کے واسطے قبریں اندر مسجد کے لیے برضا و رغبت مالک زمین و قور جائز ہے یا کہ نہیں؟

۱۲ فروری ۱۹۸۸ھ ۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ

محمد زمان معمار قصبہ فیروز آباد محلہ معماراں ضلع آگرہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم۔

اللهم رب زدني علما

قبرستان کا عند الضرورت مسجد بنالیا جائز ہے۔ کما هو ظاہر من رواية البحر

حيث قال ابن نجيم رحمه الله في صفحه ۲۵۵ من الجزء الخامس للبحر الرائق

في آخر كتاب الوقف

مقبرة للمشرکین ارادوا ان يتخذوها مقبرة للمسلمين لا باس به ان كانت قد

اندرست التارهم فان بغى شيء من عظامهم تبيش و تغير ثم نجعل مقبرة للمسلمين فان

موضع رسول الله ﷺ كان مقبرة للمشرکین قبشه واتخذہ مسجداً۔

ترجمہ: مشرکین کے قبرستان کو بدل اسلام مسلمانوں کا قبرستان بنانا چاہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

جب کہ ان کے نشانات مٹ چکے ہوں۔ اگر ان کی کچھ پٹیاں باقی ہوں تو ان کو کھود کر دفن کر دیا جائے گا۔ اس

کے بعد اسے مسلمانوں کا قبرستان بنالیا جائے گا۔ کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ کا مقام مبارک مشرکوں کا قبرستان

تھا۔ آپ نے اسے کھود دیا اور اسے مسجد قرار دے دیا)

مصر مسلمانوں کو ایسے قبرستان کی نسبت جس میں لوگوں نے دفن کرنا چھوڑ دیا ہو کوئی مرتب روایت نہیں ملتی کہ اس کا مسجد بننا قدور کو کھود کر یا بغیر کھودے جائز ہے۔ بجز اس روایت کے جس کو علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ آخر باب الخندق فصل احکام المساجد صفحہ ۲۵۳ جلد ناسخ بحر الرائق میں تحریر فرماتے ہیں:

وقی الخنایة امرأة جعلت قطعة ارض مقبرة و اخر جتها من بدھا و دفن فیھا ابنھا وھذہ الارض غیر صالحۃ للغبر لعلبۃ الماء علیھا قال القفیبہ ابو جعفر ان کانت الارض بحال یرغب الناس عن دفن الموتی فیھا لفساد حالھم تصر مقبرۃ و کان للمرأة ان تبیعھا و اذا باعت کان للمشتري ان یرفع المیت عنها او یامر یرفع المیت عنها۔

(ترجمہ: فتاویٰ حانیہ میں ہے ایک عورت نے زمین کے ایک ٹکڑے کو قبرستان بنالیا اسے اپنے قبضے سے باہر کر دیا۔ نیز اس میں اس نے اپنا بیٹا دفن کرایا۔ لیکن یہ زمین قبر کے لیے مناسب نہیں ہے۔ کیوں کہ اس پر پانی غالب ہے۔ حضرت فقیر جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر زمین کا یہ حال ہے کہ لوگ اس میں اپنے مردے دفن کرنے کی رغبت نہیں رکھتے کیوں کہ وہ زمین خراب ہے تو وہ جگہ قبرستان قرار نہ پائے گی۔ عورت کو اسے فروخت کرنے کا اختیار ہے۔ اور جب اس نے فروخت کر دی تو خریدار کو اجازت ہے کہ مردے کو وہاں سے اٹھا دے یا نکال لے لے کا حکم دے)

☆ جس سے ظاہر ہے کہ جہاں ایک دو قبر بھی یہ نیت قبرستان بنانے کی بنادی جائیں اور لوگ کسی وجہ سے وہاں دفن کرنا چھوڑ دیں تو اس کے مالک کو اس کا فروخت کرنا جائز ہے اور مشتری کو اختیار ہے کہ میت کو وہاں سے نکال کر دوسرے جگہ دفن کروا دیں۔ لہذا اندریں صورت جب خود مالک زمین مقتور زمین کو برضا و رغبت مسجد کے واسطے دیتا ہے اور وہ قبرستان بھی نہیں ہے اور نہ وہاں مردے دفن کیے جاتے ہیں زمین مذکورہ کو مسجد میں داخل کر لینا بلاشبہ جائز معلوم ہوتا ہے۔ گرمیت کی لاش اگر تازہ قائل دفن کرنے کے اس کی جگہ میں ہے وہاں سے

کمال کردہ دھڑی جگہ دفن کر دی جائے اور بعد دفن میت موسن کا قبر سے نکالنا اگر چہ ناجائز ہے مگر مہذر جائز ہے۔
چنانچہ صفحہ ۱۱۸-عاف فی احکام الاوقاف میں ہے:

و اذا دفن الميت في مكان لا يجوز لاهله اخراجه منه طالت المدة او قصرت الا بعذر وهو ان تكون الارض مقصوبة و نحوها!

☆ (ترجمہ: مردہ جب کسی جگہ دفن کر دیا گیا تو اس کے اہل و عیال کو اسے وہاں سے نکالنے کی اجازت نہیں ہے۔ مدت خواہ دراز ہو سبکی ہو یا کم۔ ہاں مذکور کی بناء پر مردہ کو نکال سکتے ہیں کہ زمین مقصب شدہ ہو یا اس طرح کا کوئی اور مہذر ہو)

☆ یعنی میت پر اپنی خواہش اس کا قبر سے نکالنا جائز نہیں مگر اس مہذر سے کہ جبراً اگر میت کسی غیر کی زمین میں دفن کر دی جائے اور صاحب زمین اس کو نکالوے اور اگر نہ نکالوے تو صاحب زمین کو قبر برابر کر کے اس پر بونا جوتا بھی جائز نکھسا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۱۱۸-عاف میں ہے

ولو دفن في ارض رجل بغير اذنه للمالك الامر بالاخراج منها وله الترك و تسوية الارض و زرعها۔

(ترجمہ: اگر کسی شخص کی ملکیتی زمین میں بغیر اجازت کے مردے کو دفن کر دیا گیا ہو مالک کو حق حاصل ہے کہ اسے وہاں سے نکال لینے کا حکم دے یا اسے وہاں دفن رہنے دے اور زمین ہوا کر کے بھتی باڑی کرے) بآئندہ حد جگہ میں ہے کہ آگ کی چنگاری جو کپڑے کو جلا کر پار لٹل جائے پر جیسا بہتر ہے یہ نسبت اس کے کہ قبر پر بیٹھے۔

چنانچہ صفحہ ۳۱۱ بلداول مسلم شریف میں ہے

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لان یجلس احدکم علی جمرة فحرق

۱۔ اسعاف فی احکام الاوقاف صفحہ

۲۔ اسعاف فی احکام الاوقاف صفحہ

لیاہہ فضخلص الی جلد خبر له من ان یجلس علی قبر ۱۔

۲۔ (ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم میں کوئی شخص اگر آگ کے انکارے پر ایٹھ جائے وہ اس کے کپڑوں کو جلا کر اس کی جلد تک پہنچ جائے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اس سے کہ کسی قبر کا وہ بیٹھے)

لہذا اس حدیث کو اس روایت مذکورہ اسعاف کے ساتھ ملا کر دیکھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ قبر کا نشان بصورت عدم رملت حتی ما لک یا الکی قسم کی دوسری ضرورت شرعی پائی جائے جب اس کا نشان مٹا دیا جائے تو اس پر چلنا پھرنا یا نہ جوتا تک جائز ہو جاتا ہے۔ اور حدیث مخصوص اسی حالت کے ساتھ ہے کہ جب نشان قبر موجود ہو اور اس کا مٹانا جائز نہ ہو۔ اور ظاہر ہے کہ صورت مذکورہ میں بوجہ تنگی مسجد الکی سخت ضرورت واقع ہے کہ جس کی وجہ سے جہر ائمتہ بازاری دے کر نہ کہ وہ قیمت جو بصورت جہر مالک زمین طلب کرے جس کو کھن کھتے ہیں دوسرے کی زمین سے مسجد کا فراخ کرنا جائز ہے۔ حالانکہ اولاً بازاری کسی طرفین بیع منعقد نہیں ہوتی۔ علاوہ یہی جہر کسی کی زمین وغیرہ خریدنا اور وہ بھی الکی قیمت پر جو اس کی قیمت مطلوبہ سے کم ہو بلاشبہ حرام ہے۔ مگر بموجب کلیہ شریعت کے:

☆ الضرورات تبیح المحظورات ۲۔

(ترجمہ: ضرورتیں حرام کو مباح کر دیتی ہیں)

مقولہ الاشباہ والنظائر علامہ ابی رحمہ اللہ باب بنام المساجد اسعاف کے آخر صفحہ ۳۷ میں تحریر فرماتے ہیں:-

ولو ضاق المسجد علی الناس و بحیثہ ارض ملک لرجل توخذ بالقیمۃ کرها
دفعاً للضرر العام و یجبر الضرر الخاص بالقیمۃ ۳۔ وکذا فی البحر والشیامی

۱۔ صحیح مسلم: جلد ۱ صفحہ ۳۱۴ نور محمد اصح المطابع کراچی

۲۔ الاشباہ والنظائر: جلد اول صفحہ ۱۱۸ مطبوعہ دار الفکر القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی

۳۔ اسعاف فی احکام الاولیاء صفحہ مطبوعہ

(ترجمہ: مسجد لوگوں پر تنگ ہو گئی۔ اور اس کے ایک طرف زمین ہے۔ جو کسی آدمی کی ملکیت ہے تو وہ زمین امام نقصان کو دور کرنے کے لیے قیمت کے ساتھ جراثیم خریدی جائے گی۔ اور خاص مالک کے نقصان کو قیمت سے پورا کیا جائے گا۔ البخر الرائق اور ثنائی میں اسی طرح ہے)

☆ اور باوجودیکہ مسجد کے نیچے یا اوپر وقف تک کو اپنی سکونت کے واسطے مکان بنانا بالافتاق قیل بناء مسجد یا بعد بناء مسجد قلعا ناجز ہے اور مع ہے اس مسجد پر حکم مسجد نافذ ہونے سے اگر قبل بناء مسجد وقف بھی بنالے۔

کما فی اسعاف صفحہ ۷۲

و لو اتخذ مسجداً وتحتہ سرداب او فوقہ بیت او جعل وسط دارہ مسجداً واذن

للناس بالدخول والصلوة من غیر ان یغرز لہ طریق لا یصیر مسجد او یورث عنداً

(ترجمہ: کسی شخص نے مسجد بنوائی اس کے نیچے خانہ ہے۔ یا اس کے اوپر کسی کا ذاتی گھر ہے۔ یا رہنے کے گھر کے درمیان مسجد بنوائی۔ اور لوگوں کو اس میں آنے اور نماز ادا کرنے کی لوگوں کو اجازت دے دی لیکن اس کا راستہ علیحدہ نہیں کیا وہ مسجد نہیں بنی بلکہ اس کی وراثت قرار پائے گی)

☆ مگر امام محمد رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے جب رے اور بغداد میں تنگی زمین ہے حد دیکھی ہو جب اس کلیہ☆ الضرورات نییح المحذورات کے جواز مکان سکونت کا مسجد کے نیچے اور اوپر فتویٰ نافذ فرمایا نہ کہ باضرورت ثابۃ مطلقاً کما فی صفحہ ۷۳ من الاسعاف

و عن محمد لما دخل البری اجاز ذالک بكل حال و عن ابی یوسف مظلہ لما دخل

بغداد۔

☆ (ترجمہ: جب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ رے میں آئے تو اس کی ہر مال میں اجازت دے دی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جب بغداد آئے تو انہوں نے بھی اسی طرح فرمایا)

۱۔ اسعاف فی احکام الاوقاف صفحہ مطبوعہ

۲۔ اسعاف فی احکام الاوقاف صفحہ مطبوعہ

☆ پھر یہاں تو سخت ضرورت واقع ہے اور مالک زمین خود زمین کو خوشی خاطر مسجد میں دے رہا ہے۔
احوال ضرورت مذکورہ سوال یہاں بھی نشان قبر مٹا کر بغیر لاش نکالنے کے زمین قبر مسجد میں لے لیا یہ نسبت
الاش نکال کر مسجد میں لینے سے بہتر معلوم ہوتا ہے۔ ☆ اور عمدہ طریقہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ذرا کرسی مسجد کی اتنی
اوپنی کر دی جائے کہ قبریں بدستور کرسی کے نیچے دو کھڑے بہت نیچی چست کے بنا کر چھوڑ دی جائیں تاکہ بوجہ
اختلاف مکان قبروں کے کھودنے اور قبروں پر بیٹھنے کی شرابی سے بھی بچ جائیں اور قبروں کے مٹانے سے بھی بچ
جائیں۔ اور قبروں کی زمین مسجد رہے پھر وقفہ کر کے دروازہ ان کھڑیوں کا قلعہ نہ رکھا جائے یا رکھا جائے تو تینہ
کر دیا جائے اور کرسی دوسرے کام میں وہ کھڑی نہ لائی جائے تاکہ کسی قسم کا بھی محذور نہ لازم آئے۔ اور اس
صورت میں یہ اعتراض بھی نہ رہے گا کہ قبر کو مسجد بنانے کی ممانعت حدیث میں وارد ہے۔

چنانچہ جلد دوم بخاری شریف میں ہے:

قال رسول الله ﷺ :

☆ لعنة الله على اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبيائهم مساجد يحذر ما صنعوا۔

ترجمہ: حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا یہودیوں اور عیسائیوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، انہوں نے اپنے
انبیاء کرام علیہم السلام کی قبور کو مسجد گاہ بنالیا ہے آپ ﷺ ان کے برے اعمال سے امت کو ڈرا رہے
تھے۔

☆ اس واسطے کہ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ نے بیضاوی سے قسطلانی میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ
اللہ لمعات میں تو روشنی سے نقل فرماتے ہیں ☆ کہ قبر کو مسجد بنانے کے یہ معنی ہیں کہ قبر کو قبلہ بنایا جائے۔ اور قبر
کی تقسیم مقصود ہو۔ اور قبر کی طرف بلا حجاب دیوار وغیرہ مسجد کیا جائے۔ اور صورت مذکورہ میں ظاہر ہے کہ کوئی
بھی امر امور مذکور سے نہیں پایا جاتا ہے۔

چنانچہ استاذی و مولائی مولانا احمد علی صاحب مرحوم و مقبور سہارنپوری شرح حدیث مذکور میں ماثیر

بخاری شریف پر تسلط فی اور لمعات سے تحریر فرماتے ہیں۔

قوله خذونا ما صنعوا من اتخاذ المساجد على القبور قال البيضاوى لما كانت اليهود والنصارى يسجدون لقبور الانبياء تعظيما لشانهم ويجعلونها قبلة يتوجهون فى الصلوة نحوها واتخذوها اوثانا لعنهم ومنعهم عن مثل ذلك فاما من اتخذ مسجدا فى جوار صالح وقصد التبرك بالقرب منه لا التعظيم ولا التوجه نحوه فلا يدخل فى ذلك الوعيد وفى اللمعات قال التوريشى فاما اذا وجد بغيرها موضع بنى للصلوة او مكان يسلم فيه المصلى عن التوجه الى القبور فانه فى فسحة من الامور

(ترجمہ: قولہ: ہم کو ان کے برے اعمال سے ڈرا رہے تھے کہ انہوں نے قبروں کے اوپر مسجدیں بنالیں تھیں۔ علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہودی اور عیسائی انبیاء کے کرام علیہم السلام کی قبور کو ان کی شان کی تعظیم کے لیے سجدہ کیا کرتے تھے۔ انہیں اپنا قبلہ قرار دینے کو نماز غیرہ میں ان کی جانب رخ کرتے تھے۔ انہوں نے ان قبور کو قبلہ بنا رکھا تھا۔ آپ نے ان پر لعنت فرمائی۔ اور اہل ایمان کو ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ * لیکن اگر کوئی شخص کسی نیک آدمی کی قبر کے قریب مسجد بنائے اور اس کے قرب سے برکت کے حصول کا ارادہ کرے نہ الوسی تعظیم اور نہ ہی اس طرف رخ کرنے کی نیت ہو تو وہ اس وسیع نبوی میں داخل نہیں ہے۔ لمعات مفتیح میں ہے کہ علامہ ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر قبروں کے قریب مسجد کے لیے جگہ بنادی جائے یا ایسی جگہ ہو جہاں نماز کی کارش بخور کی جانب ہونے بچت ہو تو وہاں نماز ادا کرنے کی گنجائش ہے) مفتیح

حروہ:

العیذ بالرحمن ربہ القوی



﴿فتویٰ نمبر..... 153﴾

سوال

اگر چہترہ موقوفہ علی المسجد مسجد سے اتنی دور ہو کہ سچ میں رستہ آ جائے اور باقی مسجد نے اس کو مسجد اس غرض سے بخالیا ہو کہ گرمیوں میں اس پر نماز پڑھ لیا کریں۔ اس پر ثواب نماز کا کتنا ہی ہوگا جتنا مسجد میں ہوتا ہے یا کم؟

۲۶ رجب ۱۴۲۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

مسجد ہی کے برابر ثواب ہوگا اس واسطے کہ بوجہ شیعہ مذکورہ کے باقی مسجد سے وہ بھی مسجد ہے۔ چنانچہ صفحہ ۳۵۵ جلد ناس عالم گیر میں ہے۔

وفي صلوة الاثر قال سالت محمدا رحمة الله تعالى عن دكان اتخذ للمسجد وبينه بين المسجد طريق وهواء عن المسجد ليصلي عليه في الحر ايضا غف فيه الاجر كما يضاعف في المسجد قال نعم كذا في الذخيرة!

(ترجمہ: صلوة الاثر میں ہے کہ میں نے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک چہترے کے بارے میں پوچھا جسے مسجد کے لیے بنایا تھا مسجد اور اس کے درمیان ایک راستہ ہے اور یہ چہترہ مسجد سے دور ہے اور اسے اس لیے بنایا تھا کہ وہ ہاں گرمی میں نماز ادا کی جائے کیا اس جگہ نماز پڑھنے سے اتنے گنا زیادہ ثواب ملے گا جتنا کہ ثواب مسجد میں ملتا ہے تو آپ نے فرمایا ہاں یہ ذخیرہ میں ہے)

حضور: العبد اراد انی رقتہ ربہ الفتوی

ابو محمد محمد دیوبند علی الرضوی الحنفی مسجد جامع اکبر آباد



غصب



THE UNIVERSITY OF CHICAGO PRESS

﴿فتویٰ نمبر..... 154﴾

سوال

جو اشخاص کسی مسلمان کی موروثی ملکیت کو وقف کرانے پر آمادہ ہوں اور جو نئے بچے و اہمات گز گز کر ملتہ الحقائق کے ساتھ عدالت کو بھی مخالفہ میں ڈالنا چاہتے ہوں ان کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

جو کسی کا مال تنہا حق تلفی کرائے اس کے واسطے وعید نادر ہے۔ مظلومہ شریف میں بروایت مسلم شریف ہے :

☆ قال رسول الله ﷺ من اقتطع حق امرأ مسلم فقد أوجب الله له النار و حرم عليه الجنة فقال له رجل و ان كان شينا يسيرا يا رسول الله ﷺ قال ان كان قضيا من اراك! (ترجمہ: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی مسلمان کا حق غصب کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے دوزخ کو واجب فرمادیا جنت اس پر حرام فرمادی۔ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! اگرچہ وہ تھوڑی سی چیز ہو۔ فرمایا: اگرچہ اراک (پیلو) درخت ایک ٹکڑی ہی ہو) منظر

حورہ:

العید الراقی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد مدنی اعلیٰ الرضوی

جامع مسجد اکبر آباد





THE UNIVERSITY OF CHICAGO PRESS

عاریه

﴿فتویٰ نمبر.....155﴾

سوال

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زیور چڑھاوا شوہر کے باپ نے پہنا دیا تھا۔ اس کو وہ بختہ واپس لے سکتا ہے یا اس میں ترکہ جاری ہوگا۔ کیوں وہ مستعار تھا۔

(۲) مسماۃ نے وقت وفات شوہر باپ ماں تمین بھائی اور ایک بہن چھوڑے ہیں (۳) دختر کے باپ نے وقت نکاح دوسروں سے کیا زیور دختر کو پہنایا اور اعلان کیا تھا کہ اس کو دیتا ہوں لہذا اس زیور کے تعلق شرع شریف کا کیا حکم ہے؟۔ بینو او تو جو وا سہل وزیر خان صاحب کڑہ آگرہ

الجواب

وهو الموفق للصواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

جو زیور چڑھاوا شوہر کے باپ نے پہنا دیا تھا اس عبارت سے امر ظاہر ہے کہ وہ زیور اس قسم کے مہر سے تھا جو مادہ و عرفا شادی کے دن بوقت نکاح شوہر کلبا یا شوہر کے بزرگ عرفا دولہن کو شادی کے کپڑوں کے ساتھ دولہا کی طرف سے بھیجا کرتے ہیں۔ جس کو ہمارے عرف میں بڑی کہتے ہیں۔

☆ علامہ صفحی رحمہ اللہ درمختار کے صفحہ ۳۹۶ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جو کچھ زوج نے زوجہ کو بھیجا تھا اگر زوجہ کہے کہ وہ بطریق مہر کے بھیجا تھا اور زوج کیے بطریق امانت و ماریت بھیجا تھا اور دونوں اپنے دعویٰ پر کوہ پیش نہ کر سکیں تو وہ سامان زیور و غیرہ اگر عرفا اس جنس سے ہے کہ وہ بطریق مہر دیا جاتا ہے تو قول عورت کلا سب

شہادت ظاہر عرف معتبر ہوگا اور اگر وہ عرفاً جنس امانت و ماریت سے بے یقین ہوگا تو اس کو ماریت قرار دیا جائے گا۔ اور زوج علی حد اور شہ زوج اس کی واپسی کے شرط موجود ہونے پر اس شے کے مستحق ہوں گے۔ و ہذہ عبارتہ و لو ادعت انہ آئی المبعوث من المهر و قال هو و دبیعة فان كان من جنس المهر فالقول لها و ان كان من خلافه فالقول له بشهادة الظاهر!

(ترجمہ: عورت نے دعویٰ کیا کہ جو چیز اس کے پاس بھیجی گئی وہ میری تھی۔ خاوند کہے کہ وہ امانت تھی۔ اگر وہ چیز میر کی جنس سے ہو تو عورت کے قول کو تسلیم کیا جائے گا اور اگر اس کے خلاف کی جنس سے ہو تو ظاہر کی شہادت کی بناء پر مرد کا قول تسلیم کیا جائے گا)

بہرحال اس امر کا فیصلہ کہ چڑھاوا عرف میں میر مغل کو جس کا نام بری ہے کہتے ہیں یا اس زیور کو بھی جس کو ماریت دہن کو پہنائیں اور دہن کو ابھی سال دو سال بعد نکاح دولہ اپنے گھر بھی نہ لائے اور دہن باپ کے گھر سے ہراسخی برودن فریق رخصت بھی نہ کی جائے علیٰ ہذا باپ کی جانب سے بعد نکاح یا قبل نکاح جو دہن کو پہنایا جائے مگر سوال سائل میں تعارض ہے اس واسطے کہ سوال میں کہتا ہے کہ دہن کے باپ نے جو زیور ماریت پہنایا تھا اور سوال دوم و سوم میں کہتا ہے کہ دہن کے باپ نے اعلان کر دیا تھا کہ دو سو روپیہ کا زیور جو لڑکی کو میں پہنایا ہے لڑکی کو دیتا ہوں لہذا شہادت شہوداگر یہ ثابت ہو جائے کہ فی الواقع باپ نے بطریق جہیز لڑکی کو بخش دیا تھا اور دولہ کی جانب سے بھی فی الواقع چڑھاوا ہی تھا تو کل مال لڑکی کا معزز میر تقسیم ہوگا ورنہ فقط میر اور علاوہ میر کے جو چیز بھی ملو کہ متوفیہ ہے اس طرح تقسیم ہوگی کہ کل مال ہندہ کے چھ حصہ کر کے تین حصہ زوج کو دینے جائیں گے اور ایک حصہ ام (ماں) اور دو حصہ باپ کا اور بچہ جو دگی عصبہ قریب یعنی باپ میں بہن بھائی کو کچھ نہیں ملے گا۔

صورتہ ہکذا

ہندہ سلاۃ

					میت		
زون	ام	اب	اخ	اخ	اخ	اخ	اخت
۳	۱	۲	م	م	م	م	م

حروف:

العبدا لراکئی رتہ ربہ لغنی

ابو محمد محمد دی اعلیٰ المنصی

فی جامع اکبر آباد



مفقود

﴿فتویٰ نمبر..... 156﴾

سوال

دس برس سے خاوند مفقود ہے اور عورت جوان عمر ہے۔ کوئی صورت گزارہ نہیں۔ احتمال زنا بھی ہے۔
لہذا شرعاً نکاح کر سکتی ہے؟

سائل: پابند شریعت مساجد عرب بنیم ہنت میر علی
پانی جوگی آگرہ ۱۱۳ اپریل ۱۹۶۶ء

الجواب

هوالمصوب

ایسی صورت میں جب کہ مجبوری ایجاد کی ہو حتیٰ کہ تعلیق شافعی و مالکی بعد اس قدر مدت مدی کے
نکاح جائز ہے۔ جامع الرموز میں ہے۔

قال مالک والاوزاعی الی اربع سنین فینکح عرسه بعده کما فی النظم فلو افقی
به فی موضع الضرورة ینقی ان لا یأس به علی ما نحن ا۔
(ترجمہ: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چار سال تک خاوند کو تلاش کیا جائے
اس کے بعد اس کی بیوی نکاح کرے جیسا کہ لفظ میں ہے اگر کوئی مفتی ضرورت کے مقام پر امام مالک رحمۃ اللہ
علیہ کے قول پر فتویٰ دے تو ہمارے موقف کے مطابق اس میں کوئی حرج نہ ہونا چاہئے)
رد المحتار میں ہے:-

لو افقی به فی موضع الضرورة لا یأس به علی ما اظن ع۔
(ترجمہ: اگر ضرورت کے موقع پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ دے تو میرا خیال یہ ہے کہ اس میں کوئی
حرج نہیں ہے)

مگر بدرجہ احتیاط حاکم کو بھی اطلاع کر دی جائے۔ مختار

کتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ دہلوی

۱۔	جامع الرموز	جلد ۳	صفحہ ۳۲۴
۲۔	رد المحتار	جلد ۳	صفحہ ۳۲۴

مطبوعہ دہلی بدیعہ کوئٹہ

﴿فتویٰ نمبر..... 157﴾

سوال

ایک عورت تیس سالہ عمر ہے۔ عرصہ بارہ چندرہ سال سے اس کا ٹائوڈ مغفودا لٹیر ہو گیا۔ وہ اب تک انتظار میں ہے۔ مگر نیکو خیر نہ ہوا اس عرصہ میں آیا۔ لہذا بھینہ ہونے کی سرپرست اور نو جوان ہونے کے احتمال فساد ہے۔ اس صورت میں شرما وہ نکاح اپنا کر سکتی یا نہیں۔

سائل: شیخ حسین بخش ہتاس آگرہ ۱۹ فروری ۱۹۶۶ء

الجواب

هو المصوب

مسئلہ مغفود میں خنثی کے نزدیک عند الضرورة تخلیف یا لکھنا مفید بعد اس قدر عرصہ کے نکاح ہائی درست ہے۔
جامع الرموز (میں ہے):

قال مالك والاوزاعي الى اربع سنين فتنكح عرسه بعد ما كذا في النظم فلو افشى
به في موضع الضرورة يبيح ان لا بأس به على ما اظن^۱۔

(ترجمہ: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بیوی چار سال تک انتظار کرے۔ پھر وہ نکاح کرے یا یہی نظم میں ہے اگر ضرورت کے مقام پر اس قول کے مطابق فتویٰ دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہوتا چاہئے جیسا کہ میں گمان کرتا ہوں)

وفي رد المحتار بذكر ابن وهبان في منظومه لوافي في موضع الضرورة لا بأس على ما اظن^۲۔
(امام ابن وهبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے منظومہ میں فرمایا اگر ضرورت کے مقام پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق فتویٰ دیا جائے تو میرے گمان کے مطابق اس میں کوئی حرج نہیں ہے)

کتبہ المفتی السید محمد اعظم شاہ نفلہ

۱۔	جامع الرموز	جلد ۳	صفحہ ۴۲۴	مطبوعہ
۲۔	رد المحتار	جلد ۳	صفحہ ۴۲۴	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

﴿فتویٰ نمبر..... 158﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین سچ اس مسئلہ کے کہ اگر کوئی شخص باہر چلا گیا ہو اور لاپتہ ہو اس کی زوجہ کہتے دن تک نکاح نہ کرے؟ بیٹو! توجروا!
اصالت پیش پیشیل منڈی رسالہ انا گرو۔

۲۵ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

صورتہ مسئلہ میں مرد و عورت ان نوے برس تک وہ عورت نکاح نہ کرے اور عاقر الروایت اور قول بخاری یہ ہے کہ اس کے شوہر کے ہم عمر جب تک نہ مریں اس کو کسی سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ کما فی شرح الوقایہ المفسفود غائب لم یدر اثرہ حی فی حق نفسه فلا ینکح عرسہ الی تسعین سنة و
ظاهر الروایة ان نفدر بموت الاقران انتهی مختصراً بقدر الحاجة۔

(ترجمہ: مفقود وہ مائت ہے جس کا کوئی پتہ نہ چلے۔ وہ اپنے حق میں زندہ ہوتا ہے۔ لہذا اس کی بیوی نوے سال تک نکاح نہ کرے۔ اور عاقر الروایت یہ ہے کہ اس کا اندازہ اس کے ہم عمر لوگوں کے مر جانے سے کیا جائے گا)

حررہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ

ابو محمد دین اعلیٰ مفتی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 159﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میرا شوہر عرصہ آٹھ سال سے مفقود
الغیر ہے۔ اور یوم نکاح سے اس وقت تک وہ میرے پاس نہیں آیا ہے۔ اور مجھ کو نان و نفقہ کی سخت ضرورت ہے
کیوں کہ ماملہ ہائے ہوں۔ ایسی صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

۲۲ جولائی ۱۹۱۵ء

بشیر اس بٹ کالی نان قوم پٹھان ساکن کبرہ سفدر خاں علاقہ کوہاٹ منڈی

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

☆ صورت مسئلہ میں قاضی یعنی حاکم شریعت کو یہ اختیار نہیں کہ میاں بی بی میں حکم تفریق نافذ کر کے
عورت کو بعد انتظار عدت دھری جگہ نکاح کرنے کی اجازت دے دے۔ البتہ اگر شوہر کی جائیداد وغیرہ کچھ
ہو تو حاکم کو لازم ہے کہ اس جائیداد سے اس کے نان و نفقہ کا انتظام کر دے ☆ اور جب تک اس کے ہم عمر نہ
لیں اس وقت تک اس کی زوجہ کو بعد انتظار ایام عدت موت اجازت نکاح کی دھری جگہ قاضی نہیں دے سکتا۔
چنانچہ کتزالدقائق میں ہے:

المفقود هو غائب لم يدر موضعه فينصب القاضي من يأخذ حقه ويحفظ ماله و

يقوم عليه و ينفق على قریبه ولاداً و زوجته ولا یفرق بینہ و بینہا و حکم بموئنه بعد نسیعین

سنة و تعد امراته و ورثه منه حیث یجد *

(ترجمہ: مفقود وہ مائب آدی ہوتا ہے جس کے رہنے کی جگہ کا علم نہ ہو سکے۔ لہذا قاضی ایک شخص کو مقرر کرے گا
جو اس کا حق وصول کرے گا اس کے مال کی حفاظت کرے گا اور اس کی نگرانی کرے گا وادت کے اعتبار سے

۱۔ کنز الدقائق مع البحر الرائق: جلد ۵، صفحہ ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت

اس کے قریب رشتہ دار پر اور اس کی بیوی پر صرف کرے گا۔ مفقود اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق نہ کی جائے گی۔ بیس نوے سال کے بعد اس کی موت کا حکم لگایا جائے گا۔ اس کی بیوی عدت گزارے گی اور اس وقت کی وراثت تقسیم ہوگی۔)

قال العلامة زين الدين في صفحه ١٢٣ من الجزء الخامس من بحر الرائق
أى و من زوجته لقوله عليه السلام فى امرأة المفقود أنها امرأته حتى ياتىها البيان
وقول على رضى الله عنه فيها هى امرأة ابتليت فلتصبر حتى يبين موت او طلاق خرج
بيانا للبيان المذکور فى المرفوع ولان النكاح عرف لثبوته والغيبه لا توجب الفرقة
والموت فى حيز الاحتمال فلا يزال النكاح بالشك و عمر رضى الله عنه رجع الى قول
على رضى الله عنه!

☆ (ترجمہ: یعنی مفقود اور اس کی بیوی کے مابین تفریق نہ کی جائے گی ☆ کیوں کہ نبی اکرم ﷺ نے مفقود کی بیوی کے بارے میں فرمایا وہ اس کی بیوی ہے جب تک کہ اس کے پاس اس کی (موت یا طلاق کی) وضاحت نہ آجائے۔ ☆ نیز حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ عورت آؤش میں جملا ہے لہذا اسے صبر کرنا چاہئے جب تک کہ اس کی موت یا طلاق کی وضاحت نہ ہو جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد حدیث مرفوعہ کی وضاحت کر رہا ہے نیز نکاح کا ثبوت معروف ہے اور خاوند کا نائب ہونا فرقت کلا با عث نہیں ہو سکتا۔ اور موت کا صرف احتمال ہے۔ لہذا نکاح صرف شک کے با عث زکال نہیں ہوگا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قول کی جانب رجوع فرمایا تھا)

والله اعلم علمه احکم
حروہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العتوی
ابو محمد محمد دین ارطغرل الرشیدی، مفتی مسجد جامع اکبر آباد



احياء الموات



THE UNIVERSITY OF CHICAGO PRESS

﴿فتویٰ نمبر 160﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حسب رواج راج و پاج بندی قانون پیداوار گھاس و پالہ و کلڑی و چر پہاڑ ملکیت معافی دار تصور ہوتا ہے۔ بدین وجہ معافی دار دہریہات ملحقہ کے باشندگان کو کہ وہ اپنے مویشی پہاڑ معافی دار میں چراتے ہیں مانع ہے اور نیاز مند ملازم معافی دار ہے۔ پس شرع شریف میں پیداوار پہاڑ ملکیت معافی دار ہو سکتی ہے یا نہیں اور معافی دار کا مانع ہونا ہو جب شرع شریف درست ہے یا نہیں؟ آیا پیداوار خود (رو) پہاڑ کی ملکیت مام ہے یا خاص و احد معافی دار؟ امید کہ براؤ کر م جواب سے شرف فرمایا جائے۔

سعید مصنف الدین امام مسجد سرانے قصبہ گنگوٹھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

گھاس خورد و اور خورد و درخت جو غنچہ جانوروں کے چرانے کے کام آتے ہیں وہ تین حال سے نکالی نہیں جاتا ایسی زمین یا پہاڑ میں ہوں گے جو کسی کا ملک نہیں۔ اندریں صورت اس چاکاہ کی گھاس پانی وغیرہ سارے مسلمانوں کا ہر ایک حق ہے جو چاہے اپنے جانوروں کو چرائے۔ خواہ چرانے کو کاٹ لے جائے۔
☆ یا یہ گھاس وغیرہ خورد و نباتات کسی کی زمین ملک میں ہوں گی۔ اندریں صورت بھی اس گھاس وغیرہ میں تمام مسلمانوں کا حق ہے۔ ہر صاحب زمین کو حق ہے۔ کہ اپنی زمین میں کسی کو نہ آنے دے۔ لہذا اگر کسی مسلمان کو دوسری جگہ گھاس نہ ملے اور (جانور) اس کے بھوکے مرے۔ زمین والے پر لازم ہے کہ اگر اپنی زمین میں نہ آنے دے اس کو کاٹ کر گھاس دے دے۔ یا اس کو آنے کی اجازت دے دے اور کہہ دے کہ گھاس لے جائے کہیت کی دیوار وغیرہ نہ خراب ہو۔

☆ اور تیسری صورت یہ ہے کہ کسی نے گھاس پالہ وغیرہ کاٹ کر رکھا ہے۔ متفرق خواہ ایک جگہ جمع کر کے بنایا گھاس اس کے پونے اور لگانے سے آگ آئے وہ مختل اس کاٹنے والے اور پونے والے کی ملک ہے۔ اس میں کسی کا حق نہیں۔ ☆ بہر حال پانی اور خوردہ گھاس وغیرہ اور آگ تینوں کا ایک حکم ہے۔ چنانچہ کتاب احیاء الموت در حقہ اور ثنائی کے صفحہ ۳۱۲ جلد غاس میں ہے۔

المسلمون شركاء في ثلاث في الماء والكلاء والنار^۱
(ترجمہ: مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں (۱) پانی (۲) گھاس (۳) آگ)
قال الشامي رحمه الله:

قوله المسلمون الخ ای شركة اباحة لا شركة ملك فمن سبق الى شيء من ذلك في وعاء او غيره واحرزہ فهو احق به و هو ملك له دون من سواه يجوز له تملكه بجميع وجوه التملك و هو موروث عنه و تجوز فيه وصاياء وان اخذه احد منه بغير اذنه ضمنه و مالم يسبق اليه احد فهو لجماعة المسلمين مباح ليس لاحد منع من اراد اخذه لنفسه^۲ اتفاني عن الكرخي^۳

(ترجمہ: قولہ: مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں یعنی ان کی شرکت اباحت کے اعتبار سے ہے نہ کہ ملک کے لحاظ سے لہذا جو شخص ان میں کسی چیز کو پہلے کسی برتن وغیرہ میں ڈال لے یا اکٹھا کر لے وہی اس چیز کا زیادہ حق دار ہے۔ اور وہ چیز اس شخص کی ملک ہوگی۔ کسی دوسرے کی ملکیت میں نہ رہے گی۔ اس کے لیے دوسرے کو ملک بنانے کے تمام طریقوں سے اس کا مالک بنانا جائز ہے۔ مرنے کے بعد وہ چیز اس کی وراثت قرار پائے گی۔ اس میں اس شخص کے لیے وصیت کرنا جائز ہے۔ اگر کوئی شخص اس کی اجازت کے بغیر اس چیز کو لے گا

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار جلد ۵ صفحہ ۳۱۲ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۔ نوٹ رد المحتار جلد ۵ صفحہ ۳۱۲ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ میں "لنفسه" کی بجائے "لنفسه" تحریر ہے

جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔

۳۔ رد المحتار جلد ۵ صفحہ ۳۱۲ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

تو وہ ضامن ہوگا۔ اور جب تک کسی آدمی نے حاصل کرنے کے لیے اس کی طرف سبقت نہ کہ ہو وہ مسلمانوں کی جماعت کے لیے مباح ہے۔ جو شخص اسے اپنی ذات کے لیے لینا چاہے لے سکتا ہے۔ کسی کو روکنے کا حق نہیں ہے۔

اور صفحہ ۳۱۲ ثانی جلد خامس میں ہے

ثم الکلام فی الکلاء علی اوجه اعمها مانبت فی موضع غیر مملوک لاحد فاناس مملوكة بلا اثبات صاحبها و هو کذا لک الان لرب الارض المنع من الدخول فی ارضه و اخص من ذلک کله و هو ان يحش الکلاء او اثبتہ فی ارضه فهو ملک له و ليس لاحد اخذه بوجه لحصوله بکسبه ذخيرة و غیره! ملحظاً۔
(ترجمہ: پھر گھاس کے بارے میں گفتگو چند طرح سے ہے۔

- (۱) گھاس کی سب سے عام صورت یہ ہے کہ یہ ایسی جگہ پیدا ہوئی ہو جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو تو اس صورت میں سارے لوگ وہاں مویشی چرانے اور اسے کاٹنے میں شراکت کا حق رکھتے ہیں۔ جس طرح کہ سمندروں کے پانیوں میں سب کا حق مشترک طور پر ہے۔
(۲) اس سے خاص تر یہ صورت یہ ہے کہ وہ کسی شخص کی مملوک زمین میں مالک کے اگانے کے بغیر خود بخود اگی ہو تو اس کا حکم بھی وہی ہے باں مالک زمین کو حق حاصل ہے وہ اوروں کو اپنی زمین میں داخل ہونے سے روک سکتا ہے۔

- (۳) اور درج بالا دونوں صورتوں سے خاص تر یہ صورت ہے کہ گھاس اس نے اکٹھا کیا ہو یا اس نے اپنی زمین میں اگایا ہو تو یہ گھاس اس کی ملک ہے۔ کسی شخص کو کسی طرح سے اسے حاصل کرنے کا حق نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ اس کے عمل سے حاصل ہوا ہے۔ ذخیرہ وغیرہ۔)

حورہ: العبد المرائی رحمۃ ربہ بالقوی

ابو محمد دیر اعلیٰ الرضوی، لکھی مسجد جامع اکبر آباد



THE UNIVERSITY OF CHICAGO PRESS

نکا ح

﴿فتویٰ نمبر 161﴾

سوال

سوال یہ ہے کہ قاضی شہر کے علاوہ مگر کوئی دوسرا شخص شرع شریف کے مطابق پابند شریعت نکاح پر حاکم دے یا دئے مسلمان پر حاکم دے اور اس کا اندراج رجسٹر قاضی شہر میں نہ ہو تو کیا وہ ناجائز ہے؟ اس کا جواب بحوالہ کتاب تحریر کریں۔ پتہ یہ ہے گوشت رانچو تاں بنی پورہ میں پہنچ کر محمد ارمین العزیز علیہ الرحمہ کی کوٹے۔

الجواب

رکبی نکاح ایجاب وقبول اور شرط صحیح نکاح دو کو ہوں کا بوقسم ایجاب وقبول ایک جلسہ میں موجود ہوتا ہے۔ ہذا ہذا علاوہ قاضی شہر جو بھی کوئی نکاح پر حاکم دے یا دو کو ہوں کے سامنے خود دہیا دو لیکن بیٹھے بھی اگر ایجاب وقبول کر لیں، نکاح منعقد ہو جائے گا۔ درج رجسٹر ہونا اور قاضی کا نکاح پر حاکم انتظامی امر ہیں۔ صحیح نکاح میں اس کو کچھ دخل نہیں ہے۔

حذرہ:

محمد دین اعلیٰ مفتی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر — 162﴾

سوال

اگر وکیل مسماۃ عیجاب نہ کرے تو قاضی عقد کو عیجاب کر دینے کا حق کس طرح حاصل ہوگا۔

سائل: قاضی ہلال الدین ساکن ریاست دھول پور ضلع قاضی پازہ

۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

اگر عورت وقت نکاح مجلس میں موجود نہ ہو نہ کوئی اس کا وکیل انجمنی ہو نہ ولی تو قاضی خود اس سے

اجازت لے کر دہلہا کو قبول کر دے۔ ہذا اور قبول کرانے کے وقت اس عورت کا نام مع نام اس کے باپ کے

مردور لے تاکہ سب پہچان لیں۔ بہر پنج اس طرح اس کا نام لینا یا اس کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ کوہ

وغیرہ سب پہچان لیں کہ نکاح عورت کا نکاح ہو ہے۔

حضور: العبد المذنب عبد الرحمن

ابو محمد محمد دیہ ارطی النجفی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 163﴾

سوال

بروقتہ عقد جو کہ حسب رواج ہندوستان من چاہپ عروسہ وکیل مقرر ہو کر آتا ہے تو عقد بقیہ نکاحات کو باہان سے کس طرح کی جائے؟ اور اس طرح پر کہنا جائز ہے یا نہیں کہ جو سماج فلاں کی لڑکی اس مکان کے اندر ہے یا جس کی تقریب شادی درپیش ہے۔

۲۶ جمادی الاول ۱۳۶۰ھ

قاضی باہل الدین ساکن ریاست دھول پور محلہ قاضی پاڑہ

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

اللہم رب زدنی علما

جے تنک اسی طرح کہنا چاہئے۔ اس واسطے کہ اصل نکاح میں یہ ہے کہ کم از کم دو گواہ یا اہل مجلس جس وقت دولہا کو ایجاب و قبول کرایا جائے اور دولہا اپنے عقد میں اس عورت کو قبول کرے پہچان لیں کہ فلاں عورت کو دولہا قبول کر رہا ہے۔ خواہ اس طرح ہو کہ دولہا مجلس میں بیٹھی ہو۔ اور ساتھ نکاح اس عورت کی طرف اشارہ کر کے کہے کہ اس عورت کو تمہارے عقد نکاح میں دیتا ہوں۔ اور دولہا کہے میں اس کو اپنے عقد میں قبول کرتا ہوں۔ خواہ اس طرح کہ عورت پردہ میں کسی ایسے مکان میں ہو کہ اس کے ساتھ مکان میں نور عورتیں بھی ہوں تو ماقہہ نکاح کو لازم ہے کہ وہ دولہا کا نام اس کے باپ کے نام کے ساتھ اس طرح لے کر دولہا کو اور گواہوں کو معلوم ہو جائے کہ فلاں عورت کے ساتھ عقد ہوا ہے۔ ملی پڑا یہ ضرور ہے کہ وکیل اور گواہ عورت کو دیکھ کر پہچان لیں کہ فلاں عورت ہے جو اپنے نکاح کی فلاں شخص کے ساتھ اجازت دی رہی ہے۔

اور اگر وکیل اور گواہوں کو مجر دانتا معلوم ہو کہ ایک عورت اندر سے اجازت دے رہی ہے۔ مگر یہ نہیں معلوم کہ یہ عورت ان عورتوں میں سے کون سی عورت ہے تو وہ نکاح جب صحیح ہوگا جب وہ عورت دولہا کے ساتھ

اس کے یہاں چلی جائے۔ اور بعد نکاح آثار رضا مندی ظاہر رہیں۔ اور اگر وہ نکاح کر دے کہ میں اجازت نہیں دیتی تھی اور گواہ اور کیل اس کو نہ پہچان سکیں وہ نکاح بزرگ گنج نہ رہے گا۔

ہاں اگر اس نکاح میں بجز اس عورت کے کوئی اور عورت نہ ہو تو بلاشبہ وہ نکاح صحیح ہوگا۔ اور صحیح رہے گا۔ اور کیل اور گواہ اس پر کوئی دے سکتے ہیں کہ جو اس مکان میں عورت تھی اور ہمارے علم میں یہی عورت تھی۔ اس نے ہم کو کیل نکاح بتایا تھا۔ اور ہم اس کے گواہ ہیں۔ چنانچہ صفحہ ۲۹۵ شامی مطبوعہ مصر میں ہے۔

و لا بد من تمييز المنكوحة عند الشاهدين لتنفى الجهالة فان كانت حاضرة منتقبة كفى الاشارة اليها والاحتياط كشف وجهها فان لم يروا شخصها وسمعا كلامها من البيت ان كانت وحدها فيه جاز ولو معها اخرى فلا لعدم زوال الجهالة وكذا اذا وكلت بالتزويج فهو على هذا ان راوها او كانت وحدها في البيت يجوز ان يشهدوا عليها بالتوكيل اذا جحدته والا فلا لاحتمال ان المركل المرأة الاخرى وليس معناه انه لا يصح التوكيل بدون ذلك وانه يصير العقد عقد فضولي. فيصح بالاجازة بعده قولاً او فعلاً لما علمته انفاراً

(ترجمہ: گواہوں کے نزدیک منکوحہ کا ممتاز ہونا بھی ضروری ہے تاکہ اس کے مجہول ہونے کا خاتمہ ہو سکے۔ لہذا اگر وہ اکیلی ہو اور نقاب اوڑھے ہوئے ہو تو اس کی طرف بوقت نکاح اشارہ کافی ہے۔ اور احتیاط یہ ہے کہ اس کے چہرے پر سے پردہ ہٹا دیا جائے (اور گواہ اسے دیکھ لیں۔) اگر گواہ اس کی ذات کو نہ دیکھیں لیکن اس کی گفتگو گھر کے اندر سے سن رہے ہوں اگر وہ گھر میں اکیلی ہے تو نکاح جائز ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ اور کوئی عورت بھی موجود ہے (اور گواہ اسے دیکھ نہیں رہے) تو نکاح جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ جہالت کا خاتمہ نہیں ہوا۔ اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب کہ عورت نے نکاح کے لیے کسی کو کیل بتایا ہو یعنی اگر وکالت کے گواہوں

۱۔ قول "عقد فضولی" مطبوعہ نسخہ میں ہی طرح ہے لیکن درست "عقد فضولی" ہے

۲۔ رد المحتار: جلد ۴ صفحہ ۳۷۳، ۳۷۴ دار الفوائد العربی بیروت

نے اسے دیکھ لیا ہو یا وہ گھر میں اکیلی ہو تو اس کی طرف سے وکیل بنانے کی کوئی دے سکتے ہیں۔ جب کہ وکیل بنانے کا انکار کرے۔ ورنہ کوئی نہیں دے سکتے۔ کیونکہ یہ احتمال موجود ہے کہ وکیل بنانے والی عورت کوئی اور ہو۔ اس کے معنی یہ نہیں ہے کہ اس کے بغیر وکیل بنانا صحیح نہیں۔ اور عقد نکاح "فصلی" عقد قرار پا جائے گا۔ لہذا اگر وہ بعد میں قول یا فعل کے ساتھ اجازت دے دے تو نکاح درست ہو جائے گا جیسا کہ ہم کو ابھی معلوم ہو چکا ہے)

لہذا قصد بیک وکیل و کالت اس طرح ہوتی چاہئے کہ ہم اس عورت کو جس نے ہم کو وکیل کیا ہے پچکا نئے ہو؟ اور وہ کہیں کہ بے شک ہم اس کو پچکا نئے ہیں۔ اور کوہ بھی کہیں جس نے ان کو وکیل کیا ہے ہم اس کو پچکا نئے ہیں۔

اور عمدہ طریق یہ ہے کہ عورت باغداد کا جو دلی اقرب ہو وہ وکیل نکاح بتایا جائے اور اس کی اجازت پر کفایت کی جائے اور اگر خوف اس امر کا ہو کہ عورت شاید وکلاء ولی سے انکار کر جائے تو وقت اجازت ایسے دو گواہ اجازت بنا لئے جائیں جن کے سامنے عورت بلا حجاب آ سکے اور وہ اس کو پچکان سکیں۔

حورہ:

العبد الراحمی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دہار علی الصبحی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 164﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا بھتیجی رحیم کا عقد بتاریخ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۳۵ ہجری کو کسی حبیب کے ساتھ ہوا لیکن مسماۃ مذکور کو چار پانچ ماہ کا حمل ہے اور مسماۃ رحیم کے شوہر کو فوت ہوئے عرصہ تھینا ڈیڑھ سال کا ہوا۔ آیا عادت حمل میں نکاح جائز ہے یا کہ نہیں۔

۱۵ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ۔ ۱۰ جنوری ۱۹۱۷ء

بند و خان ولد عمر خان قوم پٹھان ساکن نوری دروازہ شہر آگرہ

الجواب

صورت مسئلہ میں مسماۃ رحیم کا نکاح مگر اس کا حمل علاوہ حبیب کے فی الواقع اس کے شوہر متوفی کا ہے کسی غیر کا نہ تھا، حبیب کے ساتھ گھج نہیں ہوا۔ لہذا بعد و نہی حمل اس کے اعتبار ہے جس کے ساتھ چاہے نکاح کر لے۔

چنانچہ شرع و قایہ میں ہے:

بطل نکاح حامل ثبت نسب حملہا۔ غلط

(ترجمہ: جس حاملہ عورت کے حمل کا نسب ثابت ہے اس کا نکاح باطل ہے)

حورہ

العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی

محمد دینار علی مفتی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر — 165﴾

سوال

ایک عورت کا نکاح ہوا۔ چند ماہ رہ کر باپ کے گھر چلی گئی۔ پھر چند ماہ بعد خاوند کے گھر گئی تو حمل تھا۔ تین ماہ بعد دختر پیدا ہوئی۔ پھر وہ عورت بھاگ گئی اب اس کو (باپ) نے رخصت کیا ہے۔ شرما اس کا نکاح رہا نہیں۔ عورت نے بچے کا حمل بیان کیا ہے۔

۱۴ اپریل ۱۳۹۶ھ

شیخ آگرہالی منڈی

الجواب

نکاح بائز رہا۔ اب وہ عورت جس نے زنا کا اقرار کیا ہے گناہ سے توبہ کرے۔ خاوند کی اطاعت کرے۔ نکاح میں ثلث نہیں۔

محمد وحی علی طبع آبادی

مدرس جامعہ کانپور

جواب صحیح ہے غلام حسین

الجواب

هوالمصوب

بے شک نکاح میں کچھ نقصان نہیں۔ عورت کو توبہ چاہئے اور اس کے شوہر کو اختیار ہے اس کو اپنی زوجیت میں رکھے۔ واللہ اعلم وحکمہ احکم

المفتی السید محمد اعظم شاہ عثمانی مدظلہ



﴿فتویٰ نمبر 166﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ مریم کے والدین کا انتقال ہو گیا اور وہ بغرض پرورش اپنے بہنوئی مسمی رحمت کی پرہیزگاری میں رہی۔ رحمت نے اس کا نکاح جبکہ وہ نابالغ تھی مسمی گلاب کے ساتھ کر دیا۔ بعد وہ صرف اول شب ایک روز اپنے عاوند کے یہاں رہی۔ اس درمیان میں یعنی دو سال تک پھر کہیں نہیں گئی۔ وہ اپنے بہنوئی کے جہاں اس نے پرورش پائی تھی رہ گئی اور بالائے ہوئی۔ جب وہ بالائے ہوئی تو اس کے عاوند نے طلاق دے دی اب استخلاء طلباً مورثہ میں ہیں۔

1- یہ کہ وہ اپنا نکاح بلا عدت گزارنے کے کسی دوسرے سے کر سکتی ہے یا نہیں؟ مہر واجب الا رہے یا نہیں اور بے توکس قدر؟

2- یہ کہ مسماۃ مطلقاً بالائے ہوئی ہے مہراہ بہنوئی کے رہے یا اپنے حقیقی بھائی کے؟

3- یہ کہ مسماۃ اپنے شوہر کے بھائی کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

بینوا تو جروا حافظ تاج محمد ۱۲ دسمبر ۱۹۱۵ء

الجواب

هو الملهم للحق والصواب

☆ نابالغ یعنی جس کو حیض نہ آتا ہو بعد ثلوث تین مہینے تک عدت پوری کرے گی۔ اس سے پہلے نکاح نہیں ہوگا۔

قال الله تعالى:

واللاتي ينسن من المحيض من نساءكم الخ۔

☆ (ترجمہ: اور تہااری عورتوں میں جنہیں (بڑھا۔ پے کی وجہ سے) حیض کی امید نہیں رہی ہے اگر تم کو (اس امر میں) شبہ ہو کہ ان کا کیا حال ہے تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔ اور یہی عدت ان عورتوں کی بھی ہے جن کو ابھی حیض آنا شروع نہیں ہوا)

☆ 1۔ جن عورتوں کو بوجہ صغریٰ کے یا کبریا کے حیض نہیں آتا ان کو تین مہینے عدت دینا چاہئے اور اگر اس درمیان میں حیض ہو گیا تو یہ معاد سات اور تین حیض شمار کیے جائیں گے۔ قدرتی میں ہے

كذلك الصغيرة اذا عدت بالا شهر ثم بلغت فعدت بها بالحیض

(ترجمہ: اور نابالغہ کا بھی یہی حکم ہے جب وہ مہینوں کے ساتھ عدت گزار رہی ہو پھر اسی دوران بالغ ہو گئی ہو تو اس کی عدت حیض سے شمار ہوگی)

اور اس عدت کے قتل نکاح جائز نہیں۔

☆ 2۔ نکاح صغیرہ میں مہر مثل سے کم مقرر جائز نہیں۔ اشاہہ میں ہے

(بیحوز) النکاح باقل من مہر المثل الا فی صغیرة یزو جہا غیر الاب والجد

(ترجمہ: مہر مثل سے کم مہر کے عوض نکاح جائز ہے لیکن نابالغہ عورت کی صورت میں جائز نہیں جب کہ باپ اور دادا کے علاوہ کوئی اور شخص نابالغہ کا نکاح کرے)

☆ اور اگر کم مہر مثل سے نکاح ہو گا تو مہر مثل شوہر سے دلایا جائے گا۔

۱۔ قدرتی میں یہ ہمارے نقل کی ایک جگہ جوہرہ نمبر جلد ۱ صفحہ ۱۵۵ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان کی ہمارے ہیں ہے

وإن حاضت الصغيرة قبل تمام عفتها استأنفت العدة بالحیض سواء كان الطلاق بائنا أو رجعا (ترجمہ: اگر عورت کے شکم ہونے سے پہلے بالغ عورت کو حیض شروع ہو گیا ہو اور نہ تو حیض کے ساتھ عدت گزارے گی طلاق خواہ بائن ہو خواہ رجعی)

۲۔ الاشیاء والنظائر: جلد اول صفحہ ۲۵۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی

فإن الظاهر فيه النفوذ مع لزوم مهر المثل اشداء ما

- 3۔ اس لڑکی بابت ہے وہ بھائی کے پاس رہے خواہ خواہر کے پاس اس کو اختیار ہے۔ بیٹولی غیر محض ہے۔ اس کے پاس رہنا درست نہیں بلکہ بیٹولی سے پردہ کرے گی۔ اور شوہر کے بھائی سے نکاح درست ہے۔ بعد عدت کر سکتی ہے۔ حکم الفقہ واللہ اعلم بالصواب

ماہر محمد رمضان مفتی عنبر

واعظ جامع مسجد آگرہ

مورخہ ۱۳ دسمبر ۱۹۱۵ء



ما غمز عیون البصار مع الانبیاء والظالمین: جلد ۱ صفحہ ۲۵۲ احادیث القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی

نوٹ: حضرت مولانا مفتی محمد رمضان درہ اشعلی نے اس مسئلہ کی نسبت لاشبہ جھٹکار کی پانچ فریقیں جبکہ یہ جزئیات کی شرح میں ہے۔

﴿فتویٰ نمبر 167﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زلیہ نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے اور صرف تین چار روز طلاق دینے ہوئے گزرے تھے کہ چند لوگوں نے اس عورت کا دوسرا نکاح کسی اور شخص کے ساتھ پڑھا دیا۔ پس ایسا نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور اگر درست نہیں ہے تو لوگوں پر جنہوں نے یہی وی کر کے اور کوشش کر کے نکاح پڑھا دیا ہے کیا سزا ہے؟

شیر خان ولد احمد خان

۱۳ دسمبر ۱۹۱۵ء

الجواب

عورت مطلقہ کا عدت گزرنے سے پیشتر نکاح ناجائز ہے۔ ☆ اور جن لوگوں نے اس کام میں سامانت کی خواہ کواہ ہو کر یا وکیل ہو کر اگر عدت نہ گزرنے کا ان کو علم تھا تو سب گنہگار ہیں تو یہ لازم ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

ماہِ زمردین رمضان ۱۳۱۵ھ

واعظ جامع مسجد آگرہ

۱۳ دسمبر ۱۹۱۵ء



﴿فتویٰ نمبر.....168﴾

سوال

زوجہ عم نے اپنے شوہر کے لڑکے کو دودھ پلایا اب دختر زوجہ مذکور کی بیہ ہوتی۔ اس کا نکاح اپنے اس
اکن الاغ سے جائز ہے یا نہیں؟

سائل: مولانا غلام محی الدین

امام سجدہ شاہ جہاں پور

۱۵ مارچ ۱۹۱۶ء

الجواب

جس لڑکے کو دودھ پلایا اس کا نکاح دودھ پلانے والی کی کسی دختر سے جائز نہیں۔ اور نہ اس لڑکی کی
اولاد سے۔ ✽ ہاں رضاعی بھائی کی بہن سے نکاح جائز ہے۔ ھکذا فی الفقہ
کعبہ المختار السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر 169﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اماموں کے انتقال کے بعد مافی اور
بھائی کا کٹاج درست ہے یا نہیں؟

سائل: نواز محمد علی نیکانپور۔ کانپور

۹ شوال ۱۳۳۳ھ

الجواب

وهو الموفق للصواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماء

درست ہے۔

حردہ:

العبء الراجی رحمۃ ربہ

المفتی ابو محمد محمد دین اعلیٰ مفتی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 170﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ ایک ملا صاحب نے بلا موجودگی و بلا اجازت بیوی طفل نابالغ کا نکاح ایک لڑکی سے کر دیا۔ اور چونکہ اس نابالغ کا ولی کوئی بھی نہ تھا بعد بلوغ دختر اُن ہی ملا صاحب نے اس دختر کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا۔ لہذا بڑے ملا صاحب نے ان ملا صاحب اور ان کے بیوی کی نسبت حکم عام کر دیا کہ ان کے سب کے نکاح ٹوٹ گئے اور ان ملا صاحب کے چھپے کوئی نماز نہ پڑھے۔

لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا پہلا نکاح طفل نابالغ کے ساتھ صحیح ہوا یا نہیں؟ اور صحیح نہیں ہوا تو دوسرے شخص سے اس دختر کے نکاح میں کیا ہرج رہا؟ اور نہیں رہا تو بڑے ملا صاحب کا ان ملا صاحب کی نسبت یہ تشدد کہ ان کے چھپے نماز نہ ہوگی محض تعصب ہے؟

سائل: بلند خان سکس مہیال ضلع انک

حال ملازم پٹن ۲۹ کچنی ۳ ڈپو آگرہ

۱۹ ذی قعدہ ۱۳۳۳ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علما

صورت مسئلہ میں چونکہ طفل کا ولی وقت نکاح موجود ہی نہ تھا لہذا وہ نکاح صحیح نہیں ہوا۔ اس واسطے شرط

صحیح نکاح نابالغ اور نابالغ کی ولی کا ماقہ و تکفل و عقد نکاح ہونا ہے۔ کمائی الدار الحکامیہ مصر فی صفحہ 321

الولی شرط صحۃ نکاح صغیر را

(ترجمہ: ولی ناپائش کے نکاح کے درست ہونے کے لیے شرط ہے)

قال الشامی رحمہ اللہ :

قوله صغير الموصوف محذوف ای شخص صغير الخ فيشمل الذکر والانثی۔

(ترجمہ: لفظ صغیر صفت ہے اس کا موصوف محذوف ہے اصل عبارت ”شخص صغیر“ ہے لہذا یہ عبارت لڑکے اور لڑکی دونوں کو شامل ہے)

چنانچہ در مختاری میں بعد عبارت مذکور یہ کلیہ مسطور ہے

☆ والا صل ان کل من تصرف فی ماله له تصرف فی نفسه و مالا فلا۔

☆ (ترجمہ: قاعدہ یہ ہے کہ جس شخص کو ناپائش کے مال میں تصرف کی اجازت ہے اسے اس کی ذات میں بھی تصرف کی اجازت ہے۔ اور جسے مال میں تصرف کی اجازت نہیں اسے اس کی ذات میں تصرف کی اجازت بھی نہیں ہے)

اور جب نکاح منعقد ہی نہیں ہوا تو ان ملاں صاحب نے اگر اُس دختر کا دوسری جگہ نکاح کر دیا کوئی حرج نہیں۔ البتہ بغیر موجودگی ولی طفل ناپائش انہوں نے نکاح اول میں غلطی کی۔ لہذا اگر جان بوجھ کر کی تو لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنے کے گنہگار رہے۔ اللہ محاف کرے اور اگر نکاح اول بوجہ ناتوانی پڑھا دیا اور پھر بعد معلوم کرنے اس بات کے کہ بغیر ولی کے نکاح نہیں ہوتا دوسرا نکاح پڑھا دیا گنہگار بھی نہیں ہوئے۔ لہذا بڑے ملاں صاحب کا بلا جہان پر اتنا تشدد کرنا ظلم صریح ہے۔ واللہ اعلم

محمد دین ادرلی

مفتی مسید جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 171﴾

سوال

میری والدہ نے جب میں نابالغ تھی نکاح کر دیا۔ اور پانچ برس سے شوہر لاپتہ ہے۔ اب میں نابالغ ہوں اور اس نکاح سے خوش نہیں ہوں۔ دوسرا نکاح کرتی ہوں شرعاً مجھ کو اختیار ہے یا نہیں۔

۱۲ اپریل ۱۴۱۲ھ حیدر آباد ساکن چڑی مارٹولہ

الجواب

هو المصوب

جس نابالغہ کا نکاح ماں نے اپنی ولایت سے کیا ہے اس کو وقت بائٹ ہونے کے اختیار ہے کہ اس نکاح کو ختم کر دے اور علاوہ اب شوہر کا حال بھی غرضہ پانچ سال سے نہیں معلوم ہے۔ لہذا سخت ضرورت کے وقت حاکم سے اجازت لے کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ یہ از یہ میں ہے۔

الفاضی إذا زوجهما لم بلغا لهما الخبر في الصحيح وبه يفتي لفصوص الشفقة وكذا في الأخ والام.

(ترجمہ: قاضی نے نابالغ لڑکے لڑکی کا نکاح کیا پھر وہ نابالغ ہوئے تو ان دونوں کو صحیح قول کی رو سے نکاح ختم کرنے کا اختیار ہے اور فتویٰ اسی قول پر ہے کیوں کہ اس میں سخت کم ہوتی ہے اور اسی طرح بھائی اور ماں کے نکاح کرنے کی صورت میں بھی بلوغ کے بعد ان کو ختم کا اختیار ہوتا ہے)

قال مالك والاوزاعي الى اربع سنين فينكح عرسه بعده كما في النظم فلو ائني به في موضع الضرورة ينبغي ان لا بأس به على ما نحن في

☆ (ترجمہ: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو زاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عورت چار سال تک انتظار کرے۔۔۔ اس کے بعد نکاح کرے۔ جیسا کہ ائمہ میں ہے۔ لہذا اگر ضرورت کے مقام پر اس قول کے مطابق فتویٰ دے تو کوئی تو حرج نہیں ہونا چاہئے)

کتابہ: الفتاویٰ السیّد محمد اعظم شاہ عثمانی

۱۔ الفتاویٰ البرازیلیہ علیٰ هامش الفتاویٰ العالم گبرہ جلد ۳ ص ۱۵ مطبوع مصر

۲۔ جامع الرموز: جلد صفحہ مطبوعہ

﴿فتویٰ نمبر..... 172﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی سن بلوغت کو پہنچ چکی ہے اور اس کی ماں کا اشتعال ہو چکا ہے اور اس کا باپ پردیس میں ہے اور وہ اپنے بھائی کے پاس رہتی ہے اور بھائی بھی اس کا بائٹھ ہے اور بھائی اس کا چاہتا ہے کہ کسی نیک مسلمان لڑکے کے ساتھ اپنی ہم شیرہ کا عقد نکاح کر دوں۔ لہذا دریافت کیا جاتا ہے کہ عہم موجودگی اس کے باپ کی بلا لیت اس کے بھائی کے عقد نکاح شرعی ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

لڑکی چونکہ بائٹھ ہے اس واسطے باپ کی موجودگی کی ضرورت نہیں۔

مولوی منور شاہ

الجواب

شیخین کے نزدیک بلاشبہ ماقلہ بانہ کا نکاح اس کی رضا مندی سے اگر وہ چاہے بغیر ولی ہو سکتا ہے۔

کما فی شرح الوقایہ :

اعلم ان الحررة العاقلة البالغة اذا زوجت نفسها فعدت ابی حنیفة و ابی یوسف

رحمہما اللہ تعالیٰ ینعقد۔

(ترجمہ: آزاد مائل اور بائٹھ عورت جب اپنا نکاح کر لے تو حضرت امام عظیم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف

رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نکاح منعقد ہو جاتا ہے) منظر

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

ایم محمد دین اعلیٰ الرشوی مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 173﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ زلیہ کی لڑکی بائٹ کا بعد انتقال زلیہ کے اس کے حقیقی بھائی نے اپنے خالہ زاد برادر سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی جو کہ لڑکی منکوحہ مذکورہ کا چچا ہے۔ اور لڑکی نکاح سے پہلے اس سے رضا مندی تھی۔ اس کے ثبوت اور اس کی ماں نے جبراً نکاح کر دیا۔ بعد نکاح کے دو مرتبہ اپنے خاند کے گھر بھی اپنی خوشی سے گئی۔ لیکن اب اس کو اس کے گھر جانے سے قطعی انکار ہے کیوں کہ منکوحہ کی ہم عمر لڑکیاں طعن و تشنیع کرتی ہیں اور ہم لوگوں کو بھی اس کی جان کا خوف و اندیشہ ہے۔ اس صورت میں کس طرح فیصلہ ہونا چاہئے؟

الجواب

هو الموفق للصواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

☆ صورت مسئلہ میں اگر دختر بائٹ کے چچا نے اونٹ یا اور ماں نے بغیر اذن و اجازت لڑکی بائٹ کا نکاح سرخ دختر مذکور یا زروٹی ہوئی دختر مذکور کے نکاح کر دیا تو نکاح صحیح نہیں ہوا۔ اس واسطے کہ بعد البلوغ ولی کی ولایت نکاح کی بالجبر باقی نہیں رہتی۔

كما في الدر المختار

ولا تنجر البالغة البكر على النكاح لا نفع طاع الولاية بالبلوغ!

(ترجمہ: بالغ اور بکر عورت کو نکاح پر مجبور نہ کیا جائے کیوں کہ بائٹ ہونے پر نکاح پر جبر کی ولایت ختم ہو جاتی ہے)

☆ ہاں البتہ اگر اولیاء موجودہ سے ولی اقرب نے اس سے جب اس شخص کا ذکر کر کے جس کے ساتھ

نکاح کرنا چاہتے تھے اذن نکاح طلب کیا مگر ذکرہ فہم پڑی یا چپ ہو گئی ہے تو بے شک اس کا ہنسنا اور سکوت بوجہ تکلف قائم مقام اذن رکھا گیا ہے۔ نکاح صحیح ہو گیا۔

کما فی الہدایہ :

فاذا استاذنھا الولی فسکت او ضحکت فهو اذن ۱

(ترجمہ: بولی نے لڑکی سے اجازت طلب کی وہ خاموش رہی یا فہم پڑی تو یا ہنسنا شروع کیا)

اس واسطے کہ سکوت اور ضحک رضامندی پر دال ہے اور شرط صحت نکاح بالحداس کی رضامندی ہی ہے۔

چنانچہ ہدایہ میں ہے:

و ینفد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضا نھا ۲

(ترجمہ: آزاد اور بالغ عورت کا نکاح اس کی اپنی رضامندی سے منعقد ہو جاتا ہے)

اور صورت مذکورہ میں تو شوہر کے گھر پر برضا اور غیبت چلا جانا صراحۃً اس کی رضا پر دال ہے اور اب اس کے انکار کی وجہ بجز طعن و تشنیع ہے مجھ غوروں کی، جو یہ سمجھ کر مطعون کرتی ہیں کہ خالد زاد بھائی کے ساتھ نکاح ہو گیا اور کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ مگر لہذا اس کا نکاح بلا تکلف صحیح اور اس کو خوف خدا کر کے اپنے شوہر کے گھر جانا ضروری ہے۔ اور غوروں کو لازم ہے کہ وہ ایسے خیال باطل سے یعنی خالد زاد بھائی کے ساتھ نکاح کے برا بکھنے سے توبہ کریں۔ اگر وہ اس نکاح کو جو شرعاً قلعاً جائز اور حلال قطعی سے حرام سمجھیں گی اور اس کو مطعون کریں گی خوف ہے کہ ان کے نکاح ٹوٹ جاویں گے اور یوہ حرام بکھنے حلال قطعی کے کافر ہو جاویں۔

حورہ: العیدالرحمی رحمۃ ربہ التوی

ابو محمد محمد دین علی الرشوی مفتی جامع مسجد اکبر آباد



۱، الہدایہ: جلد ۳ صفحہ ۴۴ ادارہ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی

۲، الہدایہ: جلد ۲ صفحہ ۴۱۳ مطبوعہ: مکتبہ شرکت علمبہ، ملتان

﴿فتویٰ نمبر..... 174﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندو نابالغ کا عقد زلیج سے ہوا اور وہ
کولہاں نے ہندو سے اجازت نکاح کی لی اور اس کے باپ قدرتی سے کوئی اجازت نہیں لی اور ہندو کا باپ ہندو
عقد میں موجود تھا اسی صورت میں نکاح ہو یا نہیں۔ بینوا و تو جروا
سائل حافظ علی آگرہ

الاجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً.

جب تک باپ کی اجازت صریحہ یا دلائل نہ پائی جائے ہندو کا نکاح صورت مسئلہ میں صحیح نہیں ہوگا
اگر باپ جائز کہے جائز رہے گا اور اگر باپ جائز نہ رکھے غیر معتبر رہے گا۔ کما فی الدر المختار :

فلو زوج الا بعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ۔

ترجمہ: اگر ابعدولی نے ولی اقرب کی موجودگی میں نابالغ کا نکاح کر دیا تو وہ ولی اقرب کی اجازت پر
موقوف رہے گا)

قال الشامی :

قوله توقف علی اجازتہ تقدم ان البالغة لو زوجت نفسها غیر كفوف للولی

الاعتراض ما لم يرض صریحاً او دلائلہ کفیف المهر و نحوه فلم يجعلوا مكوته اجازة
والظاهر ان مكوته ههنا كذلك فلا يكون مكوته اجازة لنكاح الا بعد و ان كان حاضراً

فی مجلس العقد ما لم یرض صریحا او دلالة ناممل و غلط
 (ترجمہ قولہ: اس کی اجازت پر مقوف رہے گا پہلے گزر چکا ہے کہ ☆ اگر بانٹ عورت نے اپنا نکاح غیر کفو میں
 کر لیا تو ولی کو اس وقت تک التزام کا حق حاصل ہے جب تک کہ وہ صراحت کے ساتھ یا دلالت کے ساتھ
 اپنی رضامندی کا اظہار نہ کر دے مثلاً امر موصول کر لے وغیرہ۔ فقہاء نے ولی کے سکوت کو اجازت قرار نہیں دیا۔
 اور ظاہر ہے کہ اس کے سکوت کا حکم اس مقام پر ویسے ہی ہے۔ ☆ ہندو ولی اقرب کا سکوت ولی اقرب کے نکاح
 کی اجازت شمار نہ ہوگا اگرچہ وہ نکاح کی مجلس میں موجود ہو۔ جب تک صراحت یا دلالت کے ساتھ اس نکاح پر
 رضامندی کا اظہار نہ کر دے)

حورہ:

العبء الراعی رحمۃ رب القوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ مفتی دواعظ

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 175﴾

سوال

بغیر مرتج رضاندی وکیل نے نکاح ہائے کفر کو غیر کفو سے کر دیا۔ اس کی ماں اور ماموں اور ماں کا چچا زاد بھائی ہے۔ ان میں سے کس کو حق فسخ حاصل ہے؟ اور سکوت عورت کا ایسے موقع پر رضاندی سمجھا جائے گا؟

۱۹ اپریل ۱۹۸۶ء

نئی دہلی

خلاصۃ الجواب

وکالت صحیح نہیں۔ اگر ہائے نکاح سکوت بغیر تعلق مرتج اجازت نہیں ہے۔

ولا بد من النطق جامع الفصولین ۱۰

☆ چچا زاد بھائی ماں (کی نسبت) کوئی اقرب ہے۔

☆ غیر کفو سے نکاح میں سکوت رضاندی نہیں۔

فُسکُنت مَقَالًا لَا یَکُونُ رِضًا وَقِیْلَ فِی قَوْلِ اَبِی حَنِیْفَةَ یَکُونُ رِضًا اِنْ کَانَ الْاَبُ اَوْ

الجد والا لآ

۱۰ جامع الفصولین: جلد ۲ صفحہ ۱۳۸ مطبوعہ دار الإیضاع العربیہ کوئٹہ

نوٹ اکل عبارتیں ہیں۔

السکوت وهو رضا فی مسائل منها سکوت البکر عن استنثار الولی قبل التزویج وبعدها لو زوجها

الولی حتی لو زوجها لجد مع قیام الأب لا یكون سکوتها رضا

(ترجمہ: ناموش رہنا کئی ایک مسائل میں رضا شمار ہوتا ہے ان میں ایک یہ ہے کہ بچی اقرب نکاح کرنے سے پہلے نکاح کر دینے کے بعد نکاح کے بارے میں مشورہ طلب کرے وہ ناموش رہے تو یہ رضا شمار ہوگی۔ اور اگر وہ بچی لجد مثلاً دادا سے نکاح کی موجودگی میں نکاح کر دے نکاح کیا تو اب ناموش رہنا رضا شمار نہ ہوگا) اس مورد میں مراد نطق کے ساتھ اجازت دینا ہے۔

ع

(ترجمہ: انجمنی نے پا کر ہائے کٹاج کیا وہ خاموش رہی تو یہ خاموشی رضائے ہوگی۔ ایک قول کی رو سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اگر کٹاج کرنے والا باپ یا دادا ہو تو پھر اس کی خاموشی رضا ہوتی ہے اور اگر یہ یعنی باپ دادا نہ ہوں تو خاموشی رضائیں ہوگی)

ولی اقرب کو کٹاج صحیح کر دینے کا حق حاصل ہے۔ حامد یہ میں ہے

لِإِذَا لِحَكْمَةِ بِلَا رَحْمًا وَلِيَهَا فِرْقَ الْقَاضِي بَيْنَهُمَا بِطَلَبِ الْوَلِيِّ ۝

☆ (ترجمہ: عورت نے ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں کٹاج کر لیا تو ولی کے مطالبہ پر قاضی ان دونوں کے درمیان تفریق کر دے گا)

المفتی السید محمد اعظم شاہ عثمانی



﴿فتویٰ نمبر..... 176﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس صورت میں کہ زید نے ہندو کو جو ایک سال سے بیوہ ہے دھوکہ دے کر اپنے مکان پر بلا لیا۔ ہندوہ کی عدم طہیت میں زید نے قاضی سے اپنا نکاح پڑھوایا۔ ہندوہ کہتی کہ مجھ کو یہ نکاح منکور نہیں۔ اور نہ وہ نکاح کے مجھ کو اس کا علم ہوا۔ ایسی صورت میں ہندوہ کا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

۶ مئی ۱۸ ہجری محمد عبدالہادی مدرس مدرسہ جنگلی آگرہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم. اللهم رب زدني علما

☆ بلا اطلاع اور اجازت عورت کے جو نکاح کر لیا جائے اس نکاح کو نکاح فضولی کہتے ہیں۔ ☆ اگر بعد اطلاع کے عورت اس کو جائز رکھے اور اس پر راضی ہو جائے گا۔ ورنہ کا عدم اور باطل سمجھا جائے گا۔ چنانچہ صفحہ ۵۶ شرح وقایہ مطبوعہ نول کشور میں ہے

ووقف نکاح فضولی او فضولین علی الاجازۃ امی یجوز ان یکون من جانب الزوج فضولی او من جانب المراءۃ فضولی فیتوقف علی اجازۃہما!

(ترجمہ: فضولی یعنی وہ شخص جس کو نکاح کرنے کا کوئی اختیار نہ ہو اگر وہ ایک طرف سے ہو یا دونوں جانب سے فضولی ہوں تو وہ نکاح اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ یعنی ممکن ہے کہ عاوند کی جانب کی طرف سے فضولی نکاح کرے یا عورت کی طرف فضولی اس کا نکاح کسی سے کر دے تو وہ دونوں کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے)

اور چونکہ صورت مسئلہ میں رضامندی اور اجازت عورت قلعاً منقود ہے بلکہ دھوکہ بازی ماقہ کی ظاہر ہے لہذا یہ نکاح بالکل صحیح نہیں ہوا۔ غلط

حورہ: الحدیث الراجی اللہ ربہ العالی

ابو محمد محمد دیوبند اعلیٰ الرضوی النجفی مسجد جامع اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر..... 177﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس امر میں کہ ایک باپ کا نکاح اس کی ماں کی اجازت سے ہوا۔ باپ اس کا زندہ موجود ہے۔ باپ کی اجازت سے نہیں ہوا۔ لڑکی اس باپ کی بیٹی ہے۔ اس نے بچہ اس کے کہ شوہر و مادر شوہر زمانہ ناپائسی میں بدسلوکی بے رحمی سے ظالمانہ طور سے برتاؤ کرتے رہے اور مار پیٹ کرتے تھے قحط بلوغ اس نے فوراً نکاح اپنا فتح کر دیا۔ یہ فعل اس کا شرعاً ناجائز ہے یا نہیں؟ اس کا اختیار شرعاً نکاح توڑنے کا ہے یا نہیں؟

۱۹ ذی قعدہ ۱۴۲۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

موجودگی باپ میں جو نکاح ماں کی اجازت سے صغیرہ کا ہو جائے وہ باپ کی رضا مندی پر مقوف رہتا ہے۔ اگر باپ بعد نکاح یا وقت نکاح راضی ہو جائے وہ نکاح معتبر ہوگا۔ ورنہ کا عدم سمجھا جائے گا۔ اس واسطے کہ باپ ولی اقرب ہے۔ اور صفحہ ۳۳۱ جلد ۱ فی رد المحتار مطبوعہ علی ہامش رد المحتار مصری میں ہے۔

و للولئى الابعد التزويج بغيبه الاقرب فلو زوج الابعد حال قيام الاقرب توقف على

اجازته را۔

(ترجمہ: ولی اقرب کی عدم موجودگی میں ولی ابعد کو ناپائش کا نکاح کرنے کا اختیار ہے۔ اور اگر ولی ابعد نے اقرب کے موجود ہونے کے باوجود نکاح کر دیا تو وہ نکاح ولی اقرب کی اجازت پر مقوف ہوگا)

☆ اور باوجود موجود ہونے کے مجلس عقد میں اگر رضامندی ولی اقرب یعنی باپ کی صورت مذکورہ میں صراحت یا دلالت نہیں پائی گئی تھی اور ناب تک باپ اس نکاح سے راضی ہے۔ مگر کسی وجہ سے ساکت ہے تو مجرد سکوت دلیل رضامندی نہیں ہو سکتا۔ اور وہ نکاح ناجائز ہی رہے گا۔ چنانچہ اسی صنف مذکورہ درجہ کی شرح رد المحتار میں ہے:

قوله نوقف على اجازته تقدم ان البالغة لو زوجت نفسها غير كفؤ فللولى الاعتراض
مالم يرض صريحا او دلالة كقبض المهر ونحوه فلم يجعلوا سكوتها اجازة والظاهر ان سكوتها
ههنا كذا لك فلا يكون سكوتها اجازة لنكاح الابعد و ان كان حاضرا فى مجلس العقد مالم
يرضى صريحا او دلالة.

(ترجمہ: قولہ: ولی الاعد کا کیا ہوا نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف رہتا ہے۔ پہلے گذر چکا ہے کہ اگر بائع عورت اپنا نکاح غیر کفو میں کرے تو وہاں تو اکثر ارض کا اختیار اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک کہ وہ صراحت یا دلالت راضی نہ ہو جائے۔ دلالت رضامندی کی مثال مہر وصول کرنا وغیرہ ہے۔ فقہائے اسلام نے اس کے سکوت کو رضامندی قرار نہیں دیا۔ اور ظاہر ہے کہ اس مقام پر اس کی رضامندی کا حکم بھی یہی ہے۔ لہذا اس کا سکوت ولی الاعد کے نکاح کی اجازت نہ ہوگا اگرچہ وہ نکاح کی مجلس میں حاضر ہو۔ جب تک وہ صراحت یا دلالت کے اعتبار سے راضی نہ ہوگا نکاح جائز نہ ہوگا)

☆ اور اگر باقرض نکاح صحیح مان لیا جائے تو علاوہ باپ اور دادا کے دوسرے اولیاء نکاح کا کیا ہوا نکاح اگر غیر کفو میں کیا جائے یا بابت کم مہر کے ساتھ اس مہر سے جو ان کے قبیلہ میں مروج ہے کر دیا جائے تو وہ نکاح بھی صحیح نہیں ہے۔ ہاں اگر مہر مثل کے ساتھ کفو میں کر دیا جائے تو صحیح ضرور ہو جائے گا مگر اس صنف کو بائع ہوتے ہی اگر اس نکاح سے ناراض ہوا اختیار فسخ نکاح ہے۔ اور بائع ہوتے ہی دو مسلمان مرد یا ایک مرد و دو مسلمان عورتوں کو کوہار کے کہہ دے کہ میں اس نکاح کو فسخ کرتی ہوں اور فسخ کرتی ہوں۔ اور پھر قاشی یعنی حاکم

شریعت سے مکرم فتح حاصل کر لے۔ بلا مکرم قاضی مکرم فتح تمام نہیں ہے۔
چنانچہ صفحہ ۳۳۱ درجہ کار میں ہے:

وان كان المزوج غير ههما لا يصح النكاح من غير كفو او بغين فاحش اصلا
وان كان من كفوء و بمهر المثل صح و لكن لهما خيار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنكاح
بعده بشرط القضاء للفسخ! انتهى مختصرا

(ترجمہ: اگر تالان کا غیر کفو میں نکاح کرنے والا یا غیبی فاحش سے نکاح کرنے والا باپ اور دادا کے سوا کوئی اور
رشتہ دار ہو تو نکاح بالکل درست نہیں۔ اور اگر نکاح کفو میں ہو اور میر شل کے ساتھ ہو تو نکاح درست ہے۔
لیکن بلوغ کے ساتھ یا بلوغ کے بعد نکاح کا علم ہونے کے ساتھ ہی ان کو نکاح فتح کرنے کا اختیار ہے۔
لیکن اس کے ساتھ شرط ہے کہ قاضی ان کے نکاح کو فتح قرار دے)

حورہ:

العبء الراعى رقة و يال قوى
ابو محمد محمد دى ارطى الرضوى الجبلى
معيد جامع اكبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 178﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک دختر نابالغ کا نکاح اس کے ماما نے باوجود ہونے باپ کے بغیر اجازت و بغیر رضامندی باپ کے ایک لڑکے سے کر دیا۔ اور باپ نے جس وقت معلوم کیا نارضا مندی ظاہر کر دی۔ اور لڑکی نے وجہ بلوغ اس نکاح کو خود بھی منظور کیا۔ دختر تاہنوز باکرہ ہے۔ بس اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

طالب علی قصبہ آذربائیجان

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

چونکہ پدر فاسد یعنی ماما ابعد تر سی اولیا ہے باوجود موجود ہونے باپ کے بولہبجہ ماما جو نکاح ہوا وہ ہرگز صحیح نہ ہو گا تا وقتیکہ باپ نابالغ کا اس نکاح کو جائز نہ رکھے اور اس نکاح سے رضامند نہ ہو۔ مگر اس واسطے کہ باوجود موجود ہونے ولی اقرب کے اگر ولی ابعد نکاح کر دے تو اس نکاح کی صحت ولی اقرب کی رضامندی پر موقوف رہتی ہے۔

چنانچہ صفحہ ۳۰۰ جلد اول فتاویٰ مالئیر یہ میں ہے:

وان زوج الصغير أو الصغيرة ابعد الاولياء فان كان الاقرب حاضرا و هو من اهل

الولاية توقف نكاح الابعد على ايجازہ!

(ترجمہ: اگر چھوٹے یعنی نابالغ لڑکے یا چھوٹی یعنی نابالغ لڑکی کا نکاح ابعد ولی یعنی حقدار ہونے کی ترخیص کی رو سے دور کے ولی نے کر دیا تو اس کے متعلق حکم یہ ہے کہ اگر ولی اقرب یعنی حقدار ہونے کی ترخیص کی رو سے

قرب کا ولی حاضر تھا اور وہ ولی ہونے کا اہل تھا تو ابعد ولی کا نکاح کر دینا ولی اقرب کی اجازت پر مقوف ہوگا۔^۱

☆ ہاں البتہ اگر ولی اقرب اہل ولایت یوحید صغیر الحسن یا مجنون ہونے کے نہ ہوا اتنی دور پردیس میں چلا گیا کہ اس کے بلانے اور آنے تک کٹھکے آ دی جو پیام نکاح لایا ہے یا پھر درائے ولی اقرب دریافت کرنے تک فوت ہو جائے اور ہاتھ سے نکل جائے تو بے شک ولی ابعد کا کیا ہو سکتا ہے۔

كما في الصفحة المذكورة للعالم الجليل

و ان لم يكن من اهل الولاية بان كان صغيرا او كبيرا مجنوننا جاز و ان كان الاقرب غائبا منقطعة جاز نكاح الابعد كذا في المحيط^۲

(ترجمہ: اور اگر اقرب ولی و اہل قرار پانے کا اہل نہ تھا مثلاً یہ کہ وہ خود نابالغ تھا یا بالغ اور مجنون تھا تو ابعد ولی نکاح کر دینا جائز ہے اور اگر اقرب ولی نائب تھا اور اس کی غیبت مطلقہ تھی تو ابعد ولی کا نکاح کر دینا جائز ہے)

اقول و هكذا في جميع كتب الفقه

(ترجمہ: میں کہتا ہوں فقہ کی تمام کتابوں میں اسی طرح ہے)

و ايضا فيه

(ترجمہ: اسی فتاویٰ عالمگیری میں ہے)

قال شمس الانعم السرخسي و محمد بن الفضل الاصح انه مقدر بقوات الكفو الحاضر الخاطب الى استطلاع رايه و هذا حسن كذا في التبيين وعليه الفتوى كذا في جواهر الاخلاط^۳

۱۔ ترجمہ الفتاویٰ العالمگیریہ جلد ۶ صفحہ ۱۱۱ ایضا

۲۔ الفتاویٰ العالمگیریہ مع اردو ترجمہ جلد ۶ صفحہ ۱۱۰ المعکہ پریس شاع لاٹھمہ لاہور

۳۔ الفتاویٰ العالمگیریہ مع ترجمہ اردو جلد ۶ صفحہ ۱۱۰ المعکہ پریس شاع لاٹھمہ لاہور

(ترجمہ: جس الامر السرخسی اور محمد بن الفضل کا قول یہ ہے کہ اس حکم کے بموجب غیبت منقطعہ کی مقدار یہ ہے کہ اس نائب شخص کی رائے حاصل کرنے تک موجود کتب پر یعنی کتاب کا یہ تمام دینے والا موجودہ شخص جو کتب قرار پاتا ہے یا تحفہ سے جائز رہے گا اور یہ قول زیادہ اچھا ہے جیسا کہ مذکورہ حکم پر فتویٰ ہے جو اہل غلطی!)

مگر صورت سوال سے ظاہر ہے کہ باپ جو ولی اقرب ہے اہل ولایت ہے اور نیز نائب غیر منقطعہ بھی نہ تھا۔ یوں جائز رکھنے باپ کے کتاب مذکور قطعاً صحیح نہ ہوا۔ اور اگر باقرض و القعد یہ باپ کا عند انعقد نائب انصیب منقطعہ ثابت بھی ہو جائے تو بدیں وجہ کتاب البعد صحیح تسلیم بھی کر لیا جائے تو نائب کو کوادہ ہوتے ہی اختیار نسخ کتاب ہے کہ وہ مانع ہوئی ہے جب خون حیض دیکھے اسی وقت دو مائل بانٹ مسلمانوں کو کوادہ کر کے کہہ دے کہ میں ابھی بانٹ ہوئی ہوں اور ولی البعد کے کتاب کئے ہوئے کو نسخ کرتی ہوں۔ میں اس کتاب سے راضی نہیں۔ البعد قاضی یعنی حاکم شریعت سے بغرض اختیار مائل ظاہری حاکم عدالت سے حکم نسخ کتاب حاصل کر کے پھر دوسری جگہ جہاں چاہے کتاب کر لے۔ لہذا بغیر حکم قاضی کتاب ہرگز نسخ نہ ہو گا کافی صفحہ ۳۰۳ من العالم گیر یہ

وان زوجہما غیر الاب والجد فللکل واحد منهما الخيار اذا بلغ ان شاء اقام علی النکاح وان شاء فسخ وهذا عند ابی حنیفہ و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ و بشرط فیہ القضاء۔^۲

☆ (ترجمہ: اور اگر ان دونوں کا کتاب باپ یا دادا کے علاوہ کسی ولی نے کیا تو ان میں سے ہر ایک کو بانٹ ہونے پر اختیار حاصل ہے کہ وہ چاہے تو اس کتاب کو قائم رکھے اور چاہے تو نسخ کر دے۔ یہ حکم امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے ہاں ہے اور اس میں یعنی خیار بلوغ سے کتاب نسخ کرنے میں تضاع قاضی یعنی حاکم مجاز کا فیصلہ شرط ہے۔^۳)

☆ اگر بعد اُنے حیض کے فوراً نسخ کتاب پر دو کوادہ نہ کر لے گی اختیار نسخ پھر باقی نہیں رہے گا۔ نسخ کتاب قبل

-
- ۱۔ ترجمہ الفتاویٰ العالم گیریہ جلد ۶ صفحہ ۱۱۱ المکھ پر بس شارع فاطمہ لاہور
- ۲۔ الفتاویٰ العالم گیریہ مع ترجمہ اردو جلد ۶ صفحہ ۱۱۳ المکھ پر بس شارع فاطمہ لاہور
- ۳۔ اردو ترجمہ الفتاویٰ العالم گیریہ جلد ۶ صفحہ ۱۱۵ المکھ پر بس شارع فاطمہ لاہور

غلوتیگھر ودخول ہوا ہے تو مہر بڑا مردہ زوج واجب نہ ہے گا اور یہ نکاح منحل عدم نکاح سمجھا جائے گا۔

کما فی صفحہ ۳۰۵ من العالم گبریہ

و اذا وقعت الفارقة بخیار البلوغ إن لم یکن الزوج دخل بها فلا مهر لها و وقعت

الفارقة باختيار الزوج او باختيار المرأة کذا فی المحيط۔

☆ (ترجمہ: جب خیاء بلوغ سے علیحدگی ہو کر اس کے خاوند نے اس عورت سے دخول نہ کیا تھا تو اس عورت

کے لیے کوئی مہر نہیں خواہ وہ علیحدگی خاوند کے خیاء بلوغ سے واقع ہوئی ہو یا عورت کے خیاء بلوغ سے واقع ہوئی

ہو محیط۔ ۲)

حورہ: الحد الراجی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الخنسی المصنفی

فی جامع اکبر آباد



۱۔ الفتاویٰ العالم گبریہ مع ترجمہ اردو جلد ۶ صفحہ ۱۲۰ المکھ پر بس شارع فاطمہ لاہور

۲۔ اردو ترجمہ الفتاویٰ العالم گبریہ جلد ۶ صفحہ ۱۲۱ المکھ پر بس شارع فاطمہ لاہور

﴿فتویٰ نمبر 179﴾

سوال

مرد فاسق صالحہ کا کفو ہے؟

۱۹ اپریل ۱۹۱۶ء نئی دہلی

الجواب

مرد فاسق کفو صالحہ کا نہیں۔

المفتی السید محمد اعظم شاہ رحمہ اللہ



﴿فتویٰ نمبر 180﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میرے کتے قسم کے ہوتے ہیں؟ اور وہ کن کن صورتوں میں ادا ہونے چاہیں اور کس طرح سے؟

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً اللهم ارنا الحق حقا والباطل باطلا

مہر کی تین قسمیں ہیں: ایک مہر مؤتہل، دوسرا مہر مؤجل جس کو عرف میں حق مہر عند الطلب کہتے ہیں۔ تیسرا مہر مؤتہل اس کو کہتے ہیں جس کے پورا دینے پر زوجہ قبل طلاق شوہر کو مجبور نہیں کر سکتی۔ لہذا بعد طلاق اگر طلاق بعد دخول یا غلوت صحیحہ دی ہے پھر اپورا مہر لے سکتی ہے۔ اور بعد موت شوہر کے خواہ وہ قات شوہر قبل دخول یا غلوت صحیحہ ہو یا بعد دخول یا غلوت صحیحہ مال شوہر سے پورا وصول کر سکتی ہے اور اگر طلاق قبل دخول واقع ہو تو نصف مہر لے سکتی ہے۔ چنانچہ صفحہ ۲۰۸ جلد ۱۷ لکھنؤ پریس ہے:

ومن سمي مهرا عشرة فما زاد فعليه المسمى ان دخل بها او مات عنها لانه بالدخول يتحقق تسليم المبدل و به يتأكد البدل و بالموت ينتهي النكاح نهائيه و الشيء بانتهائه يتفسر و يتأكد فيتقرر بجميع مواجبه و ان طلقها قبل الدخول بها و الخلوه فلها نصف المسمى!

(ترجمہ: جس نے دس روپے یا اس سے زائد جو مہر مقرر کیا اس پر مقرر حق مہر لازم ہے۔ بشرطیکہ اس نے اس صورت

کے ساتھ جہاں کیا ہوا خاوند کی وفات ہوگئی ہو۔ کیوں کہ جہاں کے ساتھ مہمل کو پر کر دینا ثابت ہو جاتا ہے اور خاوند کی موت سے نکاح اپنی انتہا تک پہنچ جاتا ہے اور جب کوئی چیز انتہا کو پہنچ جائے تو وہ پختہ اور ناکیدی ہو جاتی ہے لہذا وہ اپنے تمام لوازمات کے ساتھ پختہ ہو جائے گا۔ لیکن اگر جہاں اور ظلمت جھگڑے سے قتل طلاق دے تو مقررہ کردہ مہر کا نصف عورت کو دیا جائے گا)

☆ اور مہر مخمل یعنی ہر عند الطلب اس کو کہتے ہیں جس کے دینے پر شوہل مخمل ہوا بعض عورت شوہر کو مجبور کر سکتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر شوہر عند الطلب ادا نہ کرے عورت کو حق حاصل ہے کہ شوہر کو اپنے پاس نہ آنے دے اور جب تک شوہر ادا نہ کرے اس کے گھر رہنے سے اور جانے سے انکار کر سکتی ہے۔ اور قتل و ہول جہاں کہیں بھی رہے شوہر سے نان و نفقہ و ہول کر سکتی ہے۔ یہ خلاف مہر مؤتیل کے کہ اس کو اگر شوہر ادا نہ کرے تو شوہر کے ساتھ جانے سے انکار نہیں کر سکتی اور اپنے پاس آنے سے منع نہیں کر سکتی۔ اور اگر شوہر کے گھر جانے سے انکار کرے گی تو جب تک شوہر کے گھر نہ آئے نان و نفقہ نہیں لے سکتی۔

چنانچہ صفحہ ۳۳۸ ہدایہ مطبوعہ مع الشرح ۱۱۱۸ھ میں ہے:

و للمراة ان تمنع نفسها حتى تاخذ المهر و تمنعه ان يخرجه اى يسافر بها ليتعين
حفظها فى البدل كما تعين حق الزوج فى المبدل فصار كالبيع و ليس للزوج ان يمنعه من
السفر و الخروج من منزله و زيارة اهلها حتى يوفىها المهر كلها اى المعجل لان حق
الحبس لا يستيفاء المستحق و ليس له حق الاستيفاء قبل الايفاء و لو كان المهر موجلا
ليس لها ان تمنع نفسها لا سقاطها حفظا!

(ترجمہ: مہر کے ہول ہو جانے تک عورت کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے آپ کو خاوند سے روک لے۔ نیز خاوند کو باہر سفر پر لے جانے سے روک سکتی ہے تاکہ بدل یعنی مہر میں کا حق متعین ہو جائے۔ جس طرح کہ مہمل میں خاوند کا حق متعین ہے تو یہ عقد بیع کی مانند ہو گیا۔ مہر کو پورا مہر ادا کر دینے سے پہلے اختیار نہیں ہے کہ عورت کو

سفر سے، اپنے گھر سے باہر نکلنے سے اور اپنے رشتہ داروں سے ملاقات کو روک دے۔ اس مہر سے مراد مہر مہر مہر ہے کیوں کہ مرد کو اپنا حق پورا حاصل کرنے کے لیے روکنے کا حق ہے۔ لیکن عورت کا حق ادا کیے بغیر اسے اپنا حق حاصل کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اور اگر مہر موتل ہو تو وہ اپنے آپ کو مرد سے روک نہیں سکتی کیوں کہ اس صورت میں خود عورت نے اپنا حق ساتھ کر رکھا ہے)

☆ اور تیسری قسم مہر کی ہر مثل ہے ہر مثل اس کو کہتے ہیں کہ عند العقد مہر کا ذکر نہ کیا جائے یا ذکر کیا جائے مگر مقدار میں نہ کی جائے یا اس شرط پر نکاح کیا جائے کہ مہر نہ دیا جائے گا یا ایسی چیز مہر میں مضمّن کی جائے جو شرعاً مال نہ ہو جیسے شراب یا سورقہ اندریں صورت اگر طلاق بعد دخول دی جائے مہر مثل لازم ہوگا۔ چنانچہ صفحہ ۳۶۵ شامی مطبوعہ مصر میں ہے:

قال في البدائع لو تزوجها على ان لا مهر لها وجب مهر المثل بنفس العقد
(ترجمہ: بدائع میں ہے اگر کسی شخص نے کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ اس کو مہر نہ ملے گا تو صرف عقد نکاح سے مہر مثل واجب ہو جاتا ہے)

وفی صفحہ ۲۲۰ من الہدایہ المبطوع مع الشروخ الاربعہ:
و اذا زوج الرجل بنته على ان يزوجه الآخر بنته او اخته لیکون احد العقدین
عوضاً عن الآخر فالعقد ان جائز ان و لكل واحدة منهما مهر مثلها.^۱
(ترجمہ: اگر کسی آدمی نے اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط پر کر کے دیا کہ دوسرا شخص اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح اس کے ساتھ کرے گا۔ اس طرح کہ دونوں عقد ایک دوسرے کے بدلے میں ہوں گے تو دونوں عقد جائز ہیں اور ان بیٹیوں میں سے ہر ایک کے لیے مہر مثل ہوگا)
قال صاحب العناية :

۱۔ رد المحتار جلد ۲ صفحہ ۳۶۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کونہ

۲۔ الہدایہ مع فتح القادر وغیرہ جلد ۲ صفحہ ۳۳۹ مطبوعہ مصر

(ترجمہ: صاحبِ عائشہ نے فرمایا)

لانه مسمى ما لا يصلح صداقا و كل كان كذلك صح العقد فيه و وجب مهر

المثل كما اذا مسمى الخمر و الخنزير^۱

(ترجمہ: کیوں کہ ان دونوں نے ایسی چیز کو ہیر قرار دیا جو ہیر بننے کی کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اور یہ وہ صورت جو ایسی ہو اس میں عقد درست ہوتا ہے اور ہیر مثل واجب ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اگر شراب اور خنزیر کو ہیر مقرر کرے) اور ہیر مثل کے یہ معنی ہیں کہ عورت کے باپ کے قبیلہ سے جو ہر اس کی بہنوں کا اور چھو بھائیوں کا اور چچا کی بیٹیوں کا ہو گا وہی ہر اس کا مقرر کیا جائے گا۔

كما في صفحه ۲۴۶ من العناية المطبوعه على هامش الهداية

اعلم ان مهر المثل يعتبر بعشيرة التي من قبل ابائها كالاخوات والعمات و بنات

الاعمام^۲

(ترجمہ: ہیر مثل میں عورت کے اس خاندان کا اعتبار ہوگا جو اس کے باپ کی جانب سے ہوگا جیسا کہ بیٹھیں پھوپھیاں اور چچا زاد بیٹھیں)

اور اس صورت میں اگر شوہر طلاق بعد الدخول دے یا دونوں میں سے کوئی مر جائے تو شوہر پر ادائیگی پورے ہیر مثل کی لازم ہوگی اور بعد الموت شوہر کے مال سے پورا ہیر مثل ادا کیا جائے گا۔ چنانچہ صفحہ ۳۶۳ ثانی ملبوم مصر میں ہے۔

استفتى الشيخ صالح بن المصنف من النخير الرملی رحمهما الله عما لو طلبت

الموااة مهر مثلها قبل الوطنی او الموت هل لها ذلك ام لا فاجابه بما في الزيلعي من ان

مهر المثل يجب بالعقد ولهذا كان لها ان تطالبه به قبل الدخول فيناكدو بضرر بموت

۱۔ العناية على هامش فتح القدير جلد ۲ صفحه ۳۵۰ مطبوعه مصر

۲۔ العناية على هامش فتح القدير جلد ۲ صفحه ۳۵۰ مطبوعه مصر

احدهما او بالدخول علی ما مرفی المهر المسمى فی العقد الخ و به جزم الکمال و ابن
ملک و غیرهما و قد بسط ذلك فی الخیرة۔

(ترجمہ: مصنف علیہ الرحمہ کے بیٹے شیخ صالح رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خیر الدین ربی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ اگر عورت اپنا ہرشل وٹلی یا ناند کی موت سے پہلے طلب کر سکتی کیا اس کو یہ حق حاصل ہے یا نہیں؟ تو آپ نے ان کو جواب دیا کہ زلیحی میں ہے کہ ہرشل صرف عقد نکاح سے واجب ہو جاتا ہے۔ لہذا اس عورت کو دخول سے قبل اس کے مطالبہ کا حق حاصل ہے۔ پھر وہ ہرشل زوجین میں سے کسی ایک کی موت یا دخول کے ساتھ موکد اور پختہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ یہ عقد نکاح میں مقرر شدہ ہر کے بارے میں گذر چکا ہے۔ علامہ کمال اور علامہ ابن ملک وغیرہا رحمۃ اللہ علیہم نے اسی پر جزم فرمایا ہے۔ فتاویٰ خیر یہ میں اس پر مہر طلاق فرمائی ہے۔

اور ایسی صورت میں اگر طلاق قبل الدخول یا قبل خلوت سمجھ دے دی جائے تو ہر بالکل ساتھ ہو جاتا ہے اور بجائے نصف ہرشل کے متحدہ لازم ہو جاتا ہے۔ کما فی الدر المختار فی صفحہ ۳۶۳

و تجب متعة لمفوضة و هی من زوجت بلا مهر طلقت قبل الوطی و هی درع و
خمار و ملحفة لا تزید علی نصفه ای نصف مهر المثل۔

☆ (ترجمہ: مفوضہ یعنی جس عورت کا نکاح ہر کے بغیر کیا گیا ہو اگر اسے وٹلی سے قبل طلاق ہو جائے تو اس کے لیے متحدہ طلاق واجب ہو جاتا ہے اور متحدہ طلاق ایک قمیص، ایک اوڑھنی اور ایک بڑی چادر ہوتی ہے۔ لیکن ان کی قیمت ہرشل کے نصف سے زیادہ نہ ہو)

مگر تارے یہاں تارے عرف کے موافق متحدہ میں ایک جوڑا دی گئے اور صاحب درختار نے جو متحدہ کی تفسیر درن اور شمار اور ملحد کے ساتھ کی ہے وہ رواج کے موافق ہے۔

کما هو ظاهر من الشامی حیث قال و جمعه الله فی شرحه فی صفحہ ۳۶۳ من الشامی

۱۔ رد المختار جلد ۳ صفحہ ۳۶۳ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۔ الدر المختار علی ہامش رد المختار جلد ۳ صفحہ ۳۶۳ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

قال فخر الاسلام رحمه الله هذه في ديارهم اما في ديارنا فيزا د على هذا ازارو

مكعب كذا في الدواية

ترجمہ: امام فخر الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ ان کے علاقے کا حصہ طلاق ہے ان کے علاقے میں اس پر ایک
تہینہ اور ایک نقش و نگار والی چادر کا اضافہ کیا جائے گا

حورہ:

العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

محمد دینا علی النعمی الرضوی المجددی

فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 181﴾

سوال

فقہ متنبیل کس طرح پر صحیح ہے؟ اور املا و معنی کیا ہوا؟ ماہ طور پر موبل کو جو یا علیہ واد بولتے ہیں یہ کیا ہے؟

سائل: قاضی ہلال الدین ساکن ریاست دھول پور ضلع قاضی پازہ

۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

مجر متنبیل ہنزہ کے ساتھ اس ہر کو کہتے ہیں کہ جو رت قیل از طلاق یا قیل از موت شوہر اس کی ادائیگی پر مجبور نہیں کر سکتی۔ اور متنبیل اس کو کہتے ہیں جس کی ادائیگی پر جب چاہے شوہر کو مجبور کر سکتی ہے۔ موبل کا مصدر تانبیل اور متنبیل کا متنبیل ہے۔

حورہ العبد الراعی رقتہ ربہ

ابو محمد محمد علی اعظمی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 182﴾

سوال

جب کہ برضا مندی جائیں تعداد مہر معین ہو چکی ہے تو اب قبل از ایجاب دہلہا سے یوں کہنا ضرور ہے یا نہیں کہ اس قدر مہر کی رقم تم کو منظور ہے؟

سائل: قاضی جمال الدین

ساکن ریاست دھول پور محلہ قاضی پازہ

۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

ذکر مہر شرط جواز نکاح نہیں ہے۔ اگر بوقت عقد ذکر مہر معین کر دیا جائے اور دہلہا سے اس کی قبولیت کا اقرار لے لیا جائے تو ویسے مہر لازم ہو جائے گا۔ اگر اور اگر بلا ذکر مہر نکاح کر دیا جائے جب بھی نکاح ہو جائے گا مگر اندری صورت میں شرط لازم ہوگا۔ اگر سہر سچ نکاح تو اگر اس طرح بھی کیا جائے کہ عورت کہے کہ میں بلا مہر اپنے نفس کو تمہاری زوجیت میں دیتی ہوں۔ علیٰ ہذا کم از کم دو کو اہوں کے سامنے مرد کہے کہ بلا مہر میں تم کو اپنے نکاح میں قبول کرتا ہوں۔ میری شرط تو جب بھی بڑے مشورہ لازم ہو جائے گا اور نکاح بہر صورت معتقد ہو جائے گا۔ چنانچہ صفحہ ۴۰ مہدایہ مع اشروح الامتہ مصری کے جلد سوم میں ہے۔

و یصح النکاح وان لم یسم فیہ مہر لان النکاح عقد انضمام و ازدواج لغۃ فیم بالزوجین ثم المہر واجب شرعاً ابانۃ لشرف المحل فلا یحتاج الی ذکرہ لصحة النکاح و کذا اذا تزوجھا بشرط ان لا مہر لھا لما بینا ۱۔

(ترجمہ: نکاح صحیح ہوتا ہے اگرچہ اس میں مہر کا نام تک نہ لیا جائے۔ کیوں کہ نفقت کی رو سے نکاح ایک کو دوسرے کے ساتھ ملا دینے اور جوڑا بنانے کو کہتے ہیں۔ لہذا یہ میاں بیوی کے ساتھ کامل ہو جاتا ہے۔ پھر مہر شرعی واجب ہے تاکہ محلِ عقد کی شرافت کو ظاہر کیا جائے۔ لہذا نکاح کی درستی کے لیے اس کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اسی طرح نکاح درست ہوگا جب غاوند نے بیوی سے اس شرط پر نکاح کیا کہ اسے کچھ مہر نہ ملے گا جیسا کہ ہم نے واضح کر دیا ہے)

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الحسنی المنصی

فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 183﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس امر میں کہ ایک لڑکی کا نکاح ہوئے عرصہ سال کا گزرا۔ وقت نکاح میاں بیوی دونوں نابالغ تھے۔ حسب رضامندی والدین مہر موصول سنا پانچ سو روپیہ قرار پایا تھا۔ وہ لڑکی اس وقت یا جب اس کی خواہش ہو اپنا مہر مطلوبہ اپنے خاوند سے لے سکتی ہے؟ یا جب لڑکے میں دست نہ ہو تو لڑکے کے باپ سے بھی دعوٰی کر کے مہر مذکور وصول کر سکتی ہے؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں شوہر صغیر پر جو خود بھی صغیر تھا اور دونوں کا نکاح اور تعین مہر بلا ایت دونوں کے باپوں کے ہوا بعد البلوغ اور قسری بالبلوغ تمام احکام نکاح کے اس زوج اور اسی زوجہ کی طرف مائد ہوں گے نہ کہ ان کے باپوں کی طرف۔ لہذا مہر مذکور شوہر صغیر یعنی شوہر کے باپ پر لازم نہ ہوگا۔ البتہ باپ یا کوئی اور اگر ضامن ادائیگی مہر ہو جائے گا بوجہ ضمانت ضرور ادائیگی اس کے ذمہ لازم ہوگی نہ کہ بوجہ ولایت اور ماقہ نکاح و حلی تعین مہر ہونے۔

چنانچہ صفحہ ۲۲ جلد اول العقود الدریۃ میں ہے۔

وفی فتاویٰ شیخ الاسلام یحییٰ آقندی جمع شیخ الاسلام عطاء اللہ آقندی

تحت سوال

ولو زوج الاب طفله الصغیر امرأۃ بمہر معلوم لا یلزم المہر اباء الا اذا ضمنه و قال مالک رحمہ اللہ و الشافعی رحمہ اللہ فی القدیم المہر علی الاب لانہ ضمن دلالة باقدا مہ علی النکاح مع علمہ انہ لا مال لہ ولا نکاح بدون المہر و قلنا الصداق علی من

اعخذ الساق بالاثر قاله على رضى الله عنه والشكاح لم يدل على ابقاء المهر فى الحال فلم يكن من ضرورته ضمان المهر و لان تسليم المفقود عليه الى الزوج يوجب تسليم البدل ايضا والعاقده مغير كذا فى معراج الدراية عن المبسوط ولا يخلش بالك ما فى شرح الطحاوى من ان الاب اذا زوج الصغير امرأة فللمراة ان تطلب المهر من ابى الزوج فيودى الاب من مال ابنه الصغير و ان لم يضمن الاب صريحا لانه محمول على الطلب بالاداء من مال الصغير لكونه فى يده كما بينى عنه كلامه لانه محمول على ان اقدمه على الشكاح ضمان دلالة كما ذهب اليه الشافعى و مالك الخ اقول المسئلة فى الدر المختار من المهر ۱

(ترجمہ: اگر باپ نے اپنے نابالغ لڑکے کا نکاح مقرر مہر کے عوض کسی عورت سے کر دیا تو مہر کی ادائیگی باپ پر لازم نہ ہوگی۔ اگر اس صورت میں باپ مہر کی ادائیگی لازم ہوگی جب کہ وہ مہر کا ضامن بن جائے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قدیم قول میں فرمایا کہ مہر باپ کے ذمہ لازم ہوگا کیوں کہ اس نے باوجود اس علم کے کہ لڑکے کے پاس مال نہیں ہے اس کا نکاح کر دیا ہے۔ لہذا وہ والد اس کا ضامن ہوگا۔ اور مہر کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ ہم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق کہتے ہیں کہ مہر اس کے ذمہ ہے جس نے عورت کی پٹلی پکڑی۔ اور نکاح مہر کی فی التورادائیگی پر دلالت نہیں کرتا۔ لہذا نکاح کے لوازم سے مہر کی ضمانت ثابت نہ ہوئی۔ کیوں کہ خاوند کو معذور علیہ ہر کرنے پر اس کے بدل کو سپرد کرتا لازم آ جاتا ہے اور عقد کرنے والا یعنی باپ تو سفیر ہے۔ معراج الدراية میں مبسوط سے اسی طرح ہے۔ شرح غامدی میں مذکور یہ جزئیہ تیرے دل میں نہ ٹکے کہ جب باپ اپنے نابالغ لڑکے کا نکاح کسی عورت سے کر دے تو عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ خاوند کے باپ سے مہر کا مطالبہ کرے اور باپ اپنے نابالغ لڑکے کے مال سے (اگر اس کا مال ہو) مہر کو ادا کرے۔ اگرچہ باپ نے صراحت کے ساتھ مہر کی ضمانت نہ اٹھائی ہو۔ کیوں کہ نکاح کی یہ صورت

اس پر محمول ہے کہ عورت کے مطالبہ پر وہاں بیٹے کے مال سے ادا کرے گا کیوں کہ مال اس کے قبضہ میں ہے جس طرح کہ اس کے کلام سے ظاہر ہے۔ یہاں صورت پر محمول نہیں کہ باپ کا نابالغ کا نکاح کرنا دلالت کے اعتبار سے ضامن بنا ہے۔ جس طرح کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ مسئلہ درمختار کے باب ہر میں موجود ہے)

و فی صفحہ ۳۸۷ من الدر المختار المطبوعۃ فی المصر مع الشامی

و لا یطالب الاب مہر ابنہ الصغیر الفقیر اما الغنی فیتطالب ابوہ بالدفع من مال ابنہ
لا من مال نفسه اذا زوجه امرأة الا اذا ضمنه علی العقد

(ترجمہ: باپ سے اس کے نابالغ فقیر بیٹے کے؛ مگر وہاں باپ کا مطالبہ نہ کیا جائے گا۔ لیکن اگر لڑکا مالدار ہے تو باپ سے بیٹے کے مال سے ادا کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا نہ کہ باپ کے اپنے مال سے جب کہ وہ اس کا نکاح کسی عورت سے کرے۔ ہاں جب بوقت عقد باپ غنیمت بن جائے تو اس سے مطالبہ کیا جائے گا۔)
قال الشامی رحمۃ اللہ علیہ

قوله اذا زوجه امرأة مرتبطة بقوله و لا یطالب الاب الخ لان المہر مال یلزم ذمۃ
الزوج و لا یلزم الاب بالعقد اذ لو لزمہ لما افاد الضمان شیخاً
(ترجمہ: قولہ: جب باپ نابالغ لڑکا کا نکاح کسی عورت سے کر دیں اس کا مطلق اس عبارت سے ہے باپ سے مطالبہ نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ مہر وہ مال ہے جو عقد کے ساتھ زوج کے؛ مگر وہاں جب ہے نہ کہ باپ پر لازم ہے۔ کیونکہ اگر وہ باپ پر لازم ہے تو ضامن بننے کا کچھ فائدہ نہ ہے)

حروء: العبد الرائج رحمۃ ربہ الفقہی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی رحمہ اللہ مسیح جامع اکبر آباد



۱۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۲، صفحہ ۳۸۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۲۔ رد المحتار: جلد ۲، صفحہ ۳۸۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

﴿فتویٰ نمبر 184﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ جس وقت لڑکی کا عقد ہوا تھا اس وقت لڑکی کی عمر ۷ برس تھی۔ اب اس کے عقد کو چھ برس کا عمر ہو گیا ہے۔ لڑکی عقد کے بعد سے چھ برس برابر اپنے شوہر کے یہاں آتی جاتی رہی۔

اب قریب دو برس سے لڑکی کے والدین نے لڑکی کو روک لیا ہے۔ اور لڑکی کے والدین لڑکی کو انگریزی اردو کی تعلیم کے لئے اسکول بھیجتے ہیں۔ لڑکی کا شوہر چاہتا ہے کہ میری زوجہ کو انگریزی اردو کی تعلیم نہ دی جائے۔ سوائے قرآن شریف کے اور ضروری مسائل دینیات کے انگریزی وغیرہ کی تعلیم نہ دلائی جائے۔ میں انگریزی کے سخت خلاف ہوں۔ لڑکا دو برس کے درمیان میں اپنے سرال برابر آتا جاتا رہا۔ اب جبکہ لڑکے نے اپنی زوجہ اپنے سرال والوں کو انگریزی اردو تعلیم دینے سے منع کیا تو لڑکی کے والدین نے اس کے شوہر کو اپنے مکان پر آنے سے روک دیا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ لڑکی کی تعلیم وغیرہ کا اختیار اس کے شوہر کو ہے یا لڑکی کے والدین کو؟

۲۷ جون ۱۹۱۸ء

رجیم بخش ساکن وزیر پورہ آگرہ

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد ادا کر دینے مهر مہجلی کے جس کو فی زمانہ ہر عندا الطلب کہتے ہیں شوہر کو اختیار ہے جہاں خود رہے وہاں اپنی بیوی کو رکھے۔ علیٰ حد اگر مہجلی نہ ہو بلکہ میر مہجلی ہو جب بھی شوہر کو اختیار ہے کہ جہاں خود رہے وہاں اپنی منکوحہ کو رکھے۔ البتہ قبل ادا ہر مہجلی یعنی ہر عندا الطلب عورت کو اختیار ہے کہ شوہر کے ساتھ نہ جائے اس کو اپنے پاس آنے سے منع کر دے۔ چنانچہ صفحہ ۲۳۸ - صفحہ ۲۵۰ ہدایہ مطبوعہ معراج الشروح ۱۱۱۲ھ میں ہے:

و ليس للزوج ان يمنعها من السفر والخروج من منزله و زيارة اهلها حتى يوفيقها المهر كله^۱

ترجمہ: خاوند نے جب تک پورا مہر نہ دیا ہو تو اپنی بیوی کو سفر کرنے، گھر سے نکلنے اور اپنے رشتہ داروں کی ملاقات کرنے سے نہیں روک سکتا)

و اذا افصاها مهرها نقلها الي حيث شاء لقوله تعالى اسكنوهن من حيث يمكنكم^۲

ترجمہ: اور جب اپنی بیوی کو پورا مہر ادا کر دے تو وہاں سے جہاں چاہے لے جاسکتا ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کو وہاں بٹھراؤ جہاں تم خود بٹھریں اپنی استطاعت کے مطابق)

لہذا بعد ادا مہر مہجمل اور بصورت مہر کے موہل ہونے کے بجز اپنا حق قرض وغیرہ وصول کرنے کے یا دوسرے کا حق قرض وغیرہ ادا کرنے یا ہر جمعہ کو اپنے والدین سے ملنے کے یا سالانہ بچے محرم بھائی، چچا، ماموں وغیرہم کے ملنے بقدر ضرورت بلا اجازت شوہر کے کہیں نہیں جاسکتی۔ اور علاوہ امور مذکورہ اگر محرم اجنبیوں کے گھر عیادت یا شادی میں جانے کی شوہر اجازت دے بھی دے اور وہ چلی جائے تو میاں بیوی دونوں گنہگار ہوں گے۔ چنانچہ صفحہ ۳۹۹ درمختار مطبوعہ مصر طبع شد

فلا يخرج الا لحق لها او عليها او لزيارة ابويها كل جمعة مرة او المحارم كل سنة او لكونها قابلة لا غاسلة لا فيما عدا ذلك و ان اذن كانا عاصيين^۳

ترجمہ: عورت مہر کا مل طور پر وصول کر لینے کے بعد گھر سے اپنا حق وصول کرنے یا کسی کا حق ادا کرنے یا باپ کی ہر جمعہ ملاقات کرنے یا ہر سال اپنے محرم رشتہ داروں کی ملاقات کے بغیر نہیں نکل سکتی ہے۔ اسی طرح

۱۔ الہدایہ مع فتح القامیر وغیرہ: جلد ۲، صفحہ ۴۷۴ مطبوعہ مصر

۲۔ الہدایہ مع فتح القامیر وغیرہ: جلد ۲، صفحہ ۴۷۴ مطبوعہ مصر

۳۔ الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۲، صفحہ ۴۹۰ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

اگر وہ دایہ ہو یا قفل دلانے والی ہو تو بھی اس کے لیے باہر نکلنے کی اجازت ہے۔ ان کے علاوہ باقی امور کے لیے باہر نہیں نکل سکتی اور اگر مراد سے اور کاموں کے لیے نکلنے کی اجازت دے گا تو دونوں گناہ گار ہوں گے)

قال الشامی

(قوله فیما عدا ذلک) عبارة فتح و ما عدا ذلک من زیارة الاجانب و عبادتهم

والولیمة لا یاذن لها ولا نخرج!

(ترجمہ: قولہ: عورت و غیر امور کے لیے نہیں نکل سکتی جیسا کہ اجنبی غیر محرموں کی ملاقات ان کی بنیاد پر ہی اور ولیمہ کے لیے نہیں جا سکتی۔ تاہم اسے ان کی اجازت نہ دے اور نہ ہی وہ ان امور کے لیے گھر سے باہر جائے)

اور علامہ شامی علیہ الرحمۃ علاوہ امور مذکور حج فرض کے واسطے اگر اپنے کسی محرم باپ بھائی وغیرہ کے ساتھ ہو اور ماں باپ اگر سخت بیمار یا کوئی ان کا خدمت گزار بجز اس بیٹی کے نہ ہو تو ان کی خدمت کے واسطے یا کوئی ایسا ہی سخت حادثہ گھر میں ہی پیدا ہو مثلا آگ لگ جائے یا چور گھس آئیں اور بے حرکتی یا جان کا خوف ہو جب بھی بلا اجازت شوہر کے گھر سے باہر نکلنے کو شرع قول درمیان رفلا نخرج میں جائز تحریر فرماتے ہیں۔

☆ اور صورت مسئلہ میں اول تو ظاہر ہے کہ بعد پانچ ہونے لڑکی کے بھی شوہر کو زوجہ کے پاس آمد و رفت سے زوجہ کی جانب سے ممانعت ہے اور اب تک ہے۔ بلکہ لڑکی کے والدین کی جانب سے یہ قلم بے جا ہے۔ لہذا اگر نکاح نامہ ہو والدین دہرا دیا علاوہ باپ کے ہوتا جب بھی حق فتح ساتھ ہو چکا۔ مگر یہاں تو بمقتضائے سوال والدین باپ نکاح نامہ ہوا ہے جو کسی طرح فتح نہیں ہو سکتا لہذا اسکول وغیرہ میں لڑکی نہ اپنی خوشی سے جا سکتی ہے نہ لڑکی کے والدین کو بلا اجازت شوہر اسکول وغیرہ میں بھیجے کا اختیار۔ اور اگر شوہر بھی تحصیل انگریزی وغیرہ کے واسطے کہ جہاں جانے سے فی زمانہ حال کر سر کر دیکھا جاتا ہے کہ عورتیں خود مریے دنیا بے دین ہو

جاتی ہیں۔ اسکول وغیرہ میں جانے کی اجازت دے دے گا اور عورت اسکول میں جائے گی تو میاں بیوی دونوں
 بموجب رولز مذکور درجہ کارگزار ہوں گے۔ لڑکی کے ماں باپ کو تو لڑکی پر ایسی تکلیف پہنچا دینے کا کچھ بھی
 اختیار نہیں۔

حردہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ ارضوی لکھی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 185﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی دختر جس کو مارضہ سل و دق کا تھا بغیر اطلاع ایک شخص سے نکاح کر دیا اور چڑھاوا زور و غیرہ جو مستحار دیا جاتا ہے وہ لے لیا۔ اب دختر اس کی اسی مرض میں قبل از رخصت مر گئی۔ ایسی صورت میں شرعاً مطالبہ مہر کا رشتہ داران دختر کو پہنچتا ہے یا کیا؟ اور یوں اس دھوکے کے مریضہ سل کو تندرست کہہ کر نکاح کر دیا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟
وزیر خان صاحبان کرمہ اگرہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

سل دق جذام برص جنوں وغیرہ کوئی مرض مہوپ قول مختار شیخین خصوصاً اس حالت میں تو باتفاق موجدین نکاح قرار نہیں دیا جاسکتا کہ مہوپ سقویا مہر ہو سکے۔ چنانچہ صفحہ ۳۳۱ ہدایہ میں ہے۔

و اذا كان بالزوجة عيب فلا خيار للزوج وقال الشافعي ترد بالعيوب الخمسة و هي الجذام و البرص و الجنون و الرق و القرن لانها تمنع الاستيفاء حسا او طبعاً و لنا ان فوت الاستيفاء أصلاً بالموت لا يوجب الفسخ فاختلله بهذه العيوب أولى و هذا لأن الاستيفاء من الثمرات و المستحق و التمكن هو حاصل۔

(ترجمہ: اگر بیوی میں عیب ہو تو خاوند کو اختیار مہر حاصل نہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پانچ عیوب ایسے ہیں جن کی بدولت بیوی کو واپس کر دیا جائے گا اور وہ عیوب یہ ہیں۔ (۱) جذام (۲) برص (۳) پاگل

ہیں۔ (۴) عورت کی شرمگاہ میں رفق ہو یعنی جماع کا مقام موجود نہ ہو صرف چھٹاب کرنے کی جگہ موجود ہو۔
 (۵) عورت کی شرمگاہ میں قرن ہو یعنی بڑھا ہوا گوشت یا پڈی وغیرہ ہو جس کے باعث جماع نہ ہو سکے۔ کیوں
 کہ یہ عیوب عورت سے حق وصول کرنے میں حسی یا طبعی طور پر مانع ہوتے ہیں۔ ہم ان کے جواب میں کہتے ہیں
 کہ کمال طور پر عورت سے حق کی وصولی موت کے ساتھ منقطع ہو جاتی ہے اور موت سے نکاح فتح نہیں ہوتا تو
 ان عیوب کی موجودگی بدرجہ اولیٰ فتح نہ ہوگا۔ اور حق کا وصول کرنا نکاح کے ثمرات سے ہے اور جس چیز کا اسے
 استحقاق ہے اور قدرت حاصل ہے۔

قال فی شرحہ الکفایۃ

(ترجمہ: اس کی شرح کفایہ میں فرمایا:)

قوله: ولنا ان فوات الاستیفاء اصلا بالکلیۃ بالموت لا یوجب القسح حتی لا

یسقط شی من مہرہا!

(ترجمہ: قولہ: ہماری دلیل یہ ہے کہ کمال طور پر عورت سے حق کی وصولی موت کے ساتھ منقطع ہوتی ہے اور اس
 سے نکاح فتح نہیں ہوتا حتیٰ کہ مہر کا کوئی حصہ اس سے ساتھ نہیں ہوتا)

حالانکہ جن کے نزدیک استیاء جمع ہے مذکور ہے ان کے نزدیک بھی ستر و مہر بعد ثبوت فتح ہوتا ہے
 نہ کہ قبل فتح ہے اور جب قبل فتح زوجہ مذکور ہوگی مہر کمال لازم ہوگا۔

کما فی صفحہ ۲۰۸ من الہدیۃ المذکورۃ:

و من سمی مہرا عشرة فما زاد فعلیہ المسمی ان دخل بها او مات علیا لانه
 بالدخول یتحقق نسیم المبدل وبہ یتأكد البدل و بالموت یتنهی النکاح نہایتہ والشی
 بالنہایۃ یتفر و یتأكد یتقرر بجمیع مواجہۃ۔

۱۔ الکفایۃ شرح الہدیۃ علی هامش فتح القلندر جلد ۲ صفحہ ۲۲۸ المطبعۃ الکبریٰ الامیریۃ مصر

۲۔ الہدیۃ: جلد ۲ صفحہ ۳۲۳ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان

☆ (ترجمہ: جس شخص نے میری درہم یا اس سے زیادہ مقرر کیا اس کے قدر مقرر کر دہم واجب ہے بشرطیکہ اس مرد نے عورت سے بھان کیا ہو یا عورت کو چھوڑ کر مر گیا ہو کیوں کہ بھان کے ساتھ مبدل کی پردگی ثابت ہو جاتی ہے۔ نیز موت سے نکاح اپنی انتہا تک پہنچ جاتا ہے اور شہنی انتہا کو پہنچ جانے سے ثابت اور پختہ ہو جاتی ہے لہذا وہ اپنے تمام لوازمات کے ساتھ پختہ ہو جاتی ہے)

قال ابن حمام رحمه الله في شرحه المسمى بفتح القدير

(ترجمہ: امام ابن حمام رحمہ اللہ علیہ نے فتح القدير میں فرمایا جو کہ اس کی شرح ہے)

قوله (و الشئ بانتهائه بقرور) لان انتهاء عبارة عن وجود جماعه فيستعقب مواجبه

السمكن الزامها من المهر والارث والنسب بخلاف الثقة ويعلم من هذا الدليل ان موتها ايضا

كذلك فلاقتصار على موته اتفاق ولا خلاف للاربعة في هذه سواء كانت حرة او امهرا

(ترجمہ: قولہ: اور شہنی انتہا کو پہنچ کر پختہ ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ شہنی انتہا کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنے کمال وجود کے ساتھ موجود ہے۔ لہذا اس کے بعد تمام لوازمات ثابت ہو جائیں گے جن کا لازم کرنا ممکن ہو۔ مثلاً امر وراثت اور نسب بخلاف ثقہ کے اس دلیل سے معلوم ہوا کہ بوی کے مرنے کی صورت میں یہی حکم نافذ ہے لہذا امر کی موت کی قید اتفاق ہے۔ اس بارے میں ائمہ اربعہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ عورت خواہ آزادہ و خواہ غلام)

وفي صفحة ۳۵۶ من الدر المختار المطبوعة مع الشامي في المصمر

وتجب العشرة ان سماها او دونها و يجب الاكثر منها ان سمي الاكثر ويتاكد

عند وطني او خلوة صحت من الزوج او موت احدهما فقط۔

(ترجمہ: میری درہم واجب ہوگا اگر دس درہم یا ان سے کم مقرر کیا اور اگر زیادہ مقرر کیا تو زیادہ مقرر کر دہ واجب ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھان یا خانہ کی جانب سے غلو سے بچنے یا میاں بوی دونوں میں سے کسی ایک کی موت سے پختہ ہو جاتا ہے)

۱۔ فتح القدير : جلد ۲ : صفحہ ۳۳۸ المطبعة الكبرى الاميرية مصر

۲۔ الدر المختار مع رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۱۷۰ تا ۱۷۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

اور صحیح نکاح میں کسی شرط عند انعقد کا بعد انکاح نہ پایا جانا محفل نکاح نہیں ہوتا خصوصاً نہ پایا جانا شرط صحت و تندرستی کا عورت میں علی حد امر میں بجز مرض منقوض الذکر ہونے یا نامرد ہونے یا خنسی ہونے کی۔

چنانچہ صفحہ ۲۹۰ تا ۲۲۷ جلد دوم فتاویٰ عالمگیری یہ مطلوب مصر میں ہے:

و لا یثبت فی النکاح خیار الرویة والعیب والشروط سواء جعل الخیار للزوج او للمرأة او لهما ثلاثة ایام او اقل او اکثر حتی انه اذا فعل ذلك فانکاح جائز اذا كان العیب هو الحب والخصاء والعنة فان المرأة بالخیار و هذا عند ابی حنیفة و ابی یوسف رحمهما الله تعالیٰ هکذا فی شرح الطحاوی فاذا شرط احدهما لصاحبه السلامة عن العمی والشلل والزمانة او شرط صفة الجمال او شرط الزوج علیها صفة البکارة فوجد بخلاف ذلك لا یثبت له الخیار

(ترجمہ: نکاح میں خیاردیعت، خیاریعوب اور خیارشروط ثابت نہیں ہوتا۔ خواہ خیامرد کے لیے ہو یا عورت کے لیے یا دونوں کے لیے رکھا گیا ہو خواہ یہ خیارتین یا ان سے کم یا ان سے زائد دونوں کے لیے سب صورتوں میں یہی حکم ہے۔ اگر کسی نے یہ خیار بوقت نکاح لگایا تو نکاح درست ہے (اور خیاریا بطل) بٹا اور جب عیب آلہ تناسل کا کٹا ہوا ہو یا خنسی ہو یا نامردی ہو تو عورت کو اختیار ہے۔ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ شرح طحاوی میں اسی طرح ہے۔ جب زوجین میں سے کسی نے دوسرے کے لیے اندھے پن منقوض ہونے کا پانچ ہونے سے سلامت کی یا حسین ہونے کی شرط لگائی یا خاوند نے عورت پر باکرہ ہونے کی شرط لگائی پھر ان شرطوں کے خلاف پایا تو دوسرے کے لیے خیارت ثابت نہ ہوگا)

حروہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد ویدار علی المفتی فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 186﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حندہ کا نکاح زید کیساتھ بھوض مسلخ تین سو روپیہ ہر کے ہوا تھا اب حندہ کا قبل رخصت بلا حصول غلوت صحیحہ زید کے ساتھ انتقال ہوا۔ اندریں صورت بذمہ زید کل مہر واجب ہو گیا نصف؟ اور جو زیور ہندہ کو شوہر کے باپ نے اور حندہ کے باپ نے وقت نکاح حسب دستور پہنا دیا تھا وہ کس کا قرار دیا جائے گا؟ اور بعد موت ہندہ ورثہ میں کس طرح تقسیم ہوگا؟ حندہ نے یہ وارث چھوڑے ہیں۔ زوجہ ام ابی تمین بھائی ایک بہن۔

۱۹ ربیع الثانی ۱۳۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

صورت مسئلہ میں بوجہ مرنے حندہ کے بذمہ زید شوہر حندہ کے کل مہر واجب ہوگا۔ اس واسطے کہ جیسے بعد غلوت صحیحہ کل مہر واجب الا را ہو جاتا ہے۔ زوجین میں سے کسی ایک کے مرنے سے بھی کل مہر بذمہ شوہر لازم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۱۳ جلد ثانی الجوهرة النيرة میں ہے

وان سمي عشرة فعاد قلها العسمی ان دخل بها او مات عنها وهكذا اذا ماتت

هي قلها العسمی!

(ترجمہ: مہر اگر دس درہم اور جو اس سے زائد مقرر کیا تو عورت کو مقرر کردہ مہر ملے گا اگر اس نے اس کے ساتھ غلوت اختیار کی یا اس کو چھوڑ کر مر گیا۔ اور اسی طرح اگر عورت مر جائے تو بھی وہ مقرر کردہ مہر کی حق دار ہے۔)

وہكذا فی صفحہ ۲۰۹ من الجزء الثالث لفتح القدير!

☆ لہذا کل ہر سلسلہ تین سو اور جوڑویر ہندہ کے باپ کا پینا یا ہوا یا شوہر کا یا شوہر کے باپ کا اگر وہ عرف میں ہندہ کی ملک مانا جاتا ہو تو سب ملک ہندہ قرار پا کر اس طرح ورثہ میں تقسیم ہوگا کہ کل مال ہندہ کے چھ (۶) حصہ کر کے تین (۳) حصہ زوج کو ملیں گے اور ایک حصہ ام کو اور باقی دو حصہ باپ کو اور موجودگی باپ میں بہن بھائی کو کچھ نہیں ملے۔

صورۃ ہکذا

ہندہ مسئلہ ۶

میت

زوج ام اب اخ اخ اخ

۳ ۱ ۲ ۴ ۵ ۶

☆ اور جوڑویر عرف میں ہندہ کا نہ ہوگا بلکہ عرف میں زوجہ نکاح ماریہ پینا دیا جاتا ہوگا تو وہ جس نے ماریہ پینا یا تھا اس کو مل جائے گا۔ اور باقی بطریق مذکور تقسیم ہو جائے گا۔

حورہ: العبد الراعی رحمۃ رب

ابو محمد محمد دیر علی المفتی فی

جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 187﴾

سوال

ایک عورت کی آشفاتی کسی مرد سے ہے۔ اور اس کے شوہر کو بھی معلوم ہے کہ اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

سائل: از آگرہ

۲۵ مارچ ۱۹۶۲ء

الجواب

ایسی صورت میں شوہر زوجہ کو ہدایت کرے۔ اگر نہ مانے تو طلاق دے دے۔ اور اگر محبت رکھتا ہو اور طلاق نہ دے تو اپنے پاس رکھے۔ اس طرح حدیث شریف میں ہے: **وَاللّٰهُ اعْلَمُ وَعِلْمُ احْكَم**
 کتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ عفی عنہ



۱۔ حضرت مفتی علامہ دراز رحمہ اللہ کا شمارہ شمارہ ۱۸۱ تا ۱۸۲ء میں مدینہ شریف کی طرف ہے۔

عن لفظ بن صبرۃ قال قلت يا رسول الله ان لي امرأة في لسانها شيء يعني البذاءة قال طلقها قلت ان لي منها ولدا وليا صحبة قال فمرها بقول غطيا فان بك فيها غير فسفيل ولا تضربن ظميتك ضربة اميتك
 (رواہ ابو داؤد)

مشکوٰۃ العصابیح : صفحہ ۱۸۱ تا ۱۸۲ * مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

(ترجمہ) حضرت قطب بن صبرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میری ایک بیوی ہے اس کی زبان میں کچھ کوئی پائی پائی جاتی ہے آپ نے فرمایا اسے طلاق دے دو۔ میں نے عرض اس کا کلمہ ہے میرا ایک بچہ ہے اور وہ کچھ عرصہ میرے ساتھ رہی ہے تو آپ نے فرمایا اسے حکم دے کہ آپ کا قصود یہ تھا کہ اسے صحبت کرو۔ اگر اس میں کچھ بھڑکی ہو تو قبول کر لے گی اپنی بیوی کو اس طرح ہرگز نہ مارو جس طرح تم اپنی لڑکی کو مارتے ہو)

محمد علیہ السلام بن تہجدی علیہ السلام



=====

طلاق

﴿فتویٰ نمبر 188﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کو چار مردوں کے سامنے طلاق دی۔ اب زید انکار کرتا ہے تو اب عنداشرح زید کی زوجہ کو طلاق ہوئی یا نہیں؟ اس کا جواب جلد مناسبت فرمایا جائے اور بحوالہ کتب اہلسنت والجماعت دیا جائے۔

۳ ذی قعدہ ۱۴۲۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

اگر زید کا اپنی بیوی کو طالع کر کے اس طرح کہنا ثابت ہو جائے کہ میں نے تجھے طلاق دی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔ جب تک ایام عدت (یعنی) تین حیض نہ گزر جائیں مرد کو اختیار ہے خواہ عورت راضی ہو یا نہ راضی ہو کہ دواً زمیوں کو کواہ کر کے یہ کہہ دے کہ میں نے اپنی طلاق کے قول سے رجوع کیا یا بنیت رجعت اس سے پوس و کنار یا ہم بہتر ہو لے تو وہ عورت بلا نکاح جدید اس کے نکاح میں رہے گی۔

اور اگر بعد طلاق تین حیض گزر جائیں تو پھر طلاق بائن ہو جائے گی۔ اندریں صورت ہر ضامندی عورت اس سے نکاح جدید کر سکتا ہے چنانچہ صفحہ ۲۷۷ جلد اول فتاویٰ ہندیہ میں ہے

الطلاق الصریح و هو کانت طالق و مطلقہ و طلفتک و نفع واحدة رجعية و ان

نوی الاکثر أو الابانة أو لم یؤ شیا کذا فی الکنز

(ترجمہ: طلاق صریح وہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو کہے تجھے طلاق ہے۔ یا کہے تجھے طلاق دی گئی ہے یا کہے میں

نے تجھے طلاق دی۔ ان الفاظ سے ایک رجعی طلاق واقع ہوگی اگرچہ وہ ایک سے زائد کی نیت کرے یا بائن طلاق کی نیت کرے یا کچھ بھی نیت نہ کرے۔ (کنز)

☆ اگر تین دفعہ اس سے یہ کہہ دیا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی۔ میں نے تجھ کو طلاق دی۔ میں نے تجھ کو طلاق دی۔ اور اس کے ساتھ تھا کسی مکان میں یا مائیں رہ چکا تھا یا ولی کر چکا تھا تو اس پر تین طلاق واقع ہو جائے گی۔ اب بعد امتضاۓ ایام عدت تا وقتیکہ وہ دوسرے شخص سے نکاح کر کے اس سے بے بسوتر نہ ہو لے اور پھر وہ شوہر اگر طلاق دے جب تک اس کے ایام عدت نہ گزریں شوہر اول سے وہ ہرگز نکاح جدید نہیں کر سکتی۔ اور شوہر اول بدون اس طریق کے بلا

اس کی رضامندی کے اس کو اپنے نکاح میں نہیں لاسکتا چنانچہ آیہ کریمہ:

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنكح زوجا غيره .

(ترجمہ: اگر اپنی بیوی کو تیسری طلاق بھی دے دے تو وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں رہتی جب تک کہ دوسرے نمائندہ سے نکاح نہ کر لے)

☆ اس امر پر شلہد عدل ہے اور اگر بعد طلاق وہ طلاق دینے سے قلعہ انکاری ہے اس کے ثبوت کے لیے ایسے دو گواہ مادل مسلمانوں کے یا ایک مادل مسلمان اور دو عورت مادلہ مسلمہ کی ضرورت ہے کہ وہ ہر دو عورت دونوں کو پہنچانے ہوں اور پہنچان کر اس طرح گواہی دیں کہ ہم اس مرد کو پہنچانے ہیں اور اس عورت کو پہنچانے ہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سامنے اسی نے اس عورت کو طلاق دی تھی۔ اگر ایسے گواہ گزر جائیں بلاشبہ طلاق ثابت ہو جائے گی۔ اور بغیر گزرنے ایسے دو گواہوں کے دعوی طلاق ثابت نہیں ہو سکتا۔

حورہ: العبد الرأجی رقتہ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین اہل الرضوی، المحقق مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 189﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ایک شخص نے ناراض ہو کر اپنی بیوی کو طلاق دی۔ نیز اس خیال سے کہ دھری عورت سے نکاح کرے۔ جس عورت کو اس نے طلاق دی ہے اس کے شکم سے دو لڑکیاں عورت مذکور کے پاس موجود ہیں ایک نابالغ ایک شیرخوار۔ ایسی حالت میں طلاق ہوتی ہے یا نہیں؟ شخص مذکور اب بھی طلاق دینے کا اقراری ہے اور اعلان بھی کر چکا ہے کہ میں نے اپنی عورت کو طلاق دے دی۔ نیز صرف میری دینا ہو گا یا مان و نقد بھی؟

۳ ہمدی الاولیٰ ۳۶ھ

سید محمود آزاد بھادر بندیل کھنڈ

متصل ایجنسی چھاؤنی لوگاؤں برہمان میر صاحب سید احمد

الجواب

وهو الموفق للصواب

اللهم رب زدنی علما

جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کسی بھی حالت میں خواہ اس سے اولاد ہو یا نہ ہو ایک بچہ بھی نہ ہو خواہ انیس بیس بچے ہوں خواہ زائد ہوں ایک پارہ دے کہہ دے کہ میں نے تجھ کو طلاق دی یا تو مطلقہ ہے تو قصداً کہے یا خواہ غشی سے کہے خواہ قصداً کہے یا غشی پر ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔

كما في صفحة ٢٠ من الهداية المطبوعة في مطبع نول كشور:

الطلاق على ضربين صريح و كتابية فالصريح قوله انت طالق و مطلقة و طلفتك فهذا يرفع به الطلاق الرجعي ولا يفتر الى التوبة و كذا اذا نوى الابانة ولو نوى الطلاق عن وفاق لم يدين في القضاء ولا يقع به الا واحدة و ان نوى اكثر من

ذلک انتھی مختصر بقدر الحاجۃ!

☆ (ترجمہ: طلاق کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) صریح (۲) کنایہ۔ صریح جیسے کہ یوں کہے تو طلاق واپس ہے۔ طلاق یافتہ ہے۔ میں نے تجھے طلاق دی۔ ان الفاظ سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔ ان الفاظ میں نیت کی ضرورت نہیں۔ اور اسی طرح اگر ان الفاظ سے عورت کو پائے کرنے کی نیت کرے تو بھی رجعی واقع ہوگی، اور اگر قید سے رہائی دینے کی نیت کرے تو قضاء میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ اس سے صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ وہ اس سے زیادہ کی نیت کرے)

حکم اس طلاق کا یہ ہے کہ وہ اگر تین حیض آنے سے پہلے جو ایام عدت ہیں، جن میں کسی دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی، خود اپنا نکاح دیکھتا چاہے دو گواہ کر کے کہہ دے کہ میں نے اپنے قول سے رجوع کیا یا اس سے ہم بستر ہو یا یوس و کنار ہو، لے تو پھر وہ اس کی بیوی رہتی ہے۔ دوبارہ نکاح کی حاجت نہیں۔ البتہ اگر تین حیض گزر جائیں بلاشبہ جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ اور اگر پہلے شوہر سے چاہے اس سے بھی نکاح کر سکتی ہے۔

☆ دو طلاق تک اگر پائے بھی دے دیں اس کی خوشی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ مگر تین طلاق کے بعد پھر جب تک وہ عورت بعد از انقضائے عدت دوسرے شخص سے نہ نکاح کر کے اور اس کے ساتھ ہم بستر نہ ہو لے اور پھر وہ اگر طلاق دے دے تو اس کی عدت کے بعد اپنے پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فان طلقها فلا تحل له حتى تنكح زوجا غيره^۱

(ترجمہ: دو طلاق دے پکڑنے کے بعد اگر خاوند مزید ایک اور طلاق اسے دے دے تو وہ بیوی اس خاوند کے لیے حلال نہیں رہتی جب تک کہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے)

۱۔ الہدایہ مع فتح القدیر وغیرہا : جلد ۳ صفحہ ۲۸۸۳ مطبوعہ مصر

۲۔ القرآن الحکیم : سورۃ البقرہ : آیت : ۲۳۰

اور اگر وہ لوگوں سے بار بار یہی کہتا رہا ہے کہ ”میں نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی ہے“ تو وہی ایک طلاق رہے گی۔

اور اگر اس نے کئی دفعہ یہ کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی یا طلاق دیتا ہوں تو حق طلاق ہو جائیں گی۔ پھر دونوں صورتوں میں ایام عدت میں شوہر پر نان و نفقہ بھی عورت کا لازم ہے۔ اور دائیگی مہر بھی بذمہ شوہر لازم ہے۔ بعد گزرنے عدت کے بچہ ہر کے کچھ نہیں دیا جاتا۔ پھر عورت کو احتیاء رہے جس سے چاہے نکاح کر لے۔

حورہ: العبد الراتی
ابو محمد محمد دین اعلیٰ المصطفیٰ
فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 190﴾

نوٹ: سوال دستیاب نہیں ہو سکا۔

الجواب

وهو الموفق للصواب

اللهم رب زدني علما

جب مرد نے اس عورت سے یہ کہہ دیا کہ میں نے تجھے (تمن!) طلاق دی یا کو اہوں کے سامنے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو (تمن!) طلاق دی اور اس کے (بعد) پھر الگ ہوئے نہیں اور اس امر کے مسلمان مادل دو کوہ موجود ہیں اور زمانہ عدت کو گزرے ہوئے بھی چھ سات برس ہو گئے یقیناً وہ طلاق جائز ہو گئی۔ اور بلا تکلف بصورتِ ثبوت طلاق و انتضاء عدت اس کا نکاح دوسرے شخص کے ساتھ صحیح ہو گیا اور جو کوئی زوج اول شرعاً بالکل ناجائز اور ناقابلِ ناعت ہے۔ منتظر

حررہ العبد الراعی رحمۃ ربہ الفتوی

ابو محمد محمد دینار علیٰ لہجۃ المحدثی

المحدثی فی جامع اکبر آباد



۱۔ تو میں میں ضامنہ رب کی طرف سے ہے۔ فتویٰ کے مندرجہ میں نہیں ہے۔

محمد علیہ السلام رحمۃ اللہ علیہ

﴿فتویٰ نمبر 191﴾

سوال

حامداً ومصلياً

ملاء دین و مقتیان شرح تین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بی بی (کو بیوہ) فاحشہ ہونے کے طلاق مغلطہ دی۔ اور وہ عورت ایک سال یا دو سال زنا کاری میں مشغول رہی۔ اب وہ عورت تو بہ کرتی ہے۔ اور اس کا شوہر پھر اپنے نکاح میں لانا چاہتا ہے اور اس عورت نے کسی کے ساتھ نکاح نہیں کیا شل حالہ وغیرہ کے۔ اب نکاح اس طلاق دینے والے کے ساتھ درست ہے یا نہیں؟۔ ہو جب قرآن وحدیث کے بیان کیجئے۔

کریم بخش ٹوڈلہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

صورتِ مسئلہ میں اگر اس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق مغلطہ اس طرح سے دی تھی کہ میں نے تجھ کو طلاق دی طلاق دی اور بعد نکاح و حاس سے ہم بستر بھی ہو چکا تھا تو اس کے نکاح میں بغیر حالہ کے نہیں آ سکتی۔ اور اگر اس نے ایک یا دو طلاق دی تھی تو اس سے تو پہلے نکاح کر سکتا ہے بلکہ بیوہ تو پہلے کرانے اور فعل بد چھوڑنے کے مستحق ثواب ہوگا۔ ھکذا ظاہر من کتب الحدیث والفقہ

ابو محمد محمد دے ارعل

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 192﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں صورت کہ محمد صدیق نے ایک خط بنام نظیر الدین اپنے خسر کو بھیجا کہ میں نے اپنی بیوی سماء خنیکس کو خلاق دیا خلاق دیا خنیکس کو خلاق دیا۔ تین مرتبہ۔ اور یہ خط ردی کر کے بنام اپنے خسر کو بھیج دیا۔ پھر جب خود آیا اور برادری کے لوگوں نے اس سے بچایت میں پوچھا کہ کیا یہ خط تو نے ہی بھیجا ہے؟ تو اس نے اقرار کیا کہ ہاں یہ خط صحیح ہوش و حواس میں نے ہی لکھوا کر بھیجا ہے۔ آیا اس صورت میں محمد صدیق اپنی بیوی خنیکس کو پھر اپنے نکاح میں لے سکتا ہے یا نہیں؟۔ بینوا تو جبروا

۱۶ ہمدانی الاولیٰ ۳۳۵ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں تین طلاق واقع ہوگئی اب بغیر حالہ کے محمد صدیق کے نکاح میں نہیں آسکتی۔

كما في الهداية:

وان كان الطلاق لثلاثا في الحرة أو ثنتين في الامه لم نحل له حتى تنكح زوجا

غيره نكاحا صحيحا و يدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها۔

(ترجمہ: آزاد عورت کی صورت میں تین اور لہجہ کی ہونے کی صورت میں دو طلاقیں اگر واقع ہو جائیں تو وہ

عورت اپنے خاوند کے لیے اس وقت تک حلال نہیں رہتی جب کہ دوسرا مرد اس سے صحیح نکاح کر کے واپس نہ

کرے اور پھر وہ اس کو طلاق دے لے یا مر جائے)۔

حروہ: العبد الراجی ذمتہ رہ

ابو محمد محمد دیر اعلیٰ مفتی جامع مسجد اکبر آباد

۱۶ ہمدانی الاولیٰ ۳۳۵ھ

﴿فتویٰ نمبر 193﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میری بہن کے خاوند نے اس کو طلاق دی ہے اور فارغ خطی بھی لکھ دیا۔ جس کو تقریباً تین ساڑھے تین ماہ ہو چکے۔ اور اس کے تین مرتبہ خونِ حیض بھی جاری ہو چکا ہے۔ فارغ خطی ہمارے مخالف کے قبضہ میں ہے۔ وہ نہیں دیتا۔ لیکن طلاق کے کواہ بہت آ دی ہیں۔ پھر ایسی صورت میں اس کا نکاح بغیر فارغ خطی قبضہ میں لائے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

سائل مہتاب دھوبی کٹرہ قاضی حسن

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

السلام رب زدنی علما

صورتِ مسئلہ میں طلاق کے واسطے دو کواہ مادل مسلمان کافی ہیں۔ تحریری فارغ خطی کی کوئی ضرورت نہیں۔ البتہ بصورتِ طلاقِ صریح اگر اس نے بلفظ طلاق تین سے کم یا ایک طلاق دی تھی یا اجماعت میں بلا نکاح طلاق سے رجوع کر کے اس کو اپنی زوجیت میں لاسکتا تھا مگر چونکہ بلا رجوع اب تین حیض جو ایامِ عدت طلاق ہیں گزر چکے لہذا وہ جبراً اس کے ساتھ نکاح بھی نہیں کر سکتا۔ ☆ اور اب اس مسئلہ کو اختیار ہے اگر اس کے ساتھ یعنی شوہر مذکور کے ساتھ نکاحِ جدید کرنا چاہے کر سکتی ہے۔ اور اگر کسی دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کرنا چاہے دوسرے کے ساتھ بھی نکاح کر سکتی ہے۔

حضور: العبد الراعی ذلتہ ربہ القوی

محمد دین علی ارضوی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 194﴾

سوال

اگر زیہ خفی اہل مذہب نے صحبت کرنے کے بعد کنی مینے بعد ایسا کیا ہو کہ اپنی منکوحہ کو ایک ہی جلسہ میں مرتبہ لفظوں میں میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی، تین طلاق بھاج غصہ دیں۔ اور اشد ضرورت اور بے حد مجبوری میں اس نے سنے ہوئے مسئلہ پر عمل کیا کہ ایک جلسہ کے تین طلاقیں ایک ہو جاتی ہیں اور عدت میں رجوع کر لیا۔

تو کیا زیہ اس فعل سے دائرہ اسلام سے خارج ہوا یا نہیں؟ مسئلہ میں کسی دوسرے امام کے قول پر مجبوری کی حالت میں عمل کرنے سے مذہب خفی سے خارج ہو گیا؟ اور اگر وہ سخت معاصی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے آئندہ بھی اس عورت کو حلال نہ کر سکے اور اسی رجعت پر ہمارے تو کیا مرتکب زنا یا کسی گناہ کبیرہ کا ہوگا؟

۱۱ صفر ۱۳۳۵ھ سال محمد شریف محلہ پھتارہ کاشی آگرہ

الجواب

صورت مسئلہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تین طلاق واقع ہو گئیں۔ لہذا رجعت صحیح نہ ہوئی۔ اور اس عرصہ میں وہ اس سے اگر ہم بستری کرتا رہا تو مرتکب زنا رہا۔ اب اس کو توبہ کرنا چاہئے۔ اور آئندہ اس کی ہم بستری سے پرہیز کرنا لازم ہے جب تک وہ عورت کسی دوسرے کے ساتھ نکاح کر کے ہم بستری نہ ہو لے پھر اگر وہ دوسرا شوہر طلاق دیدے تو بعد انتضا بعدت پھر یہ شخص یعنی شوہر اول جس نے تین طلاق دی ہیں اس سے نکاح کر سکتا ہے۔

اور خفی اہل مذہب ہرگز ایسی صورت میں دوسرے مذہب پر عمل نہیں کر سکتا۔ اور اگر عمل کرے گا فاسق بننا و کبیرہ ہوگا۔ کافر نہیں ہو سکتا۔

حضورہ: العبد العاصی ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر 195﴾

سوال

بسم الله الرحمن الرحيم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی منکوحہ کو برہنہ عارضہ خولین تین طلاق دے دیں لیکن پھر عدت کے اندر رجوع کرے ایسی حالت میں دائرہ اسلام میں کوئی صورت بھی ہے جو زید کو حرام سے بچائے یا عمر بھر زید حرام کا سرکب رہا؟

سائل: سلامت اللہ کیل کڑوا گره

الجواب

وهو الموفق للصواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

صورتِ مسئلہ میں اگر اس نے اس طرح طلاق دی ہے کہ میں نے تجھ کو تین طلاق دی تو تین منقطع واقع ہوگئی۔ خواہ قبل ہم بستر ی اور غلوٹ جیجھ کے اس طرح دی تھی یا بعد ہم بستر ی کے۔

اور اگر اس نے اس طرح طلاق جدا کر کے دی تھی کہ میں نے تجھ کو طلاق دی اور ایک اور ایک اور تو اگر اس کو بعد ہم بستر ی اور غلوٹ جیجھ دی تھی جب بھی تینوں واقع ہو جائیں گی۔ اور اگر نکاح کرنے کے بعد قبل غلوٹ جیجھ وہ ہم بستر ی اس طرح کہا تھا تو فقط ایک طلاق پائے واقع ہوگی وہ اس سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔

اور پہلی اور دوسری صورت مذکور میں جب تک بعد عدت و عورت مطلقہ دوسرے شخص سے نکاح کر کے ہم بستر نہ ہوئے اور پھر دوسرا شوہر کسی طرح سے اس کو طلاق دے کہ پائے اور جدا نہ کر دے اور اس کی عدت نہ گزرے زوجہ اول کو کسی طرح حلال نہیں ہو سکتی۔ ھکذا فی کتب الفقہ اس واسطے کہ قرآن مجید میں اللہ جل شانہ بعد ذکر دو طلاق کے فرماتا ہے۔

فان طلقها فلا نحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره ۱۔

یعنی بعد وہ طلاق کے اگر اس نے تیسری طلاق دی تو وہ اس کو حلال نہیں ہوگی جب تک دوسرے شخص سے نکاح کر کے ہم بستری نہ ہوئے چنانچہ حدیث غسیلہ ۱ اس کی پوری تین ہے۔

حررہ: العبد الراتبی رحمہ رب

ابو محمد محمد بن ابراہیم الرضوی

عفی اللہ عنہ وعن أبویہ



۱۔ القرآن الحکیم : سورۃ البقرہ : آیت نمبر ۲۳۰

۲۔ حدیث غسیلہ: قلت وواہ الاثمۃ الستة فی کتبہم من حدیث عائشہ. قالت سئل رسول اللہ ﷺ عن رجل طلق امرأته ثلاثاً فنزجت زوجها غيره فدخل بها ثم طلقها قبل أن يواقعها التحل لزواجه الأول قال لا حتى يطلو الآخر من غسلها ما فات الأول.

(ترجمہ میں کہتا ہوں اس حدیث کو چھ لایوں نے صحاح ستہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دیں۔ پھر دوسرے عورت سے نکاح کر لیا۔ اس نے اس کے ساتھ نکاح کی۔ لیکن نکاح سے قبل اسے طلاق دے دی کیا وہ اپنے پہلے زوجہ کے لیے حلال ہو جائے گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں جب تک دوسرا عورت اس کی تھوڑی سی شہید نہ چکے لے جس طرح کہ پہلے نکاح نے چھٹی تھی)

i نصب الراية : جلد ۳ صفحہ ۲۳۷ ناشر المكتبة الاسلاميه

ii صحيح البخاری : حدیث رقم : ۵۲۲۱ مکتبہ دار السلام ریاض

iii صحيح البخاری : حدیث رقم : ۲۶۳۹ مکتبہ دار السلام ریاض

iv صحيح مسلم : حدیث رقم : ۳۵۴۴ ۳۵۴۶

محمد صالح المنجد

﴿فتویٰ نمبر 196﴾

سوال

ایک شخص نے حسب طلب خسر یوں کہا کہ طلاق میں نے دی۔ میرے اللہ نے دی۔ طلاق طلاق تو کس قسم کی طلاق سمجھی جائے گی۔

جناب مولوی غلام محی الدین خاں صاحب

امام مسجد شاہجہاں پور ۱۷ دسمبر ۱۹۱۵ء

الجواب

یہ طلاق بائن ہوگی۔ اور تکرار واسطے تاکید کے ہے۔ دوبارہ کلام بغیر طالع ہو سکتا ہے۔

کعبہ المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر 197﴾

سوال

ایک شخص بیوہ بخار طاعونی مملوبہ الحواس تھا۔ زوجہ سے لڑائی ہوئی۔ زوجہ نے کہا کہ تو مجھ کو طلاق دے دے اس نے کہا میں نے طلاق دی۔ پس شرما کیا حکم ہے؟

سائل: رحیم بخش، محلہ ایٹھ شاہ جہان پور

۱۳ فروری ۱۹۶۶ء

الجواب

ایسی صورت میں اگر مرد شوہر طلاق کو واقع کرنا ہے تو طلاق ہو جائے گی ورنہ یہ کلام مشکوک ہے کیونکہ یہ بھی مطلب نکلا ہے کہ میں (نے) طلاق تیرے ہاتھ دی تو ایسی حالت میں طلاق نہ ہوگی۔ کذا فی العالم
مکملی

کتبہ: مفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر 198﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و فقہاء شریعت میں اس مسئلہ میں کہ شوہر و زن میں کسی وجہ سے نا اتفاق ہو گئی۔ شوہر نے اپنی بیوی کو حالت تہائی میں طلاق دے دی۔ اور اس کے والدین کو بلا کر ان کے ہمراہ کر دیا۔ اور کہا کہ اپنی لڑکی کو لے جاؤ ہمارے کام کی نہیں۔ اس کے والدین اپنے مکان پر لے آئے۔ شوہر نے نکاح دہرا کر لیا۔ لڑکی اپنے والدین کے ہاں موجود ہے جس کو دوسرے ہو چکے ہیں۔ اس لڑکی کا نکاح دہرا کسی اور جگہ کرنا چاہتے ہیں۔ حالت تہائی میں طلاق درست ہے یا نہیں۔ بیٹو! و نوجو! و

سائل: حافظ محمد اسماعیل

۲۱ نومبر ۱۹۱۵ء

الجواب

وهو الملمہم للحق والصواب

☆ طلاق کا واقع ہونا اور طلاق کا ثابت ہونا دو جدا جدا چیزیں ہیں۔ طلاق کے واقع ہونے کے لیے کواہوں کی ضرورت نہیں۔

☆ تہائی میں بھی اگر زوج زوجہ سے طلاق کے لفظ کہے گا تو طلاق پڑ جائی گی لیکن ایسی طلاق سے اگر زوج منکر ہو جائے تو حاکم کواہوں کے نہ ہونے کی وجہ سے طلاق کا حکم نہ دے گا۔ اس لیے کہ وہ ثبوت کا محتاج ہے۔ ہاں عند اللہ وہ طلاق ہو جائے گی۔

پس صورت مسئلہ میں اگر زوج اقرار ہی ہے تو طلاق کا حکم دیا جاوے گا اور عورت کی عدت بعد طلاق سے معقوسی ہو چکی ہے تو دہرا نکاح کر سکتی ہے ورنہ نہیں۔ منتظر:

ماہر محمد رمضان عفی عنہ

مفتی واعظ جامع مسجد آگرہ

مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۱۵ء

﴿فتویٰ نمبر 199﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس امر میں کہ زید نے اپنی بیوی کی رخصت کے بارے چند اشخاص معززین پہچان مقرر کئے اور وہ مختلف بیان کیا کہ میں خدا رسول کو یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ میں اپنی زوجہ کے مکان پر آیا اور میں نے اپنے سالے امام الدین کے دروہ یہ کہا کہ میرا بیچا اس دروہ کا زیور دے ورنہ میں اپنی زوجہ کو طلاق دے دوں گا۔ پس ایسی حالت میں طلاق ہوگی یا نہیں؟ اور وہ رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟

سائل: مسز یحییٰ بخش چٹن یا فتہ مالی منڈی محلہ ہٹائی

۲۳ شوال ۱۴۳۳ھ

الجواب

صورت مسئلہ میں طلاق واقع نہیں ہوئی اس واسطے کہ وہ تو مختلف یہ کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی بلکہ میں نے یہ کہا تھا کہ طلاق دے دوں گا۔ لہذا اگر عورت مدعیہ طلاق ہے کہ اس نے یہ کہا تھا کہ میں تجھ کو طلاق دیتا ہوں یا میں نے تجھ کو طلاق دی؟ تو اس امر کے دو گواہ مادل پیش کرے۔ اگر گواہ اس کے دعویٰ کے مطابق کو کسی دے دیں۔ لہذا ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔ ☆ جس کا حکم یہ ہے کہ ایام عدت میں اگر وہ کہہ دے کہ اپنی طلاق سے رجوع کرتا ہوں یا اپنی بیوی سے کوئی معاملہ میاں بی بی کا کرتے تو بلا نکاح (جدید) وہ نکاح میں رہے گی اور اگر گواہ پیش نہ کر سکے شوہر کا حلف کافی ہے۔ طلاق بالکل واقع نہ ہوگی۔ مدعیہ صحیح ہے۔

☆ البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکرہ

(ترجمہ: گواہ پیش کرتا مدعی کے ذمہ ہے اور انکار کرنے والے کے ذمہ قسم اٹھانا ہے)

لہذا شوہر کو بغیر حلف یعنی خدا کی قسم کے نکاح طلاق پر گواہ پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ منکری گواہ مقبول۔

حوزہ: العبد الراجی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ مفتی جامع مسجد اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر 200﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر کو بھٹک پایا کہ اس کی زوجہ کے ساتھ زنا کیا۔ اور جب بکر کو نشہ سے اتفاق ہوا اس نے ان دونوں کو مشغول زنا پایا۔ تب بکر نے اپنی زوجہ کو جھڑک کر نکال دیا۔ آیا بکر کی زوجہ اس کے عقد میں رہی یا نہیں؟ بیٹھا تو جوڑو!

۹ فروری ۱۴۳۵ھ

رحیم بخش مغلہ نور پور دروازہ آگرہ

الجواب

صورت مسئلہ میں بوجہ زنا زید کے بیوی بکر کے نکاح سے نہیں نکلی۔ اگر وہ تو بہ کرتی ہے کتنا عمدہ کبھی ایسا فعل بد نہ کرے گی بلا تکلف جائز ہے کہ بکر اس کو بلا لے اور بیوی سمجھے۔

اور اگر اس نے حلیہ قصہ میں پہنچہ خلاق اس طرح بھی کہہ دیا تھا کہ با میرے گھر سے نکل جاتو لازم ہے کہ دو کواہوں کے سامنے پھر نکاح کرے۔

اور اگر بوقت کہنا یہ لفظ کے کچھ نیت نہ تھی تو ضرورت نکاح بھی نہیں مراستیا خلا پھر نکاح کر لینا بہتر

ہے۔

حضور: العبد الراعی

محمد دین اعلیٰ جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 201﴾

سوال

ایک شخص بیمار تھا اور دماغ میں نقص بعارضہ بخار ہو گیا تھا اس اثنا میں اپنی بی بی سے تکرار کر کے کہا جا میں نے طلاق دی طلاق دی۔ تو شرما کیا حکم ہے؟

سائل: رحیم بخش محلہ احمد شاہ جہان پور

۲۰ فروری ۱۹۹۶ء

الجواب

اس صورت میں طلاق نہ ہوگی۔ فتاویٰ حامد یہ میں ہے۔

سئل فی رجل مرض مرضاً اوصل فیہ الی اختلال العقل بحيث اختل كلامه المنظوم و باح بسره المكتوم و صدر منه ما يصدر عن المجانین يطلق زوجته فی هذه الحالة فما الحكم

الجواب اذا ثبت زوال عقله و عدم وعیه لا يقع علیه طلاق و لا يطالب الصداق

اذا كان الحال علی هذا المنوال فانه حينئذ مجنون و للمجنون فنون انتهی ۱

(ترجمہ: ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو ایسا بیمار ہو گیا کہ اس کی عقل میں خلل واقع ہو گیا۔ اس طرح سے اس کی مرتب کلام میں خرابی پیدا ہو گئی۔ اس نے اپنا پوشیدہ راز ظاہر کر دیا۔ اور اس سے وہ اعمال صادر ہوئے جو پاگلوں سے سرزد ہوتے ہیں۔ اس نے اپنے بیوی کو اس حالت میں طلاق دے دی تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب اس کا یہ ہے کہ جب اس کی عقل زائل ہونا اور اس کا محفوظ نہ رہنا ثابت ہو گیا تو جب تک یہ حالت ہے اس کی طلاق واقع نہ ہوگی۔ اور نہ ہی اس سے مہر کا مطالبہ کیا جائے گا۔ کیوں کہ وہ پاگل ہے اور پاگل پن کی کئی قسمیں ہیں۔)

کتبہ: المفتی محمد اعظم شاہ غفرلہ

﴿فتویٰ نمبر 202﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شریعتین اس بارے میں کہ بترغیب میری خوش دامن یعنی ماس کے دو شخص رشتہ دار مجھے اپنے مکان پر لے گئے۔ میں اس وقت کسی قدر نشہ میں تھا۔ انہوں نے ایک کاتب کو اپنے مکان پر بلا کر اور اپنے صرف سے کاندھ منگوا کر میری جانب سے ایک فارغ خطی اس سے تحریر کرائی۔ اور مجھ سے کہا کہ اس پر اپنے انگوٹھے کا نشان کر دو۔ چونکہ اس وقت کسی قدر نشہ میں تھا میں نے اپنے انگوٹھے کا نشان اس پر کر دیا۔ جب میرے ہوش و حواس درست ہوئے تو معلوم ہوا کہ تحریر شدہ کاندھ پر میرے انگوٹھے کا نشان مجھ سے کرایا گیا ہے۔ اور میری زوجہ منگوانہ کو وہ کاندھ پڑھ کر سنایا گیا تو اس نے بھی میری اس تحریر فارغ خطی کو مستند نہیں سمجھا کہ میرا شوہر نشہ میں ہے۔ میرے تین بچے اس بی بی کے کٹن سے پیدا ہوئے ہیں جو موجود ہیں۔ ایسی صورت میں بعد استغفار اور توبہ کے میں اپنی زوجہ منگوانہ کو اپنے عقد میں لے سکتا ہوں یا مجھے کیا کرنا چاہئے؟

سائل: نوزیر الدین
آگرہ ضلع اعظم خان

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں وزیر الدین کو جائز ہے کہ شراب و ترک نماز وغیرہ جملہ افعال قبیوہ سے توبہ کر کے اپنی زوجہ کو اپنے گھر لے آئے۔ اس واسطے کہ بحالت نشہ درستی حواس اگر خود شوہر بھی اگر اپنی زوجہ کے نام طلاق نامہ لکھ دے وہ جب ہی معتبر ہوگا یعنی طلاق واقع ہوگی جب کاتب طلاق نامہ لکھ کر اس شخص کو سارا مضمون سنا دے پھر وہ شخص اس طلاق نامہ کو لیکر اپنی مہر یا دھننا کر کے خود اپنی زوجہ کے پاس بھیج دیے یا کسی دوسرے شخص

یا خود کا تب کو حکم کرے کہ اس کو میری زوجہ کے پاس بھیج دو۔

کما فی صفحہ ۴۰۲ من فتاویٰ العالمگیریہ المطبوعۃ فی المصر:

رجل استکب من رجل آخر الی امراته کتابا بطلاقها وقرأه علی الزوج فاحذره وطواه وحسم وکتب فی عنوانه وبعث به الی امراته فاتاها الکتاب اقر الزوج انه کتابه فان الطلاق يقع علیها وکذا لک لو قال لذلک الرجل ابعت بهذا الکتاب الیها الخ را
(ترجمہ: ایک شخص نے کسی دوسرے آدمی سے اپنی بیوی کو طلاق دینے کے لیے خط لکھوایا اس نے وہ خط لکھ کر اس خاوند کے سامنے پڑھا۔ خاوند نے اسے لپیٹا اس پر مہر لگا کر دی۔ اور پتہ لکھ کر بیوی کی طرف اسے ارسال کر دیا وہ خط اس بیوی کے پاس پہنچا خاوند نے اقرار کیا یہ اس کا خط ہے تو اس عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی اور اسی طرح یہ حکم اس صورت میں بھی ہے جب خاوند نے اس لکھنے والے آدمی سے کہا یہ خط میری بیوی طرف بھیجے دو)

اور یہاں امور مذکور موجب طلاق سے کوئی بات بھی نہیں پائی جاتی ہے بلکہ سرے سے شوہر کو بذات خود طلاق نامہ لکھوانے سے انکار ہے۔ نہ اس نے اپنی بیوی کو دیا۔ نہ خود بھیجا۔ نہ کسی سے بھجوایا۔ بلکہ اس کو تو بھاجت تشریف ان انگوٹھائی کی خبر ہے جو قاتل اعتبار نہیں۔

حروہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ التقوی

ابو محمد محمد دبی ارعل مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 203﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارہ میں کہ زید نے بھارت دیا انگلی جس سے تمام شر و اتف ہے اپنی زوجہ کو طلاق لکھ دی تو اندریں صورت طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟۔ بیٹو! تو جوہو!

۳ اکتوبر ۱۹۶۶ء

دھوراجی ملک کانٹیا واڑہ مہاراشٹر فرسٹ موسیٰ علی محمد

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں اگر فی الواقع بھارت دیا انگلی و بیہوشی محسوس نہ کرنے طلاق دی تھی یا لکھ دی تھی یا کھسوا دی تھی اور فی الحقیقت اس کے ہوش و ہواس اور عقل سالم نہ تھی تو یہ طلاق بالکل واقع نہیں ہوئی۔ اور اس کی زوجہ بدستور اس کے نکاح میں ہے۔

چنانچہ ہدایہ میں ہے:-

ولا يقع طلاق المصبي والمجنون والناثم لقوله عليه الصلوة والسلام كل طلاق

جانو الاطلاق المصبي والمجنون الخ۔

(ترجمہ: نابالغ لڑکے یا بالکل اور سوئے ہوئے آدمی کی طلاق واقع نہیں ہوتی کیوں کہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے بتایا ہے اور پانچ اہل حج کے علاوہ ہر مرد کی طلاق جائز ہے)

اور در مختار میں ہے:-

ولا يقع طلاق المولى على امرأة عبده والمجنون و الصبي والمعتوه من العتة وهو

اخلال العقل والمبرسم والمغمى عليه والمدهوش والنائم انتهى مختصراً ۱۔

(ترجمہ: مالک کی اپنے غلام کی بیوی کو دی ہوئی، مجنون، نابالغ، معتوہ، یعنی جس شخص کی عقل میں خرابی اور خلل ہو، یلفظ ”عتہ“ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے عقل میں خرابی، برسام کے مراد یعنی غشی میں مبتلا، مدہوش (خوف یا حیا کے باعث جس کی عقل جاتی رہے) اور سوائے ہوئے شخص کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔)

حورہ: العبد العاصی

محمدید ارطلی الرضوی مفتی

چامچ مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 204﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک شخص نے چلہ کھینچا۔ قبل کھینچنے چلہ کے وہ شخص سنی مسلمان تھا۔ بعد چلے کھینچنے کے معلوم ہوا کہ وہ اپنی حالت پر نہیں رہا۔ بلکہ اس کا دماغ خراب ہو گیا۔ سب سے پہلے اس نے یہ کیا کہ شیعہ مذہب اختیار کیا اس کے بعد جس نے اس سے جو کچھ کہہ دیا جس مذہب کی تعریف کی گئی اس مذہب کو اختیار کر لیتا ہے خلاف اہل سنت و جماعت کے۔ کسی نے کچھ سوال کیا تو بے ہودہ جواب دیتا ہے۔ اپنے کمانے کمانے کے کاروبار کو بخوبی انجام دیتا ہے۔ کسی عزیز کی اچھی بات کو سنتا نہیں ہے۔ کبھی ایسا کرتا ہے کہ شے فروخت پھاڑوں بازاروں میں لگیوں میں بھرتا ہے۔ اس وجہ سے اس کی زچہ منکوحہ کو اس کے عزیزوں نے اپنے گھر میں ڈال رکھا ہے۔ اور یہ کہتے ہیں کہ اس کی بیوی نکاح سے باہر ہو گئی ہے۔ کبھی رخصت نہ کریں گے۔ بازاروں میں پھرنے سے یہ غرض نہیں کہ دن رات جیسے دیوانے پھرتے ہیں اس طرح بھرتا ہے۔ نہیں کسی وقت وہ شے فروخت کر پاؤں چل دیتا ہے۔ اپنے قیمتی کپڑوں کو قلیل قیمت میں فروخت کر دیتا ہے۔ ایک دن دو دن جنگل میں جا چڑتا ہے۔ ایسی حالت میں اس کی زچہ اس کے عقد سے باہر ہو گئی؟ کیا ایسی حالت میں نکاح اس کا صحیح ہو گیا؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

شوہر کے مجنون یا مجبوظ ہونے سے عورت نکاح سے نہیں خارج ہوتی اس واسطے کہ اگر نکاح سے خارج ہو جائے فقہاء اس کی طلاق کے قیام اور عدم قیام سے کیوں بحث کرتے۔

رد المحتار میں ہے صفحہ ۳۶۱-۳۶۲:

ولا يقع طلاق المولى على امرأة عبده والمجنون والصبي والمعتوه من العتق وهو

اختلال فی العفل والمبرم من البرسام بالكسر علة كالجنون والمغنى عليه مختصراً
بقدر الحاجة!۱

(ترجمہ: نالک اگر اپنے غلام کی بیوی کو طلاق دے تو واقع نہ ہوگی۔ اسی طرح پاگل بچے معتوبہ یعنی جس کی عقل میں مثل ہو، برسام کے مریض اور بے ہوش کی طلاق واقع نہیں ہوتی برسام جنون کی مانند ایک بیماری ہے) ☆
بلکہ علامہ شامی علیہ الرحمۃ تو یہاں تک تحریر فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے علاجِ صحت میں کہہ دیا کہ اگر میں فلاں مکان میں قدم رکھوں تجھ پر تمین طلاق پھر وہ دیوانہ ہو گیا اور اس مکان میں داخل ہو گیا۔ طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر اس نے یوں کہا اگر میں دیوانہ نہ ہو جاؤں تو تجھ پر تمین طلاق یا دو طلاق اور وہ دیوانہ ہو گیا۔ اندریں صورت عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ اس واسطے کہ قوتِ خلاقی شرط و وقت شرط کے ہوتا ہے اور وہ بوقت دیوانگی دہل طلاق نہیں۔ چنانچہ صفحہ ۳۶۲ شامی میں ہے

قوله والمجننون الا اذا علق عاقلان من جن فوجد الشرط كقوله ان دخلت الدرا
قد خلعها مجنوناً بخلاف ان جنت فانت طالق فجن لم يقع كذا ذكره الشارح في باب
نكاح الكافر فالمراد اذا علق على غير جنونه!۲

(ترجمہ: قولہ: مجنون کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ہاں اس صورت میں اس کی طلاق واقع ہوگی جب اس نے علاجِ عقل طلاق کو کسی شرط کے ساتھ مطلق کیا پھر اسے جنون لاحق ہوا اور شرط پائی گئی۔ مثلاً علاجِ صحت میں اس نے کہا اگر میں گھر میں داخل ہوں تو تجھے طلاق پھر وہ جنون کی حالت میں گھر میں داخل ہوا تو طلاق واقع ہوگی بخلاف اس کے اگر خاندان نے کہا اگر میں پاگل ہو جاؤں تو تجھے طلاق پھر وہ پاگل ہو گیا تو طلاق نہ ہوگی۔ شارح یعنی صاحب درمختار نے نکاح الکافر کے باب میں ایسے ہی ذکر کیا ہے۔ تو مجنون کی بصورت تعلیق طلاق واقع

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار جلد ۴ صفحہ ۳۳۱ تا ۳۳۳ مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ رد المحتار جلد ۴ صفحہ ۳۳۲ مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت

ہونے کی صورت یہ ہے جب کہ اس نے اپنے جنون کے علاوہ کسی اور شرط پر طلاق کو طلق کیا ہو۔
 ☆ البتہ اگر خدا نخواستہ کوئی حالت صحت اور درستی ہو اس میں کوئی کلمہ کفر کا کہہ بیٹھے مثلاً کہہ دے میں نماز نہیں پڑھتا نعوذ بھاہ منہا یا خدا یا رسول اللہ ﷺ کی شان میں اور عند بعض خلفاء راشدین کی شان میں گالی دے بیٹھے یا کلمات توہین زبان سے نکال دے نعوذ بھاہ من کلہا تو ضرور وہ مرتد ہو جائے گا۔
 اور اس کی بیوی اس کے نکاح میں نہ رہے گی۔ ہنہ اور حالت جنون اور بے ہوشی میں تو ایسے کلمات کا بھی کچھ اعتبار نہیں۔

حضور: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی
 ابو محمد محمد دیب اعلیٰ المثنیٰ فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 205﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص کی زوجہ بلا اجازت اپنے شوہر کے نوڈس شب کو اپنی ماں کے ساتھ گھر سے باہر نکل گئی۔ بازار کے دوکانداروں نے دیکھا کہ دو عورتیں باہر ہیں۔ ایک کوئی مرد بھی ان کے پیچھے تھا۔ جب اس کے شوہر کو خبر ہوئی کہ عورت اس طرح چلی گئی تو اس نے تلاش کیا تو اس عورت کی ماں سے دریافت کیا کہ تمہاری لڑکی کہاں گئی؟ اس نے پہلے تو یہ کہا کہ مجھ کو علم نہیں۔ اور پھر یہ کیا وہ اپنے عزیز کے باپ بڑوں میں ہے۔ اس حالت میں وہ (جس) شخص کی بیوی چلی گئی اجازت نکاح میں رہی یا نہیں؟۔ بینوا تو جو وا

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

☆ بلا اجازت اگر عورت شوہر کے گھر سے نکل جائے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ البتہ عورت گناہ کار ہوگی۔ اس کو چاہئے کہ پکڑے۔ ص ۳۴ کتاب الترهیب والترہیب مطبوعہ حاشیۃ مشکوٰۃ میں ہے:

☆ عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال لغضن أبصارکم ولتحفظن فروجکم اولیسکن الله وجوهکم! (رواہ الطبرانی)

ہذا (ترجمہ): حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اپنی آنکھوں کو حرام امور سے بند رکھو! اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کو خرم فرما دے گا)

و عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت بینما رسول الله ﷺ جالس فی المسجد اذ دخلت امرأة من مزینۃ توفل فی زینۃ لها فی المسجد فقال النبی ﷺ یا ایہا الناس انہوا

نساكنم عن لبس الزينة والتبخر في المسجد فان بنى اسرائيل لم يلحقوا حتى لبس
لنسانهم الزينة و تبخر وا في المساجد رواه ابن ماجه!

☆ (ترجمہ: حضرت مائتہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔
اچانک مزید قید کی ایک عورت اپنی زیب و زینت میں بنی تھی مسجد میں داخل ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا
اے لوگو! اپنی عورتوں کو مسجد میں بناؤ سنگار کا لباس پہننے اور ناز و انداز کے ساتھ چلنے سے منع کرو۔ کیونکہ نبی
اسرائیل پر ان کی عورتوں کے مسجدوں میں ذینت کا لباس پہننے اور ناز و انداز سے چلنے سے پہلے لعنت نہ ہوئی)
یعنی حضور ﷺ نے عورتوں کو فرمایا کہ اپنی ٹکا ہوں کو غیر مردوں کو دیکھنے سے روکو۔ شرم گاہوں کو محفوظ
رکھو۔ اور فرمایا کہ اے لوگو! عورتوں کو لباسِ ذینت کے ساتھ مسجدوں میں اترا کر چلنے سے منع کرو۔ نبی اسرائیل
ایسے ہی امور سے تو ملعون ہو گئے تھے۔

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین علی الرضوی الحنفی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 206﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر میں صورت کہ زید نے قتل نکاح زید سے یہ شرط کر لی کہ میں تجھ سے نکاح اس شرط پر کروں گی کہ اگر تو مجھ کو تکلیف مان فقط دے یا اور کچھ تکلیف دے تو مجھ کو اپنے نفس کا اختیار ہوگا۔ اندر میں صورت زید نے عند الحکلیف مختار طلاق ہوگی یا نہ ہوگی۔؟

۲۳ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

حمید حسن اکبر آبادی

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں یہ امر تو ظاہر ہے کہ قتل ایجاب وقول جو بھی شرط پہ نسبت اختیار طلاق درمیان غائب و مخطوبہ کے قرار پائے جیسا کہ بیان عبارت سے ظاہر ہے تو زید نے ہرگز مختار طلاق نہ ہوگی۔ اس واسطے کہ قتل ایجاب وقول زید خود طلاق کا مالک نہیں ہے تو دوسرے شخص کو یا خود اپنی مخطوبہ کو جس کو قتل نکاح بلفظ زوجہ تعبیر کیا ہے اختیار طلاق کیا دے سکتا ہے۔

کما هو ظاهر من عبارة الدر المختار المذکور فی صفحة ۴۹۹ من الجزء الثاني

المطبوعة فی مصر مع رد المحتار

قال زوجی ابتک علی ان امرها یدک لم یکن له الامر لانه تفویض قبل الشکاح!

(ترجمہ: ایک شخص نے کہا اپنی لڑکی کا نکاح میرے ساتھ اس شرط پر کر دے کہ اس کا معاملہ میرے ہاتھ میں ہوگا تو اس صورت میں معاملہ اس پاپ کے اختیار میں نہ ہوگا کیونکہ یہ نکاح سے پہلے طلاق کی تفویض ہے)

☆ اور اگر مقصود مسائل یہ ہے کہ ایجاب ہی اس شرط پر واقع ہوا یعنی عورت کے وکیل نے وقت عقد دوہا سے یہ کہا کہ میں اپنی موکھ کو تمہارے عقد نکاح میں اس شرط پر دیتا ہوں کہ اگر تم اس کو نان و نفقہ نہ دو یا تکلیف دو تو مجھے موکھ کو تین طلاق دے لینے کا اختیار ہے۔ یا خود عورت نے کہا میں اس شرط پر اپنے نفس کو تمہارے عقد میں دیتی ہوں کہ اگر تم مجھ کو نان و نفقہ نہ دو اور تکلیف دو تو مجھ کو تین طلاق دینے کا اختیار ہے اور اس کے جواب میں بکر نے کہا کہ میں قبول کرتا ہوں تو بلاشبہ عورت یعنی زین اپنے نفس کو طلاق دینے کی ہتھکڑی ہوگی۔

صفحہ ۲۹۹ بلدہ فی رد المحتار رد کورہ میں ہے:

(قوله لم یکن له الامر) ذکر الشارح فی آخر باب الامر بالید نکحھا علی ان

امرھا بیدھا صح!

لکن ذکر فی البحر ہناک ان هذا لو ابتدأت المرأة فقاتلت زوجت نفسی علی ان امری بیدی اطلق نفسی کلما ارید او علی انی طالق فقال قلت وقع الطلاق و صار الامر بیدھا اما لو بدأ هو لا نطلق ولا نصیر الامر بیدھا!

(ترجمہ: قولہ: اس صورت میں باپ کو اختیار نہ ہوگا۔ شارح یعنی صاحب الدر المختار نے الامر بالید کے باب کے آخر میں ذکر فرمایا کہ اگر اس شرط پر نکاح کیا کہ اس منکوحہ کا معاملہ اس کے ہاتھ میں ہوگا تو صحیح ہے۔ لیکن بحر الرائق میں وہاں ذکر فرمایا کہ اگر گفتگو کا آغاز عورت نے کیا اور کہا میں اپنا نکاح اس شرط پر کرتی ہوں کہ میرا معاملہ میرے ہاتھ میں رہے گا میں جب چاہوں اپنے آپ کو طلاق دے دوں یا کہا میں جب چاہوں طلاق یافتہ ہوں گی اس پر مرد نے کہا مجھے قول ہے تو طلاق واقع ہوگی۔ اور معاملہ منکوحہ کے ہاتھ میں ہو جائے گا۔ اور اگر کلام کا آغاز مرد نے کیا تو طلاق نہ ہوگی اور نہ ہی اس منکوحہ کا معاملہ اس کے ہاتھ میں ہوگا)

حدود: العبد الرائج زمتہ رہ

محمد دینار علی الرضوی مفتی فی جامع اکبر آباد

۱۔ الدر المختار	جلد ۴	صفحہ ۴۳۱	دار احیاء التراث العربی بیروت
۲۔ رد المحتار	جلد ۴	صفحہ ۸۰	دار احیاء التراث العربی بیروت



خلع

=====

﴿فتویٰ نمبر 207﴾

سوال

ازہرمت پور خدوم و کرم مولانا دیار علی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عرض ہے کہ میری لڑکی کو اس کے شوہر نے عرصہ سے تنگ کر رکھا تھا۔ اور عرصہ تین سال سے میرے مکان پر چھوڑ رکھا ہے۔ اور تین چار ماہ ہوئے جب اس نے دھری شادی بھی کر لی۔ اس لیے میری لڑکی نطع چاقو سے یہاں پر عداوتیں بندھو ہیں وہ نطع کی ڈگری دیں گی تو کیا شرح سے ان کی ڈگری جاڑا ہوگی؟

۶ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

چودھری شمس الدین معرفت بابو حفیظ اللہ

الجواب

نطع شریعت میں اپنی بیوی کو اپنے نکاح سے جدا کرنے کو کہتے ہیں لہذا نطع یا نکاح طلاق کے ساتھ کم از کم دس درہم یا اس سے زیادہ جس قدر چاہے نقد یا جنس کے عوض میں۔ چنانچہ بحر الرائق مطبوعہ مصر کے صفحہ ۷ جلد رابع میں ہے:-

الخلع هو الفصل من النکاح الواقع به و بالطلاق علی مال طلاق باتن و لزوما

العمال۔

(ترجمہ: نطع نکاح سے علیحدگی ہوتی ہے جو اس کے ساتھ اور مال کی شرط پر طلاق کے ساتھ ہوتی ہے یہ طلاق بائن ہوتی ہے اور عورت پر مال لازم ہوتا ہے)

۶۴ لہذا نطع کے ساتھ ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور جس قدر برضا مندی طرفین معاوضہ طلاق خیر جائے عورت پر اس کا ادا کرنا لازم ہوگا۔ اس واسطے ماکم سے حکم لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔

☆ ایسے اگر مرد بوجھ مال یا بوجھ معافی مہر بھی طلاق نہ دے تو ایسی صورت میں ماکہ پر لازم ہے کہ اس کو مجبور کر کے اس سے جبراً یہ کہلوادے کہ میں نے اپنی بیوی مسافران کو طلاق دی۔ اس واسطے کہ طلاق جبراً کہلوادینے سے بھی ہو جاتی ہے۔ پھر تین جھڑ گز ر جانے کے بعد اس کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے۔

حروہ: العبد الراعی دفعۃً ربہ بالقوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ ارضوی لکھی

مسجد جامع اکبر آباد



ظہار

﴿فتویٰ نمبر 208﴾

سوال

موسیٰ بنوا ولد گیندا قوم سہ ساکن موضع نوبائی علاقہ قمانہ شہر آگرہ۔ نے اپنی زوجہ مسماۃ نسو عمر تھینا ۱۵ سال کو کسی مصروف سہ کے ساتھ زنا کرتے ہوئے گھر میں اپنے دیکھ لیا۔ اس بات پر اس نے اپنی زوجہ کو مارا اور ناک کاٹنے پر آمادہ ہوا۔ عورت بھاگ گئی۔ دو حکیت بھاگی ہوگی کہ بستی بھگنے سچ بچاؤ کیا تو بھانڈہ کورنے اپنی زوجہ کی نسبت یہ کہا کہ یہ عورت میری مثل ماں بچاؤ میرے کام کی نہیں ہے۔ تمام بستی میں بھی الفاظ بکتا چا گیا کہ سب نے سنے تھے۔ اور اب مسماۃ اپنے شوہر کے گھر ہے۔ ایسی حالت میں کیا نکاح درست دیا نہیں رہا؟

۹ فر ۱۳۳۵ھ

تراب علی۔ نوبائی ضلع آگرہ محلہ قمانہ

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

زنا کرنے سے تو نکاح نہیں ٹوٹا مگر اس نے جو یہ کہا ہے کہ تو میری مثل ماں یا بہن کے ہے اگر وقت کہنے اس شخص کے اس کی کچھ نیت نہ تھی یا یہی نیت تھی کہ تو مثل ماں بہن کے ہے مجھ پر حرام ہے تو ظہار ہو گیا۔ ہنہ اور بصورت ظہار اس کو اپنی بیوی سے ہم بستری جائز نہیں ہنہ جب تک دو مہینے برابر باقاعدہ روزے نہ رکھ لے۔ اور اگر روزے کی طاقت نہیں رکھتا تو ساتھ غریبوں کو مسکینوں کو خواہ چھٹا تک دو سیر (ہر مسکین کو) ایک سی دن دیں دے دے یا دو وقتہ کھانا کھلائے۔ خواہ دو مہینہ تک ایک سی مسکین کو برابر ساتھ دن تک دو وقتہ کھانا کھلائے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَالَّذِينَ يَصْطَاهِرُونَ مِنْ لَسَانِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَصَحَّرِمْ رَقَبَةً مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَا

ذٰلِكُمْ تَوْعَدُونَ بِهِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْلَمُونَ خَبِيرٌ ۝ فَمَنْ لَّهُ بِجَدِ فَصِيَامٍ شَهْرَيْنِ مُتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ

يَتِمَّاسَا فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَاَطْعَامَ سِتِّينَ مَسْكِينًا ۙ

(ترجمہ: جو لوگ ظہار کر بیٹھیں اپنی عورتوں سے پھر اپنی کئی ہوئی بات سے رجوع کریں تو ان پر لازم ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو پاتھ لگانے سے پہلے ایک غلام کو آزاد کر دیں۔ اس کے ذریعہ تم کو صحت کی باقی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔ جس شخص کو غلام دستیاب نہ ہو سکتو ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے اس کے درمیان دو ماہ کے روزے رکھنا لازم ہے۔ اور جس کو اس کی استطاعت بھی نہ ہو تو اس پر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھانا ہے)

اور پہلے روزے رکھنے یا کھانا کھانے کے بعد اس بات سے کہنے کے اس نے صحت کر لی ہے تو استغفار کرے اور توبہ کرے۔ اور اب جب تک ساٹھ روزے پے در پے نہ رکھے یا ساٹھ آدمیوں کو کھانا نہ کھائے اس سے ہم ہستہ نہ ہو۔ غلط

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دین اعلیٰ مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 209﴾

سوال

بخدمت شریف جناب ملا مدین صاحب بعد سلام علیک کے واضح ہو کہ خاوند اور بیوی میں جھگڑا ہوا ہے۔ بیوی اپنے خاوند سے الگ ہو کر پریس چلی گئی۔ بعد ایک سال کے واپس آئی۔ لوگوں نے سمجھا کہ خاوند اور بیوی کا ملاپ کر دیا۔ بعد چند روز کے پھر بیوی جھگڑا کر کے اپنے باپ کے ہمراہ چلی گئی۔ پھر خاوند جا کر بیوی کو اپنے خسر کے ہاں سے لے آیا۔ پھر دو چار روز کے بعد جھگڑا ہوا اور اس بات پر کہ خاوند ذرا دیر سے مکان پر آیا تو بیوی نے تم کہاں تھے خاوند نے کہا کہ میری اب تو ماں بہن کے برابر ہے بیوی نے کہا آج کل کا زمانہ ایسا ہی ہے کہ ماں بہن کہتے جائیں اور گتے جائیں۔ تو خاوند نے قصہ میں آ کر یہ کہہ دیا کہ میں تجھ کو بھی ماں بہن کے برابر سمجھتا ہوں۔ مثلاً

۱۱ شوال ۱۳۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

صورت مسئلہ میں اگر مرد اس کی یہی کہتے تھے کہ میں شاپنی ماں کے بزرگ سمجھتا ہوں جب تو اس کہنے سے کچھ نہیں۔ اور اگر مرد یہی کہتے تھے کہ میں غرضی سوار ہونے کو شاپنی ماں کی بیٹے کی سواری کے بغرض فعلیہ حرام سمجھتا ہوں جس کو تمہارا کہتے ہیں تو تو اس کو اس بیوی سے جب تک ہم بسترِ حرام رہے گی جب تک کفارہ نکہار نہ دے۔ لے۔ مثلاً اور وہ ایک غلام آزاد کرتا ہے۔ اور اگر اس کی طاقت نہ رکھے تو دو مہینہ کے روزہ رکھتا ہے۔ پے در پے اس طرح کہ سچ میں ایک دن بھی افطار نہ کرے۔ مثلاً اور اگر بوجہ بڑھا۔ پے یا مرض کے مطلقاً روزہ کی طاقت نہ رکھے ساتھ مسکینوں کو دو دفعہ ترکاری سے پیٹے پھر کر کھانا کھلاتا ہے یا ساٹھ مسکینوں کو فی مسکین سواتین چھٹا تک دو سیر گےبوں دے دیتا ہے۔

مگر غالباً جہاں اس کہنے سے محسب عرف یہ دونوں بات مراد نہیں ہوتے بلکہ اکثر اس کہنے سے مراد

طلاق ہوتی ہے۔ بہرِ شجہ اگر اس کی مراد طلاقِ قہری تو ایک طلاقِ بائن ہو جائے گی۔ لہٰذا اگر بھی مراد ہے تو اس کو چاہئے کہ کم از کم دو گواہوں کے درمیان سے نکاح یعنی ایجاب و قبول کر لے۔ اور اگر وقت کہنے ان کلمات کے کچھ بھی نیت نہ تھی تو نہ کفارہ کی حاجت نہ جہدِ نکاح کی ضرورت۔

چنانچہ صفحہ ۵۲۶ سے صفحہ ۵۳۳ درجی مطبوعہ مصر علی ہاشم راولپنڈی میں ہے:

وان نسوی بانث علی مثل امی او کامی و کذا لو حذف علی سخانیہ برا او ظہارا او طلاق صحت نیتہ و وقع مانواہ لانہ کسابة والا بنو شیا او حذف الکاف لغا و تعین الاولیٰ!

(ترجمہ: اگر عورت کو یہ کہہ دو کہ تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا مجھ پر ماں کی طرح ہے مراد لی اور اسی طرح ”مجھ پر“ کے الفاظ کو حذف کر کے باقی الفاظ کہے اور مراد اس سے بڑی یا تلہا یا طلاق کی ہو تو اس کی نیت درست ہے۔ اور جس کی نیت کی وہی واقع ہوگا کیونکہ یہ لفظ کتنا یہ کہ ہے۔ اور اگر کچھ نیت نہ کی یا ”طرح“ کے لفظ کو حذف کر کے کہا تو یہ کلام لغو ہے۔ اور پہلی صورت یعنی بزد کہ مراد ہونا متعین ہو جائے گا) مختصراً

حروہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین علی الرضوی النعمی

مسجد جامع اکبر آباد



عسکری

﴿فتویٰ نمبر..... 210﴾

سوال

بکسور فیض گنجور جناب مولانا مولوی مفتی صاحب جامع مسجد آگرہ۔

ملائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ فدویہ کا نکاح زمانہ ماہنامی میں ہوا اور نکاح کو عمر صریح پانچ سال کا ہو چکا ہے۔ اور فدویہ اب تین سال خاوند کے مکان پر رہی پانچ ہوئی۔ پھر فدویہ کو معلوم ہوا کہ میرا خاوند بالکل نامرد ہے یعنی عورت کے قابل نہیں ہے۔ مجبوراً میں نے اس سے طلاق چاہی تو اس نے جواب دیا کہ میں تجھ کو طلاق پر گزندہوں گا۔ چار میں اپنے بھائی کے گھر آگئی۔ اور مجھ کو بھائی کے پاس آئے ہوئے دو سال کا زمانہ ہو چکا۔ اور میری فدویہ کا اب تک کنفل ہے اور بہت قلیل معاش ہے۔ اسوجہ سے عدالت میں چارہ چولی کرنے سے معذور ہوں۔ میں اب نکاح ٹائی کرنا چاہتی ہوں۔ نکاح کے بارے میں مجھ کو کیا حکم ہے؟ مہر موصول مبلغ 200 روپیہ ہے۔

۶ ربیع الاول ۱۳۵ھ

تیزن ساکن آگرہ محلہ کڑہ دکیاں

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

صورت مسئلہ میں زنِ عید کی خاوند بھی تصدیق کرے کہ بے شک میں جہاں نہیں کر سکتا تو وجہ دھوئی سے حاکم اس کو علاج کے واسطے برس کی مہلت دے بعد ایک سال اگر وہ جماع پر قادر ہو جائے تو فیہا ورنہ حاکم یعنی قاضی اگر وہ طلاق نہ دے اور عورت طالب تفریق ہو تو قاضی دونوں میں تفریق کر دے۔ اور یہ تفریق قائم مقام ایک بائن طلاق کے ہو جائے گی۔ پھر یہ بعد اقتضا عدت یعنی تین حیض کے جس سے چاہے

نکاح کرے۔ اور اس کے ساتھ شوہر اگر ظلمت سمجھ کر چکا ہے تو شوہر پر مہر کمال واجب ہوگا۔

کما فی شرح الوقایة:

ان اقر انه لم یصل الیها اجله الحاکم سنة قمریة فی الصحیح فان لم یصل فیها فرق الفاضی بینهما ان طلبته ای ان طلبت المرأة التفريق و تبين بطلقة ولها کل المهر ان خلا بها وتجب العدة انتهى مختصرا۔

(ترجمہ: اگر خاوند یہ اقرار کر لے کہ وہ اپنی زوجہ سے ہمارے نہیں کر سکا تو صحیح قول کی رو سے حاکم اسے ایک قمری سال تک مہلت دے گا۔ اگر اس عرصہ میں بھی وہ اس سے ہمارے پر قادر نہ ہو تو بیوی اگر مطالبہ کرے تو قاضی دونوں کے درمیان تفریق کر دے گا اور اس تفریق سے ایک طلاق سے وہ بائیں ہو جائے گی۔ اور عورت پورے مہر کی مستحق ہے اگر خاوند نے اس سے ظلمت کی اور عدت بھی واجب ہوگی مختصرا۔)

اگر باہم اختلاف واقع ہو اور عورتیں اس عورت کو دلچسپ کر کہہ دیں کہ یہ باکرہ تو نہیں ہے بلکہ مثل اس عورت کے جس کے ساتھ ہماری ہوتا ہے یعنی شبیہ ہے تو مرد کو قسم دلائی جائے گی کہ میں اس سے ہمارے کر چکا ہوں اگر وہ قسم سے انکار کرے یا عورتیں کہہ دیں کہ یہ باکرہ ہے اس کو مہلت ایک سال کی علاج کے واسطے دی جائے۔ اگر وہ اس عورت سے ہمارے کرنے پر قسم کھائے اور عورتیں بھی اس کو شبیہ بیان کریں تو عورت کا حق تفریق باطل ہو جائے گا اور اسی کی زوجیت میں رہے گی۔

چنانچہ شرح وقایہ میں ہے۔

وان اختلفا وكانت ثیبا او بکرا فطرت النساء فقلن لیب حلف فان حلف بطل

حلفها وان نکل او قلن بکرا اجل ۱۲۔ مختصرا

(ترجمہ: اگر ہمارے میں عورتیں بیوی اختلاف کریں اور وہ بیوی شبیہ ہو یا وہ باکرہ ہو لیکن عورتوں نے اس

کا معاینہ کیا تو انہوں نے کہا کہ شیبہ بیٹو خانہ سے قسم لی جائے گی۔ اگر وہ قسم اٹھا لے تو بیوی کا تفریق کا حق باطل ہو جائے گا۔ لیکن اگر خانہ قسم اٹھانے سے انکار کر دے یا عورتوں نے معاینہ کے بعد کہا کہ بیوی یا کرہ بیٹو خانہ کو مہلت دی جائے گی۔)

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ العالی

محمد دین اعلیٰ ارضوی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 211﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک عورت کا نکاح ایک شخص سے ہوا جو جس برس گزر گئے اور شوہر اس کا نامرد ہے۔ لائق محبت کے نہیں۔ لہذا وہ عورت طلاق چاہتی ہے۔

سائل: شیخ حسین بخش شٹھا کھیں آگرہ

۲۹ فروری ۱۹۲۶ء

الجواب

اگر شوہر عینین لاعلاج ہے تو فوراً نکاح فسخ ہو جائے گا۔ ماکم خود فسخ کر دے یا عورت فسخ کر دینے کی مجاز ہے۔ یعنی طلاق بائن ہو جائے گی۔ لہذا راقماریں ہے

اذا وجدت مجبواً بفرق بينهما في الحال و لو قصير لا يمكنه ادخاله داخل الفرج
ملخصاً و لو وجدته عينا او خصيا لا ينتشر ذكره اجل سنة.

(ترجمہ: اگر بیوی نے ناہند کا عضو تناسل کٹا ہوا پایا تو فوراً ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔ اور اگر وہ آلہ تناسل اتنا چھوٹا ہو کہ فرج میں اس کا داخل کرنا ممکن نہ ہو ہوگا اور (اسی طرح) اگر اسے نامرد یا خسی پایا کہ اس کے عضو خصوص میں امتیاز نہیں ہوتا تو اسے ایک برس کی مہلت دی جائے گی۔)

بعد اس کے وہ اگر طلاق نہ دے تو عورت کو شرماء خود طلاق دینے کا اور اپنے نفس کو اختیار کا حق حاصل

ہے

رد المحتار میں ہے :-

فاذا امتنع كان طالما فتاب عنه و اضيف فعله اليه و قيل يكفي اختيارها نفسها ولا

يحتاج الي القضاء كخيار العتق قبل وهو الاصح را

۶۴ (ترجمہ: سال کی مدت کے بعد اگر مرد عورت کو طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو تو وہ ظالم ہے۔ قاضی اس کے قائم مقام ہو جائے گا اور اس کا فعل خاوند کی طرف منسوب ہوگا۔ بعض علماء نے فرمایا ایسی صورت میں عورت کا اپنے نفس کو اختیار کر لینا کافی ہے۔ قضا کی ضرورت نہیں ہے جس طرح کہ خیارِ حلق میں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہی اسج ہے۔)

والله اعلم بالصواب

کتبہ: مفتی السید محمد اعظمی دہلوی



﴿فتویٰ نمبر 212﴾

سوال

میرا نکاح باقی میں ہوا۔ بعد چار سال میں بائٹ ہوئی تو معلوم ہوا کہ شوہر میرا نبھ ہے یعنی عورت کے لائق نہیں۔ میں نے طلاق چاہی وہ طلاق نہیں دیتا میں اپنے بھائی کے ہاں اسے چھوڑ کر چلی آئی اس کو عمرہ ایک سال ہو چکا ہے۔ میرا کوئی وجہ معاش نہیں۔ بھائی میرا اس وقت تک ٹھیک ہے۔ میرا مہر دوسو روپیہ ہے۔ مجھ کو نکاح ثانی کی بابت کیا حکم ہے؟

سائل: مسماہ تیزین بنت احمد بخش مرحوم
ساکن کیرہ دیکیاں آگرہ
۲۵ فروری ۱۹۷۶ء

الجواب

اگر شوہر کا عضو کٹا ہوا ہے یا ایسا چھوٹا حضور کھتا ہے کہ جس سے دخول ناممکن ہے۔ تو دونوں میں طہرہ کی فوراً کر دی جائے گی۔ اور ہر شوہر کے ذمہ بوجہ خلوت کے لازم ہوگا اور یہ طلاق بائن ہوگی۔
اور اگر کسی بیماری سے مامرد ہو گیا ہے تو سال بھر میعاد کے بعد عورت دوسرا نکاح کر لے گی۔ اگر اختار میں ہے۔

اذا وجدت مجبویا فرق بینہما فی الحال و لو قصیرا لا یمكنه ادخاله داخل الفرج (ملحضا) و لو وجده عینا لو خصیا لا ینتشر ذکرہ اجل سنة ۲

۱. عضو مخصوص کے چھوٹا ہونے کی دوسو روپے ہیں ایک یہ کہ بہت سی چھوٹا غلطی کی مانند ہوتی عورت کے مطالبہ پر فی الفور تفریق کر دی جائے گی۔ دوسرا یہ ہے کہ اس سے ذرا بڑا لیکن تمام مقام تک نہیں پہنچ سکتا تو فی الفور تفریق کی جائے گی۔
(اختار بہار شریعت حصہ پنجم صفحہ ۲۳۳ پر ایک ذیل)
۲. الفرج المعطار علی ہامش رد المحتار جلد ۲ صفحہ ۶۳۳ ۶۳۵ (ملحضا) مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

(ترجمہ: اگر عورت نے خاوند کے آلہ تامل کو کٹا ہوا پایا تو فوری طور پر ان کے مابین تفریق کر دی جائے گی اور اسی طرح اگر آلہ تامل اتنا چھوٹا ہو کہ فرج میں اس کا داخل کرنا ممکن نہ ہوئے اور اگر اسے ماسر د پایا یا فسی پایا کہ اس کے آلہ تامل میں انتشار نہ دیتا ہو تو ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔)

بعد اس کے اگر طلاق نہ دے تو عورت کو خود طلاق دینے کا اور اپنے نفس کو اختیار کرنے کا حق حاصل ہے۔ روا لخص میں ہے۔

فإذا امتنع كان ظالما فتاب عنه و اضيف فعله اليه و قيل يكفى اختيارها نفسها ولا يحتاج الي القضاء كاختيار العتق قيل و هو الاصح ۱۔

(ترجمہ: اگر خاوند عورت کو طلاق نہ دے تو وہ ظالم ہوگا۔ قاضی اس کا نائب نمبرے گا۔ قاضی کے فعل (تفریق) کی نوبت خاوند کی طرف کی جائے گی۔ بعض علماء کا کہنا ہے عورت کا اپنے آپ کو اختیار کرنا ہی کافی ہے۔ قصار کی حاجت نہیں۔ جس طرح خیار حق میں ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہی اصح ہے)

جامع الاحکام جلد اول اسباب تنخيث طلاق ۱، صفحہ ۲۰۶ میں ہے کہ تاریخ منی محض ہے۔ اور طلاق پذیر نہیں ہے تو زوج طلاق طلب کر سکتی ہے۔ قانون بیودونصار کی دملک انگلستان میں بھی اس طرح لکھا ہے ۲۔

انتهی عجلوتہ (پرنسپل آف محمد نس)

کتبہ المکتبی السید محمد اعظم غفرلہ



عدت

﴿فتویٰ نمبر..... 213﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و سامیان شرع تین اس مسئلہ میں کہ لڑکی نابالغ کا عقد ایک شخص نابالغ مسکی غورخان سے ہو گیا۔ عرصہ چار پریم کا ہوا کہ اصغری نابالغ کی مادر نے غورخان سے جواب ۲۲ برس کی بے طلاق تحریری و زبانی ماحصل کر لی ہے۔ اب اس کی والدہ اصغری نابالغ دختر اپنی کا عقد کافی کرنا چاہتی ہے اس حالت میں نابالغ لڑکی کو آیا ایام عدت پورا کرنے کی شرعا ضرورت ہے یا نہیں؟ اور آیا ایام عدت پورا کئے بغیر عدت مادر نابالغ کا عقد دسمہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

سائل: امیر شاہ

۲۳ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

نابالغ کی عدت تین مہینہ ہے۔ بعد تین ماہ کے علاوہ اس کے اور کوئی ولی اقرب اس کا نکاح کر سکتا ہے۔

كما في الكتو:

وعدة الحرة للطلاق او الفسخ ثلاثة اقراء و ثلاثة اشهر ان لم تحض ما۔

(ترجمہ: طلاق ہو جانے یا نکاح کے فسخ ہو جانے پر عورت کی عدت تین حیض ہے اور اگر اسے حیض نہ آتا ہو تو

تین ماہ ہے) منتہا

حرره العبد الراجی رحمة ربه القوی

ابو محمد دین علی الرضویؒ

مفتی جامع مسجد اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر 214﴾

سوال

ایک عورت کھانہ فقہ کی تکلیف ہے۔ وہ باپ کے گھر رہی۔ اس اثنا میں اس کا خاوند پر دیس میں نوکر
تھام گیا اب عدت وہ اپنے باپ کے گھر پوری کرے یا وہاں جائے؟

سائل: محمد خان معرفت بہادر خان پٹی گلی آگرہ

۱۷ مارچ ۱۹۶۶ء

الجواب

هو المصوب

ایسی صورت میں زوجہ کو ایام عدت اپنے باپ کے گھر پورے کرنا چاہئیں۔ فتاویٰ حامد یہ میں ہے
إلا أن تخرج أو تهدم المنزل أو تخاف انهدامه أو تلف ماله أو لا نجد كراء
البيت ونحو ذلك من الضرورات فتخرج لا قرب موضع إليه وفي الطلاق إلى حيث شاء
الزوج ما انتهى

(ترجمہ: خاوند کی موت کے باعث عدت گزارنے والی عورت اسی گھر میں عدت گزارے گی جس میں عدت اس پر
واجب ہوئی۔ وہ وہاں سے نہ نکلے گی۔ ہاں ان صورتوں میں وہاں سے نکل سکتی ہے (۱) اس کو وہاں سے نکل
دیا جائے۔ (۲) گھر گر پڑے (۳) گھر کے گرنے کا خوف ہو (۴) مال کے ضائع ہونے کا خوف ہو (۵) اس
مکان کا کرایہ نہ ملتا ہو۔ اور اسی طرح کی دوسری ضروریات کی بنا پر نکل سکتی ہے۔ ایسی صورت میں اس کے قریب ترین
مکان کی طرف چلی جائے جہاں وہ عدت گزار سکے۔ اور طلاق کی صورت میں مرد جہاں چاہے وہ منتقل ہو جائے)
کتبہ: اہلسنی محمد اعظم شاہ علی عنہ



﴿فتویٰ نمبر 215﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت کے عاوند کا انتقال ہو گیا۔ عورت کو شادی میں جانا چاہئے یا نہیں؟ کیونکہ شادی بھائی کی لڑکیوں کی ہے۔ شریک ہونا چاہئے یا نہیں؟ مگر بھی قریب ہے۔ عاوند کا انتقال کئے ہوئے ڈیڑھ ماہ کا عرصہ ہو جائے گا۔

سائل: جمہ علی بیجا لورڈ

۱۶ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

چار مہینہ دس دن تک جو عدت و قات اور زمانہ سوگ ہے عورت مذکورہ معتدہ و قات کو بجز ضرورتوں کے شوہر مٹوئی کے گھر سے دن رات نکلتا جائز نہیں۔ خواہ وہ گھر شوہر کا ملوک ہو خواہ کرایہ کا اس کے رہنے کی مقدار اس کے حصہ میں آیا ہو یا نہ آیا ہو۔ ہذا ایک تو جب اس کے پاس اس قدر مال نہیں کہ جس سے اپنی ہر اوقات اور گزران کر سکے۔ اس صورت میں دن کو بغرض محنت و مزدوری پردہ کے ساتھ اس کو نکلتا جائز ہے۔ مگر نصف سے زائد حصہ رات میں ضرور اسی گھر میں شب باقی کرے۔ دو ماہ اس صورت میں کہ جب اس کو وراثت یا صاحب مکان گھر میں نہ رہنے دیں اور وہاں رہنے سے خوف و اضطراب یقینی ہو پیچہ کرنے مکان یا خوف کرنے مکان کے یا خوف تلف ہونے اپنے مال کے۔

کما فی الدر المختار :

وتعتدان معتدة طلاق و موت فی بیت و جبت فیہ و لا نخرجان منه الا ان تخرج

او ينهدم المنزل او تخاف انه دامه او تلف ما لها او لا نجد كراه البيت و نحر ذالك من

الضرورات فتخرج لأقرب موضع إليه ۱

ترجمہ: طلاق اور خلع کی وفات کے باعث عدت گزارنے والی عورت اسی گھر میں عدت گزارے جس میں اس پر عدت واجب ہوئی ہو۔ اور وہ اس گھر سے نہ نکلے۔ ہاں اگر اسے وہاں سے نکال دیا جائے یا گھر منہدم ہو جائے یا اسے خوف ہو کہ مکان گر پڑے گا یا اسے اپنے مال کے ضائع ہونے کا خوف ہو یا اسے گھر کا کرایہ نہ مل سکے یا ان کے علاوہ اور ضرورتیں درپیش ہوں تو اس مکان سے قریب ترین کسی جگہ پر چلی جائے

و قال الشامي في صفحة ۶۷۳ من رد المحتار

والحاصل ان مدار حمل خروجها بسبب قيام شغل المعيشة فيقدر بقدره فمتى

انقضت حاجتها لا يحل لها بعد ذلك صرف الزمان خارج بينها ۲

(ترجمہ: خلاصہ یہ ہے کہ عدت کے گھر سے نکلنے کا جواز اس کی کھانے پینے کی چیزوں کے لیے کام کاج میں مشغولیت کے باعث ہے۔ لہذا اس کا اندازہ اسی کے مطابق ہوگا۔ جب اس کی ضرورت پور ہو جائے تو اس کے لیے اس کے بعد گھر سے باہر وقت صرف کرنا جائز نہیں)

اور صورت مسئلہ میں امور مذکورہ سے کوئی بھی امر نہیں پایا جاتا لہذا اس کو شادی میں جانا ہرگز جائز

نہیں۔ ختم

حضورہ: العبد الراعی زلتہ ربہ القوی

ابو محمد محمد دیر علی مفتی جامع مسجد اکبر آباد



۱۔ الدر المختار مع رد المحتار جلد ۵ صفحہ ۱۸۰* ۱۸۱ مطبوعہ دار الفرائد العربی بیروت

۲۔ رد المحتار جلد ۵ صفحہ ۱۸۰* مطبوعہ دار الفرائد العربی بیروت

﴿فتویٰ نمبر 216﴾

سوال

زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ہو گیا اور دونوں ایک تھکان خلوٹ گھر ایک جگہ رہے سبے گرم ہسٹ نہیں ہوئے۔ بعدہ زید نے طلاق دے دی۔ اندریں صورت ہندہ پر عدت واجب ہوگی یا نہیں؟ اور اگر ایام عدت میں کوئی دوسرا شخص اس کے ساتھ نکاح کرے تو وہ نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ حامد حسن تحصیل دار ریاست الور

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم. اللهم رب زدني علما

ہندہ کو چونکہ بعد خلوت صحیح طلاق دی گئی ہے لہذا اس پر عدت ضرور واجب ہے۔ اور ایام عدت میں اگر علاوہ اسی شوہر کے جس نے طلاق پان دی اور کوئی اس سے نکاح کرے گا وہ نکاح ہرگز صحیح نہ ہوگا۔ چنانچہ صفحہ ۳۱ جلد اول فتوہ الدریہ میں ہے:

سئل مولانا المحقق شيخ الاسلام عبد الرحمن آفندي العمادي فيما اذا دخل الزوج بالزوجة و لم يصل اليها ثم طلقها فهل تلزمها العدة ولا يصح نكاحها قبل تمامها فاجاب تلزمها العدة ولا يصح نكاحها لغير الاول قبل تمام عدتها!

﴿ترجمہ: مولانا شیخ الاسلام عبدالرحمن آفندی عمادی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ خاوند بیوی کے پاس گیا لیکن دخول نہ کیا پھر اسے طلاق دے دی تو کیا اس عورت پر عدت لازم ہوگی اور کیا عدت گزرنے سے پہلے اس سے نکاح کرنا جائز ہوگا؟﴾ تو آپ نے جواب دیا کہ اس عورت پر عدت لازم ہے اور عدت ختم ہونے سے قبل پہلے خاوند کے سوا کسی اور مرد سے اس کا نکاح درست نہیں۔) غلط

حروہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد دیوبند علی الرضوی رحمہ اللہ مفتی جامع مسجد اکبر آباد

=====

حضانہ



﴿فتویٰ نمبر 217﴾

سوال

ایک لڑکی دعائی برسی کی ہے جس کے ماں باپ دادا دادی نانا نانی بہن خالہ سب کا انتقال ہو گیا ہے۔ فقط اس کے قرائتیوں میں سے یہ رشتہ دار باقی ہیں۔ اس کی ماں کا ماموں اور تین چچا تایا اور تین پھوپھی اندر یہ صورت ان قرائتیوں میں سے حق پرورش کس کا ہے۔

۶ فروری ۱۹۸۸ء

الجواب

صورت مسئلہ میں مستحق پرورش دختر مذکورہ پھوپھیوں میں سے وہ پھوپھی ہے جس کا شوہر بھی لڑکی نابالغ کا ذی رحم حرم یعنی رشتہ دار قریب ہو یا وہ پھوپھی جو بیوہ ہو۔ چنانچہ صفحہ ۴۱۶ پر ایسے مطبوعاتی میں ہے

فان لم تکن له ام فام الام اولی من ام الاب — فان لم تکن له ام الام فام الاب اولی من الاخوات — فان لم تکن جدۃ فالاخوات اولی من العمات والخالات — ثم الخالات اولی من العمات — ثم العمات !

ترجمہ: اگر نابالغ کی ماں موجود نہ ہو تو نانی دادی کی نسبت زیادہ حقدار ہے۔ اگر نانی موجود نہ ہو تو دادی بہنوں کی نسبت زیادہ حق دار ہے۔ اگر نانی دادی نہ ہو تو پھوپھیوں اور خالائوں سے بہنیں زیادہ حق رکھتی ہیں۔ ان کے بعد پھوپھیوں سے خالائیں زیادہ حق دار ہیں اور خالائوں کے بعد پھوپھیاں پرورش کرنے کی مستحق ہیں۔

اور اگر نہ کوئی پھوپھی ہو نہ بیوہ نہ خالائیں ہے کہ اس کا شوہر بھی لڑکی نابالغہ مذکورہ کا ذی رحم حرم ہو تو پھوپھی کا بھی حق پرورش نہ رہے گا۔ کما فی الہدایہ المذکور:

و كل من تزوجت من هؤلاء سقط حفيها الا الجدة اذا كان زوجها الجدة
وكذلك كل زوج هو ذو رحم محرم منه!

ترجمہ: پردوش کرنے کی ہمداران عورتوں میں سے جو بھی نکاح کر لے تو اس کا حق پردوش ساقط ہو جاتا ہے مگر جدہ (نانی یا دادی) اگر اس کے ساتھ جد (نانا یا دادا) نکاح کر لے تو اس یہ حق ساقط نہ ہوگا اور اسی طرح ہر اس زوج کے با عث یہ حق ساقط نہ ہوگا جو بچہ کا ذی رحم محرم ہو)

اور بصورت نہ ہونے ایسی بھوہمیوں کے حق پردوش تئیں چلے تائیوں سے اس کا بے جو زیادہ نمازی پر بیزگار ہو اور اگر تنوی میں تئیں برابر ہوں تو حق پردوش اس کا بے جوان میں زیادہ مر سیدہ ہو کما فی صفحہ ۴۹۳ من الجزء الثاني للدر المختار المطبوع مع الشامی فی المصر

ثم العصبان بترتيب الارث فيقدم الاب ثم الجد ثم الاخ الشقيق ثم الاب ثم بنوه
كذلك ثم العم ثم بنوه و اذا اجتمعوا فالاولع ثم الاسن!

ترجمہ: ان کے بعد پردوش کرنے کا حق میراث کی ترتیب کے ساتھ عصبات کا ہے۔ لہذا باپ دادا کی نسبت مقدم ہے۔ ان کے بعد بھائی اس کے بعد باپ کی جانب سے بھائی پھر بھائی بیٹے کے اسی ترتیب کے ساتھ اس کے بعد چچا اس کے بعد اس کے بیٹے۔ اگر ایک دہجہ کے کئی ہمدار جمع ہو جائیں تو زیادہ پر بیزگار مقدم ہوگا۔ اگر پر بیزگاری میں برابر ہوں تو زیادہ عمر والا مستحق ہے)

اور اگر چچا یا سے بھی خوف لڑکی نابالغ کی جان یا مال کا ہو تو حاکم کو لازم ہے کہ کوئی تھدا امانت دار نیک بخت عورت سے پردوش کرائے۔ کما فی صفحہ ۶۹۳ من الشامی

وفي البدائع حتى لو كانت الاخوة والاعمام غير ما مومين على نفسها أو مالها

۱۔ الہدایہ المجلدہ الثانی جز ۳ صفحہ ۳۲۸ ۳۲۹ مطبوعہ دار الفکر آن والعلوم الاسلامیہ کراچی

۲۔ الدر المختار مع رد المحتار جلد ۵ صفحہ ۲۱۴ دار الفکر العربی بیروت

لا تسلم اليهم وينظر القاضى امرأة ثقة عدلة امينة فيسلمها اليها الى ان تبلغ!

(ترجمہ: بدائع میں ہے اگر نابالغ لڑکی کے بھائیوں اور چچاؤں پر اس کی ذات یا اس کے مال کے سلسلہ میں اعتماد نہ ہو تو اس نابالغ لڑکی کو ان کے سپرد نہ کیا جائے گا۔ اور قاضی ایک عادل ثقہ اور امانت دار عورت کو تلاش کرے۔ پھر بالغ ہونے تک اسے اس عورت کے سپرد کرے) منتظر واھذ اعلم وعلمہ احکم

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ بالقوی

ابو محمد محمد دین ادری

المختار جامع مسجد شہر آگرہ

۱۶ فروری ۱۹۱۸ء



﴿فتویٰ نمبر..... 218﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمیٰ رحمہ اللہ کی شادی ہو جب شرع شریف کے مسماۃ اللہ رکھی بنت امیر بخش سے ہوئی۔ بعد چند سال ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کی عمر قریب اب تین سال ہے اور دودھ چھوڑے ہوئے عرصہ نو دس ماہ کا ہو گیا۔ اب وہ دودھ پیتے پیتا ہے۔ چنانچہ رحمہ بخش مذکور نے مسماۃ اللہ رکھی زوجہ اپنی کو ہوجب شرع بذریعہ تحریر کے طلاق دے دی ہے جس کو عرصہ دس یوم کا گزر گیا۔ اور لڑکا پاس اللہ رکھی والدہ اپنی کے جو وہ لے گئی موجود ہے۔ اور لڑکا بازار وغیرہ کی ہر ایک چیز بخوبی خوشی خوردوش کرتا ہے۔ اور مجھ کو لڑکے سے ماییت دہجہ کی محبت ہے اور میں اس کو اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں اور میں ان کی پرورش بخوبی کر سکتا ہوں۔

لہذا اب یہ اسرار دریافت طلب ہے کہ جب لڑکا دودھ کو پھینکتا ہے اور دودھ چھوڑے ہوئے نو دس ماہ گزر گیا اور لڑکا پھینکا پھرتا ہے اور ہر ایک چیز بخوبی بازار وغیرہ کی خوردوش کرتا ہے تو امی حالت میں ہو جب شرع کے لڑکا جملہ زن و شوہر کس کے پاس رہتا چاہئے؟ اور امی حالت میں مان و نفقہ کس کے ذمہ ہے اور کب تک؟ دوسرے یہ کہ کیا یہ مدت میں خرچہ پارچہ مسماۃ کو دینے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

الجواب

اللھم رب زدنی علما

صورت مسئلہ میں اگر ماں چاہے کہ لڑکے کی پرورش خود کرے اور باپ کو پرورش کرنے کو نہ دینا چاہے تو اس زمانہ تک ماں اس بچہ کی پرورش کی مستحق ہے جب تک وہ تنہا خود کھانے پینے لگے اور خود بلا امانت کسی کے استیجاز کر لے۔ اور ابو بکر خصاف رحمۃ اللہ علیہ نے باعتبار مالک حالت بچوں کے اس مدت کا اندازہ سات برس کا کیا ہے۔ کما فی الہدایۃ:

والام والجدۃ احق بالغلام حتیٰ یناکل وحده و یشرب وحده و یلبس وحده

یستنجی وحده وفي الجامع الصغير حتى يستغنی بأن يأكل وحده ويشرب وحده ویلبس وحده لان تعام الاستغناء بالقدرۃ علی الاستنجاء والخصاف قدر الاستغناء بسبع سنین اعتباراً للغالب انتهى مختصراً بقدر الحاجة ۲

(ترجمہ: ماں وادی اور نائی کو ناپائے کی پرورش کا بڑھ کر حق ہے۔ جب تک وہ اکیلا کھالے اکیلا پی لے اور خود استنجاء کر لے۔ جامع صغیر میں ہے کہ ان کو بڑھ کر حق ہے جب تک وہ مستغنی ہو جائے اس طرح سے کہ خود اکیلا کھالے اکیلا پی لے اور اکیلا اپنے کپڑے پہن لے۔ دونوں عبادتوں کا معنی ایک ہی ہے کیوں کہ پورا استفادہ اسی وقت ہوتا ہے جب اسے استنجاء پر قدرت حاصل ہو جائے۔ امام خفاف رحمۃ اللہ علیہ نے غالب حالات کا اعتبار کرتے ہوئے سات سال کی عمر مقرر فرمائی)

☆ اور ان فقہاء کے کہ جب تک ماں کی پرورش میں رہے باپ کے اوپر لازم ہے چنانچہ ہدایہ میں ہے

والنفقة (ای نفقة الولد) علی الأب ۳

(ترجمہ: اور والد کا فقہ باپ کے ذمہ ہوتا ہے)

☆ علی پڑا نان و نفقہ ایام عدت زوجہ مطلقہ کا اور مکان سکونت کا انتضائے ایام عدت شوہر پر واجب ہے۔

كما صرح به فی الهدایة

و اذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة والسكى فی عدتها رجعیاً كان أو بانئ ۴

۱۔ چاہے کہ تن میں جامع صغیر کی ہمارے اسی طرح درج ہے لیکن الجامع الصغیر صفحہ ۱۹۵ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی میں ہمارے ہی ہیں۔ ہے کہ حتی یستغنی بأن يأكل ويشرب ویلبس وحده۔ محمد علی الدین علی مر

۲۔	الهدایة:	جلد ثانی صفحہ ۳۱۵	مکتبہ امدادیہ ملتان
۳۔	الجامع الصغیر	جلد ثانی صفحہ ۳۱۵	مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان
۴۔	الهدایة	جلد ۲ صفحہ ۳۱۴	مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

(ترجمہ: اور جب مرد اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو اس کا نام وفاقہ اور سکونت کا بندوبست مرد کے

ذمہ ہے۔ طلاق رجعی ہو یا بائن)

اور ایام عدت مطلقہ کے عند الحفیہ تین حیض کامل ہیں۔

کما قال اللہ تعالیٰ:

والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء

☆ (ترجمہ: طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض گزرانے تک روکے رکھیں۔) ﴿نساء: ۳۵﴾

حورہ: العبد الرأجی رحمۃ ربہ بالقوی

ابو محمد محمد دیدار علی لکھنوی المجد دی مفتی

جامع مسجد اکبر آباد



نقف

1. The first step in the QCA process is to identify the cases and the variables that will be used in the analysis.

﴿فتویٰ نمبر..... 219﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں: مطلقہ عورت بعد طلاق دینے
خاوند کے کون کون سے حقوق اپنے شرعی خاوند سے لے سکتی ہے؟ یعنی اول مردم ایک عدد جوڑہ، سوم خوراک
عدت، چہام اپنا جینز جو کہ ہندہ کے باپ نے بوقت شادی اپنی لڑکی کو دیا۔ اور وہ جینز کچھ تو بھارتی اتفاق خرق ہو
گیا ہے اور کچھ موجود ہو۔ اور ٹیگم وہ زور جو ہندہ کو ہندہ کے شوہر اور خسر نے دیا ہو؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

رب زدنی علما

صورت مسنولہ میں اگر طلاق بعد دخول یا نفلوت صحیح ہونے کے بعد دی گئی ہے تو مکان سکونت و ماں و
نعمہ ایام عدت جگہ ایام عدت میں جس قدر کپڑوں کی ضرورت ہو بحسب ضرورت ۵۰ اور مہر جو واجب الطلب
ہے شوہر پر اس کا (دینا) واجب اور ایک جوڑہ بحسب عرف شوہر پر اپنی زوجہ مطلقہ کو دینا مستحب ہے۔

كما في الفتاوى الهندية المطبوعة في مصر في صفحة 334

المتعة عندنا على ثلاثة اوجه متعة واجبة و هي للمطلقة قبل الدخول و لم يسم لها
مهر و مستحبة و هي للمطلقة بعد الدخول و لا واجبة و لا مستحبة و هي للمطلقة قبل
الدخول و قد سمي لها مهرا كذا في السراج الوهاج ۱

۵۰ (ترجمہ: ہمارے نزدیک بعد طلاق کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) واجب: یہ دخول سے قبل طلاق پانے والی ایسی
عورت کے لیے ہوتا ہے جس کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو۔ (۲) مستحب: یہ دخول کے بعد طلاق پانے والی عورت کے

لیے ہوتا ہے (۳) نہ واجب نہ مستحب۔ یہ دخول سے قبل طلاق یافتہ عورت کے لیے ہوتا ہے جس کا مہر مقرر ہوا۔ (السرراج الوہاج)

و ایضا فیہ فی صفحہ ۵۷۷ من الجزء الاول

المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة و دار السكنى كان الطلاق رجعيا او باننا
حاملًا كانت المرأة او لم تكن كذا فی فتاویٰ قاضی خان ۱
(ترجمہ: طلاق کے بعد عدت گزارنے والی عورت نان و نفقہ اور رہائش کے لیے مکان کی مستحق ہے۔ طلاق خواہ
رجعی ہو خواہ بائن ہو اور عورت حاملہ ہو یا ملحدہ نہ ہو۔ فتاویٰ قاضی خان)

و ایضا فیہ فی صفحہ 578

كما تستحق المعتدة نفقة العدة تستحق الكسوة كذا فی فتاویٰ خان ۲
(ترجمہ: عدت گزارنے والی عورت جس طرح عدت کے دوران نان و نفقہ کی مستحق ہے اسی طرح وہ لباس کی بھی
حق دار ہے۔ فتاویٰ قاضی خان)

اور مہر کا واجب الادا ہوتا تو ظاہر ہی ہے۔ مہر یا جہیز وہ محسب عرفہ لڑکی کو دیا جاتا ہے اور لڑکی کی ملک
ہوتا ہے۔ لہذا بھلاجات اتفاق اگر لڑکی نے اپنے گھر میں خرچ کیا یا شوہر یا خسر کو ملیپ خاطر دے دیا اور خرچ
کرنے سے منع نہ کیا اس کو شوہر سے بعد میں طلب نہیں کر سکتی۔ البتہ جو موجود ہے اس کو لے سکتی ہے۔ اور اگر
جہیز شوہر یا خسر نے یا وصف اس کی مخالفت یا ناراضگی کے خرچ کر ڈالا تو یا شہد بعد ثبوت جہیز خرچ کر دینے کے اس
کی قیمت بھی لے سکتی ہے۔

اور شوہر یا خسر نے بھلاجات اتفاق جو کچھ زیور وغیرہ اس کو پہنا دیا تھا اگر اس کو بھی دیا تھا مہر کا وہ
ملک اس لڑکی کی اس کی برادری میں سمجھا جاتا ہے وہ سب کچھ ملک اس مطلقہ کا ہے۔ اور اگر عرفا مار بٹا دیا جاتا

۱۔ الفتاویٰ الہندیہ مع ترجمہ اردو : جلد ۸ صفحہ ۷۸

۲۔ الفتاویٰ الہندیہ مع ترجمہ اردو : جلد ۸ صفحہ ۸۶

مطبع فضل ربی پریس راولپنڈی

مطبع فضل ربی پریس راولپنڈی

ہے اور شوہر اور خسر کو جب چاہیں اس کے واپس لینے کا اختیار ہوتا ہے تو بلاشبہ وہ ملک پرانا نہ والے کی ہے۔

کما فی الشامی فی صفحہ ۴۱۰ الجزء الثالث

و فی شرح البیری عن المبسوط :

☆ ان الثابت بالعرف کالثابت بالنصر

(ترجمہ: المبسوط سے شرح البیری میں ہے کہ جو عرف (رسم و رواج) سے ثابت ہو وہ ایسے ہی ہے جیسے کہ نص

سے ثابت ہے)

☆ اور جو روپیہ لڑکی کے باپ نے اپنی دختر کی شادی میں برادری کے کھانا کھلانے میں یا بھروسہ دہن یا وغیرہ

کے دینے میں خرچ کیا ہے وہ اپنے نام یا ثواب کو خرچ کیا ہے۔ اس کا مطالبہ بذمہ شوہر کی طرح نہیں ہوتا۔

برائے کو جو کھلانے میں صرف ہوا ہے یہ مصارف سب اپنی خوشی سے اپنے نام کے واسطے کئے جاتے ہیں۔ جو

کرے گا وہ اس کا بوجھ اٹھائے گا۔

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

محمد دین علی (رضوی) لکھی مفتی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 220﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ زید کی زوجہ منکوحہ بلا اجازت میکے میں چلی گئی اور وہیں جاگزیں ہے۔ زید نے چند بار بلایا نہیں آتی ہے۔ لہذا اس صورت میں مان و نفقہ زوجہ مذکور کا زید پر واجب ہے یا نہیں؟

۲۶ ذی الحجہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

جو عورت بلا حق شرعی بلا اجازت شوہر کے گھر سے چلی جائے اور با و منہ پار بارہانے کے اس کے گھر آنے سے انکار کرے وہ شرعاً ناجائزہ ہے۔ جب تک شوہر کے گھر نہ آئے اس کا مان و نفقہ شوہر پر واجب نہیں رہتا۔ کما فی الدر المختار

و لا نفقة لخاصرة من بيته بغير حق و هي الناشئة حتى تعود ۱۔

(ترجمہ: ناوند کے گھر سے حق نکل جانے والی کا نفقہ ناوند کے ذمہ نہیں ہوتا۔ وہ تا فرمان ہے جب تک واپس لوٹ کر نہ آجائے)

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین ادرلی مفتی دوا عند

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 221﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک عورت کا خاوند نہایت بدسلوکی سے پیش آتا ہے اور زرد کو ب کرتا ہے۔ نان نفقہ بھی نہیں دیتا۔ اور مہر منجل جو ایک سو روپے ہے نہیں ادا کرتا۔ پس اس صورت میں عورت اس کے ساتھ رہنے سے انکار کر سکتی ہے یا نہیں؟ اور مہر منجل کا مطالبہ اس کے ذمہ شرعیاً قانوناً رہے گا اور وہ بغیر ادا نہ دین مہر منجل اور بغیر ضمانت کافی کے زہد کا مستحق ہے یا نہیں؟ مفصل جواب دیا جائے۔

سائل: حمید بن دختر شیخ رحیم اللہ علیہ رحمہما تمیں آگرہ
کیم مارچ ۱۹۶۶ء

الجواب

اگر شوہر بدسلوکی کرتا ہے اور نان نفقہ میں تنگی اور بدت سے خبر گیری نہیں کرتا تو وہ زہد سے نااش نہیں کر سکتا۔ اور نہ حاکم زہد کو حکم دے گا کہ وہ اس کے ساتھ رہے۔ دیکھو جامع الاحکام جلد اول شوہر کا مسکن دفعہ ۶ پر سئل آف منجل۔ اور قانوناً بھی یہ امر مطابق رائے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ ہو چکا ہے کہ بغیر ادا نہ دین مہر منجل شوہر نااش زہد نہیں کر سکتا۔ ہالی کورٹ بہ مقدمہ عید بن نام منکر حسین اور کتب فقہ میں اسی طرح ہے۔ فتاویٰ ہذا زیہ میں ہے

شکت عند الفاضی انه یضر بها و طلبت الاسکان عند قوم صالحین ان علم به

زجره و الا فان کان الجبران صلحاء اقرها عندهم و الا امره بالاسکان عند الصلحاء ءا

(ترجمہ: بیوی نے فاضی کے سامنے شکایت کی کہ خاوند اسے مارتا ہے اور نیک لوگوں کے پاس رہنے کا مطالبہ کیا۔ اگر فاضی کو یہ یقین ہو جائے تو اس کو زجر کرے۔ ورنہ اگر پردی نیک لوگ ہوں تو عورت کو ان کے ہاں ٹھہرا دے۔ ورنہ اسے حکم دے کہ اسے نیک لوگوں کے ہاں ٹھہرائے)

کتبہ: المفتی السید محمد اعظم غفرلہ

﴿فتویٰ نمبر 222﴾

سوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ زید کی دوزوہہ ہیں اور زوہہ اول کا زید نے مان و نفقہ مقرر کر کے اس سے علیحدہ ہوا زوہہ ثانی رہتا اختیار کیا ہے۔ پس زوہہ اول اس وقت سے جبکہ زید نے نکاح ثانی کیا علیحدہ رہتی ہے۔ اب ایک عرصہ کے بعد زید کہتا ہے زوہہ اول سے کہ اب میں مان و نفقہ تیرا مقرر نہیں دیتا۔ تو بھی ہمراہ شریک زوہہ ثانیہ کے رہ کر شاملات میں مان و پارچہ لے ورنہ علیحدہ میں نہیں دیتا۔ اور نہ یہ حکم شرع ہے کہ اس صورت میں ہذا گائنان و نفقہ دوں۔ اور حالت زوہہ ثانیہ کی یہ ہے کہ وہ پارسا اور نیک چلن نہیں ہے۔ جس کا زید بھی خود قائل ہے اور کہتا ہے کہ زوہہ ثانیہ میری کاتعلق ناجائز فلاں شخص سے ہے۔ اور وقت نکاح ثانی زوہہ اول کے ساتھ بھی عہد و پیمان کیا تھا کہ جو مان و نفقہ تیرا مقرر کرنا ہوں یہ تجھ کو دوام علیحدہ رکھ کر دیے جائیں گے۔ اور اب یہ حیلہ کر کے زوہہ اول کا مان و نفقہ بند کر دیا۔ پس اس بارے میں کیا حکم شرع شریف یہی ہے کہ زید زوہہ اول کو جو نیک چلن ہے شریک و مال رہنے سے ہمراہ زوہہ ثانیہ کے جو بد چلن ہے مجبور کرے؟ اور اپنے عہد و پیمان کے خلاف اس حیلہ سے مان و نفقہ مقرر زوہہ اول بند کر دے؟۔ جو کچھ حکم شرع شریف اس باب میں ہونا مذکور فرمایا جائے۔

سائل: محمد امیر اعظم

بیرون لال دروازہ انور۔

۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

صورتِ مسئلہ میں اگر دسترخوانِ زیہ اتنا فراخ ہے کہ اس پر بہت لوگ کھانا کھاتے ہیں اور زوجہ زہیہ بقدراپنی ضرورت کے بآسائش نان و نفقہ لے سکتی ہے پھر تو وہ اپنا نفقہ جدا مقرر کرانے کی مستحق نہیں۔ اور اگر یہ بات نہیں اور زیہ کی شرکت میں کھانے پینے پر راضی ہے بہت سی خوب اور اچھی بات ہے۔ اور اگر وہ علیحدہ مقرر کرانا چاہے تو ضرور بقد نان و نفقہ معروف زیہ پر اپنی زوجہ کو علیحدہ دینا لازم ہوگا۔

کما فی البحر الرائق:

طریق ایصال النفقة اليها (ای الزوجة) وهو ان يعان تمكين وتمليك فالتامكين متعين فيما اذا كان له طعام كبير وهو صاحب مائدة فتمكين المراجعة من تناول مقدار كفايتهما فليس لها ان تطالبه بفرض النفقة وان لم يكن بهذه الصفة فان وضعت ان تاكمل معه فيها ونعمت وان خاصته في فرض النفقة يفرض لها بالمعروف وهو التمليك كذا في غايۃ البيان ۱۔

(ترجمہ: بیوی تک نان و نفقہ پہنچانے کے دو طریقے تھے ہیں (۱) تمکین (۲) تملیک۔ تمکین کی صورت اس وقت متعین ہے جب کہ خاوند کے پاس کثرت سے کھانا ہو۔ وہ دسترخوان والا ہو۔ تو اس صورت میں عورت کو قدرت ہوگی کہ اپنی کفایت کے برابر کھالے۔ لہذا اسے نان و نفقہ مقرر کرانے کے مطالبہ کا اختیار نہ ہوگا۔ اور اگر مرد کی یہ حالت نہ ہو تو اگر وہ مرد کے ساتھ کھانا کھانے پر رضامند ہو جائے تو یہی طریقہ اپنائے اور یہ بہت اچھا ہے۔ اور اگر وہ نان و نفقہ کے تقرر کے لیے خواست کرے تو دستور کے مطابق اس کے لیے مقرر کر دیا جائے اور یہ صورت تملیک کی ہے۔ تلخیص البیان میں اسی طرح ہے)

☆ اور تھیں دستوراً کے وقت مختلف ہے۔ زمین دار کو چاہیے کہ سالانہ فصل پر بقدر ضرورت یک سال کا زچہ کوڈے کر قمارت الہال ہو۔ اور سوداگر ماہوار دیا کرے۔ اور پیشہ ور روزانہ مقرر کر دے۔

كما في مبسوط شمس الانعة السرخسي رحمة الله عليه

قان كان محسرفا نفرض عليه النفقة يو ما يو ما لانه يتعذر عليه اداء النفقة شهرا دفعة واحدة و ان كان من التجار نفرض الاداء شهرا شهرا و ان كان من الدھاقين نفرض عليه النفقة سنة سنة لان تيسير الاداء عليه عند ادراك الغلات في كل سنة وتيسر الاداء على الساجر عند اتخاذ اجر غلات الحوانيت و غيرها في كل شهر و تيسر الاداء على المحسرف بالاكساب في كل يوم !

(ترجمہ: ناوداگر پیشہ ور ہے تو روزانہ ناکان وقت اس کے مقرر کیا جائے کیوں کہ اس کے لیے ایک مہینہ کا ایک مشت ادا کرنا مشکل ہے۔ اور اگر وہ تاجر ہے تو ماہوار طریقہ سے مقرر کیا جائے اور اگر وہ کسان ہے تو سالانہ کے اعتبار سے مقرر کیا جائے۔ کیونکہ آمدنیوں کے حصول پر سال کے بعد اس کے لیے ادائیگی (میں) آسانی ہے۔ اور تاجروں کے لیے دکانوں وغیرہ کی آمدنیوں کی وجہ سے ماہانہ ادا کرنا آسان ہے۔ اور پیشہوروں کے لیے ہر روز کی کمائی پر روزانہ ادا کرنا آسان ہے)۔

اور جب زیہ کی شرکت میں اگر زچہ رہتا نہ چاہے تو نان و نفقہ شرعیہ مقرر کر سکتی ہے۔ تو بصورت ناراضگی شرکت زچہ ہٹائیے کہ جس میں رنجش یا بھی وقامت حسب مادت ہر وقت قیمتی ہے۔ خصوصاً ایسی زچہ کے ساتھ کہ حسب اقرار زیہ جس کا چال چلن خراب ہے بلا تکلف اپنا نان و نفقہ بقدر اپنی ضرورت کے محسب عرف بطریق معروف جدا لے سکتی ہے۔ ☆ بلکہ اگر اس کو سودا وغیرہ مگوانے کے لئے علی حد اکھانا پکانے کے لئے خادمہ کی اگر ضرورت ہو، اور شوہر یا سوہرہ کو روکا متکفل نہ ہو، بقدر ضرورت خادمہ اس خادمہ کا بھی نان و نفقہ شرعیہ سے محسب عرف لے سکتی ہے۔

پچنانچہ بسوط شرح کافی حاکم میں ہے:

و عن زفر رحمه الله تعالى انه يفرض للخادم واحد لان على الزوج ان يقوم بمصالح طعامها و حوائجها فاذا لم يفعل ذلك اعطاها نفقة خادم لم تقوم هي بذلك بنفسها او تتخذ خادما قأما في ظاهر الرواية استحقاقها نفقة الخادم باعتبار ملك الخادم!۔

(ترجمہ: امام زفر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک نوکر کی تنخواہ مان و نفقہ میں مقرر کی جائے گی۔ کیونکہ خاوند کے ہمارے کمانے تیار کرنے کا بندوبست اور ضروریات مہیا کرنا لازم ہے جب اس نے کمانے وغیرہ کا بندوبست نہ کیا تو اسے ایک نوکر کی تنخواہ ادا کرے۔ پھر یہ خود اپنا کمانا تیار کرے یا کسی کو ملازم رکھ لے ہر دو صورت میں ظاہر روایت کی رو سے ملازم کی تنخواہ وصول کرنے کی وہ مستحق ہے۔ کیونکہ وہ خادم کی مالک ہے۔)

حورہ: العید الراجی رحمۃ ربہ
ابو محمد دیر علی الرضوی الحنفی امجد دی مفتی
جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 223﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زلی نے اپنی عورت کو طلاق دی ی۔ اور اس کے پاس ایک بچہ اڑھائی سال کا ہے۔ اگر وہ لڑکا اپنی والدہ کے پاس رہے گا تو مرد کو اس کی پرورش کے واسطے دینا ہوگا یا نہیں؟ اور مرد جس وقت یا اس وقت اپنا لڑکا لینا چاہے گا تو ملنا چاہئے یا نہیں؟۔ بینوا غوجروا
سائل: حبیب بخش محلہ سکولگی وادی سار
۲۲ شوال ۱۳۳۳ھ

الجواب

نحمدہ و نصلی علی حبیبہ و آلہ و صحبہ

اللہم رب زدنی علما۔

صورت مسئلہ میں بچہ کا نفقہ جب تک وہ اپنی ماں مظفر کی مہر پرورش میں ہے باپ پر لازم ہے اور نیز اگر ت پرورش کی حسب عرف و عادت جو کچھ باہم ظہر جائے ایم عدت گزار جانے کے بعد سے اس واسطے کہ ایم عدت کا تو ان و نفقہ بلا پرورش بھی بچہ کے باپ پر لازم ہے اور سات برس تک جب تک بچہ تنہا بغیر کسی کی مدد کے خود کھانے پینے پہنچنے مستحاج کرنے پر قادر نہ ہو جائے اور خود استیجاب تک نہ کرنے لگے ماں کا حق پرورش ہے۔ ماں سے چھین کر دوسری جگہ باپ پرورش نہیں کروا سکتا۔ کما فی الہدایہ:

واذا وقعت الفارقة بین الزوجین فالام احق بالولد والنفقة علی الاب انتہی

مختصراً

(ترجمہ: میاں بیوی کے درمیان اگر جدائی ہو جائے تو ماں بچہ کی پرورش کی زیادہ حق دار ہے اور نفقہ باپ کے ذمہ ہوگا)

ایضا فیہ:

والام والجدۃ احق بالغلام حتی یاکل وحده و یشرّب وحده و یلبس وحده و یستنجی وحده و فی الجامع الصغیر حتی یتغنی فیاکل وحده و یشرّب وحده و یلبس وحده و المعنی واحد لان تمام الاستغناء بالقدرۃ علی الاستجاء والخصاف قدرہ بسع منین اعتبارا للقالب ۱

ترجمہ: ماں مافی اور دادی دہرے رشتہ داروں سے لڑکے کی پرورش کرنے کا زیادہ حق رکھتی ہیں۔ لڑکا ان کی پرورش میں رہے گا جب تک وہ اکلیا کمالے لکلیا پی لے لکلیا خود اپنا لباس پہن لے اور خود اکیلے استیجاہ کر سکے۔ ہا جامع صغیر میں رہے گا لڑکا ماں اور دادی کی پرورش میں رہے گا یہاں تک کہ اس کو احتیاج باقی نہ رہے۔ وہ اکلیا کمالے لکلیا پی اور پہن سکے اور دونوں عباقری کا معنی ایک ہی ہے کیوں کہ احتیاج پوری طرح سے اس وقت ختم ہوتی ہے جب وہ خود اکیلے استیجاہ کر سکے۔ امام ابو بکر خشاف رحمۃ اللہ علیہ نے غالب کا اقتدار کرتے ہوئے یہ مدت سات سال مقرر کی ہے)

اور درختی میں ہے:

و تستحق الحاضنة اجرة الحصانة اذا لم تكن منكوبة ولا معتدة لایبہ ۲
(ترجمہ: پرورش کرنے والی عورت اجرت کی حق دار رہے بشرطیکہ وہ بچے کے والد کی منکوبہ یا اس کی عدت میں نہ ہو)
قال الشامی رحمہ اللہ :

و لعل وجهہ ان نفقة الصغیر لما وجبت علی ابیہ لو غنیا والا فمن مال الصغیر
کان من جملة مال الانفاق علی حاضنتہ التی حبست نفسها لاجلہ عن التزوج ۳ انتہی
مختصرا بفقر الحاجة

۱۔	الہدیہ	جلد ۲	صفحہ ۳۱۵	مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔
۲۔	الذکر المختار مع رد المحتار	جلد ۵	صفحہ ۴۰۹	مطبوعہ بیروت
۳۔	رد المحتار	جلد ۵	صفحہ ۴۱۰	مطبوعہ بیروت

(ترجمہ: اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ نابالغ بچے کا نام ونفقتہ جب اس کے باپ پر واجب ہے بشرطیکہ وہ مال دار ہو ورنہ نابالغ بچے کے مال سے خرچ کیا جائے گا۔ اور پردوش کرنے والی عورت کی اجرت میں خرچ کرنا نام ونفقتہ میں داخل ہے جس نے اپنے آپ کو نکاح سے اس بچے کی خاطر روک رکھا ہو۔ ضرورت کے مطابق عبارت کو مختصر کیا گیا ہے)

☆ ہاں البتہ اگر ما بعد ایام عدت وہ ماں مظاہرہ کسی سے نکاح کر لے تو حق پردوش ماں کا ساتھ ہو جائے گا۔ بشرطیکہ جس سے نکاح کرے وہ اس بچے کا رشتہ دار قریب ذی رحم محرم نہ ہو۔
چنانچہ ہدایہ میں ہے:

و کسل من تزوجت من هؤلاء بسقط حقها لما روينا ولان زوج الام اذا كان اجنبيا يعطيه نذرا و ينظر اليه شذرا فلا نظر الا الجدة اذا كان زوجها الجدة لانه قام مقام ابیه فينظر له و كذا لك كل زوج هو ذو و رحم منه لقيام الشفقة نظرا الى القرابة القريبة۔
☆ (ترجمہ: مذکور بالا عورتوں میں سے جو نکاح کر لے اس کا حق ساتھ ہو جاتا ہے۔ اس کی دلیل حدیث پاک کو ہم پہلے درج کر چکے ہیں۔ کیونکہ والدہ کا عاوند جب انجمنی ہو تو اس بچے کو بہت تمیز دے گا اور اسے کن انگیوں سے دیکھے گا۔ سوائے دادی نانی کے جس کے ساتھ دارا یا مانا نے نکاح کیا ہو تو اسے پردوش کا حق باقی رہے گا کیونکہ وہ اس بچے کے باپ کے قائم (مقام) ہوتا ہے۔ تو وہ اس کی نگہداشت کرے گا اور اسی طرح جب کہ عاوند اس بچے کا ذی رحم محرم ہو کیونکہ وہ قریبی رشتہ داری کے باعث اس بچے پر شفقت رکھے گا۔ مختصر
حدودہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دیر علی مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 224﴾

سوال

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

- 1 کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع تین۔
- 2- نضب کا عقد زید کے ساتھ بارہ سال کی عمر میں ہوا۔ جب کہ زید کی عمر چھوڑہ سال کی تھی۔ ڈھائی سال تک نضب زید کے مکان میں ہمراہ زید رہی۔ زید کی سکونت دہ شر میں رہی اور ہے۔
- 3- ام زید اور زید نے نضب کو ہر قسم کی تکلیفیں پہنچائیں کہ جو باعث اتفاقی ہوئیں۔ یہاں تک نوہت پہنچی کہ زید نے یہ ارادہ ظاہر کر کے کہ میں تجھ کو طلاق دے دوں گا اس کے عزیزوں میں بھیج دیا جو کہ دوسرے شر میں تھے اور ہیں۔
- 4- بعد گزرنے کچھ عرصہ کے کہ جو محض زید کا انتظار تھا۔ بذریعہ تحریر زید سے کہا کہ یا تو اس وقت اپنی زوجہ کو لے جاؤ یا ہم بھیج دیں یا جو کچھ تم کو نقد ہے ہم کو معطی کرو ہم بسبب تک دتی نضب کے اخراجات کے کفیل نہیں ہو سکتے۔
- 5- زید نے جواب دیا کہ نضب سے مجھ کو کچھ مطلب و سرکار نہیں ہے۔ مجھ کو لے جانے یا تمہارے پہنچا دینے سے کیا غرض ہے۔ نہ نان و نفقہ دے سکتا ہوں۔ بلکہ اگر تم لوگ مجھ کو زیادہ پریشان کرو گے تو اس شرط پر کہ مساقہ مہر معاف کر دے اور قانونی اسامیہ پر باضابطہ اقبال معاف کر دینے مہر کا تحریر کر دے۔
- 6- یہ کہ میں طلاق دے کر فارغ خطلی باضابطہ لکھ دوں گا۔
- 7- یہ کہ ہر شخص نے دورانہ پیش کی غرض سے جہاں تک ممکن ہوا سمجھایا۔ اور اس ارادہ سے باز رکھنے کی ہدایت کی مگر زید نے کسی بات کا خیال نہ کیا۔ نضب کے عزیزوں نے مجبور ہو کر اس خیال سے کہ یہ جھگڑا طویل نہ پکڑے کہ جو باعث رسوائی کا ہو ہر دو جانب سے مہر اور طلاق لیکر اور معاف کرا کر

وعلیه العدة فی جميع المسائل ۱

(ترجمہ: ان تمام مسائل میں اس کے ثمر عدت ہے)

نیز اسی میں ہے:

و اذا طلق الرجل امراته قلها النفقة والسكنی فی عدتها رجعیاً کان او باتاً ۲

(ترجمہ: خاوند جب اپنی بیوی کو طلاق دے تو عدت کے اندر نفقہ اور سکونت حاصل کرنا عورت کا حق ہے طلاق

خواہ رجعی ہو یا باتن)

۳ اگر عورت کو حیض نہ آیا ہو تو عدت تین ماہ ہے ہدایہ میں ہے)

وان كانت ممن لا تحيض من صغر و کبر فعدتها ثلاثة اشهر و کذا اذا بلغت بالسن و

لم تحض ۴

۵ (ترجمہ: اگر عورت ایسی ہو جس کو کم عمری یا بڑھاپے کے باعث حیض نہ آتا ہو اس کی عدت تین ماہ ہے۔ اور

اسی طرح اس عورت کا حکم ہے جو عمر کے اعتبار سے بالغ ہو لیکن اسے حیض نہ آتا ہو)

والله اعلم بالصواب

ماہِ محمد رمضان غفر لی عنہ

مفتی واعظ جامع مسجد آگرہ

۲۲ دسمبر ۱۹۱۵ء



شرکت علمبہ ملتان

ص ۳۲۶

الہدیہ ج ۲

۱

شرکت علمبہ ملتان

ص ۳۳۳

الہدیہ ج ۲

۲

شرکت علمبہ ملتان

ص ۳۲۳

الہدیہ ج ۲

۳

﴿فتویٰ نمبر 225﴾

مدعیان۔ صدر الدین و مساعہ ریاضی ساکن حلقہ مالی مندی۔

۱۳ دسمبر ۱۹۱۵ء مطابق ۱۵ فروری ۱۳۳۴ھ

خلاصہ فیصلہ شرعی

بموجبہ حسین بخش، اللہ بخش، امداد حسین، خدا اللہ لاہو قاضی علی بخش، چودہری محمد بخش، شیخ خیراتی، حافظ

حسام الدین، محمد بخش، رحیم بخش، عبدالرحیم، حافظ عنایت حسین صاحبان

مسمی صدر الدین شوہر پر ریاضی بنت اللہ بخش نے پدغوی شرعی رجوع کیا کہ اس نے مجھ کو زبانی اور تحریری طلاق مغلطہ دے دی۔ میرا اسباب جھجڑا اس کے پاس ہے۔ اور جو کچھ حقوق اور دختر میری کا فیصلہ شرعی ہونا چاہئے۔

مفتی نے موقع پر بیان صدر الدین پر نصیر الدین شوہر مساعہ ریاضی کا لیا۔ بیان کیا کہ ۷ دسمبر ۱۹۱۵ء بروز منگل میں نے تین طلاقیں دے دیں۔ کیوں کہ میری ہمیشہ عدلی ٹکھی کرتی رہی اس کی اشیاء میرے پاس حسب ذیل ہیں۔

عُروہ، دیکھی، ڈھکنا، لون، کنورہ، کف، گیز، پٹنگ، شکستہ بان، زیور، نفرتی، ہالیاں آٹھ عدد، جگنو، ایک، چوڑیاں دست چار عدد، جوٹن دو عدد، چمچہ، بیج دس عدد، اور میرا میرا شرعی مبلغ ۱۰ روپے کا ہوا ہے وہ بھی میرے ذمہ ذرا ہے۔

میرا نکاح قاضی قمر الاسلام نے پڑھایا تھا۔ اس کے پاس ہر لکھا ہوا ہے۔

بیان مساعہ ریاضی بنت اللہ بخش

میرا نکاح صدر الدین پر نصیر الدین سے دس برس کا عرصہ ہوا کہ ہوا تھا۔ اس نے مجھ کو بلا تصور طلاق

دے دی۔ میرا اسباب جو صدر الدین نے لکھا ہے میں دو بانی اور دو انگوٹھیاں چاندی کی قیمتی ایک روپیہ اور

تو شک رضائی نکلیے جو استعمال سے ختم ہوگئی۔

مجھ کو کوئی کپڑا شوہر نے نہ دیا۔ کھانا کچھ دنوں اپنا اور کچھ دنوں اس کا کھایا۔ میرا مہر شرع محمدی تھا۔
 حاضرین نے کہا کہ مہر شرعی یہاں بتیں ۳۲ روپیہ آٹھ آنے ہوا کرتا ہے۔ ریاضی نیگم نے اس کا اقرار کیا کہ اسی
 قدر تھا۔

مرد والدین کے والد نے مجھ کو آٹھ ہالیاں طلائی اور گنے میں تو را اور بن اور ہنوں میں چاندی
 کی اور بارہ چوڑیاں ہاتھوں میں۔ بڑی آٹھ چاندی کی۔ پیر میں چماگل۔ جماغمر وہ عدد۔ چوڑیاں چار۔ یہ سب
 زیور مجھ کو پہنایا تھا۔ یہ سب دلایا جائے۔

مسی صدرالدین شوہر سے دریافت کیا اس نے کہا میرے باپ سے دریافت کیا جائے مجھ کو اس
 حال معلوم نہیں۔ نصیرالدین اس کے باپ نے کہا کہ یہ چیزیں مستعار میں نے پہنا دیں تھیں۔ پھر اتار لیں۔
 اس کو بید نہیں کی تھیں۔ حاضرین نے کہا کہ دہن کو جو اشیاء پہنا تھے ہیں وہ ملکیت اس کی سمجھتے ہیں۔ اور مسماۃ
 ریاضی نے بھیجے کا سامان چار تہو اور کارو پیہ سال جوڑا عید برات کا بھی مطالبہ بذمہ شوہر بیان کیا۔

ضمیمہ بیان نصیر الدین و صدر الدین

ہم نے یہ زیور مستعار پہنایا تھا اور رقم یہی ہے کہ مستعار پہنا تھے ہیں دو ہالی اور انگوٹھیاں اس کی
 ہیں۔ وہ ہم دے دیں گے۔ اور تمام حاضرین نے بعد بیان کے بالاتفاق کہا کہ اب جو حکم شرع شریف کا ہوگا
 اس پر عمل درآمد کریں گے۔

الجواب

خلاصہ

بعد استماع بیانات فریقین و حاضرین جلسہ حسب حکم شریعت ہر سہ طلاق کا واقع ہوا بیان شوہر اور
 اقرار عید سے اور تحریر شوہر سے ثابت ہے۔

فریقین میں شرعی کے مقرر ہیں۔ اور شوہر نے علاوہ اشیاء کے خود اقرار کیا تھا۔ حسب بیان مدعیہ دو پالی اور دو انگوشیاں بھی اپنے پاس ہوا بیان کیا۔ اور جو اشیاء بطور تحفہ زوجہ کے پاس آئیں ان کا استعمال اس نے کیا۔ کھانے پینے کی اشیاء اس کا استعمال میں ہیں۔ اس کا کوئی حصہ شوہر کے پاس نہیں اور نہ ممکن ہے کہ دس برس تک باقی رہیں۔ اب بمقابلہ صدر الدین و نصیر الدین زبور مستعار کا جھگڑا رہا۔ جس میں صدر الدین و نصیر الدین مستعار کہتے ہیں۔ اور مدعیہ ملکیت کا اظہار کرتی ہے۔ اور رسم یہ ہے کہ ہر ذرات جو زبور یا نبوت دیا جاتا ہے وہ زوجہ کا ہوتا ہے۔ اور یہ واقعہ بعد کئی سال ہوا ہے کہ سماج کو زبور پہنایا تھا اور پھر واپس لے لیا۔ لہذا جوہر انکار مطابق حکم

☆ البينة على المدعى واليمين على من انكره

(ترجمہ: کوئی پیش کرنا دعویٰ کے ذمہ ہے اور قسم انکار کرنے والے کے ذمہ ہے)

صدر الدین و نصیر الدین سے حلف لیا گیا ہر دو نے حلف سے انکار کیا۔ پس

الطلاق مرتان فامساک بمعروف أو تسريح بإحسان

(ترجمہ: طلاق رجعی جس کے بعد رجوع ہو سکتا ہے دو دفعہ ہے۔ پھر روک لینا ہے بیوی کو نیکی کے ساتھ یا چھوڑ دینا ہے نیکی کے ساتھ)

کے مطابق شوہر پر مہر ادا کرنا واجب ہے اور جو اشیاء نفرتی و طرف و چنگ و غیرہ اس کے پاس ہے اس کو واپس مساقہ ریاضی کو دے دے۔

☆ اور دوبارہ دختر جب تک اس کی ماں نکاح ثانی نہ کرے سات برس دختر کی پرورش کر سکتی ہے۔ بمطابق حکم حدیث:

۱۔ الجامع الصغير مع شرح فیض القدیر ج ۳ ص ۲۲۵ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

۲۔ القرآن المحکم: سورة البقرة: آیت ۲۲۸

ہلالم فترو جی ما۔

☆ مرد اس کا بیٹہ والد یعنی صدر الدین رہے گا۔ بعد سات برس کے دختر جبر آپ کو دلائی جانی گی۔
وعلیہ الفتوی۔

☆ بعد حق جنس پورے ہونے کے مہاد کو اختیار ہے کہ عقود ثانی اپنا کرے یا نہ کرے مہسکی صدر الدین شوہر نے یہ کہا کہ ایام عدت کے صرف کو بھی میں دے دوں گا۔ اگر چہ اس کا لزوم شرط نہیں مگر تیر ما و اختیار ہا جائز ہے۔ لہذا مذمہ شوہر علا و مہر نہ دختر کے ایام عدت کا بھی مائد ہو گیا۔ مہر و اسباب و نفقہ ادا کرے یا ضمانت دے دے تاکہ آئندہ کوئی فساد نہ ہو۔

فیصلہ شرعی تمام حاضرین کو اور فریقین کو سنا دیا گیا۔ جلسہ برخواست ہوا اب فریقین کو اختیار ہے خواہ فیصلہ شرعی پر پابندی کریں خواہ دروازہ عدالت کھلا ہوا ہے وہاں با ضابطہ رجوع کریں۔ اصل پر نکتان (انگوٹھا) ہر دو لئے گئے۔ واللہ اعلم بالصواب و عندہ ام الكتاب

کتاب مفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



ما بعد شپاک کا ایک حصہ ہے پوری حد ہے میں ہے

عن عمرو بن شعب عن ابیہ عن جندہ عبد اللہ بن عمرو ان امرأۃ قالت یا رسول اللہ ان ابنتی ہذا کان یطعن لہ وعاء وثلبی لہ سقاء وحجر یلہ سواء وان لیاء طلقنی وأراد ان ینزع منی فقال رسول اللہ ﷺ انت احلی بہ ما لم تنکحی۔

(ترجمہ) حضرت عمرو بن شعب رضی اللہ عنہما اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ ایک عورت نے دو بار نبوی میں عرض کی یہ میرا بیٹا ہے میرا بیٹا اس کی طاعت کا برتن میرے پستان اس کو میرا بکرنے والی منکب اور میری گودا سے اپنے اندر سمیٹ کر رکھنے والی تھی۔ اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی ہے اور وہ اے مجھ سے چھیننا چاہتا ہے اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم اس کی زیادتی وار ہو جب تک تم نکاح نہ کرو)

- | | | |
|-----|----------------------------------|----------------------|
| i | زجاجة المصباح جلد ۲ صفحہ ۵۵۲'۵۵۳ | مطبعہ حبیرو آباد دکن |
| ii | مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۲۹۳ | مکتبہ امدادیہ ملتان |
| iii | سنن ابی داؤد جلد ۱ صفحہ ۳۷۱ | مکتبہ امدادیہ ملتان |

1. The first part of the document is a list of the names of the persons who have been named in the document. The names are listed in alphabetical order of the last name. The names are: [List of names]

شکار و ذبح

* 1997-2000: 1997, 1998, 1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 26

﴿فتویٰ نمبر 226﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک شخص مسلمان بکیر پڑھ کر بندوق سے کسی حال جانور کا شکار کرے اور وہ جانور زمین پر پھنچنے سے یا اس شخص کے ہاتھ میں آنے سے پہلے ہی بضرع بندوق مر جائے تو کیا وہ جانور حلال ہو یا حرام؟

سائل: حطام اللہ قناہ کر صلہ مین پوری

الجواب

اللهم رب زدنی علما

جو شکار حلال تیر یا مرغی کے ساتھ اس طرح کیا جائے کہ بسم اللہ کہہ کر تیر یا مرغی یا پھلایا ایسی چیز جو شکار کو زخمی کر دے اور شکار کے پاس پہنچنے تک وہ شکار مر جائے تو اس کا کھانا با تکلف حلال ہے۔

☆ اور اگر کسی ایسی چیز سے بسم اللہ کہہ کر شکار کی جائے جو بوجہ اپنے قتل کے کمال کو پہاڑ دے اور اس کے صدر سے شکار مر جائے۔ نہ کہ اس کی دھار اور جیزی سے زخمی ہو تو اس کا کھانا بموجب ظاہر الروایت قبول مفتی بہ قلعہ حرام ہے۔ ☆ علیٰ ہذا اگر دھار دار چیز سے زخمی ہوا اور شکار کے پاس پہنچنے تک شکار نہ مرے پر زخمی کر دینے سے شکار اس وقت حلال رہتا ہے جب باقاعدہ زخم کر لینے سے عمر ۲۵ م ہو۔

كما في الدر المختار المطبوعة (مع) الشامي في المصنف في صفحة ۳۴۳ من الجزء الخامس
و اذا ادرك المرسل أو الرامي الصيد حيا بحياة فوق ما في المذبوح ذكاه وجوباً
و شرط لحله بالرمي التسمية و لو حكماً كما مرو شرط الجرح ليتحقق معنى الزكاة!

(ترجمہ: اگر شکاری جانور کو چھوڑنے والے یا تیر پھینکنے والے نے زندہ پالیا اور اس میں اس سے زیادہ زندگی پائی جاتی ہے جو زخم شدہ جانور میں پائی جاتی ہے تو واجب ہے کہ اس کو زخم کرے اور اس کے حال ہونے کی

شرط یہ ہے کہ تیر بسم اللہ پڑھ کر چایا گیا ہو اگر چہ وہ نکلی ہی پڑھی ہو۔ جس طرح پہلے گزر چکا ہے۔ اور زخمی ہوا شرط ہے تاکہ زخم ہونے کی حقیقت ثابت ہو جائے)

قال الشامي رحمه الله

قوله شرط الجرح فلو دقه السهم لم يوكل لفقد الزكاه

(ترجمہ: اگر تیر اسے عرض میں لگا اور تیر نے اسے ضرب پہنچائی یا پڑی تو زدی تو شکار کھایا نہیں جائے گا کیوں کہ زخم کرنا نہیں پایا گیا)

وفيه في صفحة ۳۳۵

فان تركها أى الزكاة مع الفدرة عليها فمات حرم و كذا يحرم لو عجز عن التذكية

في ظاهر الرواية^۲

یعنی اگر باوجود قدرت کے باقاعدہ زخم کرنے پر شکار کے پاس پہنچ کر اگر شکار کو زخم نہیں کیا اور شکار مرگیا یا زندہ شکار کو پایا گیا تو یہ نہ ملے پتھری وغیرہ کے باقاعدہ زخم کرنے سے سائز رہ گیا اور شکار مرگئی تو قبول ہمارا اور ردِ بیت ظاہر اس کا کھانا حرام ہو گیا۔

☆ علیٰ ہذا اگر بھاری کوئی سے کہ جس میں دعوات بھی تھی اس کی دعا سے نہ مرے بلکہ صدمہ سے شکار کو کمال پھٹ کر مر بھی جائے شکار محال نہ ہوگی اور چھوٹی کوئی دعا دراز سے زخمی ہو کر مر جائے گی تو بلا شیعہ محال ہو جائے گی۔

كما في الدر المذکور في ص ۳۳۵

او بندقه ثقيلة ذات حدة لقتلها بالقتل لا بالحد (أى لو مات لا يحل له) و ان كانت

خفيفة بها حدة حل لقتلها بالجرح و لو لم يجرحه لا يوكل مطلقا^۳۔

- | | | |
|----|--|--------------------------------------|
| ۱۔ | الدر المختار مع رد المحتار : جلد ۱۰ : صفحہ ۵۴*۵۳ | مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت |
| ۲۔ | الدر المختار مع رد المحتار : جلد ۱۰ : صفحہ ۵۶ | مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت |
| ۳۔ | الدر المختار مع رد المحتار : جلد ۱۰ : صفحہ ۵۷ | مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت |

(ترجمہ: بھاری کوئی جس میں دھار بھی ہو اس سے کیا ہوا شکار حرام ہے کیوں کہ اس کوئی نے شکار کو اپنے بوجھ سے مارا ہے نہ کہ دھار سے۔ اور اگر کوئی ہلکی ہو اس پر دھار بھی ہو تو اس سے کیا ہوا شکار حلال ہے کیوں کہ اس نے اسے زخم سے قتل کیا ہے اور اگر کوئی نے اسے زخمی نہ کیا ہوا اور وہ مر جائے تو بہر حال نہ کھایا جائے گا) اور زخم میں یہ شرط ہے کہ خون بہہ نکلے۔

كما في تلك الصفحة:

و شرط في الجرح الدعاء!

(ترجمہ: زخمی کرنے میں شرط یہ ہے کہ وہ خون بھی نکالے)

بناءً عليه لا مرشائي صفحہ ۳۳۵ ۳۳۶ در مختار مذکور میں تحریر فرماتے ہیں

ولا يسخفني ان الجرح بالرصاص اتما هو باحراق و النفل بواسطة اندفاعه العنيف

اذ ليس له حد فلا يحل وبه التمسى ابن نجيم (مصنف البحر الرائق والاشباه) ۲

(ترجمہ: اور یہ حقیقت قطعی نہیں ہے کہ سید کی کوئی سے زخم پٹنے یا اس کے بوجھ سے کاٹ ہوتا ہے اس لیے کہ شدت کی تیزی سے چلتی ہے کیوں کہ اس میں دھار نہیں ہوتی لہذا اس سے کیا گیا شکار حلال نہیں۔ البحر الرائق اور الاشباه و التفاضل کے مصنف علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے یہی فتویٰ دیا ہے)

یعنی چونکہ بندہ ق کی کوئی کا زخم پوچھ تو نہ ضرب (اور) ہلا نے کھال کے بلاشبہ ہوتا ہے لہذا کوئی اور چھرا کا شکار اگر مر جائے اور یا قاعدہ میں نہ کیا جائے ہرگز حلال نہیں ہوتا اور بلاشبہ اس کا کھانا حرام ہے۔

حورہ: العبد الراجی

محمد دینار علی الرضوی مفتی جامع مسجد اکبر آباد



۱۔ الفہر المختار مع رد المحتار: جلد ۱۰: صفحہ ۷۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ الفہر المختار مع رد المحتار: جلد ۱۰: صفحہ ۷۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

﴿فتویٰ نمبر 227﴾

سوال

اگر ایک غیر مسلم یا ہندو جو بکیر مجوزہ شرع محمدیؐ پر چڑھ کر بدھوت سے شکار کرے حال جانور کا اور وہ جانور مر جائے اور حال کسی مسلمان کی چھری سے نہ ہو سکے تو جانور حال ہو یا حرام؟

الجواب

اللهم رب زدنی علما

مشرک کا کیا ہوا شکار خواہ ہم اللہ کہہ کر تیرا پر چھلایا بغیر بسم اللہ کے ہرگز حال نہیں ہوتا بلکہ اس واسطے شکار حال ہونے کی شرط شکاری کا مسلمان ہونا شرط ہے کما هو ظاہر من تصبیح الکتب الفقہیۃ

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین علی الرضویؒ

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 228﴾

سوال

مکرو غیرہ بنام غیر اللہ دے اور بوقت ذبح اللہ اکبر کہتے کیا حکم ہے؟ اور تفسیر ما اهل لغیر اللہ بہ کیا ہے؟ اور اگر پہلے نیت کچھ ہو اور پھر نیت بدل گئی اور ذبح کیا تو کیا حکم ہے؟۔ خلاصہ جواب ثانی دیا جائے۔

سائل: ملا احمد خان فیروز پور۔ ملا حسین ابوالفتحار
۱۶ اپریل ۱۹۶۶ء

الجواب

هو المصوب

(ذبح کرنے کا) والے کی یہ نیت ہے کہ اس کو ذبح فلاں پر ہم کریں۔ لہذا یہ حرام ہو گیا خواہ اس پر اللہ اکبر کہا جائے۔ ☆ اور اگر یہ نیت ہے کہ اس کے گوشت پوست کا ثواب یا جوت فلاں کے نام پر ہوگی تو یہ حلال ہے۔

تفسیر ما اهل لغیر اللہ فی ثابوری میں ہے۔ قال العلماء لو ان مسلماً ذبح ذبیحة و قصد

بذبحها التقرب الى غیر الله صار مرتداً و ذبیحة مرتداً

(ترجمہ: علماء نے فرمایا اگر کسی مسلمان نے کسی ذبیحہ کو ذبح کیا اور ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے تقرب کی نیت کی تو وہ شخص مرتد ہو گیا اور اس کے ذبیحہ کا حکم مرتد کے ذبیحہ کا ہے)

☆ یعنی مسلمان ذبح اس نیت پر کرے کہ خون بہائے گا ثواب فلاں کو ایسا سال کرے گا اور جتنا جوں کو دوں

۱۔ اصل نسخے سے یہ لفظ چھٹنیں ہائے کے قلم سے ازاہ سے گئے ہیں۔

۲۔ تفسیر نیشاپوری جلد صفحہ مطبوعہ

کا اور خون بہانا خالص اللہ کے واسطے ہے تو مضافتہ نہیں حال ہے۔ اور خون بہانا فلاں کے نام پر ہے تو یہ حرام ہے خواہ جسم اللہ کہہ کر ذبح کرے۔

☆ اور اگر اول نیت لغیر اللہ ہے اور پھر نیت کو بدلنا تو آخر میں نیت کا اعتبار ہوگا اور ذبیحہ حال ہوگا۔

چنانچہ حاشیہ زبدة النصاب میں ہے۔ لیکن اگر کسی جانور دا اس لٹا۔

اور مثال یہ ہے کہ کوئی ہندو بولی کا بکرا مسلمان سے ذبح کرائے تو وہ اگر چہ جسم اللہ کہہ کر ذبح کرے مگر

وہ حرام ہے۔ کیوں کہ دراصل اس کی نیت بولی کی نذر ہے۔ اسی طرح شیخ سعدی اور میاں دین کے بکرے کا حکم

ہے۔ بلوچ نیت لغیر اللہ حرام ہے۔ هذا خلاصة التحقيق في هذا المقام

المفتی السید محمد اعظم شاہ عفی عنہ



قریبانی

1 2 3 4 5 6 7 8 9 10 11 12 13 14 15 16 17 18 19 20 21 22 23 24 25 26 27 28 29 30 31 32 33 34 35 36 37 38 39 40 41 42 43 44 45 46 47 48 49 50 51 52 53 54 55 56 57 58 59 60 61 62 63 64 65 66 67 68 69 70 71 72 73 74 75 76 77 78 79 80 81 82 83 84 85 86 87 88 89 90 91 92 93 94 95 96 97 98 99 100 101 102 103 104 105 106 107 108 109 110 111 112 113 114 115 116 117 118 119 120 121 122 123 124 125 126 127 128 129 130 131 132 133 134 135 136 137 138 139 140 141 142 143 144 145 146 147 148 149 150 151 152 153 154 155 156 157 158 159 160 161 162 163 164 165 166 167 168 169 170 171 172 173 174 175 176 177 178 179 180 181 182 183 184 185 186 187 188 189 190 191 192 193 194 195 196 197 198 199 200 201 202 203 204 205 206 207 208 209 210 211 212 213 214 215 216 217 218 219 220 221 222 223 224 225 226 227 228 229 230 231 232 233 234 235 236 237 238 239 240 241 242 243 244 245 246 247 248 249 250 251 252 253 254 255 256 257 258 259 260 261 262 263 264 265 266 267 268 269 270 271 272 273 274 275 276 277 278 279 280 281 282 283 284 285 286 287 288 289 290 291 292 293 294 295 296 297 298 299 300 301 302 303 304 305 306 307 308 309 310 311 312 313 314 315 316 317 318 319 320 321 322 323 324 325 326 327 328 329 330 331 332 333 334 335 336 337 338 339 340 341 342 343 344 345 346 347 348 349 350 351 352 353 354 355 356 357 358 359 360 361 362 363 364 365 366 367 368 369 370 371 372 373 374 375 376 377 378 379 380 381 382 383 384 385 386 387 388 389 390 391 392 393 394 395 396 397 398 399 400 401 402 403 404 405 406 407 408 409 410 411 412 413 414 415 416 417 418 419 420 421 422 423 424 425 426 427 428 429 430 431 432 433 434 435 436 437 438 439 440 441 442 443 444 445 446 447 448 449 450 451 452 453 454 455 456 457 458 459 460 461 462 463 464 465 466 467 468 469 470 471 472 473 474 475 476 477 478 479 480 481 482 483 484 485 486 487 488 489 490 491 492 493 494 495 496 497 498 499 500 501 502 503 504 505 506 507 508 509 510 511 512 513 514 515 516 517 518 519 520 521 522 523 524 525 526 527 528 529 530 531 532 533 534 535 536 537 538 539 540 541 542 543 544 545 546 547 548 549 550 551 552 553 554 555 556 557 558 559 560 561 562 563 564 565 566 567 568 569 570 571 572 573 574 575 576 577 578 579 580 581 582 583 584 585 586 587 588 589 590 591 592 593 594 595 596 597 598 599 600 601 602 603 604 605 606 607 608 609 610 611 612 613 614 615 616 617 618 619 620 621 622 623 624 625 626 627 628 629 630 631 632 633 634 635 636 637 638 639 640 641 642 643 644 645 646 647 648 649 650 651 652 653 654 655 656 657 658 659 660 661 662 663 664 665 666 667 668 669 670 671 672 673 674 675 676 677 678 679 680 681 682 683 684 685 686 687 688 689 690 691 692 693 694 695 696 697 698 699 700 701 702 703 704 705 706 707 708 709 710 711 712 713 714 715 716 717 718 719 720 721 722 723 724 725 726 727 728 729 730 731 732 733 734 735 736 737 738 739 740 741 742 743 744 745 746 747 748 749 750 751 752 753 754 755 756 757 758 759 760 761 762 763 764 765 766 767 768 769 770 771 772 773 774 775 776 777 778 779 780 781 782 783 784 785 786 787 788 789 790 791 792 793 794 795 796 797 798 799 800 801 802 803 804 805 806 807 808 809 810 811 812 813 814 815 816 817 818 819 820 821 822 823 824 825 826 827 828 829 830 831 832 833 834 835 836 837 838 839 840 841 842 843 844 845 846 847 848 849 850 851 852 853 854 855 856 857 858 859 860 861 862 863 864 865 866 867 868 869 870 871 872 873 874 875 876 877 878 879 880 881 882 883 884 885 886 887 888 889 890 891 892 893 894 895 896 897 898 899 900 901 902 903 904 905 906 907 908 909 910 911 912 913 914 915 916 917 918 919 920 921 922 923 924 925 926 927 928 929 930 931 932 933 934 935 936 937 938 939 940 941 942 943 944 945 946 947 948 949 950 951 952 953 954 955 956 957 958 959 960 961 962 963 964 965 966 967 968 969 970 971 972 973 974 975 976 977 978 979 980 981 982 983 984 985 986 987 988 989 990 991 992 993 994 995 996 997 998 999 1000 1001 1002 1003 1004 1005 1006 1007 1008 1009 1010 1011 1012 1013 1014 1015 1016 1017 1018 1019 1020 1021 1022 1023 1024 1025 1026 1027 1028 1029 1030 1031 1032 1033 1034 1035 1036 1037 1038 1039 1040 1

﴿فتویٰ نمبر..... 229﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین ایک شخص کا گئے یا بھیڑا قربانی کرنا چاہتا ہے۔ آیا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ اور ایک گائے میں کے (کتنے) شریک ہو سکتے ہیں۔

سائل: ولایت خان از اعظم دہلی و ضلع آگرہ

۱۲ دسمبر ۱۹۳۶ء

الجواب

اللهم رب زدنی علما

قربانی اونٹ، گائے، بکری، بکری ہو سکتی ہے۔ عمر اونٹ پانچ سال سے کم نہ ہو اور گائے یا بکری یا بھینس خواہ بھینسا دو برس کی عمر سے کم نہ ہو اور بکری، بکری، بھیڑ، سینڈھا، دنبہ، ایک سال سے کم نہ ہو۔

کافی الہدیہ

والا ضحیۃ من الابل والبقر والغنم و یجزی من ذالک کلہ النسی الا الضان

فان الجذع منہ تجزی را

(ترجمہ: قربانی اونٹ، گائے، بکری سے دی جاتی ہے۔ ان تمام جانوروں سے بھی (جس جانور کے سامنے کے دو دانت گر گئے ہوں) قربانی کے لیے کفایت کرتے ہیں، عمر بھیڑ اور دنبہ سے چھ ماہ کا بھی کافی ہے)

☆ یعنی اونٹ وغیرہ بحسب عمر مذکور قربانی ہو سکتی ہیں۔ مردنبہ شش ماہ یا اگر سال بھر کے دنبہ کے برابر ہو تو وہ بھی جائز ہے۔

چنانچہ یہ ایسے ہیں:

والجذع من الضان ما تمت له ستة اشهر والثني منها ومن المغر ابن ستة ومن

البقر ابن سنتين ومن الابل ابن خمس سنين ۱

(ترجمہ: بھیڑ اور دنبہ سے جذبہ وہ جانور ہے جس کی عمر چھ ماہ پوری ہو چکی ہو اور مٹی، بھیڑ، دنبہ اور بکری سے وہ ہوتا ہے جو سال کا ہو۔ اور گائے سے مٹی وہ ہوتا ہے جو دو سال کا ہو۔ اور اونٹ سے مٹی وہ ہوتا ہے جو پانچ سال کا ہو۔)

اور بکری، بھیڑ، بکرا سینڈ حائضہ ایک آدمی کی طرف سے ہو سکتا ہے۔

☆ اور گائے، بکری، اونٹ، مٹی، ایک سے سات آدمی تک پنیت قربانی شریک ہو سکتے ہیں۔ ہدایہ میں ہے:

ويذبح عن كل واحد منهم شاة او يذبح بقرة او بدنة عن سبعة ۲

(ترجمہ: اور بچ کرے ہر قربانی کرنے والے کی طرف سے ایک بکری اور اونٹ یا گائے سات آدمیوں کی طرف سے بچ کرے)

☆ اور پانچ قربانی، کھانے، کھلانے کی نیت سے اگر ایک بھی حصہ دار شریک ہو گا کسی کی بھی قربانی درست نہ ہوگی۔ اور مستحب ہے قربانی کا گوشت ہر ایک حصہ دار قول سے بانٹ کر لے لور اپنے حصہ سے ہر حصہ دار ایک حصہ غریبوں کو دے۔ ایک دوست احباب کو اور ایک خود کھائے۔

☆ اور قربانی والے کو اپنے خرچ کے واسطے کمال بیچنا مکروہ ہے۔ صدقہ کرنے کی نیت سے بیچنے تو جائز ہے۔ البتہ گوا کر اپنے واسطے مصلیٰ وغیرہ بنا سکتا ہے۔

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد دیر اعلیٰ الرضوی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



۱۔ الہدایہ: جلد ۷ صفحہ ۱۶۴ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی

۲۔ الہدایہ: جلد ۷ صفحہ ۱۵۰ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی

﴿فتویٰ نمبر..... 230﴾

سوال

قربانی کی دعا تحریر فرمائیں۔

محمد اسلام خان
قبضہ شمس آباد ضلع آگرہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

قل قربانی

اِی وَجِہَت وَجِہِی لِلذِّی فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِیْفاً وَما اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ؕ
(ترجمہ: میں نے اپنا رخ اس ذات پاک کی طرف پھیر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔ میں ہر
باطل سے جدا ہوں اور نہ میں شرک کو کوں سے ہوں)

اِنْ صَلَاتِیْ وَنَسْکِیْ مَحْبِیْاۃً وَمَعَاتِیْ لَیْلَہٗ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذَٰلِکَ
اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ؕ

(ترجمہ: بلاشبہ میری نماز قربانی زندگی اور مرنا اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ اس
کوئی شریک نہیں ہے۔ مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے طاعت کرنے والا ہوں)

حورہ: العبد الراکع رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ المرصوی المحضی

مسجد جامع اکبر آباد

۱۔ القرآن المجید : سورۃ الانعام . آیت : ۷۹
۲۔ القرآن المجید : سورۃ الانعام . آیت : ۱۶۴-۱۶۳

﴿فتویٰ نمبر 231﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قربانی (کے گوشت اور کمال) کو قربانی کرنے والا فروخت کر کے کسی کو دے سکتا ہے؟ اگر دے سکتا ہے تو ایک شخص کو یا کئی شخص کو؟

محمد اسلام خان
تھبہ جس آباد ضلع آگرہ
۷ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

جس طرح قربانی کے گوشت اور کمال کو اپنے اور اہل و عیال کے خرچ میں لاسکتا ہے قربانی کے گوشت یا کمال کو حج کر اس کی قیمت کے درجوں کو اپنے اور اہل و عیال کے خرچ میں نہیں لاسکتا۔ اس واسطے جمہور فقہاء تحریر فرماتے ہیں کہ اپنے یا اپنے اہل و عیال کے خرچ میں لانے کی نیت سے قربانی کی کمال کا بیچنا مکروہ ہے اور ناجائز۔ اور اگر بہ نیت تصدق علی الفقراء بیچی چونکہ بہ نیت صدقہ بیچنا اور صدقہ کرنا بھی عبادت ہے بلا تکلف جائز ہے۔ خواہ حج کر اس کی قیمت ایک مسکین کو دی خواہ زیادہ کو۔

بیچنا بیچنے والی مالگیری میں ہے

ولا یبیعه بالدرہام لیسبق الدرہم علی نفسه و عیالہ و اللحم بمنزلۃ الجلد فی الصحیح حتی لا یبیعه بما لا ینتفع بہ الا بعد الاستہلاک و لو باعہا بالدرہم لیتصدق بہا جائز لانہ قرۃ کا تصدق کذا فی التبیین وھکذا فی الہدایۃ و الکافی ۱۔

(ترجمہ: قربانی کی کمال اس لیے فروخت نہ کرے کہ اس سے حاصل شدہ رقم اپنی ذات یا اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے اس کا گوشت صحیح قول کی رو سے کمال کے قائم مقام ہے لہذا اس کو ایسی چیز کے عوض فروخت نہ کرے جس سے صرف استعلاک کے بعد فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ اگر اسے رائج الوقت نقدی کے عوض فروخت کیا تا کہ اس رقم کو صدقہ کرے تو یہ جائز ہے کیوں کہ صدقہ کرنے کی مانند یہ بھی عبادت ہے تمہیں ہدایہ کافی) ☆ البتہ مستحب یہ ہے کہ ایک (تہائی) حصہ غربا کو دے اور ایک حصہ (تہائی) خولیش و اقربا دوست احباب کو اور ایک حصہ (تہائی) خود رکھے۔

حورہ: العبد الراہی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی النحوی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 232﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین درج ذیل مسئلہ کے بارے میں۔
 کہ قربانی کی کمال کی قیمت مسجد میں لگ سکتی ہے یا نہیں؟ اگر لگ سکتی ہے تو کس طرح؟
 محمد اسلام خان قصبہ جس آباد ضلع آگرہ

الجواب

نمبر ۲ بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم رب زدنی علما

مسجد میں کمال کو رکھ کر بطریق مصلیٰ دے سکتا ہے مگر بعد فروخت اس کی قیمت مسجد میں یا کسی غریب
 کے کفن دفن میں نہیں دے سکتا۔ اس واسطے کہ بعد المبیع اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ صدقہ میں
 کسی کو مال لگنا ان دراصم کا شرط ہے۔ مختار

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دیوبند علی الرضوی الحنفی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 233﴾

سوال

قربانی کے ہزوں کا وہ پیہ مسجد کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ بیٹو! توجروا

سائل: حاجی عبداللہ

سوداگر ریاست لال کڑھ، ضلع بلاس پور

۲۵ نومبر ۱۹۱۵ء

الجواب

وہو الملہم للحق والصواب

اگر مالک چم کسی مسلمان کو دے دے اور وہ فروخت کر کے لگے تو جائز ہوگا اور جو مالک خود

فروخت کر کے قیمت لگا دے تو مکروہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

ماہز محمد رمضان عفی عنہ

مفتی واعظ جامع مسجد آگرہ

مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۱۵ء



﴿فتویٰ نمبر 234﴾

سوال

جب قربانی کا چیزا دوست احباب کو دینا جائز ہے تو قیمت اس کی بھی دے دینا جائز ہوگا؟۔

الجواب

چیز ہعینہ دے دینا درست ہے۔ اور قیمت اس کی مالک کو مالِ ضعیف کا حاصل کرنا ہے۔ لہذا وہ غریب و مساکین کو دیں۔ دوست احباب کو ضعیف مال دینا مکروہ ہے۔

مکتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر 235﴾

سوال

حصہ گائے میں عقیدہ درست ہے یا نہیں۔ اور بعد ذبح گائے کے اگر حصہ مقرر کئے جائیں تو قربانی ہو جائے گی۔

الجواب

جو شرائط قربانی کے ہیں وہی عقیدہ کے ہیں۔ گائے کے حصہ میں عقیدہ درست ہے۔ اور اگر جانور قربانی کا ذبح کیا اور پھر حصہ مقرر کر لے تو جائز نہ ہوگا۔ کیوں کہ اول سے نیت قرب کی نہ ہوئی جو ضروریات قربانی سے ہے۔ صرف ذبیحہ کا حکم ہو جائے گا۔

کتبہ المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر 236﴾

نوٹ: سوال دستیاب نہیں ہوا۔

الجواب

و هو الموفق الصواب

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں صاحب قربانی نعمی ہوخواہ فقیر جب قربانی کی نیت سے خرید چکا اور ایام قربانی نہ رہے تو اس پر لازم ہے کہ اس قربانی کو زندہ کسی مسلمان محتاج کو دیدے اور اگر باوصف گزر جائے یا مقربانی کے ذبح کر بیٹھا، پھر اسے کھانا فنی کھانا پازے بلکہ فقیر کھدو کر دے۔

كما في الجلد الخامس من الشامي في صفحة ۲۲:

وفي البدائع ان الصحيح ان الشاة المشتراة للاضحية اذالم يضح بها حتى مضى الوقت يتصدق الموسر بعينها حية كما لفقير بلا خلاف بين اصحابنا فان محمد اقل و هذا قول ابي حنيفة و ابي يوسف و قولنا و نماله فيه و هو الموافق لما قد مناه آقا عن غاية البيان و على كل فاضاھر انه لا يحل له الاكل منها اذا ذبحها كما لا يجوز له حبس شيء من قيمها۔^۱

(ترجمہ: البدائع میں ہے قربانی کے لیے بکری خرید لی گئی اسے ذبح نہ کیا جائے کیسا یاں تک قربانی کا وقت گزر گیا تو فقیر کی مانند امیر بھی اسے زندہ کھدو کر دے اس میں ہمارے اصحاب کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کیوں کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہی امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور

ہمارا قول ہے۔ اس کی پوری بحث اسی کتاب (بدائع) میں ہے۔ اور یہ اس جزئیہ کے موافق ہے جو ہم نے
تایید البیان سے نقل کر کے کچھ پہلے ذکر کر دیا ہے۔ ہر صورت ظاہر یہی ہے کہ اگر (قربانی کے دن گزر جانے
کے بعد) اس کو ذبح کرے تو اس کا کھانا اس کے لیے جائز نہیں۔ اسی طرح اس کی قیمت کا کچھ حصہ اپنے پاس
روک کر رکھنا جائز نہیں ہے۔

حردہ: العبد الراحمی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الحنفی الشہیدی

الحنفی فی جامع اکبر آباد



۱۲۰

اکراه

۱۰. این مقاله برای چاپ در مجله انتخاب شده است. این مجله در فهرست مجلات معتبر قرار دارد.

﴿فتویٰ نمبر 237﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زلیہ نے بحالتِ طہوت اپنی زوجہ سے باصرہ ار یہ کہا کہ میرے ذمہ جو تیرا مہر لازم ہے اس کو معاف کر دے۔ لیکن اس کہنے میں الفاظِ تعویف و تہدید نہ تھے۔ زوجہ کو بیچہ طہوت اندیشہ ہوا کہ اگر اس وقت الفاظِ معافی نہیں کہتی ہوں تو شوہر مجھ کو اپنے اوامر و پیچھا دے گا۔ اس خیال سے اس نے اس وقت الفاظِ صرف زبان سے ادا کر دیئے لیکن دل میں معافی مہر پر ہرگز راضی نہ تھی۔ چنانچہ دوسرے وقت عورت نے اپنے عزیز اقربا سے اس کی طرح بیان کیا۔ پس ایسی صورت میں عند الشرح معافی مہر ملنی جائے گی یا نہیں؟

سائل: شرف الدین۔ مراد آباد

۱۹ ستمبر ۱۹۶۶ء

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

وهو الموفق للصواب

☆ مطلقاً دیون کی معافی بالاکراہ صحیح نہیں اور مہر بھی منجملہ دیون واجبہ ہے۔ لہذا یہاں بھی صورتِ اکراہ غیر معتبر رہے گی۔

قال فی الدر المختار

لا يصح مع الاكراه ابراء مدينه.

(ترجمہ: اکراہ کے ساتھ اپنے مقرض کو قرض سے بری قرار دینا درست شمار نہ ہوگا)

پھر صورت مسئلہ میں اکراہ کا تحقق صرف امر سے ہو جاتا ہے اگر زوجہ کو اس کے خلاف کرنے میں کسی قسم کی معصرت کا اندیشہ ہو کچھ الفاظ تبدیہ و تخویف کے ضروری نہیں۔
چنانچہ درمختار میں ہے:-

امر السلطان اکراہ و ان لم نؤدہ ۱
(ترجمہ: بادشاہ کا حکم اکراہ شمار ہوتا ہے اگرچہ وہ ممکنہ نہ دے)

ثم قال ناقلا عن البرازية

☆ والزواج سلطان زوجته فنه الاكراه ۲

☆ (ترجمہ: خاوند اپنی بیوی کا سلطان ہوتا ہے۔ لہذا اس کی جانب سے اکراہ بت ہو جائے گا)

اس پر علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:-

قلت فظاهر قولهم الزوج سلطان زوجته انه متحقق بمجرد الأمر حيث خلافت منه

الضرورة ۳

(ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ فقہاء کا یہ کہنا کہ خاوند اپنی بیوی کا سلطان ہوتا ہے اس کا ظاہر نتیجہ یہ ہے کہ خاوند کے

صرف حکم کے ساتھ اکراہ بت ہو جائے گا بشرطیکہ عورت اس کی طرف سے نقصان پہنچنے سے ڈرتی ہو)

پس چونکہ زوجہ نے بحال طہارت زوج کے امر اور باغریہ معصرت بظاہر مبراہ معاف کر دیا تھا ورنہ تھپیڑ
وہ راضی نہ تھی لہذا معاف نہیں ہو۔

حورہ: العبد المسکین

فخر الدین احمد مدرس مدرسہ شامی

۱۔ الفہر المختار مع رد المحتار : جلد ۹ صفحہ ۱۵۷-۱۵۸* مطبوعہ بیروت

۲۔ الفہر المختار مع رد المحتار : جلد ۹ صفحہ ۱۵۸ مطبوعہ بیروت

۳۔ الفہر المختار مع رد المحتار : جلد ۹ صفحہ ۱۵۸ مطبوعہ بیروت

بسم الله الرحمن الرحيم

☆ بے شک عقودِ عمرہ، امراءِ بیع و شرعی وغیرہ جو محتمل فسخ ہیں وہ بصورتِ اکراہ گونا فسخ ہو جائیں مگر بعدِ رفعِ مالتِ اکراہ رضا اور اجازتِ مکروہ پر مقبوض رہتے ہیں۔

کما فی الدر المختار :

ان عقود المكروه نافذة عندنا والمعلق على الرضا والاجازة لزومه لا نفاذه اذا للزوم امر وراء النفاذ كما حقه ابن الكمال قلت والضابط ان مالا يصح مع الهزل يتعقد فاسدا فله ابطاله و ما يصح فيضمن المحامل.

(ترجمہ: اکراہ شدہ شخص کے معاملات امارے نزدیک نافذ ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا لازم ہونا رضا اور اجازت کے ساتھ مطلق ہے۔ ان کا نفاذ رضا اور اجازت کے ساتھ مطلق نہیں ہے۔ کیونکہ کسی معاملہ کا لازم ہونا اس کے نفاذ کے علاوہ امر ہے۔ جیسا کہ امام ابن کمال نے اس کو ثابت کیا ہے۔ اور اس بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ جو معاملہ فی مذاق کے ساتھ منقذ نہیں ہوتا وہ اکراہ کے ساتھ فاسد طور پر منقذ ہو جاتا ہے تو اسے اکراہ کے بعد باطل کرنے کا اختیار ہے۔ اور جو معاملہ فی مذاق میں بھی صحیح ہوتا ہے وہ اکراہ کی حالت میں صحیح ہے لیکن اس صورت میں اگر مکروہ کا نقصان ہو تو اس مجبور کرنے والا نقصان کا ضامن ہوگا)

لہذا امراء اور سہم پر اگر مکروہ راضی رہی بیعہ لازم ہو جائے گا۔ اور اگر وہ راضی نہ ہوگا تو وہ راضی نہ ہوگا اور سہم پر بدستور قائم رہے گا۔ اور تحقیق اکراہ کی کم از کم ادنی صورت یہ ہے کہ خست آواز سے حاکمِ مملکت سے کہے کہ یہ کام کر دے۔

کما فی الدر المختار فی صفحة 89 من الجزء الخامس :

و هو (ای الاکراہ) یختلف باختلاف الاشخاص فان الاشراف یعمون بکلام غشن

والا راذل ربما لا يغمون الا بالضرب المبرح ابن کمالؒ

(ترجمہ: اکراہ لوگوں کے مختلف ہونے سے مختلف ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ معزز لوگ درست بات سے غم ناک ہو جاتے ہیں اور کمینے لوگ تکلیف دہاں پیٹ سے بھی بعض اوقات غمگین نہیں ہوتے)

لہذا اگر شوہر نے تیرے بدل کر تیری سے اصرار کیا تھا اور قرینہ ڈرنے اور خاکہ ہونے عورت کا موجود تھا تو بلاشبہ معاف کرنا پالا اکراہ ثابت ہوگا اور اگر محبت کے ساتھ اصرار تھا تو معافی پر رضا مندی تحقیق ہوگی۔

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دینار علی الرضوی

المفتی مسجد جامع اکبر آباد



.....



1 2 3 4 5 6 7 8 9 10 11 12 13 14 15 16 17 18 19 20 21 22 23 24 25 26 27 28 29 30 31 32 33 34 35 36 37 38 39 40 41 42 43 44 45 46 47 48 49 50 51 52 53 54 55 56 57 58 59 60 61 62 63 64 65 66 67 68 69 70 71 72 73 74 75 76 77 78 79 80 81 82 83 84 85 86 87 88 89 90 91 92 93 94 95 96 97 98 99 100 101 102 103 104 105 106 107 108 109 110 111 112 113 114 115 116 117 118 119 120 121 122 123 124 125 126 127 128 129 130 131 132 133 134 135 136 137 138 139 140 141 142 143 144 145 146 147 148 149 150 151 152 153 154 155 156 157 158 159 160 161 162 163 164 165 166 167 168 169 170 171 172 173 174 175 176 177 178 179 180 181 182 183 184 185 186 187 188 189 190 191 192 193 194 195 196 197 198 199 200 201 202 203 204 205 206 207 208 209 210 211 212 213 214 215 216 217 218 219 220 221 222 223 224 225 226 227 228 229 230 231 232 233 234 235 236 237 238 239 240 241 242 243 244 245 246 247 248 249 250 251 252 253 254 255 256 257 258 259 260 261 262 263 264 265 266 267 268 269 270 271 272 273 274 275 276 277 278 279 280 281 282 283 284 285 286 287 288 289 290 291 292 293 294 295 296 297 298 299 300 301 302 303 304 305 306 307 308 309 310 311 312 313 314 315 316 317 318 319 320 321 322 323 324 325 326 327 328 329 330 331 332 333 334 335 336 337 338 339 340 341 342 343 344 345 346 347 348 349 350 351 352 353 354 355 356 357 358 359 360 361 362 363 364 365 366 367 368 369 370 371 372 373 374 375 376 377 378 379 380 381 382 383 384 385 386 387 388 389 390 391 392 393 394 395 396 397 398 399 400 401 402 403 404 405 406 407 408 409 410 411 412 413 414 415 416 417 418 419 420 421 422 423 424 425 426 427 428 429 430 431 432 433 434 435 436 437 438 439 440 441 442 443 444 445 446 447 448 449 450 451 452 453 454 455 456 457 458 459 460 461 462 463 464 465 466 467 468 469 470 471 472 473 474 475 476 477 478 479 480 481 482 483 484 485 486 487 488 489 490 491 492 493 494 495 496 497 498 499 500 501 502 503 504 505 506 507 508 509 510 511 512 513 514 515 516 517 518 519 520 521 522 523 524 525 526 527 528 529 530 531 532 533 534 535 536 537 538 539 540 541 542 543 544 545 546 547 548 549 550 551 552 553 554 555 556 557 558 559 560 561 562 563 564 565 566 567 568 569 570 571 572 573 574 575 576 577 578 579 580 581 582 583 584 585 586 587 588 589 590 591 592 593 594 595 596 597 598 599 600 601 602 603 604 605 606 607 608 609 610 611 612 613 614 615 616 617 618 619 620 621 622 623 624 625 626 627 628 629 630 631 632 633 634 635 636 637 638 639 640 641 642 643 644 645 646 647 648 649 650 651 652 653 654 655 656 657 658 659 660 661 662 663 664 665 666 667 668 669 670 671 672 673 674 675 676 677 678 679 680 681 682 683 684 685 686 687 688 689 690 691 692 693 694 695 696 697 698 699 700 701 702 703 704 705 706 707 708 709 710 711 712 713 714 715 716 717 718 719 720 721 722 723 724 725 726 727 728 729 730 731 732 733 734 735 736 737 738 739 740 741 742 743 744 745 746 747 748 749 750 751 752 753 754 755 756 757 758 759 760 761 762 763 764 765 766 767 768 769 770 771 772 773 774 775 776 777 778 779 780 781 782 783 784 785 786 787 788 789 790 791 792 793 794 795 796 797 798 799 800 801 802 803 804 805 806 807 808 809 810 811 812 813 814 815 816 817 818 819 820 821 822 823 824 825 826 827 828 829 830 831 832 833 834 835 836 837 838 839 840 841 842 843 844 845 846 847 848 849 850 851 852 853 854 855 856 857 858 859 860 861 862 863 864 865 866 867 868 869 870 871 872 873 874 875 876 877 878 879 880 881 882 883 884 885 886 887 888 889 890 891 892 893 894 895 896 897 898 899 900 901 902 903 904 905 906 907 908 909 910 911 912 913 914 915 916 917 918 919 920 921 922 923 924 925 926 927 928 929 930 931 932 933 934 935 936 937 938 939 940 941 942 943 944 945 946 947 948 949 950 951 952 953 954 955 956 957 958 959 960 961 962 963 964 965 966 967 968 969 970 971 972 973 974 975 976 977 978 979 980 981 982 983 984 985 986 987 988 989 990 991 992 993 994 995 996 997 998 999 1000 1001 1002 1003 1004 1005 1006 1007 1008 1009 1010 1011 1012 1013 1014 1015 1016 1017 1018 1019 1020 1021 1022 1023 1024 1025 1026 1027 1028 1029 1030 1031 1032 1033 1034 1035 1036 1037 1038 1039 1040 1

﴿فتویٰ نمبر 238﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید سے کہا گیا تم داڑھی کیوں منڈواتے ہو یا مسک کیا کرو یہ گناہ ہے۔ اس نے منکر وہین سے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے:

﴿كَلَّا سَوْفَ نَعْلَمُونَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ نَعْلَمُونَ!﴾

اور اس کے معنی یہ بیان کئے تم اپنے گلوں کو صاف کرو کلام کے پاک کے غلط معنی مذاقہ طور سے لینا ہماری شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور کیا سزا ہے؟ اور کس طریق پر اس کی عافی ہو سکتی ہے؟

۱۲ اپریل ۱۹۸۸ء

محمود الحق کوئٹہ سکیسان

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً اللهم فاما من تكفير المسلمين و من حب المعاندين المرتدین جب تمام اہل اسلام جانتے ہیں کہ ایک مشت داڑھی رکنا سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ باوصف جانے اس امر کے اول تو مجرب یقینت کھمسا سنت رسول اللہ ﷺ ہی کا کفر ہے۔

چنانچہ صفحہ ۱۶۱ سطر ۱۳ جلد ناسخ بحر الرائق مطبوعہ کے باب احکام المرتدین میں ہے۔

و با مستخفافه لسنة من السنن۔^۱ (ہای یکفر)

(ترجمہ: سنتوں میں سے کسی سنت کو ہلکا سمجھنے سے کافر ہو جائے گا)

۱۔ القرآن المجید: سورة الفکائر: آیت ۵۶۳

۲۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق: جلد ۵ صفحہ ۱۴۰ دار المعرفہ بیروت

علاوہ بریں آیہ کا نام اللہ کے ایسے غلام معنی بطریق مذاق کرنا یا وصف جاننے اس امر کے کہ اس کے یہ معنی نہیں ہیں اور آیت کا نام کے ساتھ صحرا میں کرنا تو اس وجہ کا صریح کفر و ارتداد ہے کہ جس سے لازم آتا ہے انکار آیت کریمہ کا۔

﴿انہ لکتاب عزیز لایاتیہ الباطل من بین یدیه و لا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید﴾^۱
(ترجمہ: بلاشبہ یہ ایک مآب کتاب ہے۔ باطل نہ اس کے سامنے آ سکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے۔ یہ حکمت والے تعریف کیے گئے پروردگار کی طرف سے نازل شدہ ہے)

قرآن مجید کی طرف اس حکم وفق و فوج کی نسبت کرنا کہ قرآن فرماتا ہے اپنے گلوں کو صاف کرو اور مکرر صاف کرو صراحت قرآن کو تنہم کرنا ہے ساتھ ہر فرق و فوج اور ہر باطل کے چنانچہ صفحہ ۳۷۳ شفا فی حقوق المصطفیٰ مطلوبہ مدتی بریلی میں ہے:

و اعلم ان من استخف بالقرآن او المصحف أو بشيء منه أو سبهما أو حجده أو حرفا منه أو آية أو کذب به أو بشيء منه أو کذب بشيء مما صرح به فيه من حکم أو خبر أو اثبت ما نفاه أو نفی ما اثبت علی علم منه بذلك أو شک فی شيء من ذلك فهو کافر عند اهل العلم باجماع^۲

(ترجمہ: جان لو کہ جس نے قرآن مجید یا اس کی تحریر یا اس کے کسی چیز کو بکا جانا یا ان کو برا بھلا کہلایا اس کی تکذیب کی یا جس حکم یا خبر کی اس میں صراحت موجود ہو اس کی تکذیب کی یا اس چیز کا اثبات کیا جس کی قرآن مجید نے نفی کی یا اس چیز کی نفی کی جس کا اثبات قرآن کریم نے کیا اور یہ سب کچھ جان بوجھ کر کیا یا ان میں کسی چیز میں شک کیا تو وہ اہل علم کے نزدیک ایماناً کافر ہے)

و فی صفحة ۱۲۳ من الجزء الخامس من بحر الرائق

۱۔ القرآن الکریم: سورۃ حم السجده: آیت ۳۲

۲۔ الشفا بتعريف حقوق المصطفى: جلد دوم، صفحہ ۱۰۱ مطبعہ عبسی البابی العلوی مصر

والمزاح بالقران كقولہ النفث المساق بالساق او ملأ لدحا وجاء به وقال كاسادها
 قوا وقال عند الكيل والوزن و اذا كالوهم او وزنوهم يخسرون^۱ (أى يكفروا)
 (ترجمہ: قرآن مجید سے مزاح کرنے سے جیسے مزاحیہ انداز سے کہے الصفث المساق بالساق یا پانی کا پیالہ
 بھر کر لایا اور کہا کاسادھا قوا یا کسی چیز کو مہینے یا تو لٹے کے وقت کہا اذا كالوهم او وزنوهم يخسرون
 سے کافر ہو جائے گا۔

☆ لہذا ایسے شخص کو لازم ہے کہ توبہ کرے اور از سر نو تجدید نکاح کرے ورنہ بلا نکاح جو اولاد ہوگی وہ
 ولد الزنا ہوگی اور حشمتی و دغا پتی (بیوی) کے ساتھ ہم بستر ہوگا اس کا حکم زنا کا ہوگا۔
 چنانچہ صفحہ ۱۰۰ جلد اول تحقیق فتاویٰ مادیہ میں ہے

☆ ولو ارتد والعباد باللہ تعالیٰ تحرم امراتہ ویجوز النکاح بعد اسلامہ^۲
 (ترجمہ: خدا کی پناہ اگر کوئی شخص مرتد ہو جائے تو اس کی بیوی حرام ہو جاتی ہے اسلام قبول کرنے کے بعد دوبارہ
 اس کا نکاح کیا جائے گا)

ایضا فیہ بعد السطر

المولود بینہما قبل تجدید النکاح بالوطی بعد التکلم بکلمۃ الکفر ولد زنا^۳
 (ترجمہ: مرتد ہونے اور اسلام دوبارہ قبول کرنے درمیان تجدید نکاح سے پہلے اور کلمہ کفر یوں لٹے کے بعد بچہ
 سے جو اولاد ہوگی زنا کی اولاد ہوگی)

حورہ : العبد الرائجی

ابو محمد محمد دینار علی المفتی فی جامع اکبر آباد



۱۔ البحر الرائق : جلد ۵ صفحہ ۱۴۱ ۲۔ والمعرفہ بہرروت

۳۔ تنقیح الفتاویٰ العاملیہ : جلد اول صفحہ ۱۰۱
 ۴۔ المكیة المحبیبة کوئلہ
 ایضا :

﴿فتویٰ نمبر 239﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں اساطین دین شین و شرع بین اس امر میں کہ غلام احمد قادیانی کے اقوال مندرجہ ذیل

ہیں:

﴿۱﴾ آیت مبشراہر رسول یاتی من بعدی احمدی احمد کا مصداق میں ہوں۔

(ازالہ ابواب طبع اول صفحہ ۶۷۳)

﴿۲﴾ مسیح موعود جن کے آنے کی خبر مادیت میں آئی ہے میں ہوں۔ (ازالہ ابواب طبع اول صفحہ ۶۶۵)

﴿۳﴾ میں مہدی مہم و زاور بعض نبیوں سے افضل ہوں۔ (معیار اخبار صفحہ ۱۱)

﴿۴﴾ ان قدمی علی منارۃ ختم علیہ کل رفعة (ترجمہ: میرا قدم ایسے مینارہ ہے جہاں پر ہر رفعت ختم ہو چکی ہے)

﴿۵﴾ لا تقیسونی باحد ولا احدا بی (ترجمہ: مجھے کسی پر قیاس نہ کر اور نہ ہی کسی اور کو مجھ پر قیاس کرو)

﴿۶﴾ میں مسلمانوں کے لیے مسیح مہدی اور ہندوؤں کے لیے کرشن ہوں۔

﴿۷﴾ میں امام حسین سے افضل ہوں۔ (دافع البلاء صفحہ ۱۳)

﴿۸﴾ وانی قبیل الحب لکن حسینکم قبیل العدا فالفرق اجلی و اظہر (اعجاز احمدی صفحہ ۸۱)

(ترجمہ: میں محبت کا کشتہ ہوں لیکن تمہارا حسین دشمن کے ہاتھوں قتل ہوا لہذا فرق بڑا واضح اور

میاں ہے)

﴿۹﴾ یسوع مسیح کی تین دادیاں اور تین نائیاں زنا کار تھیں (معاذ اللہ) (ضمیر انجام آتھم صفحہ ۸۵)

﴿۱۰﴾ یسوع مسیح کو جھوٹ بولنے کی مادت تھی۔ (ضمیر انجام آتھم صفحہ ۸۵)

﴿۱۱﴾ یسوع مسیح کے کھڑات مسریم تھے۔ (ازالہ صفحہ ۳۰۳)

﴿۱۲﴾ ان کے پاس بجز دھوکے کے کچھ نہ تھا۔ (ضمیر انجام آتھم صفحہ ۷)

﴿۱۳﴾ میں نبی ہوں اس امت میں نبی کا نام میرے لئے مخصوص تھا۔ (تہذیب الوحی صفحہ ۳۹)

﴿۱۴﴾ مجھے الہام ہوا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً (ترجمہ: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں)

﴿۱۵﴾ میرا منکر کافر ہے۔ (تہذیب الوحی صفحہ ۱۶۳)

﴿۱۶﴾ میرے منکروں بلکہ مقابلوں کے پیچھے بھی نماز ناجائز ہے۔ (فتاویٰ احمدیہ جلد اول)

﴿۱۷﴾ مجھے خدا نے کہا اسمع ولدی (اے میرے بیٹے سن)۔ (البشریٰ صفحہ ۳۹)

﴿۱۸﴾ لولاک لما خلقت الافلاک (ترجمہ: اگر تو نہ ہوتا میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا)

﴿۱۹﴾ میرا الہام ہے و ما یطق عن الہوی (ترجمہ: وہ خواہش سے بات نہیں کرتا)

﴿۲۰﴾ و ما ارسلناک الا رحمة للعالمین (ترجمہ: ہم نے تم کو صرف سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا)

﴿۲۱﴾ انک لمن المرسلین (ترجمہ: بے شک تو رسولوں سے ہے)

﴿۲۲﴾ آتانی مالک یوم احد من العالمین (ترجمہ: اس نے مجھے وہ کچھ دیا جو سارے جہانوں میں کسی کو نہ دیا گیا)

﴿۲۳﴾ اللہ معک بقوم ایما قعت (ضمیر انجام آتھم صفحہ ۱۷)

(ترجمہ: اللہ تم سے ساتھ کھڑا ہوگا جہاں تو کھڑا ہوگا)

﴿۲۴﴾ مجھے خوش کوڑ ملا ہے۔ انا اعطیناک الککوثر (ضمیر انجام آتھم صفحہ ۸۵)

(ترجمہ: بے شک ہم نے تم کو کوڑ عطا کیا)

﴿۲۵﴾ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ہوں ہوا اللہ ہوں۔ راہی فی العنای عین اللہ و تیفت انی ہو۔

فخلقت السموات والارض (آخر کمال اسلام صفحہ ۵۶۵۵۶۳)

(ترجمہ: میں نے خواب میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا مین دیکھا اور میں نے یقین کر لیا کہ میں وہی

ہوں پھر میں نے آسمان اور زمین بنائے)

﴿۲۶﴾ میرے سر پر یہ کسی غیر مرید سے لڑکی نہیلا کریں۔ (فتاویٰ احمدیہ صفحہ ۷)

جو شخص مرزا قادیانی کا ان اقوال میں مصدق ہوا اس کے ساتھ مسئلہ غیر مصدق کا ردیہ زوجیت کرنا

جائز ہے یا نہیں؟ اور تصدیق بعد نکاح موجب افتراق ہے یا نہیں؟۔

الجواب

اللهم ارنا الحق حقا ولا یاطل باطلا. ارنا حقائق الاشیاء کما هی.

دعویٰ مذکورہ صفحہ ۶۷۳ ازالہ اوہام نمبر (۱) اور دعویٰ سوم مذکورہ صفحہ ۱۷۷ اخبار علی حداد دعویٰ نمبر ۷
دعویٰ ۱۲ دعویٰ مذکورہ ضمیر انجام آتھم و ازالہ اوہام اگر یسوع مسیح سے مراد مدعی کی سیدنا عیسیٰ علی نبیہا و علیہ الصلوٰۃ
والسلام ہیں اسی طرح دعویٰ نمبر (۱) مذکورہ تھیں البتہ دعویٰ ۱۲ دعویٰ ۷ دعویٰ ۱۲ دعویٰ ۷ وغیرہ کفر مرتکب
ہیں۔ ان دعویوں کا مدعی اور اس کے قسم کے دعویوں کی تصدیق کرنے والا بلاشبہ مرتد اور کافر ہیں۔ چنانچہ صفحہ
۲۹۱ جلد دوم فتاویٰ عالمگیری یہ مطلوبہ مصرع میں ہے۔

و لو قال انا رسول الله او قال بالقارسیة من پیغمبرم پریدہ من پیغام برم یکفر!

(ترجمہ: اگر کسی نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں یا قادیانی زبان میں کہ میں پیغمبرم اور اس کی نیت یہ ہے کہ

میں اللہ تعالیٰ کا پیغام اٹھانے والا ہوں تو اس کو کافر کہا جائے گا)

اور ظاہر کے کہ دعویٰ اول میں مبشر! ہر رسول الخ کا اپنے آپ کو مصداق سمجھنا بلا تاویل مرتکب دعویٰ

رسالت ہے۔ پھر مرزا کا بلا تاویل اور اس کے بعض معتقدین کا بلا تاویل اور خوابہ کمال الدین وغیرہ کا بلا تاویل تصدیق کرنا بھی اس دعوٰی کا بلاشبہ صریح کفر ہے اور امتداد بموجب روایت مذکورہ عالم گیر ہے۔ علیٰ حذا دوسرے اقوال کا بعض میں صراحہ دعوٰی نبوت و رسالت ہے اور بعض میں تو قرین انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و ہذا مدعی اور قائل اقوال مذکورہ کے کفر میں تو کام ہی نہیں۔ مگر جو ایسے شخص کے کفر میں شک کرے اور اس کے ان اقوال پر راضی رہے اور باوصف ان اقوال کے تاویلات بیدہ کر کے اس کو بزرگ سمجھے اور بغرض حاصل کرنے وہ پیہ کے مسلمانوں سے بظاہر اپنے آپ کو کئی کئی معینی اسلام کہتا رہے وہ بھی بلاشبہ کافر مرتد ہے۔

چنانچہ صفحہ ۲۱۷ جلد سوم رد المحتار مطبوعہ ماہیت درختار میں ہے:

الکافر بسبب نبی من الانبیاء فانه يقتل حدا ولا تقبل توبته مطلقا و لو سب الله تعالى قبلت لانه حق الله تعالى والاول حق عبد لا يزول بالتوبة و من شك في عذابه و كفره و تعامه في الدرر في فصل الجزية ۱

ترجمہ: انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی کو برا بھلا کہنے کے باعث جس نے کفر کا ارتکاب کیا اسے بطور حد قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ کسی صورت میں قبول نہ کی جائے گی۔ اور اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہا تو اس کو توبہ قبول کی جائے گی کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور پہلی صورت میں بندے کا حق ہے جو مرتد توبہ سے زائل نہیں ہو سکتا۔ یہی سزا اس کی ہے جو اس کے خذاب اور کفر میں شک کرے۔ اس کی کافہ تفصیل الدرر کی فصل الجزیہ میں ہے۔

قال الشامی رحمہ اللہ:

(قوله فانه يقتل حدا) یعنی ان جزاءہ القتل علی وجه کو نہ حدا ۲

ترجمہ: قولہ: اسے بطور حد قتل کیا جائے گا یعنی اس کی سزا قتل ہے اس لیے کہ یہ اس کے لیے حد ہے۔

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۳۱۷ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۔ رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۳۱۷ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

ویکفر فقط بوجہ سب شیخین او سب عائشہ رضی اللہ عنہا و استحلال

محرمات!

☆ (ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت فاطمہ عظمیٰ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو برا بھلا کہنے، اور حرام امور کو حلال قرار دینے کے باعث انسان صرف کافر ہوتا ہے۔ یعنی اس کی سزا بطور حد قتل نہیں ہے)

علامہ شامی فتاویٰ حامد یہ میں شیعوں کے تعلق تحریر فرماتے ہیں۔

وقد اکثر مشايخ الاسلام من علماء الدولة العثمانية لازالت موبدة بالنصرة العلية في الافناء في شان الشيعة المذكورين و قد اشيع الكلام في ذلك كثير منهم والقوا فيها الرسائل و ممن افنى بنحو ذلك فيهم المحقق المفسر ابو السعود آفندي العمادى و نقل عبارته العلامة الكواكبي الحلبي في شرحه على منظومته الفقهية المسماة الفوائد السنية و من جملة ما نقله عن ابي السعود بعد ذكر قبائحهم على نحو ما مر فلذا اجمع علماء الاعصار على اباحة قتلهم و ان من شك في كفرهم كان كافرا فعند الامام الاعظم و سفيان الثوري والاوزاعي انهم اذا نابوا و رجعوا عن كفرهم الى الاسلام نجوا من القتل و يرجي لهم العفو كما ان الكفار اذا نابوا اما عند مالك والشافعي و احمد بن حنبل و ليث بن سعد و سائر العلماء العظام فلا تغيب نوبتهم و لا يعتبر اسلامهم و يقتلون حدا الخ فقد جزم بقبول نوبتهم عند امامنا الاعظم و فيه مخالفة لما عن المجموعة و يظهر لي ان هذا هو الصواب^۲

(ترجمہ: سلفی علماء اللہ تعالیٰ ہمیشہ مالی شانِ اُمرت سے اس کی تائید فرماتا ہے وہی کہ کلمائے کرام نے

۱۔

۲۔ تنقيح الفتاوى الحامدية جلد ۱ : صفحہ ۱۰۵ المكتبة المحيية كوثنة

مذکور شیعوں کے بارے میں کثرت سے فتویٰ دیئے ہیں۔ ان میں سے کثیر تعداد نے ان کے بارے میں سیر حاصل کلام فرمایا ہے۔ اور ان کے حلق رسالت تحریر فرمائے ہیں۔ ایسا فتویٰ صادر فرمانے والے علماء میں سے صاحب تحقیق اور مفسر قرآن حضرت ابو مسعود آندی مادی رحمہ اللہ بھی ہیں، علامہ کو انکی طبعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی عبارت کو اپنے فقہی حکومت کی شرح میں نقل فرمائی ہے۔ جس کا نام الفوائد النسیبہ ہے۔ حضرت علامہ ابو مسعود رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے شیعہ مذہب کی قباحوں کا اسی طرح ذکر کیا جو پہلے مذکور ہو چکا پھر آپ نے ان کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام زمانوں کے علماء نے ان کے قتل کو مباح قرار دیا ہے اور جو شخص ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ لہذا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سفیان ثوری، اور امام اوذاعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر وہ اپنے کفر سے توبہ کریں کفر سے رجوع کر کے اسلام لے آئیں تو وہ قتل ہونے سے بچ جائیں گے اور باقی کافروں کی مانند ان کی معافی کی امید ہے جب کہ وہ توبہ کر لیں لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ امام لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ اور باقی علماء نظام کے نزدیک ان کی توبہ قبول نہ کی جائے ان کے اسلام کا اعتبار نہ کیا جائے اور حد کے طور پر ان کو قتل کر دیا جائے۔ ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان کی توبہ کی قبولیت یقینی ہے۔ لیکن مجموعہ سے منقول حکم شرعی اس کے مخالف ہے اور مجھ پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ درست یہی ہے۔)

بہر نفع بصورت سلسلہ اسلام یہ اور جاری ہونے احکام اسلام کے اگر ایسے لوگ توبہ نہ کریں باحق واجب القتل ہیں۔ اور اگر توبہ کر لیں اور اپنے اقوال کفریہ سے رجوع کر لیں بطریق حد بعد توبہ ان کے قتل میں اختلاف ہے اور قول راجح علامہ شامی رحمہ اللہ کے نزدیک عدم قتل ہے۔ جب وہ توبہ کر لیں مگر قول فیصل اور صحیح یہ ہے کہ بعد توبہ اگر آثار استقامت علی التوبہ ان سے ظاہر ہوں قتل نہ کئے جائیں اور اگر توبہ بطریق غریب و کفر ان کے انعام و اقبال سے ظاہر ہوں تو حاکم اسلام پر لازم ہے کہ ضرور ایسے لوگوں کو قتل کر دیں۔

چنانچہ صفحہ ۱۰۴ اور صفحہ ۱۰۵ جلد الاول عقود الدریہ میں علامہ شامی رحمہ

اللہ تحریر فرماتے ہیں:-

و قد اجاب العلامة الفهامة ابو السعود المفتی رحمہ اللہ تعالیٰ عن هذه المسئلة
بما حاصله ان المسئلة خلافية فقد عرض على السلطان المجاهد في سبيل الرحمن
سليمان خان بن سليم خان في امر الجمع بين القولين والرعاية للمؤمنين بان الاولی ان
ينظر الى حال الشخص النائب عن سب الرسول ﷺ فان فهم منه صحة التوبة وحسن
الاسلام و صلاح الحال بعمل بقول الحنفية في قبول توبته و يكفى بالتعزير والعبس
تاديبا و ان لم يفهم منه الخير بعمل بمذهب الغير فلا يعتمد على توبته و اسلامه و يقتل
حدا فامر السلطان جميع قضاة ممالكه ان يعملوا بعد اليوم بهذا الجمع لما فيه من النفع
والقمع!

(ترجمہ: حضرت علامہ ابوسعید مفتی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کا جواب دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ
اختلافی ہے۔ رام خدا میں جہاد کرنے والے سلطان سلیمان خان بن سلیم خان کے سامنے دو اقوال کے
درمیان تلیق اور اہل ایمان کی رسایت کے لیے یہ مسئلہ پیش کیا گیا (تو یہ فیصلہ کیا گیا) کہ بھڑیہ ہے کہ نبی اکرم
ﷺ کو برا بھلا کہنے کے بعد توبہ کرنے والے شخص کے حال کو دیکھا جائے اگر اس کی جانب سے توبہ کی درستی
اسلام کی خوبی اور حال کی بہتری معلوم ہوتی ہو تو قبول توبہ میں استناف کے قول پر عمل کیا جائے اور اس کی
تادیب کے لیے تعزیر اور قید پر اکتفا کیا جائے اور اگر اس سے بہتری معلوم نہ ہوتی ہو تو دہرائیہ کے مذہب پر
عمل کیا جائے۔ لہذا اس کی توبہ پر اعتماد نہ کیا جائے۔ اور اسے حد کے طور پر قتل کیا جائے۔ لہذا سلطان مذکور
نے اپنے ممالک کے تمام قاضیوں کو حکم دیا کہ آج کے بعد اس تلیق کے مطابق عمل کیا جائے کیوں کہ اس میں
اسلام کا نفع اور کفر کا خاتمہ ہے)

الحاصل اس زمانہ میں مخصوص صائبند میں نہ حاکم شرع ہے اور نہ مجمع احکام اسلام جاری۔ ضرور ہے کہ
اس قسم کے لوگ خصوصاً قاتل اقوال مذکورہ اور اس کے معتقدین اگر وہ اپنے عقائد قاسدہ مکفرہ سے توبہ نہ

کریں۔ اور ان کے نکاح میں جو اہل سنت اپنی بیٹیوں کو دے چکے ہیں ان سے بذریعہ عدالت ضرور جدا کریں اس واسطے کہ بعد مرتہ ہو جانے کے نکاح مرتہ قائم نہیں رہتا۔ لہذا اگر وہ جو یہ کرے از سر نو پھر تجدید نکاح کرنی جائے۔ اور اگر وہ جو یہ ہے نکاح کر کے فقہ شریعت کے طور پر نکاح کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کر لے۔

چنانچہ صفحہ ۱۰۰ جلد اول فتاویٰ رضویہ میں ہے:-

لو ارتد والعباد باللہ تحریم امرائہ و یجدد النکاح بعد اسلامہ و هو فسخ عاجل فلا یحتاج الی قضاء و لا ینقص عدد التطلیقات کما فی الدر المختار^۱

☆ (ترجمہ: لغویاً اللہ اگر کوئی شخص مرتہ ہو جائے تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اس کے نکاح کی تجدید کی جائے گی اور اسے نئی النکاح نکاح ہو جائے۔ لہذا اس بارے میں قاضی کے فیصلہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس سے طلاقوں کی تعداد میں کمی واقع ہوتی ہے)

☆ ورنہ بعد ارتداد جو وہی واقع ہوگی اس کا حکم نسا کا ہے۔ اور اس سے جو اولاد بیٹا ہوگی وہ ولد الزنا ہوگی۔

چنانچہ صفحہ ۱۰۱ جلد اول فتاویٰ رضویہ میں ہے:-

و المولود بینہما قبل تجلید النکاح بالوطی بعد بالتکلم بکلمۃ الکفر ولد الزنا

ثم ان اتی بکلمۃ الشہادۃ علی العادۃ لا یجزیہ ما لم یرجع عما قالہ لان باتیانہا علی العادۃ لا یرتفع الکفر و یومر بالتوبۃ والرجوع عن ذلک ثم یجدد النکاح^۲

(ترجمہ: ارتداد اور اس کے بعد ایمان قبول کے درمیان یعنی کلمہ کفر بولنے کے بعد تجدید نکاح سے قبل وہی کے ساتھ جو اولاد ہوگی ولد الزنا ہوگی۔ اگر عادت کے طور پر کلمہ شہادت پڑھے اس کے لیے کافی نہیں ہے۔ جب تک اسے کلمہ کفر سے رجوع نہ کرے کہیں کہ عادت کے اعتبار سے کلمہ شہادت پڑھنے سے کفر قیض نہیں ہوتا اسے کفر سے توبہ اور رجوع کا حکم دیا جائے گا اس کے بعد تجدید نکاح کی جائے گی)

۱۔ تنقیح الفتاویٰ الحاملیہ جلد ۱ : صفحہ ۱۰۲ المکتبۃ الحبیبیہ کونستہ

۲۔ ایضاً

اور ظاہر ہے کہ جب مرتد کا قبیلہ ارتداد جو نکاح تھا وہی باقی نہیں رہتا پھر بعد ارتداد جب تک صدقہ دل سے توبہ نہ کرے اور جتنی طور سے بھرائی معتبرہ اس کی بچی توبہ ظاہر نہ ہو جائے مسلمان عورت کا اس کے ساتھ کب نکاح ہو سکتا ہے۔ اور اس کو بچی دینا اور اپنی بہن بیٹی کا اس کے ساتھ نکاح کرنا عین ایسا ہے جیسے کہ گھر یا ہندو یا یودی یا نصرانی کے ساتھ نکاح کر دیا جائے اور ایسے شخص کے ساتھ نکاح کر دینے والے اگر ان کو اچھا سمجھ کر ان کے ساتھ نکاح کر دیں وہ خود مرتد ہیں۔ ورنہ قیامت تک ان غریب عورتوں کے ذمہ کا عذاب ان کے ورثہ کی گردن پر رہے گا اور اگر بوجہ نکاح وہ عورت بھی مرتد ہو گئی تو اس کے عذاب ارتداد میں وہ ورثہ بھی ضرور معذب ہوں گے۔

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ العفی
ابو محمد محمد دیہ اعلیٰ المستفی فی جامع اکبر آباد



جو ان اقوال مکفرہ کا مصدق ہے وہ کافر ہے۔ اس کے ساتھ مسلمہ غیر مصدقہ کا رشتہ زوجیت جائز نہیں۔ اور زوجین میں سے کسی ایک کا بعد نکاح ان اقوال کفریہ کی تصدیق کرنا موجب افتراق ہے۔
منظہ ضیاء الاسلام امام مسجد جامع اکبر آباد

جو ان اقوال کفریہ کا مصدق ہے وہ کافر ہے

حوالہ النبی

معتقدان اقوال کا اور قائل ان اقوال کا کافر مطلق ہے۔ اس کے کفر میں کچھ شک نہیں۔ اور ان اقوال کے قائل اور معتقد کے ساتھ نکاح مطلق جائز نہیں۔ اگر کرے بھی قائل واسطے افتراق کے ہے۔

سید عبداللطیف دلائی

مدرسہ مدرسہ عالیہ جامع مسجد آگرہ



﴿فتویٰ نمبر 240﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ عبدالقادر نے حضور سرور عالم ﷺ کی توہین کی۔ اور اس پر علماء کا فتویٰ کفر آچکا ہے۔ اور وہ تو بہ سے انکار کرتا ہے۔ اس کا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں؟ اور اگر ٹوٹ گیا ہے تو ان کی مطلقہ بیویوں کا نکاح دوسرے مسلمانوں سے جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ مطلقہ بیویاں مہر کی لین دین دار ہیں یا نہیں؟ اس کا جواب بحوالہ کسب معتبر و مطافر لایا جائے۔ عہد اللہ ماجور ہوں گے۔

۲۱ جون ۱۹۸۱ء

محمد رمضان چیشی امام مسجد بنالین کوئٹہ

الجواب

اللہم رب زدنی علما۔

☆ جو شخص بوجہ توہین رسول اللہ ﷺ مرتد ہو جائے اور جس پر ملانے ان الفاظ کی توہین سے کفر کا فتویٰ دے دیا ہو اور وہ الفاظ کے کہنے سے انکار بھی نہ کرے ان الفاظ کو با وصف تعجب یا یہ ملانے کفر نہ جانے اور ان الفاظ کفر یہ کہنے اور لکھنے سے بھی انکاری ہو۔ اور ان الفاظ کفر یہ کہنے کے بعد اس شخص پر شہود معتبرہ گزر جائیں۔ ☆ تو بلاشبہ اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر وہ توبہ کر لے دوبارہ نکاح کرے۔ ☆ ورنہ اس زمانہ کی دلی سے جو اولاد ہوگی وہ ولد الزنا ہوگی۔ اور اگر وہ توبہ نہ کرے اس کی بیوی دوسری جگہ احتیاطاً حاکم سے اجازت لے کر نکاح کر سکتی ہے۔ چنانچہ صفحہ ۱۰۰ جلد اول فتوہ الدریہ فی تحقیق الفتاویٰ الخامیہ میں ہے۔

و لو ارتد و العیاذ باللہ تحرم امراته و یجدد النکاح بعد اسلامه و هو فسخ عاجلا فلا یحتاج الی قضاء و لا ینقص عدد الطلقات کما فی الدر المختار و یعید الحج و لیس علیہ اعادۃ الصوم و الصلوٰۃ و المولود بینہما قبل تجدید النکاح بالوطی بعد التکلم

بکلمۃ الکفر ولد زنا ثم ان اتى بكلمۃ الشهادة على العادة لا يجزیه عالم یرجع عما قالہ
 (ترجمہ: اگر کوئی شخص الہیاء باللہ مرتہ ہو جائے تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد
 اس کا نکاح از سر نو پھلایا جائے گا۔ ارتداد سے فی الفور نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ لہذا قاضی کے فیصلے کی اس میں
 ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ اس سے طلاق کی تعداد کم ہوتی ہے جیسا کہ درختار میں ہے۔ ۱۰۰ بارہ ایمان لانے
 کے بعد وہ حج کا مادہ کرے۔ روزے اور نماز کا مادہ اس پر لازم نہیں ہے۔ کلمہ کفر بکلمے اور دوبارہ ایمان قبول
 کرنے کے درمیان جہان سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ ولد اثرنا ہے۔ ۱۰۰ ارتداد کے بعد اگر مادے کے انداز میں
 کلمہ رشادت پڑھ لے تو وہ ایمان کے لیے کافی نہیں۔ جب تک اپنے بکے ہوئے کفر سے رجوع نہ کرے وہ مؤمن
 نہیں ہو سکتا۔) منتہی

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ رضوی لکھی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 241﴾

سوال

گزارش ہے کہ حاجی وارث علی خان سوداگر کے بھائی حاجی عاشق الہی صاحب کا نواسا جس کی عمر قریب آٹھ دس ہوگی جس وقت جامع مسجد میں نماز پڑھنے آتا ہے نہایت شرارت کرتا ہے۔ بارہا منع کیا گیا کہ بڑے آدمیوں کی صف میں شریک نہ ہو کرے۔ لڑکوں کی جماعت جو پیچھے کھڑی ہوتی ہے شامل ہو کر نماز پڑھے مگر باز نہیں آتا۔ جماعت میں شریک ہو کر کچھ ایسی حرکات کرتا ہے جو قریب کے کھڑے ہونے والوں کو ناگوار کرتی ہیں۔ چنانچہ ۱۲ جولائی ۱۹۷۵ء کو وہ لڑکا عشاہ کی جماعت میں شریک اپنی مادرت کے موافق کچھ حرکات کرتا رہا۔ نماز ختم ہونے پر شیخ کلن میدہ فروش نے اس کی شکایت جناب امام صاحب سے کی۔ اس بات پر عبدالجبار سوداگر اور شیخ کلن صاحب میں کچھ تیزی کے ساتھ گفتگو ہوئی۔ جس کو اس وقت رفع کر دیا گیا۔ لیکن کٹر لوگ اس امر کے شاک ہیں کہ اہل حدیث یعنی غیر مقلد کچھ عرصہ سے جامع مسجد میں نماز کے لیے آنے لگے ہیں ان کو روکنا چاہئے کہ آئندہ کسی قسم کا جھگڑا پیدا ہونے کا احتمال نہ رہے۔ اطلاع عرض ہے۔

۱۵ جولائی ۱۹۷۸ء

دلاور حسین موذن جامع مسجد آگرہ

جناب مائی

واقعی کئی مخصوص نے مجھ سے اس امر کی شکایت کی ہے کہ اہل حدیث کو ہماری مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دینا چاہئے۔ مگر چونکہ اس کی بابت کبھی کا کوئی خاص حکم نہیں ہے اور نماز کے واسطے کسی شخص کو روک دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے اس لیے اس طرف توجہ نہیں دی گئی۔ مگر اس واقعہ کے پیش آنے سے آئندہ اور جھگڑوں کے ہونے کا احتمال ہے۔ اس سبب سے ہمارے صدور و حکام مناسب رپورٹ موذن ارسال خدمت ہے۔ فقط

محمد ضیاء الاسلام امام مسجد اکبر آباد

۱۶ جولائی ۱۹۷۸ء

تہی پایا جائے کہ اہل حدیث کو مسجد جامع میں نماز پڑھنے سے روک دیا جائے یا نہیں۔

محمد عبدالغفار علی عنہ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔

الجواب

وهو الموفق للصواب

☆ اس زمانہ کے اہل حدیث جن کو زمانہ ندر میں وہابی کہتے تھے۔ پھر خطاب غیر مقلد کے ساتھ مشہور ہوئے یوحہ بدعت اور حرام کہنے تقلید کے امام معین کی ائمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم سے غیر مقلد اور لادھب کہلائے گئے۔ پھر اس منصب سے ناراض ہوئے۔ چونکہ فی الحقیقت اس طریقہ کے بانی کا نام محمد بن عبدالوہاب نجدی تھا ان لوگوں نے اپنا نام محمدی رکھا۔ اور ناواقف مسلمانوں کو یہ دھوکہ دیتے ہیں کہ ہم اپنے آپ کو محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ لہذا سچے محمدی ہم ہیں اور جو لوگ اپنے آپ کو خفی شافعی مائکی، حنبلی کہتے ہیں وہ بدعتی یا مشرک ہیں۔ وہ محمدی نہیں رہے۔ حالانکہ بمقابلہ یہود و نصاریٰ جب پوچھا جاتا ہے تو سب خفی ہوں یا شافعی بلکہ روافض خارجی بھی کہتے ہیں کہ ہم محمدی ہیں۔ اور آپ میں جب پوچھا جاتا ہے تو کوئی محمدی کہتا ہے کہ میں خفی ہوں یعنی تحقیق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے موافق قرآن و حدیث پر عمل کرتا ہوں۔ وظل خدا اور کہتا ہے میں شافعی ہوں۔ مگر جب یہ راز سر بسہ مسلمانوں پر کھل گیا کہ فی الواقعہ محمدی کہنے سے ان کی غرض ہے یہ کہ ہم محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار ہیں۔ جیسے علامہ ثنائی علیہ الرحمۃ اور مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کے زمانہ میں حرمین شریفین پر چڑھائی کر کے وہاں کی تمام زیارتوں کو منہدم کر دیا تھا اور مامطور سے سادات کرام کو قتل کیا تھا۔ اور حضور و عالم ﷺ کی شان میں خست گستاخیاں دے باکیاں کیں۔ یہاں تک کہ لوگ اس فرقہ سے نفرت کرنے لگے تو اب چند روز سے انہوں نے اپنا نام اہل حدیث رکھا ہے۔ ان کے تعلق عرصہ دراز ہوا کہ ایک خفی یا اتفاق طاع و دہلی کانپور گوردیہ نوبند و ملا و شہزادہ و چھاؤنی اند و مصطفیٰ آد و عرف رام پور افغاناں چونکہ بہت تحقیق کے ساتھ مع بیان عقائد و اعمال اس فرقہ کے بحوالہ صفیہ و طران کی نئی پرانی تصنیفات سے مرتب ہو کر کسی بہ جامع التواہد فی اخراج الوہابین عن المساجد

شائک ہو چکا ہے۔ اور وہ اتفاق سے امام صاحب کے پاس نکل بھی آیا اور اسی کے موافق میری بھی تحقیق ہے۔ اور اسی کے مطابق میرے استاذ الاسلام حضرت مولانا وسیدنا ارشاد حسین صاحب قدس سرہ علیہ السلام ارشد حضرت شاہ احمد سعید رحمہ اللہ جو طریقت نواب کلب علی خان صاحب مرحوم کی تحقیق ہے۔ لہذا وہی فتویٰ مطلوبہ مسکئی جماعت الشواہد اور سالہ خدمت ہے۔ اس کو ملاحظہ فرمایا جائے۔ اور اس کو عینہ میری فتویٰ سمجھایا جائے۔ اس میں باعفاق صحیح علماء کرام اہل سنت و جماعت صاف کو حق شنو، صداق لا یسخطون لومۃ لایم بھی لکھا ہے کہ جو حکم اہل سنت و جماعت کے نزدیک رافضی، خارجی، شیعہ وغیرہ کا ہے وہی حکم غیر مقلدوں کا ہے جو چند روز سے اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں۔ جیسے ان کے آنے سے یقین فتنہ و فساد ہے اور خوف ناپاک کر دینے مسجد کا ہے۔ ویسا ہی خوف فتنہ و فساد و خوارج و روافض سے تھا۔ جب ان کا خوف یقینی ہو گیا مسجد اہل سنت میں آنے سے روافض و خوارج کو عموماً قیام ملکہ منع کر دیا گیا۔ علی حد اکثر شہروں میں ان کو بھی منع کر کے فتنہ و فساد مسجد رفع کر دیا گیا ہے۔ اور جہاں ان کی ممانعت میں سستی کی گئی وہاں اول اول کو فتنہ و فساد کم ہوتا دیکھا گیا۔ مگر رفتہ رفتہ جب چند لوگوں کو اپنا سا کر لیا میرا تجربہ ۲۰ سالہ ہے کہ پھر اتنا فساد بڑھتا کہ سرکار سے چارہ جونی کرنی پڑتی ہے فروغ نہیں ہوتا۔ اور پھر اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ایسی مسجد میں مصطفیٰ نماز بہت کم رہ جاتے ہیں۔ باہم اکثر جھگڑے ہوتے رہتے ہیں۔ اور چونکہ ان کے نزدیک پانی کتنا بھی کم ہو یا زیادہ کسی نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک اس کا رنگ بو مزہ نہ بدل جائے۔ چنانچہ صغیرۃ ۶۷۷ طریقت محمدیہ اور درر یہیہ ان کی معتبر کتابوں میں یہ مسئلہ موجود ہے اور حنفی بلکہ تمام شمس مزاج اگر گمراہ بھر پانی میں ایک قطرہ چیشاب بھی گر جائے تو گمراہ تک کو ناپاک جانتے ہیں۔ خواہ رنگ بو مزہ کچھ بھی نہ بدلے۔ لہذا باہم بعد واقف ہونے ان کی ایسی حرکات پر سخت جھگڑے ہو کر مسجدیں خراب اور ویران ہو جاتی ہیں الاحوالہ ایسے لوگوں کا مساجد احاف سے روک دینا لازمی امر ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ جل شانہ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا أُولَٰئِكَ

ماکان لہم ان یدخلوها الا خائفین۔

(ترجمہ) کون بڑھ کر ظالم ہے اس شخص سے کہ مساجد اللہ کو اللہ کا نام ذکر کئے جانے سے منع کرے اور کوشش کرے مساجد کی خرابی میں ساتھ ساتھ فتنہ و فساد اور بیان عقائد فاسدہ اور اعمال خبیثہ کے۔ ان کو لائق نہیں کہ بے حرک بلا خوف مسجد میں آسکیں۔

علامہ فخر الدین رحمہ اللہ صفحہ ۴۵۴ جلد اول کبیری (تفسیر کبیر) میں اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں

و ہذا یقتضی ان یمنعوا من دخول المسجد۔

یعنی اس آیت کا اختتام ہے کہ ایسے لوگوں کو مسجد میں آنے سے منع کر دیا جائے۔ واللہ اعلم

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ التوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی رحمہ

مسجد جامع اکبر آباد



۱۔ القرآن المجید: سورۃ البقرہ: آیت: ۱۱۳

۲۔ التفسیر الکبیر: جلد ۳، صفحہ ۴، المطبعة البیہ المصریہ

﴿فتویٰ نمبر 242﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء و مفتیان شرع متین کہ عبدالقادر نے حضور سرور عالم ﷺ کی توہین کی۔ اور اس پر ملا کا فتویٰ کفر کا آچکا ہے اور وہ تو پے سے انکار کرتا ہے اس کا نکاح بھی عند الشرت ٹوٹ گیا یا نہیں؟ اس کا بھتیجا سراج احمد اس کا معاون ہے اس کا نکاح بھی ٹوٹ گیا یا نہیں؟ اور اگر ٹوٹ گیا ہے تو ان کی مطلقہ بیویوں کا نکاح دوسرے مسلمان سے جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ اپنے مہر کی لین دین دار ہیں یا نہیں؟ اس کا جواب براہ کرم جلد عطا فرمایا جائے۔ منتظر

۹ ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ

ملا محمد رمضان قریشی امام پتاپورہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم ارنا الحق حقا والباطل باطلا اللهم لا نجعلنا من المعداهين في الدين ولبنا

على الصراط المستقيم والدين القويم امين امين ثم امين۔

جناب رسالت مآب ﷺ کی شان میں جو شخص مالم ہو یا جاہل کلمہ توہین و گستاخی قلم سے یا زبان سے نکال بیٹھے یا آپ کے کسی فرمان یا کسی قول و فعل کے ساتھ تحسخر کرے یا اس کو ہلکا جانے اور ذلیل سمجھے اور پھر اس سے توبہ نہ کرے اور نہ ان امور مذکور کو کفر سمجھے نہ اس کے مرتکب کو کافر جانے یا وجود ہونے ان کلمات کے با تفاق بدل عرف کلمات توہین یا تحسیر یا استخفاف کرے تو وہ بلاشبہ کافر ہے۔ اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ بلکہ علامہ صفحی رحمہ اللہ تو درجنار میں یہی تحریر فرماتے ہیں کہ اگر وہ توبہ بھی کرے تو حاکم اسلام پر لازم ہے کہ اس کی توبہ بھی قبول نہ کرے۔ اور اس کو عداقل کر دے۔ مگر مذہب صحیح یہی ہے کہ نزدیک حنیف کے اس کی توبہ قبول کر کے قتل سے بچا لیا جائے خصوصاً اس زمانہ میں کسی طرح حکم قتل نافذ نہیں ہو

سکتا۔ ☆ البتہ قبول تو یہ یا انکار کرنے ان کلمات کفریہ سے اور جاننے ان کلمات کے کفر اور اقرار کر لینے یا کلمہ دینے اس امر کے کہ میں ان کلمات کو کلمات کفر وارتد اذہم کہتا ہوں جو شخص اس کو کافر نہ جانے بلکہ جو شخص اس کے کفر میں ڈرا شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ اور جب وہ بھی کافر ہے تو اس کا نکاح بھی جاتا ہے۔

☆ اور چونکہ کلمات کفریہ کہہ کر انکار کرنا اور ان کلمات کے کلمات کفر ہونے کا اقرار کر لینا بھی قائم مقام تو یہ ہے لہذا بعد انکار اور اقرار کر لینے اس امر کے کہ یہ کلمات جو میری طرف منسوب کیے گئے ہیں بلاشبہ کلمات کفر ہیں یا بعد تو یہ کہ پھر اس کو کافر کہنا بلاشبہ بڑے بڑے مجتہدین کی تکفیر کرتا ہے۔ اعافنا اللہ وجميع المؤمنين منہ چنانچہ صفحہ ۳۱۷ درمختار مطبوعہ علی ہاشم روالپور مصری کے جلد ۱ ٹمب میں ہے:

وكل مسلم ارتد فتوبته مقبولة الاجماعۃ تكفرت ردتہ علی مامر والكافر بسب نسی من الاتیباء فانه يقتل حدا ولا يقبل توبته مطلقا ولو سب الله تعالى قبلت لانه حق الله تعالى والاول حق عبد لا يزول بالتوبة ومن شك في عذابه وكفره كفرو تمامه في الدرر فی فصل الجزية معزيا للبرازية وكذا لو أبغضه بالقلب فتح واشباه وفي فتاوی المصنف و بجنب الحاق الاستهزاء والاستخفاف به لتعلق حقه ايضا!

(ترجمہ: ہر مسلمان جو مرتد ہو جائے اس کی توبہ قبول کی جائے گی لیکن اس جماعت کی توبہ قبول نہ کی جائے گی جس نے تکرار کے ساتھ ارتد ادا اختیار کیا۔ ☆ نیز وہ شخص جو انبیائے کرام میں سے کسی نبی کو برا بھلا کہہ کر کافر ہوا ہو اس کو حد کے طور پر قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ بالکل قبول نہ کی جائے گی۔ اور اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہے تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور پرہیزگار کا حق ہے جو صرف توبہ سے زائل نہیں ہوتا۔ نیز جو ایسے شخص کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر قرار دیا جائے گا۔ اس کی پوری تفصیل اللہ ربی فضل جزیہ میں ہے اور انہوں نے اس کی نسبت فتاویٰ ازہبیہ کی طرف کی ہے۔ اور یہ حکم اس شخص کا ہے جو اس کے ساتھ دل سے دشمنی کرے۔ فتح القدیر، مشاہد، حضرت مصنف (علامہ قمر شاہ رحمۃ اللہ علیہ) کے فتاویٰ میں ہے کہ کلمہ طحا کرنے والے اور ہلکا جاننے والے کو بھی اس سے ملحق کرنا واجب ہے کیونکہ بندہ کا حق اس سے تعلق رکھتا ہے)

قال الشامي رحمه الله:

(قوله و تسامه في الدرر) حيث قال نفلا عن البزازیة قال ابن سخون المالکی

اجمع المسلمون ان شاتمه کافر و حکمه القتل و من شک في هذابه و کفر کفر الخ

قلت و هذه العبارة مذکورة في الشفاء للقاضي عیاض المالکی نقلها عنه البزازی

و اخطا في فهمها لان المراد بها ما قبل التربة و الا لزم تکفیر كثير من الانعمة المجتهدین

القائلین بقول توبته و سقوط القتل بها عنه علی ان من قال يقتل و ان تاب يقول انه اذا

تاب لا يعذب في الآخرة كما صرحوا به و قدمناه آنفا فعلم ان المراد ما قلناه قطعاً!

(ترجمہ: قولہ: اس کی پوری تحصیل الدرر میں ہے۔ کیوں کہ انہوں نے فتاویٰ: از یہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا

حضرت علامہ ابن خنوں مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دہلی ایمان کا اجماع ہے کہ انبیاء کرام میں سے کسی نبی

کو کالی دینے والا کافر ہے۔ اور اس کا حکم قتل ہے۔ اور جو شخص اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر

ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ عبارت شفاء جاسی عیاض مالکی میں ہے انہوں نے اسے علامہ ابن ازہری رحمۃ اللہ علیہ سے

نقل کیا ہے۔ اور اسے دیکھنے میں غلطی کی ہے۔ کیوں کہ مراد یہ ہے کہ تو بہ کرنے سے پہلے اس کے حکم قتل ہے۔

ورنہ کثیر مجتہدین ان کی تکفیر لازم آئے گی۔ جن کا یہ کہنا ہے کہ اس کی تو بہ قبول ہوگی اور تو بہ کے باعث اس سے

سزائے قتل ساقط ہو جائے گی۔ علاوہ بریں جو یہ کہتے ہیں کہ اسے قتل کیا جائے گا اگرچہ وہ تو بہ کر لے وہ یہ بھی

کہتے ہیں کہ جب اس نے تو بہ کر لی تو آخرت میں اسے عذاب نہ دیا جائے گا۔ علماء نے اس کی تصریح فرمائی

ہے۔ اور ہم نے تمہاری دیہ پہلے اسے ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مراد قطعی طور پر وہی ہے جو ہم نے

یان کی ہے لفظ و اللہ اعلم بالصواب

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ العتوی

ابو محمد محمد دیرعلی الرضوی، المحقق مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 243﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین بابت اس مسئلہ کے کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کا قائل نہیں ہے بلکہ اب بھی بعض لوگوں کو نبی مانتا ہے لہذا انھیں قلعی سے جواب با صواب دے کر مایوس ہوں۔ والسلام

الجواب

وهو الموفق للصواب

بسم الله الرحمن الرحيم

حامداً ومصلياً ومسلماً الحمد لله والصلوة على خاتم الانبياء ورسله وآله وصحبه وسلم اللهم رب زدني علماً
الله عز وجل اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے:-

ما كان محمد اباً احدهم من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين ؑ
(ترجمہ: اور اے لوگو! محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ ہاں وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور سب نبیوں سے آخری نبی ہیں۔)
لہذا جو شخص حضور ﷺ کو خاتم الانبیاء والمرسلین نہیں مانتا وہ منکر ہے اس آیت کلام اللہ کا۔ اور منکر ایک بھی آیت کلام اللہ کا کافر ہی نہیں بلکہ مرتد ہے۔ اور مرتد کے احکام یہ نسبت کافر کے بہت سخت ہیں۔
چنانچہ قرآنی مائتبیہ یہ میں ہے:

اذا لم يعرف الرجل ان محمداً صلى الله عليه وسلم آخر الانبياء عليهم و على

نبینا السلام فلیس بمسلم کذا فی الینیمۃ ۱

(ترجمہ: جب کوئی آدمی نہ جانتا ہو کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہے۔ اور ینیمہ میں اسی طرح ہے)

وايضاً فیہ

و یجب اکتفاء الزیدۃ کلہم فی قولہم بانتظار نبی من العجم ینسخ دین نبینا و

سیدنا محمد ﷺ کذا فی الوجیز للکردری ۲۔

☆ (ترجمہ: زید یہ فرقہ کے تمام افراد کو کافر قرار دینا واجب ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم عجم کے ایک نبی کے انتظار میں ہیں جو ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کو منسوخ کر دے گا۔ امام کردری کی وجہ میں اسی طرح ہے)۔

اور جب ایسے شخص کو کافر کہنا اور جانا واجب ہے جو خطر ہو، اور مجوز ہو، منہج جدید کے آنے کا بعد نبی کے مستقل پیغمبر ہو کر تو ایسے شخص کا کافر جانا ضروری واجب ہے، جو باطل کسی بھی مستقل کی موجودگی کا معتقد ہو۔ اور یہ جو عقیدہ اہل سنت کا ہے کہ: صلی علیہ السلام اقرب سب قیامت میں تشریف لائیں گے وہ بھی و شریعت محمد رسول اللہ ﷺ ہو کر آئیں گے نہ کہ تحریف میں مستقل کے۔

حورہ: ابو محمد محمد دہار علی الرضوی



۱۔	الفتاویٰ العالمگیریہ	جلد ۲	صفحہ ۲۶۳	مطبوعہ مصر
۲۔	الفتاویٰ العالمگیریہ	جلد ۲	صفحہ ۲۶۳	مطبوعہ مصر

﴿فتویٰ نمبر 244﴾

سوال

خدمت مفتی صاحب انجمن اسلام آگرہ۔ مسئلہ شہادت اللہ صاحب بی ایل نے جو تقریر کی ہے ان کا اسلام بغیر ان مسئلوں کے صاف طور پر ظاہر کئے ہوئے جو جناب نے ان سے دریافت کئے عند الشرح مقبول ہے یا نہیں؟

سائل: علیم الدین دہلوی اسلام آگرہ کناری بازار

۱۵ ستمبر ۱۹۶۶ء

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم رب زدنی علما

یقیناً ظاہر ہے کہ باب اللہ، محمد اللہ وغیرہ مدنی نبوت اور رسالت ہیں۔ اور اس وجہ سے وہ ایمان وغیرہ سے شہر بدر کئے گئے۔ بہت کچھ مصیبتوں میں وہ اور ان کے پیروکار جلا ہوئے۔ چنانچہ یہ امر مسز صاحب کی مولود و مترجمہ اس کتاب سے بھی ظاہر ہے جس کو علی رؤس الاشہاد دکھلائے تھے۔ اور مجھ سے جلسہ مسلم لبریری (الانبریری) میں بھی انہوں نے ان کو تعویذ باللہ فی اور رسول برحق ہونے کے دلائل پیش کر کے گفتگو کی تھی۔ اور میں نے ان کو چپ کر دیا تو انہوں نے اس کا جواب مفصل لکھ کر بھیجے گا وعدہ بھی کیا تھا جو باوجود عتاب تک نہیں پہنچا۔ اور ان کی معتمد کتاب البہانی مسکی بالوارج بھی دکھائی تھی۔ چنانچہ اسی کتاب کے صفحہ 10 میں مسز صاحب خود لکھتے ہیں:-

سید مرزا علی باب نے تنبیہی کا دعویٰ کیا ہے۔

سنی منہی کہنے کے باوجود انکا کفر ان مدعیان نبوت کے شرما کیے مسلمان ہو سکتا ہے؟ کافر کو کفر کہنا حکم شریعت بیان کرنا ہے۔ ہرگز کالی نہیں۔ البتہ پیغمبر و نبی کو کافر کہنا بہت بری کالی ہے کہ جس سے آدمی مسلمان نہیں رہتا۔ چنانچہ ہوجب اپنے عقیدہ کے مسٹر صاحب نے فرمایا کہ میں کسی کو کالی نہیں دیتا۔ یہ جواب جنتھر ہے۔ اگر تفصیل کی ضرورت (ہو) تو مع حوالہ دئے کتب مفصل لکھ دیا جائے گا۔

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دینار علی ہفتی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 245﴾

سوال

آپ اہل اہل بیت علیہ السلام کے غیر مسلم ہونے میں مصلحت الہی کیا تھی؟

الجواب

☆ آپ اہل اہل بیت علیہ السلام کے غیر مسلم ہونے میں مصلحت الہی کیا تھی؟
ایمان لانے کا زمانہ آپوں نے نہ پایا۔ اس میں حضور کی رفعت شان منظور تھی۔
جیسا کہ قرآن شریف میں موجود ہے:-

ووجدک ضالاً فہدی ووجدک عانلاً فاعنی (۱)

(ترجمہ: اور آپ کو آپ کے رب نے اپنی محبت میں گھویا ہوا اور خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی اور آپ کو حاجت مند یا عیال دار پایا تو فنی کر دیا)

گویا یہ شہ پہ بھی حضور کی ذات اقدس سے عرفوں کر دیا کہ شاید تعلیم الہیوں سے حضور کو علم و ادب آیا ہو۔
اس واسطے ارشاد ہے

ادب بنی ربی فاحسن تادیبی (۲)

(ترجمہ: مجھے میرے رب نے ادب سکھایا لہذا اس نے مجھے اچھا ادب سکھایا۔)

سبحان اللہ یہ بالحدیث شان محض افضال الہی ہے۔

کتبہ المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



(۱) القرآن الحکیم: سورۃ الضحیٰ آیت نمبر ۷، ۸

(۲) الجامع الصغیر مع فیض الفقیر جلد ۱ صفحہ ۲۲۳، مطبوعہ: دار المعرفۃ بیروت

﴿فتویٰ نمبر..... 246﴾

سوال

عدل کیا ہے؟ اور عادل کے درجات بیان فرمائے جائیں۔

جناب مولوی غلام محی الدین خاں صاحب

امام مسجد شاہجہاں پور ۷ اکتوبر ۱۹۱۵ء

الجواب

عدل بمعنی انصاف جس کا بیان قرآن شریف میں ہے۔

ان الله يحب المقسطين۔

(ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے)

اس کا صلا اریب جنت ہے۔

اور عدل جو باصلاح محدثین و فقہاء ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی شخص کی اچائیاں اس کی برائیوں پر

تالیف ہوں۔ وہاں پر باعتبار حسن ظن ہی مرحوم ہے۔

قرآن شریف میں ہے۔

الذين يجتنبون كبائر الاثم والفواحش الا اللمم ان ربك واسع المغفرة۔

(ترجمہ: جو لوگ صغیرہ گناہوں کے علاوہ کبیرہ گناہوں اور بے حیائیوں سے اجتناب کرتے ہیں بلاشبہ تمہارا

پروردگار وسیع بخشش والا ہے۔)

لعمدہ بمعنی گناہ و خفیف یا ارتکاب گناہ مجبوراً وغیرہ کے ہیں۔

کتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ

۱) القرآن الحکیم: سورة المائدة: آیت ۴۲

۲) القرآن الحکیم: سورة الحجرات: آیت ۹

۳) القرآن الحکیم: سورة الحجم: آیت ۳۲

حضرت و اباحت

﴿فتویٰ نمبر 247﴾

سوال

مصافحہ ایک ہاتھ سے سنت ہے یا دونوں ہاتھ سے؟ بعض حدیثوں میں ایک ہاتھ سے معلوم ہوتا ہے۔

بینوا بالتحقیق

سائل: رفعت اللہ خان النجاشی محلہ شاہ جہاں پور

۱۰ مارچ ۱۹۶۶ء

الجواب

هو المصوب

مصافحہ با اتفاق ملا، فقہاء دونوں ہاتھ سے سنت ہے۔ چنانچہ حدیث مجملہ طبرانی میں ہے۔

قال عليه السلام اذا تصافح المسلمان لم تفرق اكفهما حتى يغفر لهما

(ترجمہ: نبی پاک ﷺ نے فرمایا جب دو مسلمان آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو ان کی پھیلیاں الگ ہونے سے پہلے ان کی بخشش کر دی جاتی ہے)

پس اگر ایک ہاتھ سے مصافحہ ہوتا تو کفہما ہوتا لہذا اکفہما جس کے معنی ہاتھوں کے ہیں اور دو سے زائد کو شامل ہے نہ ہوتا۔

اور بخاری میں حضرت امام نے لکھا ہے کہ

صافح حماد بن زید بن المبارک ببغیہ ۲

۱۔ الجامع الصغیر مع شرحہ فیض القادر جلد اول صفحہ ۳۱۸ بحوالہ طبرانی فی الکبیر
مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

۲۔ المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۸ صفحہ ۴۸۱ حدیث رقم ۸۰۷۶

مطبوعہ دار احیاء التراث الاسلامی بیروت

۳۔ صحیح البخاری جلد ۲ صفحہ ۹۶۶ نور محمد اصح المطابع کراچی

حماد (بن زید) نے حضرت ابن مبارک سے (دونوں ہاتھ سے مصافحہ کیا۔

پس معلوم ہو کہ زمانہ تابعین بھی دونوں ہاتھ سے رائج تھا۔

اور جس حدیث میں آیا ہے کہ حضرت نے ایک ہاتھ کو دونوں ہاتھوں میں لے کر تعلیم فرمائی۔

تو ظاہر ہے کہ یہ مصافحہ ملاقات کا نہ تھا بلکہ تعلیم کے وقت ایک ہاتھ یا کلائی یا سر پکڑ کر شاگرد کو استاد

سمجھاتا ہے۔ اس سے مصافحہ ایک ہاتھ سے سنت ہوئے کا نشان نہیں۔ اور جہاں لفظ آیا ہے اس سے مراد اس

جنس دونوں ہاتھ ہوتے ہیں۔ جیسے کہ ابوداؤد میں ہے۔

ضرب بیدہ علی الارض (فی التیمم)۔

ترجمہ: آپ نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا (یہ حدیث باب التیمم میں ہے)

ظاہر ہے کہ ایک ہاتھ کو زمین پر مارنے سے تنہا جاز نہیں اور اس طرح اکثر مقام پر یہ تصریح وارد ہے

اور غیر مقلدین اکثر احادیث سے بوجہ کم مہارت سیاق عبارت عرب و قریب استعمال وغیرہ او لے مٹے

کر دیتے ہیں۔ منتظر

کعبہ: ائمتنی السید محمد اعظم شاہ علی علیہ



۱۔ حدیث مبارک میں ہے۔

قال ابن مسعود علمنی النبی ﷺ التشہید و کفی بین کفہ

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے تشہید سکھایا جب کہ میری پٹلی آپ کی دونوں

پتیلیوں کے درمیان تھی۔ (صحیح البخاری جلد ۲ صفحہ ۹۲۶ نور محمد اصح المطابع کراچی)

۲۔ سنن ابی داؤد جلد اول صفحہ ۵۴ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

۱۱۔ سنن ابی داؤد جلد اول صفحہ ۱۲۹ رقم الحدیث ۳۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت

﴿فتویٰ نمبر 248﴾

سوال

معاذ عہد نماز جو معمول بعض جگہ ہے یہ سنت ہے یا نہیں۔ کیوں کہ معاذ کا سنت ہونا معمول ہے۔
حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اس کی بابت خلافت طریقت سلف صالح لکھا ہے۔ اور بعض
فقہاء نے بدعت کہا۔ فرمایا ہے۔ تحقیق کیا ہے؟

۱۱/۶/۱۹۶۶ء

مولوی مطیع اللہ الترمذی پوٹ مال جامع مسجد

الجواب

هو المصوب

معاذ عند القاء سنت مؤکدہ ہے۔ بعض فقہاء نے اس واسطے اس میں تعین و تخصیص کو جائز رکھا ہے۔
مرقاۃ میں ہے:-

نعم لو دخل احد في المسجد والناس في الصلوة او على ارادة الشروع فيها فبعد
الفرغ لو صافحهم لكن بشرط سبق السلام على المصافحة فهذا من جملة المصافحة
المسنونة انتهى۔

(ترجمہ: ہاں اگر کوئی شخص مسجد میں اس وقت آئے جب لوگ نماز میں مصروف ہوں یا اسے شروع کرنے کا ارادہ
رکھتے ہوں تو نماز سے فراغت کے بعد اگر ان سے معاذ کرے لیکن شرط یہ ہے کہ معاذ سے پہلے سلام کیجئے
یہ صورت مسنون معاذ سے ہے۔)

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مجموعۃ الفتاویٰ جلد دوم صفحہ ۳۶۳۵

مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۹ صفحہ ۷۴ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

پس صورتِ جائزِ مصافحہ بعد الصلوٰۃ یہ ہے کہ جو شخص ایسے وقت نماز میں آیا کہ سلام و مصافحہ ابتدا نہ کر سکا تو بعد نماز اول السلام تکیم کیے اور مصافحہ کرے تو بالاتفاق جائز ہے۔ اور اگر ابتداء سے داخل ہو کر سلام و کلام و قیام وغیرہ کیا اور پھر بعد نماز اس نے مصافحہ کرنا شروع کیا تو یہ صورت بالاتفاق مکروہ اور بدعتِ مذمومہ ہے۔
مرقاۃ میں ہے:

و قد يكون جماعۃ يتلاقون من غير مصافحة و يتصاحبون بالكلام و مذاكرة العلم
و غیرہ منۃ مذبذبة ثم اذا صلوا يتصافحون فاین هذا من السنة المشروعة و لہذا صرح
بعض علمائنا بانہا مکروہۃ و انہا من البدع المذمومۃ
(ترجمہ: کبھی ایسے ہوتا ہے لوگ بغیر مصافحہ کے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور باتیں کرنے "علم کا تذکرہ
کرنے کے لیے دراز مدت تک بیٹھے رہتے ہیں اور جب نماز ادا کرتے ہیں تو مصافحہ کرتے ہیں یہ کہاں کی مشرور
سنت ہے لہذا ہمارے بعض علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ عمل مکروہ ہے اور یہ مذمومہ بات سے ایک ہے)
پس روایات بالا سے فرق سنت و بدعت ظاہر ہو گیا۔

فساد عوا الی الخیر

(ترجمہ: نیکی کی جانب ایک دوسرے سے رحمت لے جانے کی کوشش کرو)
قال علیہ السلام :

☆ العمل القلیل من السنة خیر من عمل کثیر فی بدعة

☆ (ترجمہ: سنت کا تھوڑا سا عمل بدعت کے بہت سے عمل سے بہتر ہے)

کتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ رحمہ اللہ



۱۔	المرقاۃ شرح المشکوۃ	جلد ۹	صفحہ ۷۳ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان
۲۔	الجامع الصغیر مع شرح فیض القدیر جلد ۳	صفحہ ۳۶۲ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت میں	درجہ ذیل الفاظ سے یہ حدیث منقول ہے
	عمل القلیل فی سنة خیر من عمل کثیر فی بدعة		

﴿فتویٰ نمبر 249﴾

سوال

جو شخص ماسداور کینڈور ہو اور جو اب اسلام نہ دے اور موقع اسلام کی دوسرے سے رکھے۔ اور خود اسلام نہ کرتا ہو۔ اس کے اسلام کا جواب نہ دینے سے یا اس کو اسلام نہ کرنے سے شرعاً گناہ ہے؟۔

جناب مولوی غلام محی الدین خان صاحب

امام جامع مسجد شاہجہاں پور کے اذکبر ۱۵۰۰ھ

الجواب

جو ماسداور حکیم ہو اور اس کو اسلام نہ کرتا چاہئے۔ کیوں کہ حدیث میں ہے۔

☆ التکبر مع المتکبر عبادة (۱)

(ترجمہ: تکبر کرنے والے کے ساتھ تکبر کرنا عبادت ہے)

کتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر 250﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ مرد کو رنگ پہننا کون سا درست ہے؟ کتابوں میں کسی رسم عطرانی رنگ مرد کو حرام لکھا ہے۔ باقی رنگ ہبز و پتہ و خام کون سا جائز ہے یا ناجائز؟

سائل: مولوی علاء الدین
نگہ پر گزرتا حسن ضلع کھیزی نودھ
۲۴ فروری ۱۹۶۶ء

الجواب

مرد کو حوائج عطرانی اور رسم اور سرخ رنگ کے کوئی رنگ کروہ نہیں۔ ہاں جس میں مشابہت عورتوں کی ہو جاوے یا کوئی بدعت مل جاوے تو وہ کروہ سمجھا جائے گا۔ جس طرح ماتم میں سیاہ لباس پہننا یا ایسا چمک دار کہ جس سے زمانہ پن معلوم ہو مرد کو نہ چاہئے۔ اسی طرح موزہ جو سیاہ کے سفید یا سرخ خالص نہ پہنے مالم گیر یہ میں ہے۔

ويكروه للرجل ان يلبس الثوب المصبوغ بالعصفر و الزعفران والورس كذا في
قاضي خان وعن ابي حنيفة لا باس بالصبيغ الاحمر والاسود كذا في الملقط ۱
ترجمہ: مصفر زعفران اور ورس سے رنگا ہوا کپڑا پہننا مرد کے لیے مکروہ ہے۔ قاضی خان میں اسی طرح ہے
حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ سرخ اور سیاہ رنگ میں کوئی حرج نہیں)
ولا يجوز صبيغ الثياب اسود او اكهب تاسقا على الميت ۲

۱۔	شاہی عالم گیریہ جلد ۵ صفحہ ۲۳۲	مطبوعہ مصر
۲۔	شاہی عالم گیریہ جلد ۵ صفحہ ۲۳۳	مطبوعہ مصر

ترجمہ: سیاہ رنگ اور نیا۔ لے رنگ کے کپڑے میت پر افسوس کے اظہار کے لیے پہننا جائز نہیں ہے۔
والخف الاحمر خف فرعون والخف الابيض خف هامان والخف الاسود خف
العلماءؑ

☆ (ترجمہ: فرعون کے موزے سرخ رنگ کے تھے، هامان کے موزے سفید رنگ کے تھے اور سیاہ رنگ کے
موزے علماء کے موزے تھے) اے اللہ تعالیٰ! اعلم

کتاب: المفتی السید محمد عظیم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر..... 251﴾

سوال

پھول کا کجرا گلے میں پہننا درست ہے یا نہیں؟۔ امام کو عید کی نماز پر جانے کے بعد دوپہر پیر جو
مقتدی دیں لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

پھولوں کا پار پہننا اور پیر مقتدی خوشی سے جوڑ کر کریں اس کا لینا جائز ہے۔

والله تعالى اعلم و علمه اتم

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دیر علی ارضوی لکھی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 252﴾

سوال

اجنبی مرد کا بھونا پانی یا کھانا اجنبی عورت کو پینا کھانا جائز ہے یا ناجائز؟ اسی طرح اجنبی عورت کو اجنبی

مرد کا؟

۲۵ جمادی الثانیہ

احمد علی ساکن فرخ آباد

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

مکروہ ہے چنانچہ صفحہ ۳۰۲ درجی مطلب و مع رد المحتار میں ہے

یکره للمرأة سور الرجل وسورهاله !

(ترجمہ: عورت کے لیے اجنبی مرد کا بھونا اور مرد کے لیے اجنبی عورت کا بھونا مکروہ ہے)

قال الشامی رحمه الله :

(قوله ويكره) تقدمت المسئلة في الطهارة في بحث الاسار والعلقة فيها كما ذكره

في المنح هناك ان الرجل يصير مستعملاً لجزء من اجزاء الاجنبية وهو ريقها المختلط

بالماء وبالعكس فيما لو شربت سوره و هو لا يجوز وقدما الكلام هناك فراجعه و قال

الرملي رحمه الله يجب تقييده بغير الزوجة والمخارج.

۱۔ الدر مختار مع رد المحتار : جلد ۵ ، صفحہ ۳۰۲ ، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲۔ رد المحتار : جلد ۵ ، صفحہ ۳۰۲-۳۰۳ ، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

(ترجمہ: قولہ: مکروہ ہے۔ یہ مسئلہ کتاب الملبات میں جو نئے پانیوں کے احکام میں گزر چکا ہے۔ اور کراہت کا باعث اس میں جیسا کہ لائحہ میں اسی مقام پر فرمایا کہ ایسی صورت میں مردانہ نجی عورت کے اجزاء میں کچھ جو کہ اس کا پانی میں ملا ہوا تھوک ہے کے استعمال کرنے کا مرکب ہو گیا۔ اگر عورت پانی پیئے تو اس کا عکس ہوگا جو کہ جائز نہیں ہے۔ اس پر گفتگو پہلے ہم کر چکے ہیں اس کی طرف رجوع کیجئے۔ امام ربیع رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس حکم کو بیوی اور محرم عورتوں کے علاوہ مستورات کے ساتھ مقید کرنا ضروری ہے۔

حورہ: العبد الراہی رحمۃ ربہ الفتویٰ

ابو محمد محمد دیہ ارطی الرضوی النحوی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 253﴾

سوال

ہندو یا مسلمان سود خوار کی دعوت کھانا جب کہ علاوہ کاروبار سودی کے، وہ کاشتکاری پیشہ بھی ہو
جائز ہے کہ نہیں؟

۷ ارمضان ۱۴۳۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اگر زیادہ آمدنی طریقہ حال سے ہے اور کم حرام سے تو اس کی دعوت کھانا جائز ہے۔ ہذا اگر زیادہ
آمدنی مال حرام سے ہے اور کم مال سے تو اس کی دعوت کھانا بلاشبہ حرام اور ناجائز ہے۔
چنانچہ صفحہ ۴۴۸ جلد ناسخ فتاویٰ عالمگیریہ مطلوبہ مصر میں ہے:

اهدی رجل شیتا او اضافہ ان كان غالب ماله من الحلال فلا بأس به الا ان يعلم بانہ
حرام فان كان الغالب هو الحرام ينبغي ان لا يقبل الهدية و لا يأكل الطعام الا ان يخبره بانہ
حلال ورنه او استفادته من رجل كذا في الينا بيعاً

(ترجمہ: کسی آدمی نے کوئی چیز تحفہ دی یا اس نے دعوت کی اگر اس کا زیادہ تر مال حلال سے ہے تو اسے قبول کرنے
میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر اسے یقین ہو کہ وہ حرام سے ہے تو قبول کرنا درست نہیں ہے۔ اور اگر اس کا زیادہ تر مال
حرام ہے تو مناسب یہ ہے کہ نہ ہدیہ قبول کرے اور نہ ہی کھانا کھائے۔ ہاں اگر وہ اسے بتا دے کہ وہ مال ہے
اور میں نے اسے وراثت میں پایا ہے یا میں نے کسی آدمی سے قرض لیا تو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے)
اسی فتاویٰ کے ۴۷ میں ہے:

لا یجیب دعوة الفاسق المعلن لیعلم انه غیر راض بفسقه و کذا دعوة من کان
غالب ماله حرام ما لم یخبر انه حلال و بالعکس یجیب ما لم یتبین عنده انه حرام کذا فی
التمرتاشی!۱

(ترجمہ: اعلائیہ فتن و فتنوں میں چٹا آدمی کی دعوت قبول نہ کرے تا کہ اسے معلوم ہو جائے کہ وہ اس کے فتن پر
راستی نہیں ہے۔ یہی مال ایسی دعوت کا ہے اگر اس کا زیادہ تر مال حرام ہو تو قبول نہ کرے جب تک وہ اسے
بتانے دے کہ یہ حلال مال سے ہے۔ اور معاملہ اگر اس کے عکس ہو تو قبول کر لے جب تک اس پر واضح نہ ہو
کہ یہ حرام مال ہے۔ ایسی صورت میں قبول نہ کرے)

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القویٰ

ابو محمد محمد دین علی الرضویؒ

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 254﴾

سوال

ہولی کے دن چندہ کر کے (جلسہ ط) کرنا اور ہنود سے چندہ لینا اور کھانا وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟
اگر دوسرے روز کریں تو کیا حکم ہے؟ مگر ہنود کھانے میں شرکت نہیں کریں گے۔ جلسہ میں دھڑ میں تارے
غزادے کر لیا جائے۔

۹ مارچ ۱۴۲۹ھ

ضیغ اللہ پارچہ فروش علی حسن کل

نواب خان امر او شیخ محمد ظلیل سودگر ان بان منڈی و جامع مسجد

الجواب

هوالمصوب

غیر مذہب کے تہوار ہولی، دوالی وغیرہ میں تقسیم و فحشی کرنا مسلمان کو منع ہے۔ کیوں کہ شہداء اور شرکت
گناہ میں لازم آتی ہے۔ اور بطور خود چندہ کرنا، کھانا، سیر و شکار نہیں اور دہلی ہنود کو چندہ میں شریک کرنا اور ان کو
کھانے میں شریک نہ کرنا خلاف اخلاق ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

لا یأکل طعامک الا تقی ۲۔

یعنی اپنا کھانا نیک کو کھلا دے

اور خود بھی کھانا نیک مرد کا کھائے اور حالت بے اختیار اس سے مستثنیٰ ہے۔ لہذا سیر اور کھانا اور دھڑ
یہ سب امر ہولی اور غیر ہولی (ہندوؤں کے تہوار) سب میں مسلمانوں کو جائز نہیں۔ صرف تہذیب ہنود کے باعث
منع ہے۔ واللہ اعلم و حکمہ احکم

کتاب: المفتی السید محمد اعظم شاہ

ط "جلسہ" اندازہ کے لکھا گیا ہے اصل فتوہ ۱ سے یہ لفظ پڑھا جاتا ہے۔ مرتب محمد منیر

ط مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۳۸ مطبوعہ المکتب الاسلامی

﴿فتویٰ نمبر 255﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں مسماۃ بیہنا اتفاقی خاوند کے اپنے والدین کے ہاں بیٹہ رہے۔ عرصہ پانچ ماہ کا گزر جائے اس عرصہ میں چند بار بلایا نہ آئی۔ وارثان مسماۃ متشخصی اس امر کے ہوں کہ خواہد مسماۃ مکان مسماۃ کے نام لکھ دے یا قارئ خطی مسماۃ کو دے۔ لہذا استخفاف میں کیا جاتا ہے امورین میں کوئی ایک خاوند پر لازم ہے؟ اگر دونوں نہ ہوں یعنی نہ مکان لکھے نہ قارئ خطی دے اس حالت میں کوئی قصور خلاف شرعی؟ اس مسئلہ سے صادر ہوا اس کا گناہ اوپر؟ اس مسئلہ کے لیے یا خاوند کے ذمہ بھی مائد ہوگا۔؟

۸ صفر ۱۴۳۳ھ

زمان نان محلہ ماڈرو واڑہ آگرہ

الجواب

هو الموفق للصواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

صورت مسئلہ میں شوہر پر نہ قارئ خطی دینا لازم ہے بلکہ اور نہ تحریر بہنامہ مکان بنام مسماۃ لازم ہے۔ اور جو گناہ کرے گا وہ اس کی سزا پائے گا۔ مرتکب گناہ کے سوا دوسرا اس کی سزائیں پاسکتا۔
قرآن مجید میں اللہ جل شانہ فرماتا ہے:-

ولا تزر وازرة وزر اخرى!

۱. القرآن المجید	سورہ الانعام .	آیت نمبر ۱۶۳
ii. القرآن المجید	سورہ الاسراء :	آیت نمبر ۱۵
iii. القرآن المجید	سورہ الزمر :	آیت نمبر ۷
iv. القرآن المجید	سورہ الحج :	آیت نمبر ۳۸

(ترجمہ: کوئی اٹھانے والے کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا)

البتہ باوصف قدرت اگر شوہر اپنی زوجہ کو امور مختلف شرعی سے منع نہ کرے گا نہ منع کرنے کی مزاحمت
ماخوذ ہوگا۔

☆ الا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ را

(ترجمہ: خبردار اہم میں سے ہر ایک حکمران ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا
جائے گا)

فرمان سید الانس والجان شریف ہے۔

اور اگر وہ یقیناً واقف ہے کہ یہ زنا کرتی ہے اور غیر مردوں سے لاتی رہتی ہے اور پھر اس کو طلاق نہ دے
اور اس کو امور شنیعہ پر تنبیہ نہ کرے مطلقاً اس حدیث صحیح کا ہوگا۔ جو مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ پہلی موقف جنت
کی خوشبو ستر ہزار برس کے فاصلہ سے سونگھ لیں گے۔ مرد بچے کو خوشبو جنت نہ پہنچے گی۔ ۲۔

حزوہ: عبدالرحمن رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد دیہ اعلیٰ مفتی مسجد جامع اکبر آباد



۱۔ صحیح البخاری: باب الجمعة فی القرى والمعن حدیث رقم ۸۹۳ مطبوعہ شركة دار ارقم بیروت

۲۔ صحیح البخاری باب العید راع فی مال سیدہ حدیث رقم ۲۴۰۹ مطبوعہ شركة دار ارقم بیروت

نوٹ: یہ حدیث پاک بخاری شریف میں درج بالا مقامات کے علاوہ کتاب الوصیاء کتاب الحن کتاب النکاح کتاب الاحکام

میں مسطور شریف کی کتاب الامارۃ سنن ابوداؤد کی کتاب الامارۃ جامع ترمذی کی کتاب بہادیرہ کتب میں موجود ہے۔ طالعہ ہد

المعجم المفہر س لا لفاظ الحدیث النبوی جلد ۲ صفحہ ۲۸۳ مطبوعہ لیدن۔

۳۔ النہایہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۸ مؤسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران میں یہ الفاظ ہیں

نحرم الجنة علی القیوت۔

یہی الفاظ یہاں لکھے ہیں ۱۴۲۸ھ کی جزی کی جلد اول صفحہ ۳۵۵ مطبوعہ دارالپارکہ کربلا میں بھی ہیں۔

﴿فتویٰ نمبر.....256﴾

سوال

کیا مسجد میں سوال کرنا اور سوال کرنے والے کو دینا ناجائز ہے یا مکروہ یا حرام؟ شرع شریف کا اس بارہ میں کیا حکم ہے؟ مع نام کتاب و صفحہ سے آگاہی فرمائیں۔

غلام نبی زار آگرہ۔

۲۷ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ

الجواب

بعض فقہاء کے نزدیک اگر مسائل مسجد میں صفوں میں گشت نہ لگائے اور لوگوں پر چڑھتا نہ پھرے تو اس کو دینا جائز لکھتے ہیں۔ قول بخاری میں معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً مسجد میں سوال کرنا حرام ہے۔ اور مسجد میں سوال کرنے والے کو دینا مکروہ ہے۔

چنانچہ درمختار میں ہے:-

وبحرم فیہ السؤال و بکروہ الاعطاء مطلقا و قبل ان تخطیٰ

(ترجمہ: مسجد میں سوال کرنا حرام ہے اور سوال کرنے کو دینا ہر صورت میں مکروہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اگر لوگوں کی گردنیں پھلا گئے تو دینا حرام ہے)

مفت شامی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر صفوں میں لوگوں پر چڑھتا نہ پھرے تو دینا جائز ہے

حیث قال رحمہ اللہ فی صفحہ ۴۸۸ من رد المحتار المصری

بکروہ اعطاء سائل المسجد الا اذا لم يتخط رقاب الناس فی المختار لان علیا

تصدق بخاتمہ فی الصلوۃ فمدحہ اللہ تعالیٰ ویوتون الزکوۃ و ہم را کہون

۱۔ الدر المختار مع رد المحتار :	جلد ۲ ، صفحہ ۳۷۵	بیروت
۲۔ رد المحتار :	جلد ۲ ، صفحہ ۳۷۵	بیروت

(ترجمہ: مسجد میں مانگنے والے کو دینا مکروہ ہے۔ لیکن مختار یہ ہے کہ اگر لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگتے تو دینا جائز ہے۔

☆ کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی انگلی نماز کی حالت میں صدقہ کر دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح یوں فرمائی وہ زکوٰۃ حاجت رکوت میں ادا کرتے ہیں۔ المائدہ ۶۵)

وهكذا في صفحة ۵۶۸ من غنية المستملی المطبوعة في المطبع المجتبی

الدعوى !

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد دینار علی الرضوی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



غنية المستملی : صفحه ۵۶۸ مطبوعه دیوبند

نوٹ: اس کی عبارت میں ہے

وعلم معارفهم حرمة السؤال في المسجد لأنه كشفاً للضعف والبيع ونحوه وكرهه الإعطاء لأنه

يحمل على السؤال وقيل إذا لم ينهض الناس ولم يعرف بين يدي مصلح والاول احوط

ترجمہ: ماقبل بحث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں سوال کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ گم شدہ چیز کو تلاش کرنے اور بیع و خرید کی مانند ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سائل کو دینا بھی مکروہ ہے۔ کیونکہ اسے بھی سوال کے حکم پر مجبور کیا جائے گا۔ بعض علماء نے فرمایا کہ سال کرنا اور سائل کو دینا مکروہ نہیں جب کہ وہ لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگتے اور نمازیں کے سامنے سے نہ گذرے لیکن یہ اقوال حوط ہے۔

﴿فتویٰ نمبر..... 257﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کا جماعت خانہ پرنسبت محض کے بلدیہ پر واقع ہے جس میں چڑھنے اترنے کو پختہ بیڑھی بنی ہوئی ہے۔ بیڑھی کے اٹھان کی جگہ میں ایک چتر پر عربی حروف میں رمضان المبارک کدہ کرکر چن دیا گیا ہے۔ جماعت خانہ میں آنے جانے والے اس پر قدم رکھ کر آتے جاتے ہیں۔ اس صورت میں علماء دین کے نزدیک کیا حکم ہے۔ بجا دلی اور گناہ ہے یا نہیں؟ زید جو عالم اور سید کہلاتا ہے اور اس مسجد کا پیش امام بھی ہے کہتا ہے کہ اس میں کسی قسم کی بجا دلی نہیں ہوتی کیوں کہ دو منزلہ مکان میں ماحت کے درجہ میں قرآن شریف، امادیہ، فقہ کی کتابیں رکھی ہوں اور دوسرے درجہ پر جانا پلٹنا پھرنا کسی طرح منع نہیں ہے۔ اور آج تک اس کو کسی نے منع نہیں کیا۔ اور اس کے ہاں ہر کس آتا جاتا ہے۔ ان صورت میں جو حکم ہے وہ اس بیڑھی کے لیے بھی ہے۔ اور عمر جو ایک نووارد عالم (ہے) وہ کہتا ہے کہ اس چتر کو یہاں سے نکال دینا چاہئے کیوں کہ یہ کلمات قرآنی ہیں اور کلمات قرآن کا ادب لازمی ہے اور عمر اس کی بجا دلی کرنا یا کرنا خارج از ایمان ہونے کی علامت ہے۔ دہم تفسیر کبیر و کتاب تائید الموعظ سے اللہ کا نام بتلاتا ہے اور اللہ کے نام کی عمر بجا دلی کرنا اور کرنا خود گمراہ ہونا اور لوگوں کو گمراہ کرنا ہے۔ ہڈیا دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس میں کون کون حق پر ہے زید یا عمر؟ بحوالہ کتب و عبارت و مسلمات مفصل تحریر فرمادیں۔

اور زید کے اصرار نے دو اڑھائی سال سے اس چتر کدہ شدہ کلمات رمضان المبارک کی شب و روز بجا دلی کی اور لوگوں سے کرائی۔ اس کا وبال کا مستحق کون ہوگا؟ کلمات قرآن کی وجہ سے بجا دلی ہوگی یا نہیں؟ اور عمر کلمات قرآن یا اسباب لغی کی بجا دلی کرنے سے بجا دلی نہیں ہوتی ایسا دھوکہ دے کر فتویٰ دینے والے کی بابت کیا حکم ہے اس کو مسلمان سمجھا جائے یا نہیں؟ اس کے ہاتھ کا بیڑہ کلمات اور اس سے نجات چڑھانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس چتر کو نکالنا چاہئے یا نہیں؟

سیّدہ حاجی حسن صدیق موتی والا بازار

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما. اربنا لاحق حقا والباطل باطلا.

صفحہ ۱۲۴ جلد دوم فقیر کبیر میں ہے

اختلقوا فی رمضان علی وجوہ أحدھا قال مجاهد انه اسم الله تعالى ومعنی
قول الفائل شهر رمضان ای شهر الله وروی عن النبی ﷺ انه قال لا تقولوا جاء
رمضان وذهب رمضان ولكن قولوا جاء شهر رمضان وذهب شهر رمضان ☆ فان
رمضان اسم من اسماء الله تعالى!

یعنی حضرت مجاہد مفسر فرماتے ہیں کہ رمضان اللہ کا نام ہے اور آنحضرت ﷺ سے مروی ہے کہ آپ
نے فرمایا میں مت کہہ کر کہ رمضان آیا رمضان گیا بلکہ یوں کرو مہینہ رمضان کا یعنی اللہ کا مہینہ آیا اور مہینہ
رمضان کا گیا ☆ اس واسطے کہ رمضان ایک نام ہے من جملہ اناموں کے جو اللہ کے ہیں۔

علاوہ ازیں فقیر عزیز ی اور زحمت الجالس وغیرہ دوسری کتب میں بھی یہ مضمون نظر سے گزرا ہے۔

اور ندیۃ الطالبین میں حضرت نوحؑ الاکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل ہے کہ:

☆ مجمع ترویف حنفی من جملہ اسماء الہی اللہ کے نام ہیں۔ چنانچہ صفحہ ۱۰۲ غنیۃ الطالبین مطبوعہ
لاہور ترجم میں ہے:-

روی عن النبی ﷺ انه قال لعثمان بن عفان لما سال عن اب ت ت ث الی آخر
الحروف فقال الالف من اسم الله الذی هو الله والباء من اسم الله الذی هو الباری والطاء
من اسم الله الذی هو المتکبر والفاء من اسم الله الذی هو الباعث والوواو حتی الی آخرها
وذكر کلها من اسماء الله وصفاته عز وجل غیر مخلوقہ وقال النبی ﷺ فی حدیث علی

کرم اللہ وجہہ لعا سال عن معنی ابجد هو زحطی الی آخرها یا علی الاعتراف تفسیر
ابجد والالف من اسم اللہ عز وجل هو اللہ والباء من اسم اللہ الذی هو الباری والجیم من
اسم اللہ الذی هو الجلیل الی آخرها فذكر النبی ﷺ انها من اسماء اللہ تعالیٰ ۱

(ترجمہ: نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب انہوں نے
الف باء تا مائے الف کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ الف اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کا حصہ ہے جو اللہ
ہے۔ باء اللہ تعالیٰ کے نام مبارک باری کا حصہ ہے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے تمام حروف کو آخر تک شمار فرمایا
اور بیان فرمایا کہ یہ تمام اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کا حصہ ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی
اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارک میں فرمایا جب انہوں نے تمام حروف ابجد کے معنی دریافت کیے اے علی!
کیا تم ابجد کی تفسیر جانتے ہو الف اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کا حصہ ہے جو اللہ ہے الف اس طرح نبی پاک
ﷺ نے ذکر فرمایا کہ یہ تمام حروف اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک کا حصہ ہیں)

اسی واسطے فقہاء دیوار مسجد و غیرہ پر مطلقاً لکھنے سے منع فرماتے ہیں اس خوف سے کہ کبھی یہ حرف گر
جائیں اور پاؤں سے مسلے جائیں چنانچہ صفحہ ۴۴ درجہ مطبوعہ مصر علی ہاشم درالحجاز میں ہے

لا ينبغي الكتابة علی جدرانہ ۲

(ترجمہ: مسجد کی دیواروں پر نہیں لکھنا چاہئے)

قال الشامی رحمہ اللہ

أی خوفا من ان یسقط و نوطا ۳

(ترجمہ: اس خوف کے باعث کہ کتابت شدہ الفاظ گر پڑیں گے اور پاؤں تلے روندے جائیں گے)

۱۔ غنیۃ الطالبین :	جلد اول	صفحہ ۲۱	مطبوعہ مکتبہ خازن لاہور
۲۔ الدر المختار مع رد المحتار :	جلد ۱	صفحہ ۳۹۰	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۳۔ رد المحتار :	جلد ۱	صفحہ ۳۹۰	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

ہاں البتہ اگر اس احکام سے لکھا جائے کہ پاؤں سے کھدنے اور بے ادبی کا احتمال نہ ہو جیسے اکثر عمارت شاہوں میں آیا ہے قرآنی کلمہ ہیں اور اکثر مساجد میں تاریخیں کلمہ ہوتی ہیں مضائقہ نہیں۔

بہر پنج حصہ و فقہاء یہ ہے کہ تو جن و تدلیل آیات و حروف نہ ہو ۶۵ اسی بنا پر بعض فقہاء کرام تحریر فرماتے ہیں کہ قل از غسل میت کے پاس قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے چنانچہ صفحہ ۶۶۱ در مختار میں مذکور ہے:

و نكروه القراءة عندہ حتی يغسلہ!

☆ (ترجمہ: میت کے پاس قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے جب تک اسے غسل نہ دے دیا جائے)

عبارة الزيلعي

حتى يغسلہ!

(ترجمہ: جب تک اس کو غسل نہ دے دیا جائے میت کے پاس قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے)

و عبارة النهر

قبل غسلہ!

(ترجمہ: غسل سے قبل میت کے پاس قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے)

☆ اور فتاویٰ عالمگیری میں فتاویٰ سراجیہ سے منقول ہے کہ نشانہ پرفزون یا ابو جہل کا نام لکھ کر اس پر حیر لگانا بھی مکروہ ہے اس واسطے کہ حروف تجنی جن سے یہ نام مرکب ہیں واجب الحرمت ہیں۔

چنانچہ صفحہ ۳۴ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:-

اذا كتب اسم فرعون او كتب ابو جهل على غرض يكره ان يرموا اليه لان لظك

الحروف حرمة كذا في السراجية!

۱۔	الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۳ صفحہ ۷۹	دار الفرائد العربی بیروت
۲۔	تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للزيلعي: جلد اول صفحہ ۲۳۵	مکتبہ امدادیہ مفتان
۳۔		
۴۔	الفتاویٰ العالم گبریه	جلد ۵ صفحہ ۳۴۳ مطبوعہ مصر

(ترجمہ: جس کسی شے نہ پر فرعون یا ابوجہل کا نام لکھ دیا جائے تو اس کی جانب تیراغوازی کرنا مکروہ ہے کیوں کہ ان حرف کی حرمت و عزت ہے۔ سراجیہ)

اور مثل روایت مذکورہ درمختار صفحہ ۳۵۸ مالم گیر یہ میں ہے

ولو كتب القرآن على الحيطان والجدران بعضهم قالو یرجى ان یجوز^۱

☆ (ترجمہ: قرآن مجید کو اگر چار دیواریوں یا دیواروں پر لکھا جائے تو بعض علماء نے فرمایا امید ہے کہ یہ جائز ہوگا) مگر یہ ای صورت میں ہے جب خوف بے ادبی نہ ہو ورنہ اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

و بعضهم کرهوا ذلك مخالفة السقوط نحت اقدام الناس كلنا في فتاوی قاضی خان^۲

(ترجمہ: بعض علماء کرام نے دیواروں پر قرآن مجید لکھنے کو اس خوف کے باعث مکروہ قرار دیا ہے کہ وہ کتابت شدہ جنتوش لوگوں کے قدموں کے نیچے کریں گے۔)

☆ اور صورت مذکورہ میں صراحت بے ادبی و تذلیل اسم رمضان ہے کہ رمضان کا لفظ پاؤں کے نیچے نہیں آتا مگر جس کلمے پر تحریر کندہ ہے اس کی اوپر میز می پر تو پاؤں رکھے جاتے ہیں۔ اور فقہاء یہاں تک تحریر فرماتے ہیں کہ اگر جزاں میں مادیت یا کتبہ لکھی ہوں اور اس جزاں کو سر ہانے رکھ کر سونے سے حفاظت مقصود نہ ہو بلکہ بخر دنگیہ لگانا مقصود ہو جب بھی باوجودیکہ کتبہ نقد اور مادیت اس کپڑے میں چپے ہوتے ہیں اور پاؤں کے نیچے بھی نہیں آتے بلکہ سر کے نیچے رکھے جاتے ہیں مطلقاً مکروہ تحریر فرماتے ہیں۔ اور مطلقاً کراہت امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کراہت تحریر پر محمول ہوتی ہے چنانچہ صفحہ ۳۵۷ مالم گیر یہ میں ہے:

متعلم معه خربطة فيها كتب من اخبار النبي ﷺ او كتب ابی حنیفۃ او غیرہ

فترسد بالخربطة قصد الحفظ لا یکره و ان لم یقصد الحفظ یکره کذا فی الذخیرہ^۳

۱۔ الفتاوی العالم گیریہ جلد ۵ صفحہ ۲۲۴ مطبوعہ مصر

۲۔ الفتاوی العالم گیریہ جلد ۵ صفحہ ۲۲۴ مطبوعہ مصر

۳۔ ایضاً

ترجمہ: طالب علم کے پاس تھیلا ہو اس میں مادہ سحر مبارکہ یا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے ائمہ کرام کی کتب ہوں اس تھیلے کو حفاظت کی نیت سے سربانہ کے طور پر استعمال کرنا مکروہ نہیں ہے اور اگر حفاظت کی نیت نہ ہو پھر سربانہ بٹانا مکروہ ہے)

الحاصل کسب دینی اور اسماء جناب باری تعالیٰ یا ترونب چچی واجب الحرمہ ہیں اگر بغرض حفاظت صدوق میں بحالت سفر رکھ کر اس پر بیٹھ جائے یا حجرہ میں بغرض حفاظت رکھے اور اس کی چیت پر بیٹھے یا بغرض حفاظت سر کے نیچے رکھنے میں مضائقہ نہیں۔ اور بلا ضرورت حفاظت اگر اس طرح رکھے جائیں کہ ان کی توہین و تذلیل ہو قلعان جائز اور حرام ہے۔
چنانچہ صنف کورہ عالمگیریہ میں ہے:-

النوم بالکتاب الذی فیہ الاخبار لا يجوز الا علی نية الحفظ کذا فی الملخص
ووضع المصحف تحت راسه فی السفر للحفظ لا باس به و بغير الحفظ یکره کذا فی
خزانة الفتاویٰ۔

(ترجمہ: ایسی کتاب کو سربانہ بنانا جس میں احادیث مبارکہ ہوں جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر حفاظت کی نیت سے ہو جائز ہے۔ ملاحظہ۔ سفر میں قرآن مجید کو حفاظت کی خاطر سربانہ بنانے کوئی حرج نہیں ہے لیکن حفاظت کی نیت کے بغیر مکروہ ہے۔ خزائن الفتاویٰ)

فی صفحہ ۲۳۷

کل مکروہ ای کراهة تحریم حرام ای کالحرام فی العقوبة بالنار عند محمد
رحمہ اللہ و عندهما إلى الحرام اقرب انتهى مختصراً۔

(ترجمہ: ہر مکروہ یعنی مکروہ تحریمی میں سزا کے معاملہ میں حرام کی مانند ہے۔ یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول)

۱۔	الفتاویٰ العالمگیریہ	جلد ۵	صفحہ ۳۲۲	مطبوعہ مصر
۲۔	الدر المحتار مع رد المحتار	جلد ۹	صفحہ ۳۰۹	دار اسماۃ التراث العربی بیروت

ہے اور شیخین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک حرام کے قریب ہے)

قال الشامي رحمه الله:

قوله كراهة تحريم و هي المرادة عند الاطلاق كما في الشرح و قيد بما اذا كان

في باب المحظر والاباحۃ۔

(ترجمہ: قولہ: مکروہ تحریمی الخ اور جب مکروہ دلو لائے اور اس کے ساتھ کوئی قید نہ ہو تو پھر یہی مراد ہوتا ہے جیسا

کہ شرح میں ہے اور اسی میں ہے یہ حکم اس وقت ہے جب کہ یہ فقہ باب المحظر والاباحۃ میں ہو)

اور ظاہر ہے یہ مسائل باب الکراهۃ والمحظر والاباحۃ ثانی اور عالمگیری نقل کئے گئے ہیں۔

لہذا اس پتھر کو اٹکوا کرتے ہیں وہ لیل اساء الہی سے تو پہ کرنا ضرور ہے۔ واللہ اعلم

حذوہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین علی رضوی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 258﴾

سوال

تعویذ موم جامہ میں ملا ہوا اگر بوقت بیت اللہ ساتھ چلا جائے یا حالت غسل میں بازو وغیرہ میں بندھا ہو اس میں کوئی ممانعت شرعی تو نہیں ہے؟

الجواب

اگر تعویذ میں آیت کلام اللہ یا اللہ کا نام ہے تو باوجود موم جامہ کے بھی اس کو پاخانہ میں لے جانا مکروہ ہے اور اگر اس کو باندھے ہوئے پاک جگہ میں بیٹھ کر پیشاب کرے تو جائز ہے۔ مگر بنانے کی حالت میں چونکہ پانی مستعمل کا اس تک اثر کرنا چھینی ہے لہذا اس حالت میں باندھے رہنا قلعہا جائز ہے۔
چنانچہ صفحہ ۳۵۸ جلد ناسک عالمگیری مصری میں ہے:-

مسئل الفقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ عن کان فی کلمہ کتاب فجلس للبول بکروہ
ذلک قال ان کان ادخلہ مع نفسه المخرج بکروہ و ان اختار لنفسه مبالا طاهرا فی مکان
طاهر لا بکروہ کذا فی المحيط!

(ترجمہ: فقید ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس کی آستین میں کتاب ہو چکروہ
پیشاب کرنے کے لیے بیٹھ گیا یہ اس کے لیے مکروہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا اگر اس نے کتاب کو اپنے ساتھ
بیت اللہ میں داخل کیا تو مکروہ ہے اور اگر اس نے پیشاب کرنے کے لیے پاک جگہ کو پیشاب گاہ بنایا تو مکروہ
نہیں محیط)

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ

ابو محمد مدنی ارطلی ارضوی الحنفی مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 259﴾

سوال

ایک شخص قرآن ناظرہ پڑھا ہوا ہے۔ اور لوگوں کو پڑھاتا ہے۔ مسائل اردو اور ہندی میں پڑھاتا ہے کیا ہندی پڑھانا حرام یا ناجائز یا جائز؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللھم رب زدنی علماً

مطلقاً ہندی پڑھنا پڑھانا یا کوئی اور زبان کا بقدر کاروباری امور دنیا جائز ہے بشرطیکہ بطریق کفر نہ پڑھائی جائے یعنی بجائے بسم اللہ گیتیش یا رام چندر وغیرہ کا نام بطریق عظمت نہ پڑھایا جائے۔

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دینار علی (رضوی) لکھی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 260﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین در بارہ ایسے عالم کے جو اپنی کتاب میں یہ عمل لکھتا ہے اور اس کے کرنے کی عام مسلمانوں کو اجازت دیتا ہے کہ فلاں آیت کلام اللہ انکسور کے پتہ پر لکھ کر بغرض اساکہ ران پر باندھنا درست ہے۔ دوسرا شخص اس کی تائید میں کہتا ہے کہ یہ مولانا اشرف علی صاحب نے پیشگی زیور میں لکھا ہے۔ اس پر لوگ اعتراض کرتے ہیں۔

فتاویٰ عالمگیریہ اور قاضی خان اور فتاویٰ ہز از یہ میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کسی کے نکیر سے خون آتا ہو اور وہ بندہ ہوتا ہو اسے خون سے پیشانی پر قرآن کی آیت لکھے شفا ہوگی۔ کیا اس کو ابو بکر اسکاف نے اور بعض کا قول ہے کہ اگر قرآن کو پیشاب سے لکھے تو بھی حرج نہیں ہے مگر اس میں شفا ہو اور مردار کی کمال پر قرآن کا لکھنا درست ہے۔ نعوذ باللہ منہا

۲۶ شوال ۱۳۶ھ

مولوی تاج محمد ساکن قائم گنج مال متیم

فیروز آباد ضلع اکبر آباد

الجواب

وهو الموفق للصواب:

اللهم رب زدنی علما

صفحة ۳۵۸ جلد خامس من فتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الکراهیة باب خامس فی

آداب المسجد والمصحف و ماکتب فیہ شی من القرآن او کتب اسم اللہ تعالیٰ میں ہے۔

کتابہ القرآن علی ما یفتش و یسط مکروهہ کذا فی الطرابت بساط او مصلی

کتاب علیہ الملک للہ بکروہ بسطہ والقعود علیہ واستعمالہ و علیٰ هذا قالوا لا يجوز ان يتخذ قطعة يباض مكتوب علیہ اسم اللہ تعالیٰ علامۃ فیما بین الاوراق لعل فیہ من الابتدال باسم اللہ تعالیٰ و لو قطع الحرف من الحرف او خیط علی بعض الحروف فی البساط او المصلیٰ حتی لم تبق الكلمة متصلة لم تسقط الکراهۃ و کذا لک لو کان علیہا الملک لا غیرو کذا لک الالف وحدها واللام وحدها کذا فی الکبریٰ اذا کتب اسم فرعون او کتب ابو الجہل علی غرض بکروہ ان یرموا الیہ لان لتلک الحروف حرمة کذا فی السراجۃ ۱۔

(ترجمہ قرآن مجید کو ایسی چیز پر لکھنا جسے کچھ بتایا جاتا ہو یا زمین پر بچھایا جاتا ہو مکروہ ہے۔ الفرائض ۲، کچھ بتایا مصلیٰ جس پر الملک اللہ (بادشاہت اللہ کی ہے) لکھا ہوا ہے کچھ بتایا اس پر بیٹھا اور اس کا استعمال مکروہ ہے۔ ہذا اور ایسی بنا پر ملائے کرام نے فرمایا (کاغذ کا) سفید ٹکڑا جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا ہے اور اوراق کے درمیان بطور نشانی کے رکھنا جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ اس میں باری تعالیٰ کے نام کی توہین ہے۔ ہذا اور اگر کچھ نے یا مصلیٰ پر لکھے ہوئے ان کلمات سے ایک حرف کو دوسرے سے الگ کر دیا جائے یہاں تک کہ ایک لکھ متصل نہ رہے تب بھی کرامت ساتھ نہیں ہوتی۔ ہذا یہی حکم ہے جب اس پر الملک لکھا ہو اس کے سوا کچھ اور نہ لکھا ہو یا الف یا لام اکلیا لکھا ہو۔ کبریٰ ۲، فرعون یا ابو جہل کا نام کسی نشاۃ نہ لگانے کی جگہ پر لکھا ہو اس کی طرف تیر اندازی مکروہ ہے۔ کیونکہ ان حروف کی ایک حرمت ہے۔ سراجیہ)

وابضا فیہ فی آخر تلک الصفحۃ :

ولا يجوز فی المصحف الخلق الذی لا یصلح للفرأۃ ان یحمله به القرآن ۲۔

ہذا (ترجمہ: بوسیدہ قرآن مجید جو چھنے کے لائق نہ ہے اس کے اوراق سے قرآن مجید کو جلد کرنا جائز نہیں ہے)

۱۔ الفتاویٰ العالم گیریہ : جلد ۵ صفحہ ۳۲۳ مطبوعہ مصر

۲۔ الفتاویٰ العالم گیریہ : جلد ۵ صفحہ ۳۲۳ مطبوعہ مصر

☆ بلکہ ابتداً سطر مذکورہ میں فتاویٰ قاضی خان سے تو جن بیویوں پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا ہے ان کو بھی بلا طہارت ہاتھ میں لینا مکروہ ہے۔

و یکبرہ لمن لا یکون علی الطہارۃ ان ینخذ فلو ما علیہا اسم اللہ تعالیٰ کذا فی فتاویٰ قاضی خانؒ

☆ (ترجمہ: جو شخص طہارت کے ساتھ نہ ہوا ہے ایسے بیویوں کو پکڑنا جن پر اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک ہو مکروہ ہے) اندر میں صورت ظاہر ہے کہ فقہائے کرام کے نزدیک ایک ایک حرف قرآن سے جب اس وجہ تقسیم مد نظر ہے کہ اگر نکتہ نہ ہو جو جمل یا فروع ہو تو نام فروع و ابواب جمل چونکہ مرکب ہے ان حروف تقسیم سے لٹکاؤ تقسیم ان حروف کے اس کی طرف تیر پھینکنا تک جائز نہیں رکھتے تو بجز منہ تحصیل خواہش نفسانی بلاشبہ مولوی اشرف علی لکھنوی یا کوئی اور آئیہ کلام اللہ کو انگور کے پتہ پر خواہ کاندہ پر لکھ کر دان پر باندھتا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہو سکتا۔

☆ اب رہا یہ امر جو فقہاء پر بلا فہم مقصود اتمام رکعہ لگایا ہے کہ فتاویٰ مانگیم یہ اور مٹائیہ اور بزاز یہ میں پیشاب سے یا خون نگیں سے آئیہ کلام اللہ کو لکھنا جائز لکھا ہے اس کی مثال عینہ ایسی ہے جیسے و النسم مکاری کی قید کو علیحدہ کر کے کوئی کہے کہ قرآن مجید میں اللہ جل شانہ فرماتا ہے:-

ولا نفر بوا الصلواتۃ

ترجمہ: نماز کے قریب نہ جاؤ۔

اور اس طریق سے دلیل پکڑے اس امر پر کہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ نماز پڑھتا تو درکار نماز کے قریب جانا بھی درست نہیں۔ نعوذ باللہ من تلک الاتہامات والافہام الکاسدات اس واسطے کہ صفحہ ۳۹ جلد خاص کتاب فکر احیہ باب ثامن عشر فتاویٰ مانگیم یہ میں ہے:

۱۔ الفتاویٰ العالم گبرہ: جلد ۵ صفحہ ۳۴۳ مطبوعہ مصر

۲۔ الفرقان مجید: سورۃ النساء: آیت نمبر ۴۳.

اعلم بان الاسباب المزيلة للضرر تنقسم الى مقطوع به كالماء المزيل للضرر العطش والخيز المزيل للضرر الجوع والى مظنون كالقصد والحجامة و شرب المسهل وسائر أبواب الطب اعنى معالجة البرودة بالحرارة و معالجة الحرارة بالبرودة وهى الاسباب الظاهرة فى الطب والى موهوم كالكى والرقة اما المقطوع به فليس تركه من التوكل بل تركه حرام عند خوف الموت و اما الموهوم فشرط التوكل تركه اذ به وصف رسول الله ﷺ المحتوكلين اما الدرجة المتوسطة وهى المظنونة كالمداواة بالاسباب الظاهرة عند الاطباء ففعله ليس مناقضا للتوكل !

☆ (ترجمہ: وہ اسباب جو نقصان اور تکلیف کو زائل کرنے والے ہیں (ان کی تمین تمہیں ہیں)

(۱) یعنی طور پر ضرر کو زائل کرنے والے جیسے پانی کہ پیاس کی تکلیف کو زائل کرتا ہے اور روٹی جو بھوک کی تکلیف کو ختم کر دیتی ہے۔

(۲) غلٹی اسباب مثلاً نمہ لگوانا، پچھنے لگوانا، آب آورد و کاچینا اور طب کے تمام ابواب یعنی سردی کا علاج گرمی سے اور گرمی کا علاج سردی سے کرنا۔ اور یہ طب میں ظاہر اسباب ہیں۔

(۳) موهوم اسباب۔ جیسے اعضاء کو داغنا، تعویذ لینا، من میں سے غلٹی اسباب کو ترک کرنا توکل نہیں ہے۔ بلکہ اگر موت کا خوف ہو تو ان کا ترک حرام ہے۔ موهوم اسباب میں توکل کی شرط یہ ہے کہ ان کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اسی صفت کے ساتھ توکل کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے۔ باقی رہے دویائی درجے کے اسباب جو کہ غلٹی ہیں مثلاً حکماء کے نزدیک ظاہر اسباب کے ساتھ علاج کرنا تو یہ توکل کے منافی نہیں ہیں)

یعنی وہ اسباب جو دافع ضرر نفسانی ہیں اگر وہ غلٹی ہیں ان کا چھوڑنا موجب گناہ ہے بلکہ بوقت خوف موت ان کا ارتکاب لازم اور واجب ہو جاتا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ چھپے سارے کے پانچویں رکعت میں ہے۔

فمن اضطر في مخمصة غير متجانف لاثم فان الله غفور رحيم۱

(ترجمہ: لہذا جو مجبور ہو جائے بھوک میں اور گناہ کی طرف ہچکنے والا نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے)

قال العلامة ابوالسعود الحنفی رحمۃ اللہ فی تفسیر المطبوعہ علی هامش الكبير

فی صفحہ ۳۵۷:

قوله تعالى فمن اضطر متصل بذكر المحرمات ای فمن اضطر الى تناول شيء من

هذه المحرمات في مخمصة ای مجاعة يخاف لها الموت او مباديه غير متجانف لاثم قبل

غير مائل ومنحرف اليه بان ياكلها تلذذاً او مجاوزاً حد الرخصة او ينتزعاها من مضطر

آخر كقوله تعالى غير باغ ولا عاد فان الله غفور رحيم لا يواخذہ بذلك بناء عليه

(ترجمہ: قولہ: پس جو شخص مجبور ہو جائے الخ یہ حرمت کے متصل بعد ہے یعنی جو شخص ان حرام چیزوں میں سے

کسی کے کمانے پر ایسی بھوک کی حالت میں مجبور ہو جائے جس کے باعث موت یا اس کے مبادی کا خوف ہو

لیکن وہ گناہ کی طرف مائل ہونے والا اور اس کی جانب ہچکنے والا نہ ہو اس طرح سے کہ اسے لذت حاصل

کرنے کے لیے کمائے یا رخصت کی حد سے زیادہ کمائے یا کسی اور مجبور سے چھین کر کمائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا غیر باغ یعنی نہ وہ بغاوت کرنے والا اور نہ ہی حد سے تجاوز کرنے والا ہو تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور

رحم فرماتے والا ہے یعنی اس کے کمانے کی بنا پر اس سے مواخذہ نہ فرمائے گا)

صفحہ ۳۵۹ فتاویٰ مالک یہ میں تحریر فرماتے ہیں

يجوز للعليل شرب الدم والبول واكل الميتة للتداوي اذا أخبره طبيب مسلم ان شفاءه

فيه ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه و ان قال الطبيب يتعجل شفاء كفيه و جهانہ۲

۱۔ القرآن العجید: سورۃ العائدہ: آیت ۳

۲۔ الفتاویٰ العالمگیریہ: جلد ۵، صفحہ ۳۵۵ مطبوعہ مصر

☆ یعنی اگر عیوب یہ کب دے کہ یقیناً اس بٹا رکھنے پر چٹاب پینے کے پامردار کھانے کے کبھی شفا نہ ہوگی اور کوئی ایسی ماح دوا نہیں رہی کہ جس سے امید شفا ہو۔ تو اندریں صورت چٹاب پینا یا مردار کھانا بقدر دوا جائز ہے۔ اور اگر یہ کہے کہ شفا کی اور بھی جائز دوا ہونے کی امید ہے مگر چٹاب اور مردار سے امید ہے جلد شفا ہو جائے تو بموجب آیہ مذکورہ صحیح روایت یہی ہے کہ جائز نہیں۔

خلاصہ یہ کہ اگر کسی ظالم سے خوف جان جانے کا یقینی ہو اور زبان سے کلمہ کفر کہہ دینے سے جان بچ جائے اور دل میں ایمان راسخ ہو تو کلمہ کفر تک کہہ دینے کی قرآن مجید سے رخصت ثابت ہے چنانچہ سپارہ چار دم نہ سوئیں رکعت میں ہے۔

من کفر من بعد ایمانہ الامن اکفرہ و قلبہ مطمئن بالايمان و لكن من شر بالکفر صدراً فلعليهم غضب من الله ولهم عذاب عظيم ۱
(ترجمہ: جو شخص اپنے ایمان لانے کے بعد کافر ہو جائے مگر جس کو کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا جائے لیکن اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو لیکن جس نے کھواۓ کفر کے ساتھ تو ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے غضب اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے)
اور صفحہ ۷۷۷ بلو سادس تفسیر ابوسعود مذکور میں ہے تفسیر آیہ مذکورہ میں

روى ان مسلمة الكذاب اخذ رجلين فقال لاحدهما ما تقول في محمد ﷺ
قال رسول قال فما تقول في قال فانت ايضا فخللاه وقال للآخر ما تقول في محمد ﷺ
قال رسول الله قال فما تقول في قال انا اصم فاعاد ثلاثا فاعاد دجوابه فقتله فبلغ ذالك رسول الله صلى الله عليه و اله وصحبه و سلم فقال اما الاول فقد اخذ برخصة الله تعالى و اما الثاني فقد صدع بالحق ۲

۱ القرآن العظيم: سورة النحل ۱ آیت ۱۰۶ .

۲ تفسیر ابوسعود جلد صفحہ مطبوعہ

☆ ترجمہ بیان کیا گیا ہے کہ مسئلہ کذاب نے دو پہلی ایمان مردوں کو پکڑا ایک سے کہا تو (حضرت) محمد (ﷺ) کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ اس نے جواب دیا وہ اللہ کے رسول ہیں پھر اس نے پوچھا تو میرے بارے میں کیا کہتا ہے تو اس نے جواب دیا تو بھی اس پر اس نے اسے چھوڑ دیا۔ دوسرے مسلمان سے پوچھا تو (حضرت) محمد مصطفیٰ (ﷺ) کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ اس نے جواب دیا وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس پر اس نے کہا تو میرے بارے میں کیا کہتا ہے تو اس نے جواب دیا میں کوٹھاہوں۔ اس نے سوال کو تین بار دہرایا تو اس مسلمان نے اسی جواب کو دہرایا۔ لہذا اس نے اسے قتل کر دیا۔ یہ بات نبی اکرم ﷺ تک پہنچی تو فرمایا پہلے مسلمان نے رخصت کو پتلیا اور دوسرے نے حق کا اعلان کر دیا۔

خلاصہ مضمون آپؐ کہ یہ اور حدیث مذکور یہ ہوا کہ خوف جان بچانے کے واسطے ظالم سے کلمہ کفر کہہ دینا تک جائز ہے۔ چنانچہ حدیث مذکورہ سے ثابت ہے کہ مسئلہ کذاب کے خوف سے جن صحابی نے جان بچانے کے لیے زبان سے مسئلہ کو کہہ دیا تھا تو بھی رسول اللہ ہے اور دل سے اس کے منکر تھے ان کی نسبت حضور ﷺ نے موعظ حکم آپؐ کہ یہ بھی فرمایا کہ انہوں نے اس امر پر عمل کیا جو ان کے لیے جائز تھا اور جنہوں نے جان دی لی اور شہید کر دیئے گئے مگر مسئلہ کذاب کو رسول نہ کہا ان کی قریف کی اور فرمایا جو عزیمت اور بڑے مرتبہ کی بات تھی انہوں نے اس کا اختیار کیا۔

طی حدیث القیاس جملہ فقہاء خصوصاً صاحب فتاویٰ مالکیہ کی تحریر فرماتے ہیں کہ اگر چہ ادنیٰ تو تین کلام اللہ کفر ہے یہاں تک کہ اگر کوئی دف کے ساتھ قرآن پڑھے یا قرآن کو بابت طوفان کبد سے کافر ہو جائے گا۔ چنانچہ صفحہ ۲۹۴ جلد ثانی فتاویٰ مالکیہ یہ ہے۔

اذا قراء القرآن علی ضرب الدف والقصب فقد کفر رجل یقرء القرآن فقال رجل
ایس جہ سانگ طوفان است فہذا کفر کذا فی المحيط لو قال قرأت القرآن کثیرا فاعما
رفعت الجنابة عنا بکفر کذا فی الخلاصة من قال بغيره قل هو الله احد را ہوست باز کر
دی او قال السم نشرح را گریبان گرفتہ او قال لمن یقرء بس عند المریض بس در دہان

مردہ منہ اوقال لغیرہ اسی کونہ تراز انا اعطیناک الکوثر الخ کھڑ فی ہذہ الصور کلہا! ﴿۱﴾ (ترجمہ: جب کوئی پانسی اور دھکی کی چوٹ پر قرآن پڑھتو وہ کافر ہو جائے گا۔ ایک شخص قرآن پڑھا رہا تھا دوسرے نے کہا یہ کیا طوفان کی آواز ہے یہ کہتا کفر ہے۔ حیٹا میں اسی طرح ہے۔ اگر کسی نے کہا میں نے قرآن بہت پڑھا لیکن ہم سے جنابت نہ گئی تو اسے کافر قرار دیا جائے گا۔ غلام میں اسی طرح ہے۔ کسی نے پوچھا کیا تو چمکا تا دیا تو اس نے کہا قل هو اللہ احد یا کسی کا گریبان پکڑا اسے کہا الم نشرح یا کوئی مرئیض کے پاس سورہ یس پڑھا رہا تھا تو اس نے کہا یس مردہ کے منہ میں نہ رکھو یا کسی کو کہا اے انا اعطیناک الکوثر سے چھو تو ان سب صورتوں میں اسے کافر قرار دیا جائے گا۔)

چہ جائیکہ قرآن مجید کو پیشاب یا خون سے لکھتا اس کے کفر ہونے میں کون کلام کر سکتا ہے؟ اگرچہ جان بچانے کی غرض سے موقعِ اکراہ میں کلمہ کفر منہ سے مجبوراً کہہ دینا نصِ مرتبہ قرآن اور حدیث سے جائز ہے ایسے ہی موقع پر جب انسان شدتِ مرض سے خواہ مرضِ نکسیر ہو یا کچھ اور عاجز آجائے زہمت سے مہربان شدتِ مرض ناامید ہو اور طبیحِ ماذقِ مسلمان متقی کے کہنے پر یقین ہو جائے کہ مجھ کو لکھنا یا پیشاب پینے کے کباب کوئی دوا مہی باقی نہیں رہی جس سے سپیدِ صحت ہو، ان حرام دواؤں سے مجھ کو یقین ہے کہ انشاء اللہ شفا ہو جائے گی۔ اندر میں صورتِ فقہا تحریر فرماتے ہیں اس مریضِ مضطر سے حکمِ حرمت اٹھ جاتا ہے۔ اور اس کو پیشاب وغیرہ کا بقدرداؤ چٹا جائز ہوگا۔ علیٰ ہذا بعض مقامات پر سالکیر یہ وغیرہ میں لکھ دیا ہے ایسے مریضِ نکسیر کو جس کا خون ٹھہرنا ہی نہیں اور اس کو خوفِ موت غالب ہو علیٰ ہذا اگر کسی دوسرے مریض کو خوفِ موت غالب ہو اور کسی ذریعہ سے اس کو یقین ہو جائے یا کسی غالب ہو کہ قرآن کو پیشابی مریض پر اس خون سے لکھا جائے تو قلعاً آرام ہوگا اگرچہ قرآن کا خون سے لکھنا یا پیشاب سے لکھنا کفر ہے مگر ایسی صورت میں جیسے اس کو کلمہ کفر کہہ دینا مہربان نصِ مرتبہ کلام اللہ جائز ہے بغرض جان بچانے کے یہ فعل کفر یعنی بعض قرآن کا خون سے یا پیشاب سے لکھنا بھی اس کے حق میں جائز ہوگا۔ نعوذ باللہ منہا

اور جب ظاہر ہے کہ یوحنا کفر ہونے کے کوئی مسلمان ایسے عمل کا تجربہ نہیں کر سکتا جس میں قرآن مجید کی بے جا دلی ہو۔ اور ایسے معاملات میں کافر کے کہنے کے اعتبار نہیں۔ تو الاحمال یہ مسئلہ از قسم تطبیق با لحال العباد ہی ہوا جیسے کوئی کسی سائل سے کہے کہ اگر میں حضرت اقلیم کا پادشاہ ہو جاؤں تو تجھ کو اپنا سارا مال و متاع دیدوں۔ اس کہنے سے تمام اہل زبان جانتے ہیں کہ قائل کا یہی مقصود ہوتا ہے کہ میں حضرت اقلیم کا پادشاہ ہوں تو تجھ کو گھریار دوں۔ چنانچہ سننے والا اس کا ام کوں کر فوراً کہہ دیتا ہے کہ تم کو دینا ہی مقصود نہیں۔ علیٰ هذا فقہا کا شفا و چینی پر اس عمل کا مطلق کرنا دلیل صریح ہے کہ بیان اس حکم سے مقصود فقہا میان حرمت و عمل مذکور ہی نہیں ہے بلکہ بیان کرنا اس امر کا ہے کہ ایسے عمل کا کرنا کفر ہے۔ مگر جس موقع پر قرآن مجید سے کلمہ کفر منہ سے کہہ دینے کی رخصت ہے اس امر کی بھی رخصت ہے۔ اور اس طریق پر بیان کرنے سے ائمہ و عہدہ جہاں انسان ہے نزدیک منافق اُنس و جان کے کہ جس کے بچانے کے واسطے بصورت یقین قرآن سے کلمہ کفر منہ سے کہہ دینا جائز ہے علیٰ ہذا فعلی کفر مثل ایسے اعمال کے کرنا بھی اگر کسی ذریعہ سے یقین شفا ہو جائے جائز ہے۔ مگر ایسے اعمال پر یقین شفا ہونا ہی محال ہے۔ لہذا اسی غرض سے فتاویٰ مانگے یہ میں مطلقاً رقیہ اور دارخ وغیرہ کے علاج کو اسباب ظنونہ سے بھی نہیں گنا بلکہ اسباب موصومہ سے شمار کیا ہے۔ جن کا چھوڑ دینا بصورت جائزہ افضل کہلائے۔ چہ جائیکہ اندریں صورت ایسے اعمال کا کرنا جو سراسر کفر ہوں باوجود موصوم ہونے کے کب جائز ہو سکتے ہیں؟ اور ایسے موصوم امور عند الفقہاء کس طرح یقینی ہو سکتے ہیں؟ اللہ مسلمانوں کو سمجھ عطا فرمادے۔ شعر

چشم بد اندیش بود کندہ باد کہ عیب نما یدھنوش در نظر

(ترجمہ: ایسے برا اندیش کی آنکھ نہ رہے جس کو ہنر بھی عیب نظر آئے)

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دیر علی الرضوی الحنفی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 261﴾

سوال

یہاں پر اطراف و جوارب میں طاعون شروع ہو رہا ہے۔ ایسی حالت میں اصلی مقام کو چھوڑ کر شیر سے باہر بھید و خشت عیال و اطفال یا دوسرے مواضع میں چلنا شرعاً درست ہے کہ نہیں ہے؟ اور ڈاکٹر حکماً کہتے ہیں کہ یہ ایک قسم کے پلو ہیں۔ اول چوبوں میں یہ مرض پیدا ہوتا ہے۔ جب یہ حالت ہو تو مکان کو چھوڑ دینا چاہئے اور اسباب میں آگ لگا دی جائے یا کدھیک میں جوش دے دیے جائیں۔ اور ایسے مریض سے نہ ملنا چاہئے تو کیا اہل اسلام کو (یہ) سب کرنا شرعاً درست ہے کہ نہیں؟ اور حضور مقبول ﷺ نے اس کی کیا اصلیت ظاہر فرمائی ہے؟ اور ایسی اموات والے شہید کہاویں گے یا کیا؟

۷ ارمضان ۱۴۳۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

حضور سرور عالم ﷺ فرماتے ہیں:

لا عدوی ولا طلوة!

ترجمہ: کسی کا مرض خواہ وہ طاعون ہو یا چھک 'خواہ ہیضہ' خواہ (کوئی اور) کسی کو اور نہیں لگتا اور بدھگوئی کوئی چیز نہیں۔

اور دوسری حدیث میں وارد ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ:

نارش زردہ اوشت کو تندرست اوشت کے پاس نہ لاؤ۔

۱۔ از الجامع الصغير مع طبخ الفقير : جلد ۶ صفحہ ۳۳۶ دار المعرفہ بیروت

بحوالہ مسند احمد وصحیح مسلم

۲۔ مشکوٰۃ المصابیح : صفحہ ۳۹۱ بحوالہ بخاری

اس قسم کی تمام امادیث نقل کر کے علامہ شاہ ولی صفحہ ۳۸۰ جلد دوم کتاب انکرامیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

فثبت بملك ان الخروج من الارض التي وقع بها الطاعون مكره للفراغ منه و مباح

لغير الفراغ!

ترجمہ: ان تمام امادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر خوف طاعون سے یہ سمجھ کر کہ اگر یہاں رہوں گا ضرور اڑ کر لگ جائے گی کہیں دوسری جگہ بھاگ جائے مگر وہ یعنی مکرہ تحریر ہے۔ ۱۰ اور اگر بوجہ وحشت کثرتِ اموات اور پریشانی کے لوگوں کو پریشان دیکھ کر اور یہ یقین کر کے کہ بغرض دفعِ وحشت جانا ہوں ورنہ پھینا موت یہاں چھوڑے اور نہ ہاں چھوڑے اور قتل الوقت کچھ نہیں ہوتا تو مضائقہ نہیں۔

یہی مضمون امام غزالی رحمہ اللہ احیاء العلوم میں تحریر فرماتے ہیں اور اس کی تائید فرماتے ہیں علامہ زبیدی حنفی شارح احیاء العلوم شرح احیاء مسکمی بہ اتحاف السادة المستقین کی جلد ناسع صفحہ ۶۶۶ میں۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ مقصود ممانعت یہ ہے کہ تندرست مریضوں کو تنہا چھوڑ کر کہیں نہ بھاگ جائیں۔

حورہ: العبد الرائی دامت ربہ

ابو محمد محمد دیدار علی الصبحی الحنفی

فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 262﴾

سوال

شرح وقایع درختار مشکوٰۃ شریف وغیرہ ترجمہ اردو جس میں کہ مخالفین نے ہوسکے طعن اور پتہ سے غلبہ کی

جائے۔

۷ مارچ ۱۴۳۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

مآلایہ مسئلہ ضروری کے واسطے عمدہ کتاب ہے۔ مظہر حق شرح مشکوٰۃ اور تلخیص الاوطار ترجمہ درختار چچی کتابیں ہیں۔ ترجمان کے معنی میں کسی قدر روایت تھی۔ لہذا ایسے مقامات خود کھلک جاتے ہیں۔ ان پر عمل نہ کرے ☆ اور بہتر یہی ہے کہ اگر فارسی کی ایافت ہو بعض المصاحف شرح مشکوٰۃ اور تفسیر عزیزی فارسی کا مجبوراً اردو کا مطالعہ کیا جائے

حورہ: العبد الراجی رحمۃ رب

ابو محمد محمد دیہ اعلیٰ العنسی فی جامع اکبر آباد

۷ مارچ ۱۴۳۶ھ



میراث

.....

﴿فتویٰ نمبر 263﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کہ زید نے اپنی بیوی کو جس کا مرتبہ تیس (۳۲) روپیہ تھا جو ہر شرعی ٹھہری مشہور ہے ایک مکان قیمتی چھینا چھ سو روپیہ کا جو ملک زید تھا اس غرض سے دے دیا کہ میرے بعد کسی میرا چنا جو دھری بیوی سے ہو اس کو نہ نکال دے اور اس کے نام میں سا ملکہ دیا۔ اور کہہ دیا کہ یہ میرے مہر میں دیتا ہوں۔ اور پھر دونوں میاں بیوی اس مکان میں رہے۔ جیسے قدم سے رہتے تھے۔ زید مر گیا اور اس نے یہ ورثہ چھوڑے۔ زہدہ اور دولہ کی اور ایک لڑکا دھری بیوی سے اور ایک ماموں زاد بھائی۔ پھر زہدہ زید جو نو مسلمہ تھی اولاد مرغی اور کوئی وارث نہیں چھوڑا سوا شوہر کی اولاد کے جو دھری بیوی سے تھی۔ اور وقت مرگ زید سے وہی لڑکے مع زہدہ زید کے اس مکان پر بدستور سابق اب تک قابض ہیں اندریں صورت اس مکان کا کون مستحق ہے؟ بیٹو! توجرو!

۱۸ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علما

صورت مسئلہ میں زید نے مکان قیمتی چھ سو روپیہ کا جو اپنی زہدہ کو بعوض مہر کے جو مبلغ تیس (۳۲) تھا مہر کیا تھا۔ نقویہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ کہہ کر دیا ہے کہ اب تیرا مہر بجائے تیس چھ سو روپیہ کا زائد فی المہر کر دیتا ہوں۔ زید یہ صریحاً مفہوم ہے کہ یہ بیوی کیا ہے۔ سہرہ بچہ اگر زید کی غرض اس سے بھی تسلیم کرنی جائے کہ مہر زیادہ کر کے مہر میں دیا ہے تو زہدہ زید سے قبولیت زیادتی کی تصریح نہیں پائی جاتی لہذا یہ زیادتی صحیح نہیں ہوتی۔

کما فی الدر المختار :

او زید علی ما سعی فانها تلزمه بشرط قبولها فی المجلس۔
 ☆ (ترجمہ: مقرر شدہ مهر سے زائد کر دیا جائے تو وہ زیادتی خاوند کے ذمہ لازم ہو جاتی ہے بشرطیکہ بیوی اس
 زیادتی کو مجلس کے اندر قبول کر لے)
 قال الشامی رحمہ اللہ:

فانما الى الزيادة فی المهر) یصح ان قبلت فی مجلس الاقارار۔
 (ترجمہ: کیونکہ مهر میں وہ اضافہ صحیح ہے بشرطیکہ خاوند کی طرف سے زیادتی کے اقرار کی مجلس میں بیوی اس اضافہ
 کو قبول کر لے)

و فی الخاتمة المصرية فی صفحة ۳۳۷ من الجزء الاول
 ان الزيادة فی المهر لا یصح من غیر قبول المرأة۔
 (ترجمہ: مهر میں اضافہ بیوی کے قبول کرنے کے بغیر صحیح نہیں)
 علاوہ بریں اگر بزوج سے قصد زیادتی فی المهر مفہوم نہیں ہے بلکہ مصلحتاً بخوف اپنے بیٹوں کے اگر غور
 کیا جاتا ہے تو یہی سمجھتا جاتا ہے کہ اپنی زوجہ کے کام اس واسطے بیٹا مکمل ہے کہ میرے بعد میرے بیٹے اس کو
 میرے گھر سے نکال نہ دیں کما هو ظاہر من صورة السؤال
 (ترجمہ: جس طرح کہ صورت سوال سے ظاہر ہے)
 اور مهر کے زائد کرنے میں بوجہ روایات بڑا زیہ عند اہلہ قصد زیارت صحیح زیارت فی المهر میں
 زوج کی جانب سے ضروری ہے۔
 کما هو فی الدر المختار :

۱۔ الدر المختار مع رد المختار : جلد ۳ صفحہ ۱۸۰	۲۔ اثار اسماء التراث العربی بیروت
۲۔ الدر المختار مع رد المختار : جلد ۳ صفحہ ۱۸۰	۳۔ اثار اسماء التراث العربی بیروت
۳۔ فتاویٰ قاضی خان : جلد اول صفحہ ۱۷۵	۴۔ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ

و فی البزازیة الاشبه ان لاتصح (ای الزیادة فی المهر) ولا تجعل زیادة بلا قصد

الزیادة

(ترجمہ: اشہ یہ ہے کہ عورت کے قبول کے بغیر مهر میں اضافہ صحیح نہیں ہے۔ نیز مهر میں اضافہ عاقل کی طرف سے اضافہ کے قصد کے بغیر نہیں کیا جائے گا)

اور بسبب نہ رکھنے زوجہ زلیہ کے صورت مذکورہ میں کوئی وارث کسی روایت پر فتویٰ دینا انساب اور جب ثابت ہو گیا کہ یہ مکان صورت مسئولہ میں زیادت فی المهر نہیں ہے تو یہ مکان یہہ خالص رہ گیا۔ ہذا مگر یہ اس وجہ سے صحیح نہیں ہوا کہ محبت یہہ میں مویوب لہ کا قبضہ کامل کر لینا مکان مویوب پر شرط تھا۔ اور صورت مسئولہ میں شوہر یعنی زلیہ واپس مکان بدستور ای مکان مویوبہ میں مع سامان نامرگ رہتا رہا اور اب تک حسب دستور سابق وہی لڑکے مع زوجہ زلیہ اس پر قابض ہیں۔

اور صفحہ ۵۶۹ در مختار میں ہے

و هبة المشغول لا تجوز

(ترجمہ: مشغول چیز کا یہہ درست نہیں ہے)

لہذا چونکہ مکان مویوبہ سے بوجہ عدم محبت یہہ ملک زلیہ سے نہیں گیا اور بدستور زلیہ مالک مکان رہا۔ مکان مذکور در مسئلہ زلیہ پر اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ بعد اٹائے دین مگر زوجہ زلیہ کے بتیس روپیہ مهر کے اور معارف تجنیز و تخمین وغیرہ کل مال زلیہ کے بتیس (۳۲) حصہ کر کے چار حصہ زوجہ زلیہ کو اور سات سات حصہ زلیہ کے دونوں بیٹوں کو اور چودہ حصہ ہر زلیہ کو دے دیئے جائیں گے اور بعد انتقال زوجہ زلیہ چونکہ زوجہ زلیہ اولاد اور لا وارث محض ہے نہ کسی کو کچھ وصیت کر کے مری ہے لہذا اس مال کے مستحق و محتاج مسلمان ہیں جو محنت مزدوری کرنے سے اور کمانے سے عاجز ہیں۔

۱ (۱) البزازیہ علی هامش الجلیلیہ: صفحہ ۱۳۳ مطبوعہ مصر

۲ (۱) الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۳ صفحہ ۱۸۲ مطبوعہ دار اسیاء التراث العربی بیروت

۳ (۲) الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۸ صفحہ ۵ دار اسیاء التراث العربی بیروت

کما فی دلیل الوراث نقلًا عن رد المحتار:

و حاصلہ ان مصرفہ (ای مصرف التركة النی لا وارث لہا) الفقراء العاجزون را
 ہذا (ترجمہ: خلاصہ بحث یہ ہے کہ ایسا ترکہ جس کا کوئی وارث نہ ہو اس کا مصرف وہ قراء ہیں جو عاجز ہوں)
 اور اگر اس کے شوہر متوفی کے عزیزوں میں اس طرح کے قراء ہوں تو یہ نسبت غیروں کے پیچہ رکھنے
 علاقہ قرابت فی الجملہ اس کے مصرف قرار دیے جائیں انب ہے۔ منتظر

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد دینار علی مثنیٰ

جامع مسجد اکبر آباد



دا. دلیل الوراث حاشیہ السراجی	صفحہ ۵	مکتبہ امجدیہ ملتان
ا. رد المحتار:	جلد ۳: صفحہ ۲۵۶	دار احیاء التراث العربی

نوٹ: رد المحتار میں "العاجزون" کا لفظ "الفقراء" سے مقدم ہے۔

﴿فتویٰ نمبر 264﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حافظ عبدالرحیم ہائی نے اپنے مرنے سے تین سال پہلے اپنی املاک اتر قسم مکانات اپنے ایک نابالغ لڑکے اور دو نابالغ پوتوں کے نام لکھوا کر رجسٹری کر دیا اور نامرگ املاک پر اپنا قبضہ رکھا بیٹا مسکین خیر اپنی زندگی میں وارثوں کو نہ ہونے دی۔ اب وہ شخص فوت ہو گیا تو بڑے لڑکے نے بیٹا منظر کیا۔ پس مرنے والے کے حقیقی وارث حسب ذیل بیٹا مرنے پر حصہ ترکہ پاسکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر ان وارثوں کا حق ہے تو فی ہزار ایک فرد کو کیا ملنا چاہئے؟ اور مرنے والے نے جو کیا وہ کیا؟۔ بینوا توجروا

مرنے والے کی حقیقی وارث

دو لڑکے یعنی ایک بڑا لڑکا (پوتوں کا باپ) ایک نابالغ لڑکا نہ کو رہا الا دو لڑکیاں شادی شدہ ہو ہر والی ایک بیوی۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

☆ صورت مسئلہ میں ای طرح یہ کہ بعض ورثہ کو جائداد سے بالکل محروم کر دیا جائے حرام تو نہیں مگر مکروہ اور ظلم بلاشبہ ہے چنانچہ صفحہ ۲۶۱ ماحیہ مشکوٰۃ شریف میں طبعی شرح مشکوٰۃ سے منقول ہے

ولو وهب لبعضهم ای بعض الاولاد دون بعض فمذهب الشافعی و مالک و ابی حنیفہ رحمہم اللہ انہ مکروہ و لیس بحرام والہیۃ صحیحۃ۔

- | | | |
|--------------------------|-----------------|-------------------------------------|
| ۱. حاشیہ مشکوٰۃ العصابیح | صفحہ ۲۶۱ | مکتبہ امدادیہ ملتان |
| ۲. شرح الطیبی | جلد ۷ صفحہ ۲۴۴۸ | مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ المکرمہ |

(ترجمہ: اگر کسی شخص نے اپنی حیض والا دکان کوئی چیز بیہ کی اور حیض کو نظر انداز کر دیا تو اس بارے میں امام شافعیؒ امام مالک اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب یہ ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ حرام نہیں اور بہتر (درست) ہے)

☆ مگر تکمیل مہر میں چونکہ موجب لہ کا قبضہ بھی موجب پر شرط ہے ہذا اور نابالغ بچوں پر جب بیہ کیا جائے ان کے اس ولی اقرب یا البعد یعنی نزدیک یا دور کا جیسے باپ یا دور کے رشتہ دار جیسے ماں بھائی وغیرہ کا قبضہ قائم مقام قبضہ ان نابالغ بچوں کے جن پر بیہ کیا گیا ہے شرعاً قرار پایا ہے۔ بصورت ہونے اس ولی کے مکلف پر ورنہ ان نابالغوں کا جن پر اس نے بیہ کیا ہے بہتر امام ہو گیا۔ کما فی الفتاویٰ العالمگیریہ

ولو كان الصغير في عيال الجدا والاخ والام او العم فوجب له حبة فقبض الهبة من كان الصغير في عياله والاب حاضراختلف المشايخ فيه والصحيح الجواز هكذا في فتاوى قاضى خان وبه يفتى هكذا في فتاوى الصغرى ۱ فلفظ

(ترجمہ: اگر نابالغ، دادایا بھائی یا ماں یا چچا کی کنالت میں ہوا سے کوئی چیز بیہ کی گئی تو اس نے اس پر قبضہ کیا جس کی کنالت میں وہ نابالغ ہے اور باپ حاضر ہے اس بیہ کے مکمل ہونے میں مشائخ کرام کا اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ جائز ہے فتاویٰ قاضی خان۔ اسی پر فتویٰ ہے فتاویٰ مہری۔)

وامضا فيه و هبة الاب لطفله نسم بالعقد ولا فرق في ذلك بينما اذا كان في يده او في مودعه وكذا لو وهبته امه وهو في يدها والاب ميت وليس له وصى وكذا كل من يؤوله كذا في التين وهكذا في الكافي ۲

☆ (ترجمہ: باپ اپنے نابالغ بچے کو بیہ کرے تو وہ عقد کے ساتھ کمال ہو جاتا ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں خواہ وہ شے اس کے باپ کے قبضہ میں ہو یا اس شے کو اپنے پاس ودیعت رکھنے والے کے پاس ہو۔۔۔ اور اسی طرح اگر ماں نے اپنے نابالغ بچے کو بیہ کیا اور وہ شے اس کے قبضہ میں ہے اور باپ مر چکا ہے نیز اس کا وصی بھی کوئی نہیں۔ اور یہی حکم اس شخص کے لیے ہے جو اس بچے کی کنالت کر رہا ہے۔ تمییز۔ کالی)

لہذا سہ پہر وہاں ان نابالغوں پر جن کا پرورش کنندہ بھی باپ ہی تھا شرمناک اور تمام ہو گیا۔ اب بعد مرگ واپس مٹی موصوب میں کسی وارث کا حق نہیں۔ جملہ مال موصوب کے دی نابالغ مالک ہیں جن پر صاحب بید کر گیا۔

البتہ اگر باپ جس نے ان نابالغ بیٹے پوتوں پر حید کیا ہے ان نابالغوں کی پرورش سے بالکل دست بردار تھا اور ان کی پرورش علاوہ باپ کے جس نے ان پر حید کیا ہے اور کوئی آدمی پرورش کرتا تھا تو بلاشبہ وہ حید تمام سمجھا جائے گا۔ اور ورثہ اس کے بعد ما تقدم علی الارث سے اس قدر حقوق کے مستحق ہوں گے کہ کل مال میت کے اثاثہ میں حصے کر کے چھ حصے تو اس کی زوجہ کو دیے جائیں گے اور چودہ چودہ حصے بیٹوں کو اور سات سات حصے بیٹیوں کو مگر ظاہر حال سوال سے یہ بات بہت بعید ہے کہ ان کے نام بیٹہ کر گیا ہے اور ان کی پرورش سے ناقل رہا۔ حوضہ

زید مسئلہ ۳۸

میت

زوجہ	ایک لگاں	ایک خورد	بیت خانم	بیت دیکم	
مریم	حبیب	عمر	۷	۷	۷
۱۶	۱۳	۱۳			

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد علی اعظمی الرضوی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 265﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید فوت ہو گیا۔ اس نے اپنا وارث اپنی زوجہ کو اور اپنے ماموں زاد بھائی کو جس کو زید نے مثل اپنی اولاد کے پرورش کیا تھا چھوڑا۔ اور زید چونکہ لا ولد ہے اس لئے ماموں زاد بھائی کے لئے کے کو متبہن کر لیا تھا۔ جب کہ زید بیمار ہوا اور اس کو اپنی زندگی سے مایوسی ہوئی تو اس نے ایک وصیت نامہ بنام اپنے ماموں زاد بھائی کے اس مضمون کا لکھا کہ میرا مکان سکونت اور تمام جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کا مالک و قابض میرا ماموں زاد بھائی ہے۔ اور بحالہ شمول خورد و نوش وغیرہ کے میری زوجہ کے اخراجات کے کفیل و ذمہ دار میرے ماموں زاد بھائی ہوں گے۔ اور اگر میری میری زوجہ علیحدہ رہنا چاہے تو صرف چار روپیہ ماہوار میرے ماموں زاد بھائی دیا کریں گے۔ اور اگر میری زوجہ با عنت و عصمت نہ رہے تو میری زوجہ کے اخراجات کے کفیل و ذمہ دار نہ ہوں گے۔ اور زوجہ کے عقد ثانی کرنے کی حالت میں کس قدر شرعی حصہ پانے کی مستحق ہے؟ اور ماموں زاد بھائی اور جینی کو کس قدر شرعی حصہ ملے گا؟ بیٹو! وتوجروا

سائل: فقیر محمد مندوی، مید خان آگرہ

۲۷ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں کل مال زید سے چوتھائی یعنی چہارم حصہ زوجہ زید کو ملے گا۔ بقولہ تعالیٰ

ولهن الربع مما تركتم ان لم يكن لکم ولد

فوت الموصلی بطلت الوصیة زیلعی: ۱۔

☆ (ترجمہ: قولہ: کسی کے لیے وصیت تب جائز ہوگی جب وہ وصیت کنندہ کی موت کے وقت وارث نہ ہو۔ یعنی وصیت کے وقت وارث ہونے سے وصیت کی درستی میں فرق نہیں آتا۔ حتیٰ کہ اگر کسی نے بھائی کے لیے وصیت کی جب کہ وہ وارث تھا۔ پھر وصیت کنندہ کے پاس لڑکا پیدا ہوگا تو اب بھائی کے لیے وصیت درست ہے۔ اور اگر اپنے بھائی کے لیے اس وقت وصیت کی جب کہ وصیت کنندہ کا بیٹا تھا پھر وصیت کنندہ کے مرنے سے پہلے بیٹا فوت ہو گیا تو اب وصیت باطل ہے۔)

☆ اور حنفی بنا لینے سے حنفی مستحق میراث نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے کہ کوڈ لینے اور بیٹا لینے سے کوئی کسی کا شرمانہ بیٹا بن سکتا ہے اور نہ بوجہ حنفی کے کسی کی میراث لے سکتا ہے۔

لانه قال جل مجدہ فی کتابہ القدیم واجب التعظیم والتکریم فی سورة الاحزاب۔

(ترجمہ: کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی واجب التعظیم والکریم کتاب کی سورة احزاب میں فرمایا)

و ما جعل ادعیاتکم ابناء کم ذلکم قولکم بافو اھکم۔^۱

(ترجمہ: تمہارے حنفی تمہارے حقیقی بیٹے نہیں ہیں۔ یہ تمہارے منہوں کی باتیں ہیں۔)

و اخرج ابن ابی داؤد بسندہ عن عائشة زوج النبی ﷺ و ام سلمة ان ابا حذیفة

بن عتبة بن ربیعہ بن عبد شمس کان یتیمی سالما و انکحہ ابنہ اخیہ حنظلہ بنت الولید بن

عتبة بن ربیعہ و هو مولی لامراة من الانصار کما یتنبی رسول اللہ ﷺ زیندا و کان من

یتیمی رجلا فی الجاہلیۃ دعاه الناس ابنہ و ورث میراثہ حتی اتزل اللہ عزوجل فی ذلک

ادعواھم لآبائھم الی قولہ فاخوانکم فی الدین و مالیکم فردوا الی آباءھم فمن لم یعلم لہ

۱۔ رد المحتار: جلد ۱۰: صفحہ ۷۷۷ * دار احیاء التراث العربی بیروت.

۲۔ الفرقان الحکیم: سورة احزاب آیت نمبر ۳

اب کان مولیٰ و اخا فی الدین ۱۔

(ترجمہ: امام ابن ابی داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ حضرت ابو جہل بن عبد مناف بن عبد شمس رضی اللہ عنہ نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو حنفی بتایا تھا اور اپنی بھتیجی ہند بنت ولید بن عبد مناف بن عبد شمس سے ان کا نکاح کر دیا تھا۔ اور وہ انصار میں سے ایک عورت کے آزاد کردہ غلام تھے۔ جس طرح حضور نبی پاک ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنا حنفی بتایا تھا۔ جاہلیت کا یہ دستور تھا کہ جو شخص کسی کو اپنا حنفی بتا دیتا تو اسے اس کا بیٹا کہہ کر پکارتے تھے۔ اور وہ اس کی میراث کا وارث بنتا تھا۔ یہاں کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

ادعوہم لآبائہم الی قولہ فاختکم فی الدین وموالیکم

اس پر لوگوں نے ان کو دوبارہ اپوں کی طرف منسوب کرنا شروع کر دیا اور جس کے باپ کا علم نہ ہوتا وہ حنفی بتانے والے کا مولیٰ اور نئی بھائی قرار پا جاتا۔

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی الحنفی

جامع مسجد اکبر آباد



۱۔ الدر المنثور فی التفسیر بالمعانی: جلد ۵ صفحہ ۱۸۱ دار المعرفہ بیروت

نوٹ: امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو عبد الرزاق ابن ہشام رحمہ اللہ نے اپنی حاتم طبری نے اپنی مرہوقہ کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے لیکن جملہ حدیث ابن ابی داؤد کے حوالہ سے ہے۔ سنن ابی داؤد میں یہ حدیث نہیں مل سکی۔ مرثیٰ علی حدیث

﴿فتویٰ نمبر 266﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ مریم نے وقت انتقال یہ وصیت کی کہ میرا اس قدر مال یعنی زور میرے بعد میرے بیٹے خالد کی جب شادی ہو جائے اس کی بیوی کو دے دیتا۔ اور مریم کو اس کا شوہر جو نان و نفقہ وسعت کے ساتھ دیتا تھا۔ اس سے بھی مریم نے کچھ پس انداز رکھا تھا۔ مگر مریم کے نام سے شوہر سے کچھ وصول نہیں ہوا۔ اور مریم کچھ لوگوں کے ذمہ قرض بھی چھوڑی تھی۔ مگر ان کو بلا رضا دینے۔ ورنہ شوہر مریم نے معاف کر دیا۔ اور تحفہ و تحفین مریم کے مصارف شوہر مریم نے بلا درخواست و رش اپنے ذمہ لے لئے۔ اور اس کا کل مال برضا مندی شوہر میرے پاس چونکہ میں مریم کا باپ ہوں موجود ہے۔ مگر شوہر مریم کہتا ہے کہ کل مال مریم ایک مسجد میں جو بافضل زیر تعمیر ہے لگا دو ورنہ میں دوسری جگہ لگا دوں گا۔ حالانکہ مریم اسے ورنہ چھوڑ کر مری ہے۔ شوہر زیادہ تر خس الدین مار دے نہ بے ابن خالد جس کی عمر تقریباً ڈھائی برس کی ہے اور اس کو ہم ناما ناموں پر ورش کر رہے ہیں۔ اس صورت میں جیسا حکم دیا گیا جائے۔ بینوا و غوجروا

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

☆ صورت مسئلہ میں اگر خالد کی معنی مریم کی وصیت کرنے کے وقت ہو چکی تھی تو وصیت مریم زوجہ خالد کے واسطے تہائی کل مال متروکہ و مریم میں نافذ ہو جائے گی۔ اس تہائی کو کوئی وارث لے کر خرچ نہیں کر سکتا۔ اور اگر معنی نہیں ہوئی تھی اور موصی بہا زوجہ خالد مجبورہ تھی بلکہ معدومہ اس طرح کہ خالد کی کبھی کسی وجہ سے مثلاً شادی ہی نہ ہو اور ہو تو کس سے ہو کہاں ہو و وصیت قلعہ نافذ نہ ہوگی۔ ☆ اس واسطے کہ نفاذ وصیت میں موصی لہ کا علوم ہونا بھی شرط نفاذ ہے۔

چنانچہ صفحہ ۳۵ جلد ناس کتاب الوصایا درختار میں ہے:-

وہل بشرط كونہ (ای الموصی لہ) معلوما قلت نعم كما ذكرہ ابن سلطان وغيرہ

فی الباب الاثنی عشر

(ترجمہ: کیا جس کے لیے وصیت کی جائے اس کا معلوم ہوا شرط ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہاں جیسا کہ علامہ ابن سلطان اور دوسرے علماء نے آنحضرت میں بیان فرمایا ہے)

لہذا کل مال مریم بلا نقا وصیت ہندوٹا میں تقسیم ہوگا۔ اور میر مریم اگر شوہر نے ادا نہیں کیا تھا وہ بھی ہمراہ کل مال مریم کے ورثہ میں تقسیم ہوگا۔ اور کل ورثہ کو حق ہے کہ بقدر اپنے اپنے حصہ کے میر مریم کو شوہر مریم سے جب چاہیں وصول کر لیں۔ چنانچہ کتاب المدانیات صفحہ ۲۲۲ بلردوم العقود المدایہ میں ہے۔

ماتت المرأة والمهر علی الزوج فانجله سائر الورثة شہرا فلیهم ان یطالیوہ قبل شہر

الجواب نعم ۲

☆ (ترجمہ: عورت مرگئی۔ میر ابھی عاقد کے ذمہ ہے تو تمام ورثہ نے اسے ایک ماہ کی مہلت دے دی تو کیا ان کو حق حاصل ہے کہ وہ مہینہ ختم ہونے سے پہلے اس سے مطالبہ کریں؟ جواب: ہاں)

☆ ہاں البتہ بلا اجازت شوہر علاوہ حق مان و نقد ضروریات اگر مریم نے مال زوج سے چرا کر لیا تھا اور یقیناً زوج کو معلوم ہو جائے تو اس کو شوہر مریم میں محسوب کر سکتا ہے۔

☆ اور جب مصارفہ تجنیذ و تکلیفی مریم کو بلا درخواست کسی وارث شوہر مریم نے اپنے ذمہ لے لیا تو اب اس کو مال مریم سے وضع نہیں کر سکتا۔ اور دوسرا سمجھا جائے گا۔

چنانچہ صفحہ ۲۲۲ جزو فی عقود المدایہ فی تحقیق فتاویٰ مدایہ میں ہے:

وفی العمادیۃ من احکام السفل والعلو المتبرع لا یوجع بما تبرع به علی غیرہ

کما لو قضی دین غیر بطیر امرہ ۳

(ترجمہ: فتاویٰ مدایہ کے احکام السفل والعلو میں ہے کہ اپنی خوشی سے کسی کو کوئی چیز دینے والا دی ہوئی

۱۔ المدی المختار مع رد المحتار: جلد ۱۰: صفحہ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ تنقیح الفتاویٰ الحامیہ: جلد ۲: صفحہ مطبوعہ

۳۔ تنقیح الفتاویٰ الحامیہ: جلد ۲: صفحہ مطبوعہ

چیز کو واپس نہیں لے سکتا جیسا کہ کسی پر قرض ہو اس کے حکم کے بغیر وہ قرض واداکر دے۔

لہذا کل مال متروکہ مریم مدہ مر کے بلا وضع معارفہ تجنیف و تحفین اور بلا نفاذ وصیت بصورت ثانی اور بعد نفاذ وصیت اور جدا کر لینے تہائی کے کل مال مریم سے باقی مال مریم بصورت اول اس طرح تقسیم ہوگا کہ کل مال مریم کے بارہ حصہ کریں اس میں سے تین حصہ شوہر مریم مسمیٰ زید کو دیے جائیں گے۔ ان تین حصوں کا شوہر مریم کو اختیار ہے۔ باقیہ مسجد میں خرچ کرے۔ خواہ اپنے خرچ میں لائے۔ باقی دو حصہ شمس الدین مریم کے باپ کو اور دو حصہ نصب ام مریم کو پانچ حصہ خالد ظفل بنانے مریم کو تین کوٹا وقت بلون خالد کہیں صرف نہیں کر سکتا نہ مسجد میں نہ کہیں اور۔ پرورش خالد کے معارف زید والد خالد کے ذمہ ہیں۔ البتہ مریم کے ماں باپ کو اپنے دو حصوں کا مثل زید کے اختیار حاصل ہے۔ جہاں بھی چاہیں خرچ کریں۔ خواہ اپنے خرچ میں لائیں۔

مریم بنت شمس الدین مسئلہ ۱۲

میت

زوج	اب	ام	ابن	اخ	اخ	اخت	اخت
زید	شمس الدین	نصب	خالد	م	م	م	م
۳	۲	۲	۵				

اور موجودگی ابن مریم کے بہن بھائی کو کچھ نہیں ملے گا اور سوتیلی ساس اور نندوں کو شریعتاً کچھ نہیں ملتا۔ اور جس کے ذمہ مریم نے کچھ قرض چھوڑا تھا اس میں بھی، جو جب اپنے اپنے حصہ کے سب حقدار شریک ہیں۔ ہر دشویر کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہو سکتا۔ مگر اس وقت معاف ہو سکتا ہے کہ شوہر مریم بقدر حصہ ورثہ کو اپنے پاس سے دے دے اور ان کو معاف کر دے۔ واللہ اعلم بالصواب

حورہ: العبد الراعی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی

المفتی فی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 267﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسی ریاض الدین نے انتقال کیا اور ایک بی بی سماءؓ نبی ینگم اور چار لڑکے مسی سراج الدین و اکرام الدین و وہاب الدین و وجیہ الدین اور دو لڑکیاں سماءؓ امیر جان اور احمدی ینگم وارث چھوڑے۔ اور پھر ۹ ماہ کے بعد بی بی نے بھی انتقال کیا اور مذکورہ بالا لڑکے و لڑکیاں چھوڑے۔

موافق شرع شریف کے کل جائداد سے ہر ایک وارث کیا کیلا سکتا ہے؟ ہر کل جائداد کتنے سہام پر تقسیم ہوگی؟ سماءؓ احمدی ینگم نے اپنا حصہ عدالت کے باضابطہ کارروائی کر کے پا لیا ہے۔ اور مسی اکرام الدین نے اپنا حصہ با تقسیم کئے ہوئے ایک ہندو کے ہاتھ بیچ ڈالا اور اس ہندو سے مسی شرف الدین (زوج سماءؓ امیر جان) نے اسی حالت میں خرید لیا ہے۔

بعد انتقال مسی ریاض الدین مرحوم مورث کے کل جائداد حتر و ککا اہتمام و انتظام مسی وجیہ الدین کے ہاتھ میں ہے۔ اس وقت سے اب تک کل کرایہ و فیروزہ وصول کرتے رہے۔ اور سوائے مسی سراج الدین کے کل ورثہ کو اس کی آمدنی حصہ رسد دیتے رہے۔

اب سوال یہ ہے کہ مسی سراج الدین والدین کے انتقال سے اب تک کل جائداد کی آمدنی میں سے بحساب حصہ رسد اپنا کل حصہ پاسکتا ہے یا نہیں؟۔ جینوا توجروا

سراج الدین

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً.

صورت مسئلہ میں چونکہ سماءؓ نبی ینگم زوجہ ریاض الدین کے بھی وہی چار پر اور دو بیٹیاں وارث ہیں جو ریاض الدین مرحوم کے وارث تھے لہذا بصورت انحصار ورثہ کے ورثہ مذکورہ میں بعد ماتقدم علی الارث کل

جاںداد مقولہ وغیرہ مقولہ ریاض الدین مرحوم کی نبیؐ تکم کو کا اہم رکھ کر دس حصہ کر کے دو دو حصے چاروں بیٹوں کو
اور ایک ایک حصہ روٹیوں کو دیا جائے گا۔ صورتہ ہکذا
ریاض الدین مسئلہ ۱۰

میت

ایک	ایک	ایک	ایک	ایک	ایک
۲	۲	۲	۲	۲	۲

☆ اور مسکی اکرام الدین نے جو اپنا حصہ بلا تقسیم فروخت کر دیا اگر عند تقسیم دوسرے شریکوں کو کچھ نقصان
نہ پہنچے تو بقول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بقدر اس کے حصہ کے بیچ بیچ ہوگی ورنہ بلا اتفاق بیچنا جائز رہے گی۔
اور حسب خواہش شریک یا اس کو باطل قرار دیا جائے گا اور مشتری سے واپس کرنا کرکل جائداد بموجب تقسیم مذکور تقسیم
کی جائے گی۔ کما فی الفتاویٰ الحامدیہ

قال فی البزازیة فی مسائل بیع المشاع دار بین الثین باع احدهما بیئا معینا من
رجل لا یجوز عن الثانی انه یجوز فی نصیبه و فی شرح الطحاوی لو باع احد الشریکین
من الدار نصیبه من بیت معین فللاخیر ان یمطله و مثله فی الخانیة و العمادیة معللین بتضرر
الشریک بذلك عند القسمة ۱۔

(ترجمہ: بزازیہ میں بیع مشاع کے مسائل میں ہے۔ ایک گھر دو آدمیوں کے درمیان مشترک ملکیت کا ہے۔ ان
میں سے ایک نے اپنا ایک مہینہ کمرہ کسی کے ہاتھ بیچ دیا تو یہ جائز نہیں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت
ہے کہ اپنے حصے سے جائز ہے۔ شرح المحامد میں ہے دو شراکت داروں میں سے ایک نے اپنے حصہ سے
ایک مہینہ کمرہ فروخت کر دیا تو دوسرے شریک کو حق حاصل ہے کہ اسے باطل قرار دے دے۔ فتاویٰ خانہ میں
بھی اس طرح ہے۔ انہوں نے اس کی وجہ یہ بیان کی کہ تقسیم کے وقت اس سے شریک کو نقصان ہوگا۔)

☆ اور مسکمی وجہہ الدین نے بلا اجازت سراج الدین جو بائیکاڈ مشترکہ غیر مقومہ سے کرایہ وصول کیا ہے وجہہ الدین پر لازم ہے کہ بقدر حصہ سراج الدین آج تک جو کرایہ وصول کیا ہے وہ سب حساب کر کے سراج الدین کو دے بلکہ اگر سراج الدین موجود بھی نہیں ہوتا وجہہ الدین پر لازم تھا کہ بقدر حصہ سراج الدین جس قدر کرایہ وصول کیا تھا اس کو صدقہ کر دیتا۔ چنانچہ کتاب الشرح کا مادہ یہ میں ہے:

غاب احد شریکی الدار قاراد الحاضر ان یسکنها رجلا او یوجرها لا ینبغی ان یفعل ذالک دیانۃ اذا التصرف فی ملک الغیر حرام ولا ینع قضاء اذا الانسان لا ینع من التصرف فیما بیدہ لو لم ینازعہ قلو آجرو و اخذ الاجر یرد علی شریکہ قدر نصیبہ لو قدر والا یصدق لتسکن الخبت فی حق شریکہ فکان کفلا صب آجر یصدق بالاجر او یرد علی مالکہ اما نصیبہ فیطیب لہ۔

(ترجمہ: ایک گھر کے دو شراکت داروں میں سے ایک موجود نہیں۔ موجود شراکت دار نے چاہا کہ کسی آدمی کو وہاں ٹھہرانے یا اسے کرایہ پر چڑھا دے۔ دیکھنا اسے ایسا نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ کسی دوسرے شخص کی ملکیت میں تصرف حرام ہے۔ لیکن قاضی اسے نہیں روکے گا۔ کیوں کہ جو چیز کسی کے قبضہ میں ہو اسے اس میں تصرف کرنے اس وقت تک قاضی نہیں روک سکتا جب تک کوئی نزاع کرنے والا موجود نہ ہو۔ اگر اس نے اسے کرایہ پر چڑھا دیا اور کرایہ وصول کر لیا تو اپنے حصہ دار کو اس کے حصہ کے برابر اس کرایہ سے ادا کرے بشرطیکہ اسے ادا کرنے پر قادر ہو ورنہ اس کو صدقہ کر دے کیوں کہ اس کے شریک کے حق میں خیانت اس میں پختہ ہوگئی ہے تو وہ اس صاحب کی مانند شمار ہوگا جس نے غصب کر دہ چیز کو کرایہ پر چڑھا دیا تو وہ کرایہ کو صدقہ کر دے یا اس کے مالک کو واپس کر دے اس کا اپنا حصہ اس کے لیے پالیکزہ ہے)

حروہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دیلمی الرضوی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر 268﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ مسی امیر جان حالت مرض میں کہ جس سے شفا یاب نہیں ہوئے اور اسی میں انتقال کر گئے اپنی بیوی کی خدمت سے خوش ہو کر دو عدد مکان تحینا قیمتا پندرہ سو کے دیے۔ یہ کہ جن میں وہ وقت حید بھی قابض تھی اور اب تک ہے۔ اور پہلے سے اسی میں رہتی تھی۔ اور مقدار میر کل پانچ سو روپے تھے۔ جس کے کواہ یہ تین شخص ہیں۔ اب بعد وفات امیر جان کی بہن کی دختر ان مکانات کو ترکہ خیال کر کے تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ شرع شریف سے ان کو جو کچھ ملتا ہے لکھ دیا جائے۔ اور سوائے مکانات کے صرف ایک گٹھی جو علاوہ مکانات کے ہے اور کوئی جائیداد نہیں چھوڑی۔

سائل: منصب علی خان

۱۹ شوال ۱۳۳۳ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم۔

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين واله وصحبه

اجمعين

صورت مسئلہ میں امیر جان مرحوم نے دو مکان تحینا قیمتی پندرہ سو کے جو اپنی بیوی کو دیئے ہیں ظاہر ہے کہ علاوہ بعض مکان قیمتی پانچ سو کے جو قدر میر ہے دو حصہ باقی قیمتی ایک ہزار یا کم و بیش کے بعد تقسیم اور جدا کرنے حصہ میر کے حصہ نہیں کئے ہیں۔ لہذا اور حصہ مشائخ الکی چیز کا جو تقسیم ہو سکے اور تقسیم سے بیکار نہ ہو جیسا کہ حیثیت مکانات مذکور سے ظاہر ہے ناجائز ہے۔ کو حصہ مشائخ علاوہ میر دوسری طریق سے مملوک کیا مقبوض موجب لہی کر دیا جائے یا پہلے سے ہو جس طرح صورت مسئلہ میں کچھ حصہ مکان بغیر تقسیم و تحید میر میں امیر جان مرحوم نے دیا ہے اور کچھ بطریق حید۔ چنانچہ حیدایہ میں ہے۔

و لو وهب من شريكه لا يجوز لان المحكم يدار على نفس الشروع ۱
(ترجمہ: اگر کسی نے اپنے شراکت دار کو شراکت والی چیز بہی کی تو جائز نہیں کیوں کہ ہم جواز کے قول کا دار و مدار تقسیم نہ ہونے پر ہے)

و في الفتاوى العالمية عن المحيط السرخسي رحمة الله عليه
رجل دفع الى رجل تسعة دراهم وقال ثلاثة قضاء من حقك وثلاثة هبة لك و
ثلاثة صدقة فطاع الكل يضمن ثلاثة الهبة لانها هبة فاسدة ولا يضمن ثلاثة الصدقة لان
صدقة المشاع جائز الا في رواية ۲

(ترجمہ: ایک شخص نے کسی دوسرے کو نو درہم دیئے اور کہا تین درہم تیرے حق کی ادائیگی کے لیے ہیں تین درہم تیرے لیے بہ ہیں اور تین درہم صدقہ ہیں۔ وہ ساری رقم ضائع ہو گئی تو وہ شخص بہ کے تین درہموں کا ضامن ہوگا کیونکہ کہ وہ فاسد بہ تھا۔

صدقہ کے تین درہموں کا ضامن نہ ہوگا کیونکہ کہ صدقہ تقسیم کیے بغیر بھی درست ہے ہاں ایک روایت کی رو سے درست نہیں ہے۔

وأيضا فيه عن المضاربة الكبير

انه اذا كان دفع الى آخر الفسا قال نصفها مضاربة ونصفها هبة لك فهلك

الالف في يده ضمن المضارب حصه الهبة كذا في الفتاوى الغياثية ۳

☆ (ترجمہ: اگر کسی دوسرے آدمی کو ہزار روپے دیئے اور کہا ان میں سے آدھے مضاربیت کے لیے ہیں اور آدھے تیرے لیے بہ ہیں۔ اس کے ہاتھ میں وہ ہزار روپے ہلاک ہو گئے تو مضارب بہ کے حصہ کا ضامن ہوگا۔ فتاویٰ فیاضیہ میں اسی طرح ہے)

۱۔	الہادیہ جلد ۳ صفحہ ۲۸۲	مطبوعہ مکتبہ شرکت علمبیہ ملتان
۲۔	الفتاویٰ عالمگیریہ جلد ۳ صفحہ ۴۷۹	مطبوعہ مصر
۳۔	الفتاویٰ العالمگیریہ جلد ۳ صفحہ ۴۷۹	مطبوعہ مصر

☆ علاوہ بریں یہ بہرے مرض الموت میں۔ اور بہر مرض الموت میں اگرچہ ابتداء عہد ہوتا ہے مگر بعد موت متقلب ہو سکتا ہوتا ہے۔ اس طرح بہر مرض الموت کا بعد الموت مگر وارث کو کیا گیا ہے اور قبضہ دے کر تمام بھی کر دیا گیا چونکہ وصیت وارث کو ناجائز ہے، ناجائز ہو کر جملہ ورثہ لاحق ہو جاتا ہے۔ چنانچہ صفحہ 181 جلد ثانی انصোলین میں ہے جامع الفتاویٰ سے۔

وہب قنا لامرأته فاعتقته ثم مات المريض نفذ وتضمن الفیمة اذا التملیک فی الابتداء صح لکن انقلب وصیة بعد ذلک وهو المختار۔
(ترجمہ: اپنی بیوی کو ایک غلام بہر کیا۔ اس بیوی نے اسے آزاد کر دیا۔ پھر عاودہ مرلیض مر گیا۔ تو حق نافذ ہوا اور عورت اس غلام کی قیمت کی ضامن ہو گئی کیوں کہ عورت کو مالک بننا آواز میں درست تھا لیکن بعد میں وہ وصیت میں تبدیل ہو گیا۔ یہی مختار ہے)۔
اور اگر غیر کو بہر کیا ہے چونکہ ابتداء بہر ہے بغیر قبضہ کے تمام نہ ہوگا۔
کما فی تنفیح الفتاویٰ الحامدیہ :

وہب فی مرض الموت ولم یسلم حتی مات تبطل البتة لان الہبة فی مرض الموت وان كانت وصیة لکنها ہبة حقیقة فتفقر الی القبض ولم توجد۔
(ترجمہ: کسی نے بہر کیا لیکن بہر کردہ چیز موہوبہ کو اپنے مرنے تک پر دہنی۔ تو بہر ھبہ بن گیا اور جائز نہ رہا۔ کیونکہ بہر مرض الموت میں اگرچہ وصیت بن جاتا ہے لیکن حقیقت میں وہ بہر ہوتا ہے۔ لہذا اس کے صحیح ہونے کے لیے موہوبہ کے قبضہ کی ضرورت ہے جو پایا نہیں گیا)۔
اور چونکہ یہ مال وصیت ہے بعد الموت لہذا اگر کل مال عہد کر دیا ہے باوصی قبضہ وراثت مال جائداد مقبوضہ سے موہوبہ کے لیے ورثہ کو واپس دینا لازم ہوگا

کما فی صفحہ 180 جلد ثانی جامع الفصولین من الزیادات :

مريض و هب شیئا لا یخرج من الثلث یرد الموهوب له مازاد علی الثلث

بلاخیاراً

(ترجمہ: مریض نے کوئی چیز بیس کی۔ جو اس کے ترکہ کا تہائی نہیں بلکہ زائد مفتی ہے تو موهوبہ ترکے کے تہائی سے زائد واپس کرے گا۔ اس میں اس کی پسندیدگی کا اعتبار نہیں)

وفیه من الفتاوی الصغری لصدر الشہید

وهب داره فمات ولا مال له ولم تجز الورثة فمسخت فی الثلثین و لم تبطل الہبۃ فی

الثلث ۲

(ترجمہ: مرض الموت میں اپنا گھر کسی کو بیہ کیا۔ ورنہ اس کی اجازت نہ دی تو ایک تہائی میں بیہ باطل نہ ہوگا۔ اور تہائی میں بیہ صحیح ہو جائے گا)

اور جب بیہ صحیح نہ ہوا۔ اور علاوہ حصہ مردہ مکان اور نیز تیل کی کوٹھی ملوک امیر جان ری تو بعد وفات امیر جان بعد ازاں مقدم علی الارث کل جائداد امیر جان کی بقدر حصہ ہر سٹلچ پانچ سو روپیہ منہا کر کے اگر بچ بھائی اور زوجہ کے اور کوئی وارث ذوی القروض اور عصیون سے نہیں پڑا چار حصہ کر کے ایک حصہ زوجہ امیر جان کو دیا جائے گا اور باقی کی مالک بھائی ہوگی۔ بچہ ہونے بھائی کے ذوی الارحام سے اور عدم جواز رد کرنے باقی کے زوجین پر۔

کما فی الدر المختار

و ذوالارحام ہو کل قریب لیس بذی سهم ولا عصبۃ فهو قسم ثالث حیثنہ ولا

یرث مع ذی سهم ولا عصبۃ سوی الزوجین لعدم الرد علیہما فی اخذ المنفرد جمیع

العمال بالقراۃ

(ترجمہ: ذورحم ہر وہ وارث ہوتا ہے جو نیکو ذورحم ہو اور نہ ہی عصب ہو۔ یہ ورثہ وہی تیسری قسم ہے۔ اس قسم ورثہ مذکورہ سم اور عصب کی موجودگی میں وارث نہیں ہوتے۔ ہاں خاوند اور بیوی کی موجودگی میں وارث بنتے ہیں۔ کیوں کہ حصوں سے بچا ہوا ترکہ ان کی طرف نہیں لوٹتا تو ذورحم اکیلا سارا مال رشتہ داری کی وجہ سے حاصل کر لیتا ہے)

قال الشامی رحمۃ اللہ :

قوله فیاخذ المنفرد ای الواحد منهم من ای صنف کان جمیع العمال ای او ما بقی

بعد فرض احد الزوجین

(ترجمہ: قولہ ذورحم اکیلا سارا ترکہ حاصل کرے گا۔ یعنی ذورحم رشتہ داروں میں کوئی ایک اگرچہ وہ کسی قسم سے تعلق رکھتا ہو سارا ترکہ پالے گا یا زوجین کے حصوں سے جو بچے گا وہ پالے گا) خلاصہ

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ بالتقویٰ

ابو محمد محمد دین ارحم الراحمین الخلیفۃ المجددی

مفتی مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 269﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مساقہ چھوٹی ہو ایک مکان مالیت ڈھائی ہزار کا چھوڑ کر مرگئی اور مساقہ مذکور نے مساقہ اچھوٹا منٹو اتنا یہ تین لڑکیاں چھوڑیں اور مسمیٰ کلا ایک بھتیجا چھوڑا اور ان چاروں کے سوا اور کوئی حقدار نہیں۔

مساقہ چھوٹی نے نصف مکان اپنی زندگی میں مساقہ اچھوٹا اپنی لڑکی کے نام بھتا لکھ کر رجسٹری کر دیا ہے اور ۱۳ برس اپنی زندگی بھرا ہی مساقہ اچھوٹا اپنی لڑکی کے گھر رہی۔ وہیں مری۔

اب وہ نصف مکان بھی کہ جو مساقہ اچھوٹے کے نام بیچ کر کے رجسٹری کر دیا ہے وہ بھی حصوں میں آسکتا ہے یا نہیں؟ اور کون کون حقدار ہیں؟

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اگر فی الواقع چھوٹی نے اپنا نصف مکان معزز میں قیمتی دواڑھائی ہزار اپنی بیٹی مساقہ اچھوٹے کے نام بیچ کر دیا ہے اور آدھا حصہ زمین کر کے بیچا تھا تو بلا تکلف وہ بیچ صحیح ہوگئی۔ اور تحریر رجسٹری سے یہی ظاہر ہو رہا ہے۔ لہذا وہ ملک اچھوٹا ہو گیا۔ قتل موت و جد موت چھوٹی اس میں کوئی دعوئی نہیں کر سکتا۔ رہا باقی نصف مکان وہ ورثہ چھوٹی میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ کل مال چھوٹی کا بعد ما تقدم علی الارث نو حصہ کر کے دو دو حصہ بیٹیوں کو دیئے جائیں گے اور تین حصہ باقی کلا بھتیجا کو دیں۔ صورتہ حکذا

چھوٹی مسئلہ ۶۳

میت

ابن الاخی

بنت

بنت

بنت

کلا

اتنا

منٹو

اچھوٹا

۳

۲

۲

۲

حورہ: العبد محمد دین اعلیٰ مفتی جامع مسجد اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر 270﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بابت حصہ شرعی کے ایک شخص مسکٰی کریم اللہ الاولاد فوت ہو گیا۔ اس نے صرف اپنی زوجہ کا بیٹے کا زیور کچھ زلفہ برتن و کپڑا وغیرہ استعمالی زوجہ کے پاس چھوڑا۔ جو کچھ زلفہ تھا وہ اس کی ولیہ نے مرحوم کے گورکن نکاحہ سم چہلم میں صرف کیا۔ صرف زیور بیٹے کا چارچہ برتن استعمالی اس کی بیوہ کے پاس موجود ہے۔ مرحوم کی ایک حقیقی بہن اور ایک بھائی جو دوسرے باپ سے پیدا ہوا موجود ہے۔ اس مال میں کچھ حصہ حقیقی بہن اور اس بھائی کا جو دوسرے باپ سے پیدا ہوا ہے واجب ہوتا ہے؟ اور اگر واجب ہے تو ان ہر ایک کے حصہ میں کیا کیا بچتا ہے؟

سائل: بسم اللہ خان، از زرہ باندی کوٹ۔

۲۷ فروری ۱۹۸۸ء

الجواب

صورت مسئلہ میں بعد تقسیم علی الارث اگر حوتی اور موجود بھالی کی ماں ایک ہی ہے یعنی یہ بھالی اخیانی ہے تو کل مال کریم اللہ کے سولہ (۱۶) حصہ کر کے چار (۴) حصہ زوجہ کو دیئے جائیں گے اور ۹ حصہ حقیقی بہن کو اور تین (۳) حصہ اخیانی بھالی کو۔

اور اگر بھالی موجود کے ماں باپ اور حوتی کے ماں باپ بالکل جدا ہیں تو اس فرضی بھالی کو کچھ نہیں ملے گا۔ اور کل مال کے چار حصہ کر کے ایک حصہ بیوی کو ملے گا اور باقی بہن کو۔

للمصورة الاولى هكذا

کریم اللہ مسئلہ ۱۶/۳

زوجة	میت	اخ اخیانی
۱۶/۳	۹	۳

الصورۃ الثانیۃ ہکذا

کریم اللہ مسلد

میت

اغت حققی

زہرہ

۳

۱

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ بالقوی
ابو محمد محمد دین اعلیٰ مفتی جامع مسجد اکبر آباد
۱ مارچ ۱۹۸۸ء



﴿فتویٰ نمبر 271﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ذیل جملہ ایک منزل مکان کے نصف کا مالک تھا۔ اور اس کی زوجہ تھیں۔ جب ذیل نے انتقال کیا تو اس نے زوجہ اول کی اولاد میں ایک لڑکی تھیں نیگم اور ایک لڑکا مسی ایاقت علی چھوڑا اور زوجہ اول بخت ذیل انتقال کر گئی اور زوجہ ثانی سہارہ مریم سے دو لڑکیاں نیاز نیگم و ریاضی نیگم چھوڑیں۔

بعدہ ریاضی نیگم کا انتقال ہوا اس نے ایک ماں مریم اور ایک حقیقی بہن سہارہ نیاز نیگم اور ایک بھالی علاقہ مسی ایاقت علی اور ایک بہن علاقہ سہارہ تھیں نیگم چھوڑی۔

بعدہ زوجہ ثانی مریم کا انتقال ہوا اس نے اپنی اولاد میں منتقل ایک لڑکی نیاز نیگم چھوڑی۔ اس کے بعد زوجہ اول کے لڑکے ایاقت علی کا انتقال ہوا اس نے اپنا ایک لڑکا یوسف علی اور تین لڑکیاں وحیدہ نیگم، سعیدہ نیگم، عزیزہ نیگم اور ایک زوجہ سہارہ زینب اور بہن حقیقی تھیں چھوڑی۔ شرعاً مال ذیل کس طرح تقسیم ہوگا؟

سائل: بلیاقت خان محلہ حنیالی دہلی کی منڈی آگرہ

۱۲ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں بعدہ تقدم علی الارث کل مال ذیل کے دس ہزار چار سو (۱۰۴۰۰) حصہ کر کے اٹھارہ سو بیس (۱۸۲۰) تھیں نیگم کو دینے جائیں گے اور بیٹا لیس سو بیس (۲۵۲۰) نیاز نیگم کو اور چار سو بیس (۴۲۰)

حامد کو اور چار سو بیس (۳۵۵) نضب کو اور بارہ سو چوبیس (۱۷۷۳) یوسف کو اور چوبیس (۶۳۷) وحید کو اور
اسے سی حدید کو اور عزیز کو بیس کو دیئے جائیں گے۔ منطک صورتہ ہکذا

زیع مسئلہ ۸۷۸/۴۰۷۵۲۰/۱۰۴۰۰

میت

زہد	ابن	بنت	بنت	بنت
مریم	لیاقت علی	عس بیگم	نیازی بیگم	ریاضی بیگم
۱۵/۶۵	۱۳/۱۸۲	۷/۹۱/۱۸۲۰	۷/۹۱/۱۸۲۰	۷
ریاضی بیگم مسئلہ ۱۳/۱۲				

بیدہ (۷)

میت

زوج	ام	اخت بیٹی	اخت علاقہ	اخت علاقہ
حامد	مریم	نیازی بیگم	لیاقت علی	عس بیگم
۳۲۶/۳۲۰	۲۷/۲۸	۶۳۶/۸۴۰	م	م
مریم مسئلہ ۱				

بیدہ (۹۳)

میت

بنت نیازی بیگم

۱۸۶۰/۹۳

لیاقت علی مسئلہ ۸۷۸

بیدہ ۱۸۲۰

توافق بالصف

میت

زہد	ابن	بنت	بنت	بنت
نضب	یوسف	وحید بیگم	سجد بیگم	عزیز بیگم
۱۵/۴۵۵	۱۳/۱۷۷۳	۷/۶۳۷	۷/۶۳۷	۷/۶۳۷

الاحیاء

نخس یتکم نیاززی یتکم حامد فتنب یوسف وحید یتکم سعید یتکم عزیز یتکم

۱۸۲۰ ۳۵۲۰ ۴۶۰ ۴۵۵ ۱۱۷۴ ۶۳۷ ۶۳۷ ۶۳۷

المبلغ

۱۰۴۰۰

حورده: العبد الرائی دمتہ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین ارطی الحنفی مفتی جامع مسجد اکبر آباد

مورخہ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ



﴿فتویٰ نمبر 272﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مورخہ اعلیٰ امیر خان نے انتقال کیا انہوں نے ایک بیٹا فیض اللہ خان، اور تین بیٹیاں حمیدہ امجدی، محمدی کو وارث چھوڑا
اس کے بعد حمیدہ نے انتقال کیا۔ انہوں نے پانچ بیٹے فیاض بیگ، عظیم بیگ، ریاض الدین بیگ، اسماعیل بیگ، غفور بیگ اور دو بیٹیاں ہرمزی۔ حوا اور ایک بھائی فیض اللہ خان اور دو بھینس احمدی محمدی کو وارث چھوڑا۔

اس کے بعد ہرمزی نے انتقال کیا انہوں نے ایک ٹائونڈ لطف اللہ خان اور دو بیٹے مسیح اللہ خان، شفیق اللہ خان اور پانچ بھائی مذکورہ اور ایک بہن جو کو وارث چھوڑا۔
اس کے بعد فیض اللہ خان نے انتقال کیا انہوں نے ایک بیٹا لطف اللہ خان دو بھینس احمدی محمدی کو وارث چھوڑا۔

اس کے بعد مسیح اللہ خان نے انتقال کیا انہوں نے ایک باپ لطف اللہ خان اور ایک بھائی شفیق اللہ خان اور ایک بی بی ثانیہ اور بیٹے حبیب اللہ و رفیع اللہ کو وارث چھوڑا۔
اس کے بعد احمدی نے انتقال کیا انہوں نے ایک بیٹی مسماۃ مستازی ایک بہن محمدی اور ایک بھتیجا لطف اللہ خان کو وارث چھوڑا۔

اس کے بعد مسماۃ محمدی نے انتقال کیا انہوں نے ایک بیٹا محمود خان ایک بھتیجا لطف اللہ ایک بہن جی مسماۃ مستازی کو وارث چھوڑا۔
اس کے بعد رفیع اللہ خان نے انتقال کیا انہوں نے ایک بھائی حبیب اللہ خان اور والدہ ثانیہ اور دادا لطف اللہ خان کو وارث چھوڑا۔

اس کے بعد لطف اللہ خان نے انتقال کیا انہوں نے دو بیٹے شفیق اللہ خان ولایت اللہ خان اور دو

بیٹیاں میر القسام شوکت القسام کو وارث چھوڑا۔

پس از روئے شریعت شریف امیر خان مورث اعلیٰ کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ اور ہر وارث کو کتنا کتنا ملے

گا؟

سائل: شیخ اللہ خان

۳ مارچ ۱۹۱۷ء

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

صورت مسئلہ میں کل مال امیر خان کے اہلتر ہزار ایک سو بیس (۶۹۲۰) حصہ کر کے تیس سو چار

(۲۳۰۴) حصہ ریاض یک کو اور اسی قدر دوسرے چاروں بیٹوں کو دینے جائیں گے۔ گیارہ سو باون (۱۱۵۲)

حصہ جنو کو اور نو ہزار آٹھ سو دو (۹۸۰۲) شیخ اللہ خان اور ایک سو پانچ (۱۰۵) ثانیہ کو اور ایک سو تین (۱۵۳)

حبیب اللہ کو اور چھ ہزار نو سو چارہ (۶۹۱۲) ممتازی کو اور بیس ہزار سات سو پچیس (۲۰۷۳۶) محمود خان اور نو

ہزار تین سو تر (۹۳۷۰) لیاقت کو اور چار ہزار چھ سو پچاس (۳۶۸۵) شوکت القسام اور اسی قدر حصہ میر القسام کو

ملیں گے۔ بخدا واللہ اعلم صودنہ حکذا

امیر خان مسئلہ ۶۰۵/۶۰۸/۶۸۰/۷۸۰/۸۰۳/۲۳۰۴/۶۹۲۰

میت

ابن (فیض اللہ خان) حیدر احمدی محمدی

۱/۱۲/۹۶/۱۵۳۶

۱/۱۲/۹۶/۱۵۳۶

۱

۲/۲۳/۱۹۲

حیات مسکله ۱۲

میت

این ریاض یک این فیاض یک این غفور یک

۲/۱۶/۲۵۶/۷۶۸/۲۳۰۳ ۲/۱۶/۲۵۶/۷۶۸/۲۳۰۳ ۲/۱۶/۲۵۶/۷۶۸/۲۳۰۳

این

این

عظیم یک

اسامیل

۲/۱۶/۲۵۶/۷۶۸/۲۳۰۳

۲/۱۶/۲۵۶/۷۶۸/۲۳۰۳

بنت بنت اخ اخ اخت اخت
برحزنی حو فیض الله خان محمدی احمدی
۱ ۱۸۸/۱۲۸/۳۸۳/۱۱۵۲ م م م

برحزنی مسکله

میت

پیدہ (۱)

زوج (لفظ الله) این (سبح الله) این (شفیع الله)

۲/۱۶/۲۵۶/۷۶۸/۲۳۰۳ ۳ ۲/۱۶/۲۵۶/۷۶۸/۲۳۰۳

فیض الله مسکله

میت

پیدہ (۱۹۳)

این لفظ الله اخت محمدی اخت محمدی

۲/۱۶/۲۵۶/۷۶۸/۲۳۰۳ م م

شیخ الله خان مسئلہ ۴۸

زید ثانیہ	ابن حبیب اللہ	ابن رفیع اللہ	اب لطف اللہ	اب شعیب اللہ	بیدہ (۳)	میت
۳۶۱۸/۵۳	۱۵۳/۵۱/۱۵۳	۱۷	۲۸/۲۳	م		
اموی مسئلہ ۲						

بنت ممتازی	اخت محمدی	ابن الار لطف اللہ	بیدہ (۱۵۳۶)	میت
۳۶۶۹۲/۲۸۰۳۰	۱۷۶۸	م		
محمدی مسئلہ ۱				

ابن محمود خان	میت	بیدہ (۲۳۰۳)
---------------	-----	-------------

۱۲۳۰۴/۹۳۱۲/۳۰۷۳۶

رفیع اللہ مسئلہ

ام ثانیہ	اب لطف اللہ	ابن حبیب اللہ	بیدہ (۱۷)	میت
۱۷۱۷/۵۱	۲۳۳	م		
لطف اللہ مسئلہ				

میت

ابن شعیب اللہ	ابن یاقوت اللہ	بنت شوکت اقصاء	بنت مہر اقصاء
۲۶۹۳۷۰	۲۶۹۳۷۰	۱۴۶۸۵	۱۴۶۸۵

الاحیاء

ریاض یک	فیاض یک	غفور یک	اسماعیل یک	عظیم یک	مو
۲۳۰۴	۲۳۰۴	۲۳۰۴	۲۳۰۴	۲۳۰۴	۱۱۵۲

الاحیاء

حبیب اللہ	ممتازی محمود خان	شافیہ	شفیع اللہ	ایاقت اللہ	
۱۵۳	۶۹۱۲ ۲۰۷۳۶	۱۰۲	۹۸۰۲	۹۳۷۰	

الاحیاء

شوکت النساء	منیر النساء	
۳۶۸۵	۳۶۸۵	

المبلغ

۶۹۱۲۰

حضور: العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین ارطغرل الرضوی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر — 273﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں صورت کہ

حبیب اللہ نے بعد انتقال پانچ بیٹے مسیان امان اللہ، خدا بخش، احمد، مسو، جد اللہ اور ایک بیٹی مسماۃ لائسن چھوڑی۔

بعد خدا بخش کا انتقال ہوا۔ اس نے ایک بیٹی مسماۃ زینب اور چار بھائی اور ایک بہن مذکورہ الصدر چھوڑی پھر مکی امان اللہ کا انتقال ہوا اس نے ایک زوجہ مسماۃ شرافت اور ایک بنت مسماۃ اچھا اور تین بھائی اور ایک بہن مذکورہ بالا چھوڑی۔

من بعد مکی احمدیاں کا انتقال ہوا۔ انہوں نے دو بھائی اور ایک بہن مسطورہ چھوڑی۔ بعد ازاں مسماۃ امان اللہ کا انتقال ہوا۔ اس نے تین بیٹے مسیان مشوق اور ثناءیت اور امداد اور دو دختر مسماۃ منتوا اور سوکو چھوڑا۔

اب حبیب اللہ مورث اعلیٰ کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

سائل: درج نہیں

۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ

الجواب

هو الموفق للصواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الارث کل مال حبیب اللہ کے پانچ ہزار پانسو چوالیس (۵۵۴۳) حصہ کر کے سولہ سو اسی (۲۶۸۰) سو کو اور سولہ سو اسی (۲۶۸۰) سی۔ حد اللہ کو دیئے جائیں گے اور

پانچ سو چار (۵۰۳) نضب کو اور دو سو اسی (۲۸۰) شرافت کو اور پانچ سو ساٹھ (۵۶۰) چھو کو اور دو سو دس (۲۱۰) معشوق کو اور اٹھارے اسی عتایت اور امداد کو اور ایک سو پانچ (۱۰۵) مسماۃ حسو اور اٹھارے اسی منٹو کو۔ فقط

صورتہ ہکذا

حبیب اللہ مسئلہ ۹۹/۱۱/۹۴۳/۵۵۳۳

میت

ایمن	ایمن	ایمن	ایمن	ایمن	ایمن
ایمان اللہ	خدا بخش	احمد میاں	حسو	سعد اللہ	ایمن
۲/۱۸	۲	۲/۱۸/۱۲۶	۲/۱۸/۱۴۶/۱۰۰۸	۲/۱۸/۱۲۶/۱۰۰۸	۲/۱۸/۱۲۶/۱۰۰۸

خدا بخش مسئلہ ۱۸/۲

میت

بیدہ (۲)

بنت	ایمن	ایمن	ایمن	ایمن	ایمن
نضب	ایمان اللہ	احمد میاں	حسو	سعد اللہ	ایمن
۲/۱۸/۵۰۳	۲	۲/۱۸	۲/۱۸/۱۲۶	۲/۱۸/۱۲۶	۲/۱۸/۱۲۶

ایمان اللہ مسئلہ ۳/۳

میت

بیدہ (۲۰)

زوجہ	بنت	ایمن	ایمن	ایمن	ایمن
شرافت	اچھو	احمد میاں	حسو	سعد اللہ	ایمن
۲/۱۸/۳۵/۲۸۰	۲/۱۸/۷۰/۵۶۰	۲/۱۸	۲/۱۸/۸۰	۲/۱۸/۸۰	۲/۱۸

احرمیاں مسئلہ ۵

بیدہ (۱۵۰۹)

میت تہ ازل

اٹھ سو	اٹھ سو	اٹھ سو
۲۶۰/۳۸۰	۲۶۰/۳۸۰	۲۶۰/۳۸۰

نامن مسئلہ

بیدہ (۱۰۵)

میت

اٹھ سو	اٹھ سو	اٹھ سو	اٹھ سو	اٹھ سو
۲۱۰	۲۱۰	۲۱۰	۲۱۰	۲۱۰

الاحیاء

اٹھ سو	اٹھ سو	اٹھ سو	اٹھ سو	اٹھ سو	اٹھ سو	اٹھ سو	اٹھ سو	اٹھ سو	اٹھ سو
۱۶۸۰	۱۶۸۰	۵۰۳	۲۸۰	۵۶۰	۲۱۰	۲۱۰	۲۱۰	۱۰۵	۱۰۵

المبلغ

۵۵۳۳

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

محمد دیر علی الرضوی لکھنؤ، مفتی جامع مسجد اکبر آباد

۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ



س ﴿توئی نمبر 274﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ خواہہ وزیر نے وقت انتقال یہ وارث چھوڑے۔ زہبہ مسماۃ نجیبہ دو پسر ققی الدین، نقی الدین، دو پوتے، عظیم الدین و حبیب الدین تین پوتی، بسم اللہ، منتو منغو۔ بعدہ نقی الدین کا انتقال ہوا اور یہ ورثہ چھوڑے زہبہ مسماۃ کرای بیگم والدہ نجیبہ مراد رکلاں ققی الدین، دختران بدرالقسام، پسر سرداری بیگم، بیٹے عظیم الدین و حبیب الدین، بھتیجیاں، بسم اللہ بیگم، منتو منغو۔ پھر نجیبہ کا انتقال ہوا۔ اس نے یہ ورثہ چھوڑے۔ بیٹا ققی الدین، پوتیاں بدرالقسام، پسر سرداری پوتے عظیم الدین و حبیب الدین، پوتیاں دختران پسر بسم اللہ منغو، منتو۔ بعدہ ققی الدین کا انتقال ہوا۔ اور یہ ورثہ چھوڑے زہبہ محبوبا، بیٹے عظیم الدین و حبیب الدین، بھتیجیاں، بسم اللہ بیگم، منتو منغو، بدرالقسام، پسر سرداری۔

شرمایہ لوگ جانکا اور خواہہ وزیر سے کسی قدر مستحق ہوں گے۔ جینوا و توجروا

۲۵ فروری ۱۹۸۱ء

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً.

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الاراث اور انحصار الورث کے اشخاص مذکورہ میں کل مال خواہہ وزیر کے نو ہزار دو سو سولہ (۹۲۲۶) حصہ کر کے پانچ سو چار (۵۰۴) حصہ کرای بیگم زہبہ نقی الدین اور پین بیگم پدرالقسام سرداری بیگم دختران نقی الدین سے ہر دختر کو آٹھ سو پچھانوے (۸۹۶) حصہ اور محبوبا زہبہ ققی الدین کو چار سو تھ (۱۵۰۶) حصہ اور عظیم الدین و حبیب الدین بانٹے خیر الدین مراد زردگان نقی الدین کو دو ہزار دو سو اسی (۲۰۶۹) حصہ ہر مراد زردگان کو دیئے جائیں گے اور باقی ورثہ مذکورہ سوال بحرم رہیں گے۔

مسله ۳/۸۱۹۲۸/۷۶۸ خواجه وزیر

میت

زوجه ذبیحیون اکین (تقی الدین) اکین (تقی الدین)
۳ ۳ ۷۶۲۸

مسله ۷۶۲۳/۷۶۲۳ تقی الدین

میت بیده (۷)

میت بیده (۷)

زوجه	والده	بنت	بنت	بنت	اخ
اکرامی بیگم	نجیبی	پس	پدر اقسام	سرداری بیگم	تقی الدین
۳/۹۳۶	۳/۱۲	۱۶/۶۳	۱۶/۶۳	۱۶/۶۳	۱۳

نجیب مسئله ۱

میت بیده (۲۲۸)

اکین (تقی الدین)

۶۰

مسله ۳ (تقی الدین)

میت تاجین بیده (۱۳۵)

زوجه محیون اکین الاخ و جیه الدین بن خیر الدین التوتی فی حیاة خواجه وزیر

۳/۳۰۵

۱/۱۳۵

﴿فتویٰ نمبر 275﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ذیہ کی حیات میں اس کے بیٹے عمر کا انتقال ہوا۔ اس وقت عمر نے حامد اور حمیدہ دو اولاد اور ایک صفیہ اپنی بی بی کو چھوڑا۔ پھر ذیہ کا انتقال بعد انتقال عمر اپنے بیٹے کے ہوا۔ اس وقت ذیہ نے ایک پناپوتا حامد اور پوتی حمیدہ کو اور ایک بی بی اپنے بیٹے عمر کی چھوڑے۔ پھر حامد کا انتقال ہوا۔ حامد نے ایک ماں اور ایک بی بی اور ایک بیٹی اور ایک بہن حمیدہ چھوڑی۔ اب جو جائیداد موروثی سلسلہ سے متوفی تک منتقل ہوتی جلی آتی ہے اس کی تقسیم شرعی طور پر جس طرح ہو تجویر فرمائی جائے۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الارث اور انحصار ورثہ کے اشخاص مذکورہ میں کل جائیداد عمر کے دو سواٹھای (۲۸۸) حصے کر کے چونسٹھ (۶۳) حصے تو صفیہ کو دینے جائیں گے اور ایک سواٹھایس (۱۱۹) حصہ کو اور ایکس (۲۱) زوجہ حامد کو اور چارسی (۸۳) بنت حامد کو۔ صورتہ حکماً

عمر مسئلہ ۱۲۳/۱۷۸۸

میت

زوجہ	بنت	ابن	اب
صفیہ	حمیدہ	حامد	ذیہ
۳/۹/۳۶	۱۷/۶۸	۳۳	۴/۱۲

زید	مسکده ۳	میت	توافق بالسبب	بیدہ (۱۲)
ایکن الاکن	ایکن الاکن	بنت الاکن	زہد الاکن التوفی المسکی متر	
حاد	حمیدہ	م		
۲۸	۱۶/۴			
حاد	مسکده ۲۳	توافق بالسبب		
میت				بیدہ (۲۲)
بنت	زہد	ام صفیہ	اخت حمیدہ	
۱۱/۸۳	۳/۲۱	۲/۱۸	۵/۳۵	
الاحیاء				
صفیہ	حمیدہ	زہد	بنت	
۶۸	۱۱۹	۲۱	۸۳	
المبلغ				
۲۸۸				

حورہ: العبد الرائی رحمۃ ربہ بالقوی

ابو محمد محمد بن اریط الرضوی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 276﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ مسمیٰ حسن خان ایک منزل مکان کا مالک ہے۔ اور اس مکان میں اس کے لڑکے نے ڈیڑھ سو روپیہ اپنی ذات سے لگائے۔ چنانچہ حسن خان مالک مکان کہتا ہے کہ اس کے رویوں کا دیندار ہوں۔ اور اسی مکان میں سے وہ روپیہ ادا کروں گا۔ اور میرے ایک لڑکا اور دو لڑکی وارث ہیں۔ لڑکیاں میری حیات میں اس مکان پر قبضہ کرتی ہیں اور اپنا اپنا حصہ مانگتی ہیں۔ آیا میری حیات میں وہ اپنا حصہ مجھ سے جبراً لے سکتی ہیں یا نہیں؟ اور مکان میں قفل لگا دیا ہے کہ پہلے ہمارا حصہ دیے و جب ہم قفل کھولیں گے۔ اور اگر حسن خان مالک مکان اپنی حیات میں یہ کرنا چاہے تو از روئے شرع شریف ہر ایک وارث مذکور بالا کو کتنا کتنا حصہ ملنا چاہئے؟ اس کا جواب باصواب ارشاد فرمائیں۔

سائل: حسن خان ساکن کڑہ دواری خان آگرہ

۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم۔

اپنی عین حیات میں حسن خان اپنے مکان کا مالک ہے۔ اس کو اختیار ہے خواہ اس سے اپنا فرض ادا کرے یا جس کو چاہے کل یا بعض مال مملوک اپنا بخشدے۔ ﴿البدعہ طریقی انصاف یہ ہے کہ اپنی عین حیات میں اگر وارث پر تقسیم کرے تو وارث مذکور پر جس قدر تقسیم کرنا چاہے اس کے چار حصہ کر کے دو حصہ بیٹے کو دیے اور ایک ایک حصہ دونوں دختر کو دیے۔ اور بعض فقہاء کا قول ہے کہ عین حیات میں لڑکا لڑکیوں کو میراث پر تقسیم کرے۔ مگر عین حیات میں حسن خان میں جبراً حسن کے مال سے کوئی وارث کچھ نہیں لے سکتا۔ فقط

حورہ: العبد الرأعی رحمۃ ربہ الفتوی

ابو محمد محمد دین ادرلی

﴿فتویٰ نمبر 277﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے انتقال کیا۔ اور تین فرزند ایک بیوہ اور ایک دختر زوجہ مامل سے وراثت و قسط وقات اپنی کے چھوڑے۔ اور جو زیور کہ نفرتی و طلافی اپنا از مکتوبہ متوفی نے اپنی زوجہ مذکورہ یعنی موجودہ کے واسطے بخوایا تھا وہ سب اس نے اس کو پہنا دیا۔ چنانچہ کل زیور بقبضہ بیوہ متوفی کا ہے اور نیز ایک جائیداد بھی بیوہ مذکورہ اور ایک جائیداد بھی تین فرزند ان مذکور ان متوفی کے بہرہ دی کہ جو ان کے قبض و تصرف میں موجود ہے۔ علاوہ زیور و ہر دو جائیداد موجودہ مذکورہ کے اور جائیداد متقولہ وغیرہ متقولہ و اثاثہ الیبت جو ہنوز باقی ہے ان میں کون کون حقدار شرعی ہے؟ اور کس قدر بقیہ جائیداد متوفی میں ہر وارث کو شرعی حق پہنچتا ہے؟

۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علما

☆ صورت مسئلہ اگر زید نے بھارت صحت و تندرستی بیوی کو زیور بہرہ کر کے پہنا دیا یا بموجب عرف اپنی قوم کے یہ سمجھ کر کہ پہنا دینا بخوالہ بہرہ کر کے قبضہ دینے کے ہی قائم مقام سمجھا جاتا ہے پہنا دیا و مملکت زوجہ زید ہو گیا۔ اس میں کسی وارث کا حق باقی نہیں رہا۔ اسوائے اس کے جو کچھ ملکیت متقولہ وغیرہ متقولہ زید ہے اس کے بعد ماتقزم علی الارث ادا ہوا جس مہر قرض وغیرہ آٹھ حصہ کر کے اس میں سے ایک حصہ بیوی کو دیا جائے گا اور ایک حصہ دختر زید کو باقی چھ حصے علی السواء بیٹیوں بھائی باہنم لیں گے۔

صورتہ هكذا

زیہ مسئلہ ۸

میت

زوجہ	ایک	ایک	ایک	بنت
۱	۲	۲	۲	۱

حورہ: العبد الرائی رحمۃ ربہ بالقوی

ابو محمد محمد بن اعلیٰ (رضوی) لکھی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 278﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس صورت میں کہ مہمیں مرا اس نے وزیر امیر دو بیٹے ایک بیوی کریم
چھوڑی۔

وزیر مرا اس نے تین بیٹی چھوڑیں اور ایک بیوی اور ایک ماں چھوڑی۔

پھر وزیر کی ماں مری اس نے ایک بیٹا امیر چھوڑا اب جائیداد مہمیں سے کریم کو کیا ملے گا۔

۱۳ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ

امیر بخش محلہ ڈھولی کھار آگرہ

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

اللہم رب زدنی علما۔

صورت مسئلہ میں بعد ماتقدم علی الارث وانحصار ورثہ کل مال مہمیں کے چھ سو چالیس (۶۴۰) حصے کر

کے تین سو ساٹھ (۳۶۰) حصے امیر کو دیئے جائیں گے اور ۳۵ حصے زوجہ وزیر کو اور ۹۸ ایک بیٹہ وزیر کو اور ۹۸

دوسری بیٹہ وزیر کو اور ۳۹ وزیر کی ماں کو ملیں گے۔ صورتہ ہکذا

مہمیں مسئلہ ۶۴/۱۶۸

میت

انکس امیر

انکس وزیر

زوجہ کریم

۷۲۸۰

۷

۱۶۲۸۰

وزیر مسٹر ۲۰/۴				
بیت		بیت		
بیت (۷)		بیت		
م		بیت		
۱۷/۴۹		۱۲/۹۸		
		۱۲/۹۸		
		۱۵/۳۵		
		کریم		
		بیت		
		بیت (۸)		
		امیر		
		۸۰		
		الاحیاء		
		امیر		
		زوجہ وزیر		
		بیت وزیر		
		بیت وزیر		
		۳۹		
		۹۸		
		۹۸		
		۳۵		
		۳۶۰		
		۶۴۰		

حضور: العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 279﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علما دین اس صورت میں کہ ممبر اس نے وزیر اور امیر دو بیٹے اور ایک بیوی کریم پھوڑی۔

بعد وزیر مر اس نے تین بیٹیاں پھوڑیں اور ایک بیوی اور ایک ماں پھوڑی۔

پھر وزیر کی ماں مری اس نے ایک بیٹا امیر پھوڑا۔

اب جائداد مرن سے کریم کو کیا ملے گا؟۔ فقط

الجواب

صورت مسئلہ میں بعد ماتقدم علی الارث وانحصار ورثہ کے ورثہ مذکور میں کل مال مرن کے ۱۹۲۰ حصے کر کے ۱۲۲ حصوں میں تقسیم کر دیے جائیں گے اور ۵۰۵ وزیر کی زوجہ کو اور ۵۸۸ بیٹیوں کو۔ حصوں سے ہر ایک وزیر کی بیوی کو ۱۹۶ حصے ملیں گے۔ فقط صورتہ حکذا

مسن مسئلہ ۱۹۲۰/۱۹۶۸

میت

ابن مسکی امیر

ابن مسکی وزیر

زوجہ مسکا کریم

۷۸۳۰

۷

۲۰۲۳۰

وزیر مسئلہ ۱۳۰۸/۳۰۸

بیٹہ (۷)

میت

ام

بنت

بنت

بنت

زوجہ

۱۳۷۲/۲۶/۷، ۱۹۶۸/۵۸۸/۸۳/۲۸، ۱۹۶۸/۵۸۸/۸۳/۲۸، ۱۹۶۸/۵۸۸/۸۳/۲۸، ۱۳۷۲/۲۶/۷، ۱۳۷۲/۲۶/۷

کریمین مسک ۳۸۷

میت

بیٹہ ۳۸۷

امیر

۳۸۷

الاحیاء

امیر

زہرہ وزیر

بنت وزیر

بنت وزیر

بنت وزیر

۱۳۶۷

۱۰۵

۱۹۶

۱۹۶

۱۹۶

المبلغ

۱۹۴۰

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دے ارعلی مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 280﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محبوب کا انتقال ہوا تو ایک لڑکا اپنی پہلی بیوی سے جو مر گئی تھی اور زوجہ ثانی اور اس سے ایک لڑکی اور ایک اپنی بھینسیرہ کو زندہ چھوڑا۔
 بعد کو لڑکا نابالغ مر گیا تو لڑکے نے نانائے ثانی ماموں بھوپہ بھی علاقائی بہن سوتیلی ماں کو زندہ چھوڑا۔
 بعد کو زوجہ محبوب نے انتقال کیا تو زوجہ نے ایک بیٹی ایک ماں اور ایک باپ کو زندہ چھوڑا۔
 اس کے بعد لڑکی محبوب کی مری تو اس نے خاوند اور نانائے ثانی بھوپہ بھی کو زندہ چھوڑا
 اس صورت میں جو حصے شرعی ہوں گے عندہ اللہ اس سے اطلاع دی جائے۔ خط
 سائل: چوہان جی خانہ آگرہ

الجواب

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الارث اور انحصار ورثہ مذکورہ کے کل مال محبوب کے ۹۶ حصے کر کے
 خاتم کو ۱۳ حصے اور کریمین کو ۱۲ اور عبد الرحیم کو ۳ حصے اور خالد کو ۵ حصے دینے جائیں گے۔

صورتہ ہکذا

محبوب مسئلہ ۱۲۳/۸، ۱۲۴/۸، ۹۶

میت

زوجہ خلیلا	بنت شعلی مسماة زینت	ابن مسی زید من زوجہ آخری ماتت	اخت
۱۲۶/۶	۷۱/۳	۱۳	م
		بیدہ ۱۴	

میت

نصب اخت علاقائی	ام الام خاتم	عم	زوجہ الاب	اب الام	خال
۳۲/۱۱	۱۳/۷	م	م	م	م

خفایان مسئلہ ۶		
بیلہ ۶	میت	
زینت (بنت)	کریمین (ام)	(اب) عبدالرحیم
۳	۱/۲	۲/۳
نصیب مسئلہ ۳		

میت			
خالہ زوج	ام الام کریمین	اب الام عبدالرحیم	
۳/۵۷	۱/۱۹	۱	
الاحیاء			
خانم	کریمین	عبدالرحیم	خالہ
۱۳	۲۱	۳	۵۷
المیت			
۹۶			

حضور: العبد الرائی رحمۃ رب القوی
 ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی لکھی مفتی
 جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 281﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی قوت بازو سے پیدا کیا ہوا ایک بانٹ اور ایک حویلی مانجی 4000 روپے اور آٹھ دس ہزار روپے نقد و جنس چھوڑ کر مر گیا اس کے وارث حسب ذیل ہیں۔

والدہ، مرد مراد، مرد زید، زوجہ زید کے مرنے کے بعد اس کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا اور دختر زید کی شادی اس کی زوجہ نے کر دی جس میں اسکو گیارہ سو روپے کا زیور دیا اور تقریباً تین صد روپے خرچ ہمسایان میں صرف کئے اور تقریباً گیارہ صد روپے زوجہ زید نے اپنے بھائی یعنی زید کے خسر پورہ کی شادی میں صرف کر دیئے اور باقی مال زیور و غیرہ زوجہ زید لے کر اپنی دختر کے پاس چلی گئی اور بد چلن ہو گئی اور بانٹ اور حویلی کو بھی اپنے داماد کے نام بہہ کرنا چاہتی ہے۔

آیا بموجب شرع شریف زوجہ کو استحقاق ہے کہ یہ بانٹ اور حویلی اپنی دختر کے نام یا داماد کے نام بہہ کر دے؟ یا حصہ شری دیے؟ اور دختر زید کو جو جنیز و غیرہ دیا گیا یہ ترکہ میں شامل ہو گا یا نہیں؟ اگر حصہ شری بقوہ اس جائداد میں اس کا کس قدر حصہ ہے؟ برادر زید کا کس قدر حصہ ہے؟ جواب با صواب سے مطلع فرمائیں۔

۹ صفر ۱۳۵۵ھ

حکیم سید محمد حسین من مقام

الورمٹہ مفتی پازہ مشعل جامع مسجد

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

بعد ما تقدّم علی الارث اور انحصار ورثہ کے درجہ مذکورہ میں صورت مسئلہ میں کل مال زید کے

۲۳ حصہ کر کے تین حصہ زہدہ کو دیے جائیں گے۔

اور ۱۶ حصے دختر کو ۱۲ باپ کی میراث سے اور ۴ حصے ماں کی میراث سے جو مادر دختر نے اپنے شوہر کی میراث سے پائی تھی۔

اور پانچ حصوں کا ۲۳ حصوں سے جو اڑتالیس ہزار سے دس ہزار ہوئے ہیں بھائی مستحق ہے اور بھائی کی موجودگی میں بیٹی کو کچھ نہیں ملتا۔

لہذا زید متولی کا بھائی زہدہ زید سے جو کل مال زید پر تصرف ہے اپنے حصہ وصول کر سکتا ہے باقی کا زہدہ و دختر زید کو اختیار ہے خود رکھیں یا کسی کو بیہ کریں۔

☆ بوجہ بد چائی کے کوئی میراث سے محروم نہیں ہو سکتا۔

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ العفی

ابو محمد محمد دہ ار علی الرضوی مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 282﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قصبہ بہورہ علاقہ راج الور میں قاضی محمد صادق کے دو پسر امیر محمد و حسام الدین تھے۔ امیر محمد اپنے والد کی حیات میں کہ جس کو عمر صحتیں سال کا ہوا فوت ہو گیا۔ اس وقت حوالی مذکور دلو کے پانچ چھوڑ گیا تھا کہ پانچ ہو کر وہ اپنے دادا کی حیات میں دونوں لڑکے فوت ہو گئے۔ پسر خود اس وقت حیات ہے۔ انجام خدمت قضا دے رہا ہے۔ لہذا عرض پرداز ہوں کہ شرفاوت ہوئے دادا خسر کے ترکہ و نیز حق قضاات نکاح خوانی وغیرہ میں مستحق حصہ پانے کے ہے یا نہیں۔ یہ نکاح خوانی پشت در پشت چلی آتی ہے یا نہ کہ میں داخل ہے یا کہ حق اللہ مت ہے اندریں صورت پوت بہو کا حق ہے یا نہیں۔

سائل: حسام الدین از بہورہ علاقہ الور

۳۵ صفر ۹۹

الجواب

اللہم رب زدنی علما۔

بہن کی موجودگی میں جب شرفاوتی ہی وارث نہیں ہو سکتی تو پوت (بہو) کس طرح وارث ہو سکتی ہے۔
 ۱۔ اور قضاات مرہ حق اللہ مت ہے داخل میراث نہیں۔ جو نکاح پڑھانے جائے گا وہ اپنے آنے کی اجرت لے گا۔

حورہ: العبد الراعی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی مفتی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 283﴾

سوال

فتی بدرالدین صاحب مرحوم کا ایک لڑکا اور دو لڑکی ہیں۔ لڑکیوں کی شادی ہوگئی ان کا ترکہ جائیداد مکانات نقد وغیرہ شرع کے کس حساب سے تقسیم ہونا چاہئے؟

۱۲ اکتوبر ۱۹۱۶ء

مہتاب خان سب انسپٹر محلہ منیر ٹولہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علما

صورت مسئلہ میں بصورت انحصار روش کے اشخاص مذکورہ سوال میں بعد ما تقدم علی الارث یعنی معارفہ جعفر خٹین اور اداہ دین اگر ہو اور تلفہ وصیت اگر میت نے کسی کو علاوہ ورثہ کی ہو تمام مال منقولہ وغیرہ منقولہ فتی صاحب مرحوم کی چار حصے پورے کر کے دو حصہ ان کے بیٹے کو دیجے جائیں اور ایک ایک حصہ ان کی دونوں لڑکیوں کو۔ صورتہ حکم

مسئلہ ۴

فتی بدرالدین

میت

دختر

دختر

لڑکا

۱

۱

۲

حضور: العبد المذنب راجی رحمۃ ربہ العالی

محمد دین اعلیٰ ارضوی مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 284﴾

سوال

ہزاری کے ورثہ بیوہ ہزاری امیرن ہزاری کا بھتیجا علی بخش اور ہزاری کا بھتیجا رحیم بخش اور بھتیجا ہزاری کا اللہ رکھا ہے۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

صورتہ مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الارث یعنی ہزاری کی بیوی کے مہر وغیرہ اگر فی الواقع بنتہ یہی وارث ہیں ان کے سوا اور کوئی وارث نہیں ہے تو ہزاری کے کل مال متروکہ کے چار حصے کر کے چوتھائی مال یعنی ایک حصہ امیران زوجہ ہزاری کو ملے گا۔ اور پوچھ عصبہ ہونے کے ایک ایک حصہ تینوں بھتیجے بھی لیں گے۔

صورتہ حکذا

ہزاری مسئلہ

زوجہ	امیران	علی بخش	رحیم بخش	ابن الارث	ابن الارث
۱	۱	۱	۱	۱	۱

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی الغنی

ابو محمد محمد دیہ علی الرشوی لکھی

مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 285﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا انتقال ہوا۔ اس نے شوہر ایک بیٹی ایک چچا زاد بھائی ایک ماں و وارث چھوڑے۔ اس کے بعد شوہر کا انتقال ہوا۔ اس نے ایک بیٹی ایک بھتیجا ایک بھتیجی و وارث چھوڑے۔ ہر ایک کا شرعی حصہ کیا ہوا؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدني علما

صورتِ مسئلہ میں کل مالِ حندہ کے ۲۴ حصہ کر کے پندرہ حصہ بنت کو اور چار ام کو دو ابنِ لہم کو اور تین

ابنِ الاخ کو دیئے جائیں گے۔ صورتہ ہکذا

حندہ مسئلہ ۱۲/۲۴

میت

زوج	بنت	ام	ابن لہم
۳	۶/۱۲	۲/۳	۱/۲

زوج مسئلہ ۲

میت

بنت	ابن الاخ	بنت الاخ
۱/۳	۱/۳	۲

الاجزاء

بنت	ام	ابن الاخ	ابن لہم
۱۵	۴	۳	۲

المبلغ

۲۴

حضور: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

محمد علی ارشدی مفتی فی مسجد اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر 286﴾

سوال

مسیحی نجاتیہ باقی مرحوم کا مکان موروثی ہے۔ مسیحی نجاتی زہدہ اور چھ دختران زندہ اور حیات ہیں۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس مکان مذکورہ میں حق شرعاً زوجہ مسیحی نجاتی مرحوم کا کیا ہے؟ اور دختران نجاتی مرحوم کا کیا حق شرعی ہے؟ اور مسیحی نجاتی مرحوم کی زہدہ مسماۃ زینب نے دختروں کی غیبت میں اس مکان مذکورہ بلا رضا مندی دختران کے فروخت کر دیا۔ اب دختران اور زوجہ کا حق کتنا ہوا بتلایا جائے؟

سائل: کریم بخش محلہ صینگ منڈی مثال کانپور

۷ ستمبر ۱۹۶۶ء

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدّم علی الارث ہر وغیرہ مسئلہ ۲۳ سے ہو گا یعنی جائیداد نجاتی کے ۲۴ حصے کر کے آٹھواں حصہ جو تین حصے ہیں نجاتی بیوی کو ملیں گے اور باقی بیٹیوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ غلط

حورہ:

محمد دین اعلیٰ مفتی مسجد جامع اکبر آباد

۱۸ ستمبر ۱۹۶۶ء



﴿فتویٰ نمبر 287﴾

سوال

فضل علی شاہ نے انتقال کیا۔ ایک بی بی اور کئی ورثہ چھوڑے۔ بی بی کا مہر پانچ ہزار روپیہ ہے۔ اور وہ ادا نہیں ہوا ہے۔ سرکار میں (ریاست کو ایار) کے ایک عہدہ آب پاشی میں اس کا (حتوی کا) صرف چھ سو یا لیس روپیہ چند روہ اندر داخل جمع ہے۔ اور کچھ نہیں ہے۔ آیا یہ روپیہ کل مہر میں دیا جائے یا ورثہ پر تقسیم ہوگا۔ منتظر
سائل: الٹی بخش ڈاکٹر دتتر سنگھ لوہانڈی شہر آگرہ
۲۶ اگست ۱۹۶۶ء

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

یہ کل روپیہ بی بی مہر میں دیا جائے گا۔ ورثہ کو کچھ نہیں مل سکتا۔ چنانچہ سرائچی میں ہے۔

الاول يبدأ بتكفينه و تجهيزه غير تبذير ولا تقتير ثم يقضى ديونه من جميع ما بقى

من ماله الخ

(ترجمہ: میت کے ترکہ میں سب سے پہلے اس کی تجفیر و تکفین کی جائے اس میں فضول خرچی اور کنجوسی نہ کی جائے۔ پھر اس کے باقی ماندہ مال سے اس کے قرضہ ادا کیے جائیں)

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ التوئی

ابو محمد دیوبند علی الرشوی لکھی



﴿فتویٰ نمبر 288﴾

سوال

علمائے دین کی خدمت میں گزارش ہے کہ ایک شخص فضل علی شاہ نے وفات پائی اور ماں بھائی و باپ بہن اور بیوی وارث چھوڑے۔ بیوی کا مہر مبلغ پانچ ہزار روپیہ ہے جو ہنوز ادا نہیں ہوا ہے۔ مبلغ چھ سو یا لیس روپیہ آنہ زراصل یا نفی متوفی مذکور سرکار کو الیاء میں جمع ہیں۔ دریافت طلب مہر و باپ استخاریہ امر ہے کہ اول حصہ شرعی بروئے تقسیم زچہ متوفی مذکور سے جملہ ورثہ کو ملنا چاہئے یا زچہ بطور حصہ متوفی مذکور پر ہے وہ بیوی متوفی کو ادا ہونا چاہئے۔

الجواب

حامدا و مصليا و مسلما

اللهم رب زدنی علما

زچہ جمع اور جاہکد اذ متقولہ غیر متقولہ سے اگر بے بعد تہنیر و تخلفین زہر مراد کیا جائے گا۔ بعدہ اگر کچھ باقی رہے گا اور غیر ورثہ کو میت نے کوئی وصیت بھی کی ہو تو اس کے تنن حصہ کرے۔ تہائی مال سے وصیت پوری کی جائے گی۔ پھر جو کچھ بچے گا وہ ورثہ پر اس طرح تقسیم کیا جائے گا۔ کہ کل مال باقیہ کے بارہ حصے کر کے تنن حصہ زچہ کو دیے جائیں اور دو حصہ ماں کو اور باقی باپ کو صورتہ ہکذا
فضل علی شاہ مسئلہ ۱۲

میت

زچہ	اب	ام	اخ حقیقی	اخت حقیقی
۳	۷	۲	۲	۲

حردہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ الفتوی

ابو محمد محمد دین علی الرضوی لکھی مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 289﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دینی متین اس مسئلہ میں کہ نبی بخش کا انتقال ہو گیا۔ اس نے تین لڑکے مسمیٰ قادر بخش و حسین بخش و دینار بخش اور ایک لڑکی مسماۃ لاڈ اور ایک بیوی مسماۃ تجبورن چھوڑی۔ بعدہ مسماۃ تجبورن کا انتقال ہو گیا اور اس نے ایک دختر اور تین پسر مذکورہ چھوڑے۔ بعدہ مسماۃ لاڈ کا انتقال ہو گیا۔ اس نے ایک پسر مسمیٰ منا اور تین بھائی قادر بخش، حسین بخش، دینار بخش مذکورہ چھوڑے۔ بعدہ دینار بخش اولاد مرے اور انہوں نے دو بھائی قادر بخش، حسین بخش اور بیوی مسماۃ مسمیٰ۔ اب مسماۃ مسمیٰ اور قادر بخش حسین بخش اور منا پسر زندہ ہے۔ ان کو جاگنا دینی بخش سے کس قدر حصہ ملے گا؟۔

سائل: حسین بخش ۱۳ شوال ۱۳۳۳ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله و سلام على عباده الذين اصطفى خصوصا على حبيبه محمد المصطفى و على آله المرتضى و صحبه هداة الهدى اللهم ارنا الحق حقا و الباطل باطلا

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الارث اور ہونے اسی قدر ورثہ کے کل جاگنا دو مال متروکہ نبی بخش کے چچین 56 حصہ کر کے 22 حصے قادر بخش کو اور 22 حسین بخش کو دیئے جائے گی اور 8 حصہ ننھے کو اور چار حصے مسمیٰ زوجہ دینار بخش کو: صورثہ ہکذا

نبی بخش مسئلہ ۵۶۸

میت

زوجہ	ابن	ابن	ابن	بنت
تجبورن	قادر بخش	حسین بخش	دینار بخش	لاڈو
۱	۲/۱۳	۲/۱۳	۲/۱۳	۷/۱۳

تہجرون مسئلہ

میت

ایک نادر بخش	ایک حسین بخش	ایک دیہہ بخش	بنت لاڈو
۲	۲	۲	۱

لاڈو مسئلہ ۸

میت

ایک منا	ایک نادر بخش	ایک حسین بخش	ایک دیہہ بخش
۸	مردم	مردم	مردم
دیہہ بخش	مسئلہ ۸/۳		

میت

زہدہ مہس	ایک نادر بخش	ایک حسین بخش	ایک الاخت
۱۲/۴	۳/۶	۳/۶	مردم

الاجیاء

نادر بخش	حسین بخش	منا	مہس
۱۲	۱۲	۸	۳

حضور: العبد العاصی
 ابو محمد محمد دیہہ اعلیٰ الخٹمی المجد دی
 مفتی جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 290﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ منہ کا اشتعال پھر ۲ سال ہو گیا۔ اس نے ایک بہن حقیقی اور والد اور والدہ چھوڑیں۔ اور باکدا و غیر مقتولہ چھوڑی۔

اس کے ترکہ کا وارث شرما کون ہے؟

آیا موجودگی والدین بشیرہ بھی ترکہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟

اور والدہ کو بھی ترکہ پہنچتا ہے یا نہیں؟

سائل: محمد زکریا خان ساکن فریہ نگر

۱۶ شوال ۱۴۳۳ھ

الاجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

وهو الموفق للصواب

صورتہ مسئلہ میں کل باکدا و دختر و کہ منہ کے چھ حصہ کر کے ایک حصہ اس کی والدہ کو دیا

جائے گا اور باقی پانچ حصہ بوجہ عصہ ہونے کے اس کے باپ کو ملیں گے۔ اور بہن بوجہ موجودگی

باپ کے محروم رہے گی۔ صورتہ ہکذا

حدہ مسئلہ ۶

میت

۱م

۱ب

بشیرہ حقیقی

۱

۵

محرم

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ التوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الجہدی

﴿فتویٰ نمبر 291﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ حبیبہ ثانیہ مجھ ساکلی کی تھی۔ اس نے واقعہ ۲۲ دسمبر ۱۸۷۱ء کو جاکندہ منسلکہ ذیل پڑھ کر بعد از وفات شوہر خود کسی قادر بیک ماحصل کی۔ اور اس پر قبضہ مالکانہ حاصل کر کے کتا حیات شوہر و بعد وفات شوہر قابض و تصرف بلا شرکت غیرے رہی۔ وقت وفات خود خطا پانچ فرزند فیاض بیک، اسماعیل بیک، ریاض الدین بیک، عظیم بیک، مغفور بیک اور دو دختر مسماۃ حمزہ و شوہر کو وارث چھوڑا۔ بعد مسماۃ حمزہ نے انتقال کیا۔ اور وقت وفات لطف اللہ خان شوہر خود اور دو لڑکے مسیح اللہ خان و شفیق اللہ خان کو وارث چھوڑا۔ امر منسلک یہ ہے کہ ساکلی شفیق اللہ خان متروکہ چیز سے جملہ کتے سہام کا مالک و مستحق ہوئے شرع محمدی ہوتا ہے؟ بینوا تو جو؟

ساکلی: شفیق اللہ خان

ساکلی مدرسہ ثانی آگرہ

۱۱ شوال ۱۳۳۳ھ

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صورت منسلک منہا میں بعد ما تقدم علی الارث مسماۃ حبیبہ کے کل مال کے چھانو نے (۹۶) حصہ کر کے سولہ سولہ پانچوں بیٹوں کو دیے جائیں گے اور آٹھ آٹھ دونوں دختروں کو۔ پھر حمزہ دختر توفیہ کے آٹھ حصوں میں دو حصے اس کے شوہر مسیح لطف اللہ خان کو دیے جائیں گے اور تین تین حصہ اس کے دونوں بہر مسیح اللہ خان اور شفیق اللہ خان کو ملے

و صورة المسئلة هكذا

جواباً ۲۹/۱۲

میت						
فیاض بیک	اسامیل بیک	ریاض الدین بیک	خود بیک	عظیم بیک	هرزی	حمو
۶/۱۶	۶/۱۶	۶/۱۶	۶/۱۶	۶/۱۶	۶/۸	۶/۸

هرزی مسئلہ ۸/۳

میت		
شوہر لطف اللہ خان	پرمسج اللہ خان	پرشنچ اللہ خان
۶/۲	۳	۳

حودہ: العبد الراجی ربہ القوی
 ابو محمد محمد دے ارعل مفتی جامع مسجد آگرہ



﴿فتویٰ نمبر 292﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس جائیداد منقولہ ذیل میں مسماۃ اختر بیگم نے کچھ جائیداد بذریعہ بیسما جیلہ بیگم و زینت جہاں بیگم کو حصہ مساوی دے دی اور زینت جہاں بیگم کا حشر ۳۲ سال تخمیا انتقال ہو گیا۔ بعد انتقال زینت جہاں بیگم کی متروکہ جائیداد کس قدر بحشرہ حقیقی مسماۃ جیلہ بیگم و فشی محمد زکریا خاں صاحب والدہ اور والدہ کو کس قدر حصہ شرعی پہنچتا ہے؟ اور ایک لڑکا اور ایک لڑکی اختر بیگم کے شوہر ثانی کا بھی ہے۔ وہ بھی حقدار ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

سائل: مستجاب خان

سکنہ بلوچ پورہ

۹ شوال ۱۴۳۳ھ

الجواب

اللهم رب زدنی علما

☆ اگر اختر بیگم نے اپنی جائیداد کے دو حصے مساوی کر کے دونوں لڑکیوں کو بیہ کر کے ولی قریب ہر دو دختران کے 'جو ان کا باپ ہے' اُس جائیداد پر حصہ دے دیا تھا تو بے شک وہ جائیداد ان دونوں نا جائیداد لڑکیوں کی مملوک ہوگی۔ لہذا بعد وفات ایک دختر مسماۃ زینت جہاں بیگم بحشرہ صغریٰ اس کی جائیداد مملوکہ سے چھ حصے کر کے ایک حصہ اس کے والدہ کو اور باقی پانچ حصے بطریق عصوبت سب باپ کو۔ اور باپ کی موجودگی میں اختیاری یعنی ماں کی طرف سے 'بہن بھائی یا اتفاق محروم رہیں گے اور نیز حقیقی بہن محجوب۔

صورۃ هكذا

زینت جہاں یکم سہ / ۶

میت				
ام اختر یکم	اخ اخانی	اخ اخانی	اخ اخانی	اخ اخانی
۱	محرم	محرم	محرم	محرم

نکات

حورہ: العبد الراعی رحمۃ رب العالی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ مفتی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 293﴾

سوال

عطمت علی مرے۔ رحمت علی محمد علی لڑکے چھوڑے۔ محمد علی مرے۔ زوجہ لہری لڑکا عبدالرزاق چھوڑے
پھر عبدالرزاق مرے ماں لہری چچا رحمت علی چھوڑا۔ رحمت علی مرے والد علی اور فاطمہ کو چھوڑا تو کہ کس طرح تقسیم ہو
گا میرے زوجہ محمد علی پانچ ہزار باقی ہے۔

سائل: مراد علی علی گڑھ حجام

۱۲۳۳ھ اپریل ۱۹۱۲ء

الجواب

هو المصوب

مسئلہ ۱۳۳

عطمت علی

میت

محمد علی

رحمت علی

۱

۱۸۰۲۳

مسئلہ ۸

محمد علی

میت

ابن

زوجہ

عبدالرزاق

لہری

۷

۱۲۳/۹

عبدالرزاق	مسئلہ ۳
میت	میت
ام	عم
لہری	رحمت علی
۱۷/۷۱	۲/۱۳
رحمت علی	مسئلہ ۳
میت	میت
ابن	بنت
واحد علی خان	فاطمہ
۲/۷۶	۱/۳۸

بعد اداے دہن مہر ترکہ ایک سو چوالیس سہام (۱۳۳) ہو کر لہری کو تیس (۳۰) حصے واحد علی کو
 چھتر (۷۶) اور فاطمہ کو اڑتیس (۲۸) حصے دیں گے واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الكتاب
 المفتی السید محمد اعظم شاہ عثمانی



﴿فتویٰ نمبر 294﴾

سوال

صغریٰ مری اس کے ماموں کے چار لڑکے ایک لڑکی اور خالہ کے ایک لڑکی اور ایک لڑکا چھوڑا۔ ترکہ کیوں کر تقسیم ہوگا؟

سائل: محمد دلیر خان محلہ قاضی خیل شاہ جہان پور
۱۲۳ اپریل ۱۹۶۶ء

الجواب

هو المصوب

صغریٰ مسئلہ ۲۷/۳

ایک مالک

اولاد کا حصہ

علی حسن ابن حسن لطف اللہ عز اللہ صغریٰ شفاعت اللہ رسول بی بی
۴ ۳ ۴ ۲ ۶ ۳

بصورت عدم مانع ترکہ مورثہ بہت و بہت سہام کردہ چار ہر ایک از حسن علی ابن حسن لطف اللہ عز اللہ و مسماۃ صغریٰ شفاعت اللہ و سہ رسول خواہند بخشد۔

لأنهم أخذوا الصفة من الأصول والعدد من القروع و به نقضی حامدہ

(ترجمہ: مانع موجود نہ ہونے کی صورت میں وراثت میں چھوڑے ہوئے ترکہ کے سائیکس (۲۷) حصے کر کے چار چار (۴۳) حصے حسن علی ابن حسن لطف اللہ اور عزیز اللہ کو دو (۲) حصے مسماۃ صغریٰ کو چھ (۶) حصے شفاعت اللہ کو اور تین (۳) حصے رسول کو عطا کیے جائیں گے۔ کیونکہ انہوں نے اصول کی صفت پالی ہے اور عد فروغ سے ہے صحیح فتاویٰ مادیہ۔ واللہ اعلم وحکمہ احکم

المفتی السید محمد اعظم شاہ عفی عنہ



﴿نہوئی نمبر..... 295﴾

سوال

شیخ حراب النبی نے انتقال کیا اور زوجہ وچہ اقسام اور دختر سلمیٰ اور بھائی عبدالنبی کو چھوڑا۔ پھر وچہ اقسام فوت ہوئی اور دختر کثیر سلمیٰ اور چار بیٹے چھوڑے۔

سائل: سید امیر حسین

مہدی لکھن

۱۲۳ اپریل ۱۹۱۶ء

الجواب

هو المصواب

حrab النبی مسئلہ $۷۳ = ۸ \times ۸$

میت

زوجہ	دختر	اخ
وچہ اقسام	کثیر سلمیٰ	عبدالنبی
۱	$۳۲ = ۸ \times ۴$	$۲۳ = ۸ \times ۳$

مسئلہ

وچہ اقسام

میت

دختر	ابن ابی لاخ ۳ نفر
۳	۳

الاحیاء

سلمیٰ	عبدالنبی	ابن ابی لاخ
۳۶	۲۳	۳

ترکہ مورثہ شصت و چار سهام کردہ ہستی و شش سهام پہ سلمیٰ و پہ عبدالنبی بست و چار سهام و پہ ہر چار

﴿فتویٰ نمبر 296﴾

سوال

ولایت اللہ خان کی تین زوہر تھیں۔ اور اولاد ہر ایک سے موجود ہے۔ اول سے مجید اللہ خان دوم سے دو بیٹے لوشا مالہ، ماشا مالہ۔ سوم سے شامالہ، مسماۃ حسنی۔ زوہر اول کا انتقال ہو گیا۔ مجید اللہ دین مر میں کا بعض کچھ جائیداد کا ہوگا۔ زوہر دوم سوم حقیقی بیٹیں ہیں۔ اور اب ولایت اللہ نے تمام جائیداد (مجید اللہ خان کے نام) بیر لکھ دی۔ اور ایک زوہر کو طلاق لکھ دی۔

اب استدعا یہ ہے کہ مجید اللہ کے بیٹوں اور تین بیٹیوں کو کیا ملے گا۔ اور سوتیلی ماؤں کا حصہ اس کی جائیداد میں ہے یا نہیں؟

الطاف حسین ازسوائے اگست شائع ہند

۲۲۔ اپریل ۱۹۱۶ء

الجواب

هو المصوب

ترکہ مجید اللہ خان ایک ہزار و بیست سہام کردہ بعد اداۓ دینی مہر ہر دو زوہر مجید اللہ یک صد و بیست و شش سہام نصف نصف کردہ بدہند و ہر ایک از دختر اس دھند و بیست و چار و ہر ادران علاقہ ہر ایک را شست سہام و نصف آں مسماۃ حسنی خواہند داد۔ اگر بد رتی وارثان ولایت اللہ ہر دو زوہر کہ بمشیرگان حقیقی مستند۔ تفریق واجب است و حقیر لازم۔

ترجمہ: دین مہر کی ادائیگی کے بعد مجید اللہ خان کے ترکہ کے ایک ہزار آٹھ کر کے اس کی دونوں بیٹیوں کو ایک سو چوبیس (۱۲۶) کا نصف نصف (۶۳، ۶۳) حصے دینے جائیں گے بیٹیوں میں سے ہر ایک کو دو سو چوبیس (۲۲۳) حصے علاقہ بماندن میں ہر ایک کو ساٹھ (۶۰) اور اس کا نصف یعنی تیس (۳۰) حصے مسماۃ حسنی کو دینے

جائیں گے۔ ولایت اللہ کے وارثوں میں دونوں بیویاں جو حقیقی بہنیں ہیں ان میں تفریق واجب تھی اور تحریر لازم)

محمد اللہ

میت

زوجه	زوجه	بنات	اخوة الاب	اخت الاب
سلطی	سلطی	کریمہ	کریمہ	حسینی
۶۳	۶۳	۲۲۳	۲۲۳	۳۰

مالم گیرے میں ہے۔

و ان فارقتها بعد الاخول فلها المهر و يحب الاقل من المسمى و من مهر المثل و عليها العدة و يثبت النسب و يعتزل عن امراته حتى تنفضى عدة اختها كذا في المحيط (ترجمہ: اگر زوجہ کی بہن سے نکاح کیا اور دخول کے بعد اس سے الگ ہوا تو اس کے لیے مہر ہے۔ مہر مثل اور مقرر کردہ مہر میں سے جو کم ہوگا واجب ہوگا۔ اور عہدہ ہونے والی اس صورت پر عدت لازم ہے اور اگر اس سے اولاد ہوگی تو اس کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا۔ و ہر داہنی کچلی زوجہ سے الگ رہے جب تک کہ اس کی بہن کی عدت ختم نہ ہو جائے کو اللہ اعلم بالصواب و عندہ ام الكتاب المفتی السید محمد عظیم شاہ عفی عنہ



﴿فتویٰ نمبر 297﴾

سوال

بازمیر اور اس کی زوجہ کو چند قرابت داروں نے قتل کیا۔ اول بازمیر خان مرگیا۔ پھر اس کی زوجہ مری۔ اس نے ایک بہن اور بھانجی وغیرہ چھوڑے۔ ترکہ ہو جب حکم شرع کس کو ملے گا؟۔

سائل: رحم علی خان افغان

قصبہ ماڑی ریاست دھول پور

۱۲۸ مارچ ۱۹۱۶ء

الجواب

بصورت عدم مانع ترکہ بازمیر خان کا تمام وکمال اس کی زوجہ کو پہنچا اور اس کی وفات پر اس کی بہن کو دیا جاوے گا۔ بہن کی موجودگی میں شرعاً کوئی ضبط کر سکتا نہیں ہے۔ اور قاتلان ترکہ سے قطعاً محروم ہیں۔

مسئلہ بازمیر خان

میت

زوجہ سکھو

مسئلہ

میت

اخت سکھو

ہکذا حکم القرائن واللہ اعلم بالصواب و عنده ام الكتاب

المفتی السید محمد اعظم شاہ عفی عنہ



﴿فتویٰ نمبر — 298﴾

سوال

نظام الدین مرا۔ اس نے بی بی اور دو لڑکیاں چھوڑیں اور دو بکے بھائی۔ بعد بی بی مری اس نے دو لڑکیاں چھوڑیں۔ پس از روئے شریف ترکہ کیسے تقسیم ہوگا۔ جب تین سو بائیس روپیہ آٹھ آنہ چھوڑا ہو۔

سائل: نواب حسین برادر نظام کڑھوئی آگرہ

۹ مارچ ۱۹۶۶ء

الجواب

هو المصوب

نظام الدین

زوپہ	بنت	بنت	میت	ارخ	ارخ
انتیازی بیگم	مصلحائی	خوشنودی	نواب	ولی الدین	
(۶)	۱۶	۱۶	۵	۵	

انتیازی بیگم

بید ۳/۶

مصلحائی

خوشنودی

۳

۳

بصورت عدم موانع ترکہ مورث چٹل و بشت سهام کردہ نوزدہ نوزدہ ہر ایک از مصلحائی بیگم و خوشنودی بیگم بیچ لبریک از نواب ولی الدین خواہند داد۔

یعنی یہ مصلحائی یک صد و چٹل سو روپیہ قیمت آندوسہ پیرہ سو پانی و ہمیں قدر یہ خوشنودی و بی نواب سی

وغت رو پیہ ذوا زودہ آ نہ وود پانی و پیمیں قدر بیلی الدین گردید۔

(ترجمہ: نافع موجود نہ ہونے کی صورت میں مورث کے ترکہ کے اڑتالیس (۱۸) حصہ کر کے مصطفائی نیکم اور خوشنودی نیکم میں سے ہر کوئی (۱۹) (۱۹) حصے ثواب اور ولی الدین میں سے ہر ایک کو پانچ (۵) پانچ (۵) حصے دیے جائیں گے۔ یعنی مصطفائی نیکم کو ایک سو بیستالیس روپے سات آنے، تین پیسے اور تین پائی (۳-۳-۷-۱۳۳) اور اتنے ہی خوشنودی نیکم کو ثواب ستریس روپے بارہ آنے اور دو پائی (۲-۱۲-۳۷) اور اتنے ہی ولی الدین کا حصہ ہے)

واللہ اعلم وحکمہ احکم
کتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



مجید اللہ جان نے حسب ذیل درجہ چھوڑے۔ شرماقتہ ہنرمادی جائے۔ دو روزہ تین دھڑ تین بھائی
علاقائی نمبریک چچا کالو کا۔

حاکم تلخ محلہ چلوی غریخ آباد انسپکٹر محلہ او

هو المصوب

حمید اللہ خان

میت

زوجه	زوجه بنت	بنت بنت	بنت بنت	استعلاقی	ابن اہل
۶۳	۱۲۳	۱۲۳	۱۲۳	۶۰	۶۰
عید جان نیکم	رحمت	ماشا اللہ - لوشا اللہ - شاد اللہ	حسینی نیکم	حضرت اللہ	محمد

بعد ازانے حقوق یک ہزار و شصت سهام کردہ شصت و صد ہر ایک از امیر بیگم و عید جان بیگم دو صد بہشت
و چار ہر یک بیگم رحمت و نعمت و شصت سهام ہر یک از ما شاء اللہ و لو شاء اللہ و ثا اللہ وہی سہمی حقیقی بنام غلام احمد داد۔

(ترجمہ: حقوق کی ادائیگی کے بعد جانکاد کے ایک ہزار آٹھ (۱۰۰۸) حصے کر کے زہید امیر بیگم اور زہید حمید جان بیگم میں سے ہر ایک کو تیسٹھ (۶۳) بیٹی بیگم یعنی رصمت اور بیٹی فہت میں سے ہر ایک جو سو چوبیس (۲۴۳) علاقہ یا بھائی ماشاء اللہ، علاقہ یا بھائی کوشاء اللہ، اور علاقہ یا بھائی ثار اللہ میں سے ہر ایک کو ساٹھ (۶۰) اور

اختِ علماتیہ حقیقی بیگم کو تمیں حصے دیں گے) واللہ اعلم و حکمہ احکم

مکتبہ: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ

﴿فتویٰ نمبر 300﴾

سوال

سالانہ بخش مرے۔ دوپہر تین دختر چھوڑیں اور ایک مذہب۔ پھر زہد مری۔ ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

سائل: چوہدری اللہ بخش کڑہ نیال آگرہ

۲۶ فروری ۱۹۲۶ء

الجواب

بعد تقدیم ما تقدم ۵۶ سهام کر کے سولہ سولہ دونوں دونوں لڑکوں کو اور آٹھ آٹھ بیٹیوں دختروں کو

دیں گے۔

واللہ اعلم و حکمہ احکم

مسئلہ ۸×۵۶=

میت

زوجہ	ایک	ایک	بنت	بنت
مات و نرکت	۴×۷	۲×۸	۱×۸	۱×۸
ہذا الورثة	۱۶	۱۶	۸	۸

کتاب: المفتی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ



﴿فتویٰ نمبر 301﴾

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ درج ذیل میں مسمیٰ امیر بخش نے ایک زوجہ اور ماں دو بھائی
ایک بہن اپنے وارث چھوڑے اور بچہ یتیم جس کا باپ مرحوم کے سامنے فوت ہو گیا تھا چھوڑا۔ اور تین
بھانجے اور دو بھانجیاں جن کی ماں یعنی مرحوم کی بیشرہ مرحوم کے سامنے فوت ہو گئی ہے چھوڑے ہیں۔
اب مرحوم کا ترکہ مکمل شرع کس طرح تقسیم ہو؟

الجواب

هو الموفق للحق والصواب

امیر بخش مسئلہ ۶۰/۱۲

زوجہ	ام	اٹ	اٹ	اٹ
۳/۱۵	۲/۱۰	۱۳	۱۳	۷

صورت مسئلہ مذکورہ بالا میں ترکہ امیر بخش کا ساٹھ 60 سهام پر تقسیم ہوگا۔ ان جملہ میں سے 15 زوجہ
کو اور 10 ماں کو 14-14 دونوں بھائی کو اور 7 بہن کو ملیں گے۔ باقی وارث محروم رہیں گے۔

هكذا احکم الفرائض واللہ اعلم

ماہر محمد رمضان عفی عنہ

مفتی واعظ جامع مسجد آگرہ

۲۲ دسمبر ۱۹۱۵ء



﴿فتویٰ نمبر 302﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ حسب ذیل اشخاص کی وفات ہوئی۔ اذروئے شریعت شریف حصہ ہر ایک کا کیا ہوا؟ بیٹا نو جوہا

- 1۔ امان اللہ مر اس نے نبی بخش کریم بخش پیران عمدہ نبی جان دختران چھوڑیں۔
- 2۔ نبی بخش مر اس نے زوجہ لدو امرن رئیس قیس دختران کریم بخش بھائی عمدہ نبی بہن چھوڑیں۔
- 3۔ کریم بخش مر ازوچہ خواجن بہن عمدہ نبی جان چھوڑیں
- 4۔ عمدہ مر بی بد والدین بیع الدین و باب الدین پیران یو بن نکم دختران چھوڑیں۔
- 5۔ خواجن مر بی بھانجا یک بھانجیاں سفر بھتیجی یک بھتیجی یک چھوڑیں۔

۲۰ دسمبر ۱۵ سنہ شمسیت

الجواب

هو المصوب

امان اللہ مسئلہ ۶۲۳/۸۶۳۵۶۸۳۳۵۶۲۸۸۲۷۲۸۸

ابتدا		بنات	
کریم بخش	نبی بخش	نبی جان	عمدہ
۲/۲۸۸	۲	۱/۳۳/۵۷۶/۳۶۰۸	۱/۳۳/۵۷۶
نبی بخش مسئلہ ۱۳۳/۲۸۸/۷۲/۲۳۲			
یتیمہ (۲)		میت	
قیس (بنت)	رجس (بنت)	امرن (بنت)	لدو (زوجہ)
۱۶/۲۳/۱۵۶/۲۰۲۸	۲۱/۲۳/۱۵۶/۲۰۲۸	۲۱/۲۳/۱۵۶/۲۰۲۸	۲۷/۶۳/۶/۱۳۳/۱۱۵۳

﴿فتویٰ نمبر 303﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے انتقال کیا اور ایک بی بی سات بیٹیاں ایک بیٹا ایک جیتی وارث چھوڑے ہیں، ہو جب شرع شریف زید کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟۔

سائل کریم بخش ۸ دسمبر ۱۹۸۵ء

الجواب

هو المعلوم للحق والصواب

زید

↓

میت

زید	امین	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت الارث
↓	↓	↓	↓	↓	↓	↓	↓	↓	↓	↓
۱/۹	۱/۳	۷	۷	۷	۷	۷	۷	۷	۷	۱

بعد تقدیم ماتقدم علی الارث و عدم مواث و انحصار ورثہ جملہ ترکہ زید کا ۷۲ سهام پر منقسم ہوگا۔ از اس جملہ 9 سهام زہدہ کو ملے گا اور 14 سهام امین کو اور سات سات سهام ہر ایک بنت کو ملیں گے۔ اور بنت الارث محروم ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

حررہ ماجد محمد رمضان عفی عنہ

مفتی واعلاء جامع مسجد آگرہ

مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۸۵ء

﴿فتویٰ نمبر 304﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں صورت کہ بندہ نے وقت انتقال ایک شوہر چھوڑا اور ایک مادر اور دو بھائی اور ایک زمین اور کچھ جائیداد جو شوہر اول کے مہر سے خریدی تھی۔ اور وہ مہر اب شوہر ثانی کے ذمہ باقی ہے۔ پتہ کہ ان ورثہ میں کس طرح تقسیم ہوگا؟

حافظ گلپور علی ساکن تیرا صوبی دروازہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

صورت مسئلہ میں بعد ماتقدم علی الارث یعنی مصارف تجنیز و تکفین متوسطہ اور ادا بقرض میت اگر ہو اور جاری کرنے وجہ میت کے اگر کوئی وصیت علاوہ وارث کے کی ہو جو کچھ مال پہنچے اس کے میں (۳۰) حصہ کر کے اس میں سے پندرہ (۱۵) حصہ شوہر کو اور پانچ (۵) ماں کو اور چار (۴) چار (۴) دونوں بھائیوں کو اور دو (۲) بہن کو دیا جائے گا۔

صورۃ ھکذا

حدودہ مسئلہ: ۳۶۲

میت

شوہر	ام	اُمّ	اُمّ	اُمّ	اُمّ
۳/۱۵	۱/۵	۲	۲	۲	۲
المیت					
۳۰					

حودہ العبد المرائی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دین علی لکھنوی فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 305﴾

سوال

اللہ بخش، خدا بخش، مولا بخش، بیٹوں بھائیوں نے ایک جائیداد چنتہ مکان اور کچھ زمین شرکت میں خریدی۔ پھر اللہ بخش کا انتقال ہوا۔ اس نے وجہ انتقال علاوہ جائیداد مذکور کے دو ڈھائی سو کا زیور بھی چھوڑا۔ اور یہ وارث چھوڑے۔ زوجہ مسماۃ فیاضی ماں مسماۃ رحمان بی بی اور دو بھائی۔ ان کی میراث کس طرح تقسیم ہوگی؟ بیوا تو حرمہ وا

سائل: خدا بخش سکنہ مالی کی منڈی حلقہ بدین خان

۲۷ شوال ۱۳۳۶ھ

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صورتہ مسئلہ میں بعد ازاں مقدم علی الارث تیسرے حصے جائیداد مشترکہ اور زیور متروکہ اللہ بخش یعنی جائیداد اور زیور اللہ بخش چوبیس (۲۳) حصے کر کے چھ (۶) حصے زوجہ کو دیئے جائیں گے اور چار (۴) حصے ام یعنی والدہ اللہ بخش کو اور سات (۷) سات (۷) حصہ دونوں بھائیوں مسمی خدا بخش اور مولا بخش کو دیئے جائیں گے۔

واللہ اعلم بالصواب

حرمہ العبد الراعی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین علی الرشوی، لکھی مسجد جامع اکبر آباد

حفظہ اللہ من شر الحساد



﴿فتویٰ نمبر 306﴾

سوال

بخدمت جناب مولانا دین اعلیٰ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ ایک شخص کی زوجہ کا انتقال ہو گیا اس کے مال سے شوہر کو کس قدر ملے گا؟

۲ جمادی الاول ۱۴۰۶ھ آرم جی جان محمد متولی

جامع مسجد ریاست بہاول نگر ملک کاٹھیاواڑ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

شوہر کو اگر دوسرے اولاد چھوڑ کر مری ہے۔ لڑکا خواہ لڑکی چھوڑ کر مری تو کل مال کا ملے گا۔ اور اگر اولاد مری ہے تو کل مال زوجہ سے آدھا ملے گا۔ باقی دوسرے ورثہ بہن بھائی کو۔ اگر بیٹی بیٹا نہ ہو اس طرح کہ دو حصہ بھائیوں کو ملے گا اور ایک حصہ بہنوں کو۔ اور اگر بیٹی بیٹا باپ سے ہوں باقی ان میں تقسیم ہوگا۔ بھلا اور بغیر زوج کوئی وارث نہیں چھوڑا یہاں تک کہ نہ ماموں چھوڑا نہ خالہ نہ خالہ زاد بھائی نہ ماموں زاد وغیرہ مگر اس زمانہ میں بوجہ نہ ہونے بیت المال کے وجہ باقی بھی زوج کو دے دیا جائے اگر بہت مجلس ہو ورنہ مسلمان پانچوں کا وہ حق ہے۔

حورہ العبد الراجی رحمۃ رب

محمد دین اعلیٰ مفتی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 307﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ حبیبہؓ نے انتقال کیا اس نے پانچ بیٹے مسیان فیاض یک و عظیم یک و ریاض الدین یک و غفور یک و اسماعیل یک و دو بیٹیاں ہرمزی خانم و مومنہ کو وارث چھوڑا۔

اس کے بعد ہرمزی خانم نے انتقال کیا۔ اس نے ایک خاندان لطف اللہ خان دو بیٹے مسیح اللہ خان و شفیق اللہ خان اور پانچ مذکورہ المصدر (برادران) اور مومنہ کو وارث چھوڑا۔
اس کے بعد مسیح اللہ خان نے انتقال کیا۔ اس نے ایک باپ لطف اللہ خان ایک بھائی شفیق اللہ خان اور ایک لڑکا مسیح اللہ خان اور ایک بی بی ثانیہ کو چھوڑا۔

اس کے بعد لطف اللہ خان نے انتقال کیا اس نے ایک بیٹا شفیق اللہ خان و پوتا مسیح اللہ خان کو چھوڑا۔
ہر مسئلہ یہ ہے کہ جائداد متروکہ حبیبہؓ سے ہر ایک کتنے کتنے سہام کا بروئے شرع شریف مالک و مستحق ہے؟ اور کون محروم ہے۔ بیٹھو! تو جروا

شفیق اللہ خان

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

اللہم رب زدنی علما

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الارث بصورت ہونے ورثہ کے اسی قدر جتنے مندرجہ ہیں کل مال متروکہ حبیبہؓ کے سات سواڑسٹھ (۷۶۸) حصہ کر کے ایک سواٹھائیس (۱۱۸) فیاض یک و عظیم یک و ریاض الدین یک و غفور یک و اسماعیل یک کو دینے جائیں گے۔ اور چونسٹھ (۶۳) حصہ جو کو اور چالیس (۴۳) شفیق اللہ کو اور سترہ (۱۷) مسیح اللہ کو اور تین (۳) ثانیہ کو۔

صورتہ هكذا

جیہا مسئلہ: ۷۸/۹۶/۱۴

میت

ابن	ابن	ابن	ابن	ابن
فیاض یک	عظیم یک	ریاض الدین یک	غوری یک	اسامیل یک
۷/۱۶/۱۲۸	۷/۱۶/۱۲۸	۷/۱۶/۱۲۸	۷/۱۶/۱۲۸	۷/۱۶/۱۲۸
ہنت	ہنت			
ہرزی	مو			
۱	۱۸/۶۳			

ہرزی مسئلہ: ۸/۳

میت

بیدہ (۱)

زوج	ابن	ابن	اخوہ	اخت
لفظ اللہ	سبح اللہ	شفع اللہ	م	م
۱۶/۲۱	۳	۳/۲۳		
سبح اللہ ثمان مسئلہ: ۲۳	بائلف			

میت

بیدہ (۳)

زوجہ	اب	ابن	اخ
شافیہ	لفظ اللہ	سبح اللہ	شفع اللہ
۳	۴	۱۷	م

لفظ اللہ ثمان مسئلہ: ۱

میت

بیدہ (۲۰)

ابن	ابن الاکبر
۲۰	م

الاحیاء

فیاض بیک	عظیم بیک	ریاض الدین بیک	غفور بیک	اسماعیل بیک
۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸
صو	شیخ الله	سبح الله	شافیه	
۴	۴۴	۱۷	۳	
المبلغ				
۷۶۸				

حودہ العبد الراعی دھندہ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین ارعلی الرضوی المقتدی

فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر.....308﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فوت ہوا اور اس نے مفصلہ ذیل رشتہ دار چھوڑے۔ بیوی، لڑکی، بھائی، لڑکا، لڑکی جو بغیر عقد نکاح پیدا ہوئی یعنی باہر کی عورت سے جس سے نکاح نہیں ہوا۔

۱۳ فروری ۱۸/۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ
عثمان علی محلہ ٹنک پور فرخ آباد معرفت فضل حسین

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

صورت مسئلہ میں بعد ماتقدم علی الارث اور ادائے قرض حمیر وغیرہ کل مال زید کے آٹھ (۸) حصہ کر کے ایک (۱) حصہ بیوی کو دیا جائے گا اور سات (۷) حصہ بیوی کو۔ صورتہ ہکذا
زید مسئلہ ۸

میت

زہد	ہنت
۱	۷

اس واسطے کہ بھتیجا بھتیجی اگر فی الواقع ولد لڑتا ہیں اور ان کا باپ بھی ان کے ولد لڑتا ہوئے اور بلا نکاح رکھنے ان کے کا مقربے تو ان کو کچھ نہیں ملے گا۔ اس واسطے کہ زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا۔

کما هو ظاهر من الرواية المذكورة في آخر باب العدة في صفحة ۸۳ من الجزء الثاني من الجوهر النيرة حيث قال

وإذا تزوجت الحامل من الزنا جاز النكاح ولا توطن حامل حتى تضع حملها
الا ان يكون هو الزاني فيجوز له ان يطأها ولا يمنع من وطئها ولها الضقة عند الكل ثم
إذا جاءت بولد سنة أشهر فصاعدا بعد النكاح ثبت نسبه ويرث منه وان جاءت به لاقلاً

من ذلک لا ینت نسبہ ولا یرث منه کذا فی الواقعات۔

☆ (ترجمہ: زنا سے حاملہ عورت اگر نکاح کرے تو اس کا نکاح جائز ہے۔ ارشاد نبوی ہے زنا سے حاملہ عورت کے ساتھ اس کا خاوند وضع محل تک جماع نہ کرے ہاں اگر زانی نے نکاح کیا ہو تو وہ اس سے جماع کر سکتا ہے۔ اسے اس سے جماع سے منع نہ کیا جائے گا۔ تمام علماء کے نزدیک وہ عورت نفقہ کی مستحق ہے۔ پھر نکاح کے چھ ماہ یا اس سے زائد مدت کے بعد اس کے ہاں بچہ کی پیدائش ہو تو اس بچے کا نسب ثابت ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنے باپ کی وراثت پائے گا۔ اور اگر اس سے کم مدت میں اس کا ہاں بچہ کی پیدائش ہو تو اس کا نسب نکاح کرنے والے سے ثابت نہ ہوگا۔ اور نہ ہی وراثت کا پائے گا۔ لواقعات میں یہی طرح ہے)

اور اگر فی الواقع نکاح ہو گیا تھا اور بھتیجی فی الواقع ولد لڑنا نہیں ہیں کو بیچو دو کو ہوں کے اور کسی کو خبر نکاح نہ ہو تو آٹھ (۸) حصہ کل مال کے کر کے ایک حصہ بیوی کو ملے گا اور چار حصہ بیٹی کو اور دو بھتیجے کو اور ایک بھتیجی کو اگر بھتیجیاں بھتیجی دو ہیں۔

صورۃ ہکذا

زید مسئلہ

میت

بنت الاخ

ابن الاخ

زوجہ بنت

۱

۲

۳

۴

حورہ العبدالرحمنیہ رحمۃ ربہ العتوی

ابو محمد دین اعلیٰ الرضوی رحمہ

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 309﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مجھ بخش ہمارے دادا نے عرصہ تقریباً ۸۰ سال کا ہوا وفات پائی۔ اور انہوں نے دولہ کے بڑا شیخ عنایت اللہ اور چھوٹا شیخ نصر اللہ اور ایک بیوہ اور دو مکان نمبر ۲ نمبر ۲ چھوڑے۔

عرصہ پچاس سال کا ہوا کہ بڑا لڑکا شیخ عنایت اللہ نے وفات پائی۔ انہوں نے تین لڑکے احمد اللہ و انعام اللہ، غلام جیلانی اور ایک اپنی زوجہ چھوڑی۔

چند سال بعد زوجہ مجھ بخش نے انتقال کیا۔ اور اس کے چند سال بعد چھوٹے نصر اللہ نے انتقال کیا۔ انہوں نے دولہ کی اور ایک لڑکا چھوڑا۔ اور اپنی زوجہ چھوڑی۔ شیخ نصر اللہ نے اپنی حیات میں ہر دو مکان نمبر ۲ نمبر ۲ کو ضرورت خود رہن کر دیا۔ بابت مکان نمبر ۱ مرتبہ نے مالش دائر عدالت کر دی۔ مکان نمبر ۱ زور رہن میں قرق ہو گیا۔ پھر ان شیخ عنایت اللہ مرحوم نے جو اس وقت نابالغ تھے عدالت میں عذر دائر کر دی کہ ہم نابالغان کے حصہ کار رہن رکھنے کا چچا کو اختیار نہ تھا۔ عدالت سے مکان مذکور میں نصف حق ثابت کیا گیا۔ اور نصف مکان جو حصہ نصر اللہ بھائی کا تھا غلام کر دیا گیا۔ اس پر ہم لوگ قابض و داخل رہے۔ ایک بھائی ہمارا انعام اللہ درمیان میں فوت ہو گیا۔ یتیم و بھائی احمد اللہ و غلام جیلانی اب تک اس پر قابض چلے آتے ہیں۔

بعد گزرنے زمانہ ۳۵ سال کے پھر شیخ نصر اللہ کا دعویٰ کرتا ہے کہ اس مکان سے میری دادی کا حصہ مجھ کو دیا جائے۔

آیا وہ کچھ پانے کا مستحق ہے؟ دوسرا مکان نمبر ۲ خود ہی رہن تھا وہ بعد وفات شیخ نصر اللہ کے بیع ہو گیا۔ چونکہ مکان ۲ موروثی کا نامد ہے اس میں مکان میں شرعی کچھ حق پھر ان شیخ عنایت اللہ کو پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور اگر مکان نمبر ۱ میں کچھ حصہ شرعی دادی کا پھر نصر اللہ کا نکلے تو وہ حصہ حاج موجودہ ہو دیا جائے گا یا حالت سابقہ سے؟ کیوں کہ بچہ بہن اور بوسیدہ ہونے کے مکان کو پھر ان شیخ عنایت اللہ نے از سر نو بنوایا ہے۔

شجرہ محمد بخش

پیدہ

شیخ نصر اللہ

شیخ عنایت اللہ

احمد اللہ - انعام اللہ - غلام جیلانی فی فیاض الدین - دختر - دختر

الجواب

اللهم رب زدنی علما

محمد بخش مسئلہ ۱۶، ۸، ۱۱۵۲، ۹۲۶۹

میت

ابن نصر اللہ

ابن عنایت اللہ

زوجہ مریم

۷

۷

۱۲/۱۳۳

عنایت اللہ مسئلہ ۲۳، ۷

میت

پیدہ ۷

ابن

ابن

ابن

ام

زوجہ

غلام جیلانی

انعام اللہ

احمد اللہ

مریم

فاطمہ

۱۷/۱۱۹۷۹۵۲

۱۷/۱۱۹۷۹۵۲

۱۷/۱۱۹۷۹۵۲

۳/۱۲/۸۳

۳/۹/۶۳/۵۰۳

مریم مسئلہ

پیدہ (۲۲۸)

میت

ابن نصر اللہ

پیدہ ۲۲۸

۲۲۸

توافقاً بالربع

نصر اللہ مسئلہ ۳۲، ۸

پیدہ ۱۸۳/۷۳۴

میت

ہنت

ہنت

ابن

زوجہ

خانم

زین

عمر

نصیب

۷/۱۲۸۱

۷/۱۲۸۱

۱۳/۲۵۶۲

۱/۳/۷۳۲

اللھم اذنا الحق والباطل باطلا صورت منولہ میں بعد ماتقدم علی الارث کل مال محمد بخش کے نو ہزار دو سو لہ (۹۲۱۶) حصہ کر کے حسب صورت مذکور ہوا فاطمہ کو پانچ سو چار (۵۰۳) حصہ دینے جائیں گے اور احمد اللہ کو نو سو پانچ (۹۹۴) اور اس نے ہی انعام اللہ اور اس نے ہی غلام جیلانی کو اور سات سو تیس (۷۳۲) حصہ نصیب کو دو ہزار پانچ سو بائیس (۲۵۶۲) حصہ عمر کو اور ایک ہزار دو سو اکیاسی (۱۲۸۱) زید ن اور اس نے ہی خانم کو بدی تفصیل

الاحیاء

فاطمہ	احمد اللہ	انعام اللہ	غلام جیلانی	نصیب عمر	زید ن خانم
۵۰۳	۹۵۲	۹۵۲	۹۵۲	۷۳۲	۱۲۸۱
۱۲۸۱	۱۲۸۱	۲۵۶۲	۷۳۲	۷۳۲	۱۲۸۱

المبلغ

۹۲۱۶

لہذا کل مال محمد بخش کے من جملہ نو ہزار دو سو لہ (۹۲۱۶) حصوں کے تین ہزار تین سو ساٹھ (۳۳۶۰) حصہ کے حق دار عنایت اللہ کے تین بیٹے اور بیوی ہے۔ اور پانچ ہزار آٹھ سو تین (۵۸۵۲) حصوں کے حق دار نصر اللہ کے بیٹا، بیٹی اور بیوی رہی۔ اور اگر محمد بخش کی بیوی مریم نے قبل تقسیم حصص مہر بھی لیا ہوگا تو وہ بھی اور جو بھی اس کی ملک ہوگا وہ بھی نصیب نصر اللہ کے ذریعہ نصیب اللہ ہی پر حسب تفصیل مذکورہ تقسیم ہوگا۔ اور اس میں سے اولاد عنایت اللہ کو کچھ نہیں ملے گا۔ اس واسطے کہ عنایت اللہ مریم سے پہلے ہی مرچکا تھا۔ اور موجودگی بیٹے میں دادی کے مال سے پوتوں کو کچھ نہیں ملتا۔ البتہ انعام اللہ کے مال سے اگر انعام اللہ بعد مریم مرچا ہے نصر اللہ کی اولاد کو کچھ نہیں مل سکتا۔ اور اگر انعام اللہ مریم اپنی دادی کے سامنے مرا ہے تو جب بھی مال انعام اللہ سے اولاد نصر اللہ کو کچھ نہیں مل سکتا۔ اس واسطے کہ دادی کی موجودگی میں کہ جو فاطمہ ام انعام اللہ ہے کچھ نہیں ملتا۔ لہذا کل مال انعام اللہ کا انعام اللہ کے بھائی اور ماں ہی کو ملے گا۔ اور اب صورت منولہ اس طرح ہو جائے گی کہ بعد ماتقدم علی الارث از مہر و دیمہ دیون میت وغیرہ کے کل مال میت کے ستائیس ہزار چھ سو اٹھائیس (۲۷۶۳۸) حصہ کر کے انیس سو اٹھائیس (۱۹۸۸) حصہ فاطمہ کو دینے جائیں گے اور احمد اللہ کو چار ہزار چھائیس (۴۰۳۶) اور اس نے ہی غلام جیلانی کو۔ لہذا جملہ ورثہ عنایت اللہ کے درخوں مکانوں میں دس ہزار اسی (۱۰۸۰) حصہ ہوئے۔ اور نصر اللہ سے نصیب کو دو ہزار ایک سو چھائیس (۲۱۹۶) حصہ دینے

جائیں گے اور عروسات ہزار چھ سو چھیالیس (۷۶۸۶) اور زمین کو تین ہزار آٹھ سو تینتالیس (۲۸۴۳) اور
اسنے ہی سے غام کو دیئے جائیں گے۔ لہذا جملہ ورعہ نصر اللہ کے کل سترہ ہزار پانچ سواڑ سٹھ (۱۷۵۶۸) حصے
ہوں گے۔ حسب صورت:

محمد بخش مسئلہ ۱۲/۱۹/۱۱۵۲/۱۳۸۱۳/۲۷۲۳۸

میت

زوجہ	ابن	ابن
مریم	عتات اللہ	نصر اللہ
۱۲/۱۳۳	۷	۷۰۳۸/۷۰۳۷/۷۰۳۸

عتات اللہ مسئلہ ۷۰۳۷/۷۰۳۸

بیوہ ۷

میت

زوجہ	ام	ابن	ابن	ابن
فاطمہ	مریم	احمد اللہ	انعام اللہ	غلام جیلانی
۲۷/۹/۲۳/۷۰۵۶	۳/۱۲/۸۳	۱۷/۱۱/۹/۱۳۲۸/۲۸۵۶	۱۷/۱۱/۹	۱۷/۱۱/۹/۱۳۲۸/۲۸۵۶

مریم مسئلہ

بیوہ ۲۲۸

میت

ابن	ابن	ابن	ابن	ابن
نصر اللہ	احمد اللہ	انعام اللہ	غلام جیلانی	ابن
۲۲۸/۲۷۲۳	م	م	م	م

انعام اللہ مسئلہ ۱۲/۱۹

بیوہ ۱۱۹

میت

جدہ	ام	ابن	ابن	ابن
مریم	فاطمہ	احمد اللہ	غلام جیلانی	ابن
م	۱۲/۲۳۸/۳۷۶	۵۰۵۹۵۰/۱۱۹۰	۵۰۵۹۵۰/۱۱۹۰	۵۰۵۹۵۰/۱۱۹۰

نصر اللہ مسلک ۳۴۸ قوافل رستہ عشر

میت	بیچہ ۵۴۹۸۷۸۴۰		
زوجہ	ایکن	ہنت	ہنت
نصب	عمر	زین	خانم
۱۳/۷۶۸۶	۷/۲۸۴۳	۷/۲۸۴۳	۷/۲۸۴۳

الاحیاء

قائمہ احمد اللہ	نظام جیلا فی	نصب	عمر	زین	خانم
۳۰۳۶	۳۰۳۶	۷۶۸۶	۲۸۴۳	۲۸۴۳	۲۸۴۳

المبلغ

۲۷۶۳۸

حرفہ: العبد الراعی

ابو محمد دیار علی المصطفیٰ فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر.....310﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زیر مرا۔ وہ صرف ایک مکان چار پانچ سو روپیہ کا رکھتا تھا۔ اس نے ایک لڑکی نابالغ ایک بہن اور اپنی زوجہ اور اپنی والدہ چھوڑی۔ زوجہ نے دوسرا نکاح کر لیا ہے۔ وہ مکان ایک شخص کے پاس متوفی رہن کر گیا تھا۔ والدہ متوفی اور اس کی بہن اس مکان کفر و خست کرنا چاہتی ہے۔ آیا اس میں زوجہ کے مشورے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ موافق شریعت کے ہر ایک کا کیا حصہ ہوا؟

۲۷ مارچ ۱۹۸۵ء

شیخ محمد صالح

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الارث کل مال زیر کے چوبیس (۲۴) حصہ کر کے تین (۳) حصہ زوجہ کو لیں گے اور چار (۴) حصہ ماں کو اور بارہ حصہ بیٹی کو اور باقی پانچ (۵) حصہ بہن کو۔

صورۃ ھکذا

زیر مسئلہ ۲۴

میت

زوجہ ۴ بنت ۴ اخت

۳ ۴ ۱۲ ۵

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ بقوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ المعنی فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 311﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی پہاڑی دنگ ریز نے ۱۲ مارچ ۱۸ کو قضا کی اور حسب ذیل رشتہ دار چھوڑے۔ تجیماں فخر الدین بمائی، حبیب لڑکا، شکورن بیوی، بہن، شکورن، بہن، بشیرا۔ ۱۸ مارچ ۱۸ کو حبیب ولد پہاڑی کا انتقال ہو گیا۔ تجیماں فخر الدین چچا، شکورن ماں، نضب بیوی چھوڑی۔ اثاثہ الیت جو کہ موجود ہے وہ پہاڑی اور حبیب کی کمائی ہے۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کس کی کتنی کمائی ہے؟ اس صورت میں اثاثہ الیت وراثہ میں کس طرح تقسیم ہوگا؟

وراثہ پہاڑی و حبیب از محلہ اہلی

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علما

صورت مسئلہ میں بعد ماتقم علی الارث اداء دین مہر وغیرہ اور وصیت ٹکٹ مال سے اگر میت نے وصیت کسی وارث کو کی نہ ہو بصورت ہونے اسی قدر وارثوں کے ہر دو میں کل مال پہاڑی کے دو سواٹھاس (۲۸۸) حصہ کر کے پچیس (۳۶) حصہ شکورن کو دینے جائیں گے اور بیاسی (۸۲) حصہ تجیماں کو اور اکیاون (۵۱) نضب کو اور ایک سواٹھس (۱۱۹) فخر الدین کو باقی کسی کو کچھ نہیں ملے گا۔

صورتہ هكذا:

پہاڑی مسئلہ ۲۳/۱۸۸

میت

زوجہ	ام	ابن	اخ	اخت	اخت
شکورن	تجیما	حبیب	فخر الدین	شکورن	بشیرا
۳۳۶	۲۸	۱۷	۴	۴	۴

حجیب سلسلہ

میت	جدہ	عم	بیچہ ۱۷۵
زہرہ	۵۱/۳	۲۳/۲	۱۱۹/۷
۱۱ احیاء	تجیا	نصیب	سوتل مام
شکورن	۸۲	۵۱	م
۳۶			۱۱۹

المبلغ

۲۸۸

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی
 ابو محمد محمد دیر علی المنصی فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر.....312﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ فوت ہوئی۔ اس نے وارث حسب ذیل چھوڑے۔ ترکہ حنفی کتنے سهام پر تقسیم ہوگا؟ اور ہر وارث کو کتنے کتنے سهام پہنچیں گے؟ بینوا نوجو و تفصیل وارثان

پدر حنفی شوہر حنفی مہر حنفی دختر حنفی دختر حنفی
۵ جمادی الثانیہ ۱۳۶۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

حندہ سالہ ۱۴/۲۸

میت

شوہر	اب	امکن	بنت	بنت
۳/۱۲	۲/۸	۱۳	۷	۷

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الارث اور مختصر ہونے وراثہ کے ورثہ مذکورہ میں کل مال ہندہ کے اثاثہ لیس (۲۸) حصہ کر کے بارہ (۱۲) حصہ شوہر کو دیئے جائیں گے اور آٹھ (۸) پاپ کو اور چودہ (۱۴) بیٹے کو اور سات (۷) سات (۷) حصہ دونوں بیٹیوں کو حسب صورت مذکورہ ما لاواللہ اعلم وحکمہ احکم

حوزہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ

ابو محمد دیار علی المنصی فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 313﴾

سوال

چچ فرمایہ ملائے دین متین دریں مسئلہ: مسی فامیر اللہ و عبد اللہ یہ تین برادر حقیقی ہیں۔ اول فافوت
ہوا اس کا ترکہ ایک بیٹا چار بیٹیاں اور ایک زوجہ پر پہنچا۔ زان بعد امیر اللہ فوت ہوا اولاد۔ وارثوں میں ایک
عبد اللہ برادر اور سماءہ زوجہ چھوڑی فافو کی۔ اولاد کو ترکہ پہنچے گا یا نہیں؟ مسئلہ کے سہام پر تقسیم ہوگا؟
۲۳ جمادی الثانی برکات علی

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

صورت مسئلہ میں بعد ماتقدم علی الارث اور ہونے ورثہ کے اسی قدر کل مال فافو کے اڑتالیس
(۳۸) حصہ کر کے چھ (۶) حصہ زوجہ کو دیے جائیں گے اور چودہ (۱۴) حصہ ابن کو اور سات (۷) سات
(۷) حصہ برادر چاروں بیٹیوں کو صورتہ ہکذا:
فامسلہ ۸

زوجہ	ابن	بنت	بنت	بنت	بنت
۱۶	۱۴	۷	۷	۷	۷

علیٰ بن بعد ماتقدم علی الارث اور ہونے ورثہ کے اسی قدر کل مال امیر اللہ کے چار (۴) حصہ کر کے ایک
(۱) حصہ کو دیا جائے گا اور تین (۳) حصہ بھائی مسی عبد اللہ کو اور عصبہ قریب بھائی کی موجودگی میں بھتیجیوں کو کچھ نہیں تھا۔
اللہ اعلم و علمہ احکم صورتہ ہکذا:

امیر اللہ مسئلہ ۴

میت

ان	زوج	ابنا والا
۳	۱	م

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ

ابو محمد دیوبند علیٰ لہجہ فی جامع اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر 314﴾

سوال

چچی فرما ید علماء دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ مسماۃ الاذوفت ہوئی۔ الہی بخش خاوند مسماۃ
رضی اللہ عنہا والدہ اور تین بھائی حقیقی چھوڑے۔ مسئلہ کتنے سہام پر تقسیم ہوگا؟

حکومت علی

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

صورت مسئلہ میں بعد ماتقیم علی الارث کے اگر بچہ ان ورث کے اور کوئی وارث نہیں ہے کل مال
اولاد کے اٹھارہ (۱۸) حصہ کر کے نو حصہ شوہر کو دیے جائیں گے اور تین (۳) حصہ اس کی والدہ مسماۃ رضا کو
اور باقی دو (۲) دو (۲) حصہ بیٹیوں بھائیوں کو

صور نہ ہکلا

لاڈول مسئلہ ۱۸۶

میت

زوج	م	خ	خ	خ
الہی بخش	رحمن	۲	۲	۲
۳/۹	۱/۳			

حرفہ: العبد المذنب عبد الرحیم ربیعہ

ابو محمد محمد دیر علی المصنف فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 315﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسماہ بشارتی بیگم فوت ہوئی اس نے ایک بیو مسماہ نیازی بیگم اور ایک بھابھ مسماہ نیازی بیگم جن کے خاوند بشارتی بیگم کی حیات میں فوت ہو چکے ہیں اور ایک علاقائی بہن مسماہ ارشادی بیگم مرحومہ کی ایک لڑکی یعنی بشارتی کی بھانجی مسماہ کنیر فاطمہ اور دوسری علاقائی بہن مسماہ ممتازی بیگم مرحومہ کی ایک لڑکی مسماہ اکراہی بیگم مرحومہ کے حکیم سید باقر علی اور حکیم سید یحییٰ چھوڑے۔ اس صورت میں کہ بشارتی بیگم کس کس پر کس طرح تقسیم ہوگا؟

۲۲ رجب ۱۳۶۱ھ

محمد علی میوند ڈاکٹر اکبر آبادی

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں امام محمد اور امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک چونکہ بیوہ ہونے مسئلہ کے ردیہ بعد ما تقدّم علی الارث کل مال بشارتی بیگم کا نصف ارشادی کا اور نصف ممتازی کا قرار دے کر دونوں کی اولاد پر بطریق معروفہ للذکو مثل عطاء التینین کما هو ظاہر من روایۃ المعذکوردۃ فی صفحہ ۵۶۱ من الشافعی المصری

لہذا کل مال بشارتی کے دس (۱۰) حصہ کر کے پانچ (۵) حصہ ارشادی بیگم کو دیئے جائیں گے اور دو (۲) حصہ (۲) حصہ حکیم سید یحییٰ اور حکیم سید باقر علی کو اور ایک (۱) حصہ اکراہی بیگم کو اور بیوہ امام اعظم رحمۃ اللہ امام محمد رحمۃ اللہ کے ساتھ بھی قول قویٰ بطول ۵۵ ہے اور چونکہ ارشادی بھی کل بشارتی کے مرہون ہے لہذا اس کے پانچ (۵) حصہ کنیر فاطمہ کو مل جائیں گے۔

صورتہ ہکذا

بشارتی بیگم مسئلہ ۱۰۲

اخت ارشادی بیگم اخت متازی بیگم

۱۵

۱

ممتازی بیگم مسئلہ ۵

ابن یا دلی ابن باقر علی اخت اکرای بیگم

۲

۲

۱

بہادر بھانوج کوثر مایہ کچھ نہیں ملتا۔ فقط

اور امام ابی یوسف رحمہ اللہ چونکہ لحاظ ان اصول کا جو میت کے سامنے مرچکے ہیں نہیں کرتے لہذا ان کے نزدیک میرا خط بشارتی اس طرح تقسیم ہوگی کہ کل مال بشارتی کے بعد مقدم علی الارث چھ (۶) حصہ کر کے دو (۲) دو (۲) حصہ یکم سید یا دلی اور یکم سید باقر علی کو اور ایک (۱) ایک (۱) حصہ اکرای بیگم اور کثیر قاطمہ کو دیا جائے گا۔

بشارتی بیگم مسئلہ

میت

ابن الارث	ابن الارث	ابن الارث	بنت الارث
باقر علی	یا دلی	اکرای بیگم	کثیر قاطمہ
۲	۲	۱	۱

حوزہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دین علی المنصی فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 316﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص وزیر خان نامی جس کے تین بیٹے اور تین لڑکیاں اور جائیداد یعنی مکان وزیر خان مرحوم کا مبلغ چار سو روپیہ کا ہے۔ جس میں دو مقرض ہیں۔ اب مطابق شرع شریف تقسیم کس طرح ہونی چاہئے؟

۶ رجب ۱۳۶۶ھ

نذیر خان ساکن منٹولا کبیر آباد

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الارث اداء دینی میت وغیرہ کے جو قارض قرض سے جائیداد تھی دو سو روپیہ کی۔ بچے اس کے نو (۹) حصہ کر کے دو (۲) دو (۲) حصہ تینوں بیٹوں کو دے دینے جائیں گے اور ایک (۱) ایک (۱) حصہ تینوں بیٹیوں کو۔

صورتہ ہکذا

وزیر خان مسئلہ

میت

ایک	ایک	ایک	بنت	بنت	بنت
۲	۲	۲	۱	۱	۱

حودہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ الفتوی

ابو محمد محمد دیر علی الرضوی الحنفی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 317﴾

سوال

بہائی خدمت فیض درجت جناب مولانا مولوی مفتی سید محمد دین اعلیٰ صاحب جامع مسجد شہر آگرہ دام تکد
بعد سلام سنت الاسلام کے عرض ہے کہ ایک مقدمہ یوائی حسب ذیل فتویٰ عدالت جی جمنرینی بھرت
پور میں پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے التماس ہے کہ بموجب قانون شرعی فتویٰ ارقام فرما کر
مرحمت فرمایا جائے تاکہ پیش عدالت موصوف کیا جائے۔

پور نے اپنے پھر کو بوجہ اس کے کہ اس نے ایک طوائف کو یہ سلسلہ شمائی ڈال لیا اس کو دو مکان اپنی
جائداد سے ملکہ کر کے بموجب حصہ دے دیئے۔ اور وہ مکانات تاحیات اس کے قبضہ میں رہے۔ چنانچہ پھر
اس کے ان مکانات سے بروئے تحریر کچھ تعلق نہ رکھتے۔ اور اس طوائف کے ملکن سے دو پورا جائز ہوئے۔ اور
وہ مکانات بوجہ بد چلتی پھر ان طوائف ضبط و نیام ہو جائیں تو کیا ہر دو طوائف زادہ بوجو بات بالا بقیہ ترکہ
مورثہ اعلیٰ میں حقدار ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں ملائے دین کیا فرماتے ہیں؟

۱۹ اپریل ۱۹۱۵ء

فاطمہ بیہ نئی بخش قوم شیخ بلند دروازہ بھرت پور

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علما

☆ طوائف زادے اگر اس طوائف سے نکاح صحیح نہیں ہوا تھا اور بلا نکاح و طہی حرام کے وہ پیدا
ہوئے ہیں ان کا نسب اس حرام کار سے ثابت نہیں ہوتا۔ وہ اس حرام کار کی میراث میں کسی وراثت
سے کوئی حصہ نہیں لے سکتے۔ اور ان کو اس کے مال متروکہ سے کچھ نہیں پہنچتا۔ چنانچہ یہ امر عبارت صفحہ ۵۰
جلد ہفتم بحوالہ لائق سے ظاہر ہے حیث قال

و فی المضمرات اعلم بان الکفار یتوارثون فیما بینہم بالاسباب النسی یتوارث بہا
المسلمون من نسب او سبب او نکاح ولا خلاف انہم لا یرثون بالانکحة النسی لا نصح

بین المسلمین بحال نحو نکاح المعارم بنسب اور ضاع و نکاح المطلقة قبل التزویج بزواج آخرًا

(ترجمہ: مضمرات میں ہے کہ کفار آپس میں ان اسباب کی بنا پر وراثت پاتے جن کی وجہ سے مسلمان وراثت کے مستحق ہوتے ہیں۔ مثلاً نسب یا سبب یا نکاح اور اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ ان نکاحوں کے باعث وراثت نہیں پاتے جو مسلمانوں کے درمیان کسی صورت میں بھی صحیح نہیں۔ مثلاً نسب رضاعت کے باعث محارم کے ساتھ نکاح یا جس عورت کو تین طلاقیں دی جائیں ہوں اس کے ساتھ دوبارہ نکاح بغیر اس کے کہ وہ کسی دوسرے عاقل کے ساتھ نکاح کرے)

☆ البتہ اگر زانیہ مذکور اپنی مبین حیات میں بحالت صحت و تندرستی و ثبات ہوش و حواس ان طوائف زادوں کو جو بلا نکاح پیدا ہوئے تھے یا کسی اور کو اپنی کچھ جائیداد یا کل جائیداد حیرہ کر کے قبضہ کر دے بلاشبہ وہ موصوبہ کہ جس کو وہ حیرہ کر دے ملک ہو جائے گی۔ لہذا بعد موت وہ سب کوئی وارث دعویٰ نہیں کر سکتا۔

حذوہ: العبد المراءى رتہ رب القوی

ابو محمد محمد دینار علی رضوی الجعفی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر.....318﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میری زوجہ نے وقت اشتغال ایک لڑکی بارہ یوم کی چھوڑی۔ اور وہ لڑکی بھی اپنی ماں سے نو یوم بعد مر گئی۔ اب میری زوجہ کے ورثہ میں اس کی خالہ مافی پھر بھی زندہ ہیں۔ مرحومہ کا مہر دو سو روپیہ کا تھا اور زیور تین کپڑے وغیرہ جو اس کی والدین نے جہیز میں دیا تھا تقریباً پچاس روپیہ کے مالیت کا تھا۔ لہذا از روئے شرع شریف اس کی زیور اور مہر وغیرہ پانے کا کون کون مستحق ہو سکتا ہے؟

۱۷ رجب ۱۳۶۶ھ

کریم خان ساکن محلہ رکاب گنج آگرہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں بعد ماتقدم علی الارث کل مال زوجہ کریم خان کے تیس (۳۲) حصہ کر کے تیس

(۲۳) حصہ کریم خان کو دیئے جائیں گے اور نو (۹) حصہ مافی زوجہ کریم خان کو دیئے جائیں گے۔

صورتہ ہکذا

زوجہ کریم خان مسئلہ

میت

زوج کریم خان	ہنت مریم	ام الام نصیب	خالہ	عمہ
۳۴/۸	۶/۹	۶۳/۶	۲	۲
مریم مسئلہ				

میت

اب کریم خان	ام الام نصیب	خالہ الام	عمہ الام	
۵/۱۵	۱/۳	۲	۲	

الاجزاء

کریم خان

نصیب

۲۳

۹

المبلغ

۲۲

حردہ: عبدالراجی دتتر دیاقوی
 ابو محمد دیا علی الرشوی اٹھی
 جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 319﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں صورت کذیب نے وقت انتقال ایک ذویہ نضب اور بیہ خیراتی اور وہ بنت تمیزن اور اللہ رکھی چھوڑے۔ بعدہ اللہ رکھی کا انتقال ہوا۔ اس نے ایک زوج حنفی بیک، ابن محمد بیک، بنت معصوم، ماں نضب، چھوڑی۔ بعدہ نضب کا انتقال ہوا۔ اس نے ابن خیراتی، بنت تمیزن، ابن الہت محمد بیک، بنت الہت معصوم، چھوڑی، کذیب کس طرح تقسیم ہوگا؟

۹ ربیع ۱۳۶۵ھ

العلیٰ بن ماسر سابق ریاست اور

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

اللہم رب زدنی علما

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الارث اور میں میر وغیرہ کے کل مال زب کے گیارہ سو پاون (۱۱۵۲) حصہ کر کے چھ سو اٹھائیس (۶۲۸) حصہ خیراتی کو اور تین سو چودہ (۳۱۴) حصہ تمیزن کو اور تیرےٹھ (۶۳) حصہ حنفی بیک کو اور اٹھانوے (۹۸) حصہ محمد بیک کو اور انچاس (۳۹) حصہ معصوم کو دیئے جائیں گے۔

صورتہ ہکذا

زب مسئلہ

میت

زویہ نضب	ابن خیراتی	بنت تمیزن	بنت اللہ رکھی
۱۳/۱۳۴	۱۳/۵۰۳	۷/۲۵۲	۷
اللہ رکھی مسئلہ			

میت

زوج حنفی بیک	ابن محمد بیک	بنت معصوم	ام نضب
۳/۹۶۲۳	۱۳/۹۸	۷/۳۹	۲/۶/۳۲

نصیب مسئلہ

میت			
ایک خیراتی	بنت تیزن	ایک اہل بیت محمد یک	بنت اہل بیت معصوم
۲/۱۲۳	۱/۶۲	۲	۲
الاحیاء			
خیراتی	تیزن	حسین یک	محمد یک
۶۲۸	۳۱۳	۶۳	۳۹
المیت			
۱۱۵۲			

حودہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ بالقوی

ابو محمد محمد علی اعلیٰ الرضوی السجی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر.....320﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چھو بھی اگر لاولد مری تو اس کے مال سے بچنے بچتیوں کا شرما کوئی حصہ ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو ہر ایک کو کس قدر مال موقوفہ سے ملے گا؟

۱۰ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

عبدالعزیز ملک دہلوی

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

اگر چھو بھی نے جو لاولد مری ہے۔ بچہ بچہ بچتیوں کے اور کوئی وارث شرما بھائی بہن باپ یا شوہر وغیرہ نہیں چھوڑا تو بعد ماتہم علی الارث کل مال بچتیوں میں برابر تقسیم کر دیا جائے گا۔ اور بچتیوں کو بچتیوں کی موجودگی میں کچھ نہ ملے گا۔ اس واسطے کہ بچنے عصبہ ہیں اور بچتی ڈوالا رام۔ ہذا اور عصبہ کی موجودگی میں ڈوالا رام کو کچھ نہیں ملتا۔ فقط

حورہ: الدبہ الرامی رحمۃ ربہ التقوی
ابو محمد محمد دیر علی المشہدی الرضوی المصطفی
المصطفیٰ فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 321﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ ہندہ نے انتقال کیا۔ اور بجز چیز اور کچھ مال نہیں چھوڑا۔ اور وارث فقط خاوند اور باپ اور ماں اور دو بہن ایک بھائی کو چھوڑا ہے۔ اندریں صورت مال متروکہ ہندہ کیوں کر تقسیم ہوگا؟

فضل اللہ گھٹیا ماموں بھانجہ شہزادہ آگرہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

صورتِ مسئلہ میں بعد ماتقدم علی الارث کل مال متروکہ ہندہ کے چھ (۶) حصہ کر کے نصف مال یعنی تین (۳) حصہ شوہر ہندہ کو اور سدس یعنی ایک (۱) حصہ ماں کو اور باقی دو (۲) حصہ والد ہندہ کو ملیں گے۔ اور موجودگیِ عہدہ ستریب باپ میں بھائی بہن کو کچھ نہیں ملتا۔ فقط

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دین اعلیٰ المفتی فی

جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 322﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ زیہ کا انتقال ہو گیا۔ اس نے ایک زوجہ دولڑکیاں اور تین لڑکے چھوڑے۔ بعد کچھ عرصہ کے زوجہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ زوجہ کا بھائی مہر کا دعویٰ کرنا چاہتا ہے۔ رقم کل ۳۵ ہجرتیان زیور و قریب سات سو کے سب ماموں کے پاس ہے۔ اب ہم کس طرح تقسیم کریں؟ شریف متین۔ حجام آگرہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الارث دین مہر وغیرہ کل مال زیہ کے ۶۳ حصہ کر کے چودہ (14) چودہ (14) حصہ بیٹیوں بیٹوں کو اور سات (۷) سات (۷) دونوں بیٹیوں کو اور آٹھ (۸) حصہ زوجہ کو دیئے جائیں گے۔ اور پھر مہر کل مال مریم کے آٹھ (۸) حصہ کر کے دو (۲) دو (۲) حصہ بیٹیوں بیٹوں کو ایک (۱) ایک (۱) حصہ دونوں بیٹیوں کو ملے گا اور بیٹوں کی موجودگی میں بھائی کو کچھ نہیں ملے گا۔

صورۃ ھکذا

زیہ مسئلہ ۶۳/۸

میت

زوجہ	ایک	ایک	ایک	بنت	بنت
مریم	زیہ	عمر	بکر	مریم	خانم
۸	۱۳	۱۳	۱۳	۷	۷
مریم مسئلہ ۸					

میت

ایک	ایک	ایک	بنت	بنت	اخ
۲	۲	۲	۱	۱	محمود

حضور: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی
ابو محمد محمد دین علی الرضوی المشہدی المفتی
فی جامع اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر 323﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں۔ ایک شخص نے بعد انتقال دو وارث چھوڑے ایک زوجہ و لڑکا۔ اور کچھ اثاثہ شکل زیور وغیرہ وہ اپنی حیات میں اپنے دو دار و وغیرہ میں فروخت کر کے صرف کر گیا۔ ماہی اثاثہ تجنیرو عقیقین و قاتحہ اور سوم میں صرف ہوا۔ سوم کے روزی خوش دامن اور خسر اپنی لڑکی کو بہکا کر اپنے مکان میں لے گئے۔ حتیٰ کہ ایام عدت کا بھی خیال نہ کیا۔ اور لڑکے مرحوم کو جو تقریباً بیڑھ سال کا ہے حوتی کے والدین کے پاس چھوڑ گئے۔ اب والدین زوجہ مرحوم سے اپنا سامان جینر والدین مرحوم سے طلب کرتے ہیں اس صورت میں زوجہ ستونی مستحق پانے سامان جینر کے ہو سکتی ہے یا نہیں؟ جواب باصواب سے از روئے قانون شرع آگاہی بخشی جاوے۔

۲۵ شوال ۱۳۳۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

☆ صورت مسئلہ میں بعد منہائی مصارف تجنیرو عقیقین و قاتحہ اور سوم و غیرہ نقد علی الارث کل مال ماہی زید کے چوبیس (۲۴) حصہ کر کے تین حصہ زوجہ کو دینے جائیں گے اور چار (۴) چار (۴) حصہ ماں باپ کو اور تیرہ (۱۳) حصہ باقی ابن زید کو دینے جائیں گے۔

☆ اور علاوہ مصارف تجنیرو عقیقین بطریق توسط قاتحہ سوم وغیرہ میں بلا اجازت دینر و درہ جس وارث نے مال زید سے صرف کیا ہے وہ مختار اس کے حصہ سے وضع کر لیا جائے گا۔ ☆ اور حصہ ماں باپ اگر با جازت دینر و درہ صرف کیا گیا ہے تو سب کے حصوں سے بقدر اس کے حصوں کے وضع ہو جائے گا۔

☆ اور کل سامان جینر کی حق دار بلاشبہ زوجہ زید ہے۔ اس واسطے کہ عرفاً کل سامان جینر ماں باپ اپنی لڑکی کو ہی دیا کرتے ہیں ☆ اور لڑکے کی پرورش کا اس کو اختیار ہے۔ اگر وہ چاہے اس کو حتیٰ پرورش حاصل ہے۔ ورنہ پرورش کرنے پر اس پر بقول مجتہدین ہو سکتا۔ چنانچہ صفحہ ۲۸ فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

و اذا امتنعَت الام عن امساك الولد و ليس لها زوج اختلقوا فيه قال الفقيه

ابو جعفر والفقیر ابو الیث رحمہما اللہ تعالیٰ یجبر الام علی امساک الولد و قال
مشائخنا رحمہم لا نجبر لان الام لا نجبر فی الصحیح! انتہی مختصراً بقدر الحاجة

(ترجمہ: ماں نے بچے کو اپنے پاس روکے رکھنے سے انکار کر دیا۔ اور اس کا ٹاؤنڈ بھی نہیں۔ اس بارے میں
ملائے کرام کا اختلاف ہے۔ امام فقیر ابو جعفر اور امام فقیر ابو الیث رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا اس کو مجبور کیا جائے گا
کہ بچے کو اپنے پاس رکھے اور ہمارے مشائخ رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا اس پر جبر نہ کیا جائے گا کیوں کہ صحیح قول کی
رو سے ماں پر جبر نہیں کیا جاسکتا)

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دینار علی الرضوی النحوی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 324﴾

سوال

اللہ بخش، خدا بخش، مولا بخش، بیٹوں بھائیوں نے ایک جائیداد چنتہ مکان اور کچھ زمین شرکت میں خریدی۔ پھر اللہ بخش کا انتقال ہوا۔ اس نے وجہ انتقال علاوہ جائیداد مذکور کے دو وحشی سوکاز پور بھی چھوڑا۔ اور یہ وارث چھوڑے۔ زہدہ سماء فیاضی ماں سماء رحمان بی بی اور دو بھائی۔ ان کی میراث کس طرح تقسیم ہوگی؟ بیٹو! نو جو رو!

سائل: خدا بخش سکنہ مالی کی منڈی حلقہ بدن نان

۲۷ شوال ۱۳۳۶ھ

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الارث تیسرے حصے جائیداد مشترکہ اور زیور و متروکہ اللہ بخش سے جائیداد اور زیور اللہ بخش چوبیس (۲۴) حصے کر کے چھ (۶) حصے زہدہ کو دیئے جائیں گے اور چار (۴) حصے ام بیٹی والدہ اللہ بخش کو اور سات (۷) سات (۷) حصہ دونوں بھائیوں مسمی خدا بخش اور مولا بخش کو دیئے جائیں گے۔

واللہ اعلم بالصواب

حروہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی الحنفی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر.....325﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید مر گیا۔ زید کی دو بیٹیاں تھیں۔ اور حقیقی بھائی کوئی نہیں تھا۔ صرف ایک بہنوئی موجود ہے۔ اور دونوں بیٹیاں زید کی حیات ہی میں سرگئیں تھیں۔ زید کی دونوں بیٹیوں کے دو لڑکے موجود ہیں۔ یعنی ایک لڑکا ایک بہن کا اور ایک لڑکا دوسری بہن کا۔ زید کے حقیقی چچا کا ایک لڑکا موجود ہے۔ زید اپنے بھانجہ کے مکان پر مرا۔ صرفہ علاج و خوراک زید کے بھانجہ نے اپنے ذاتی روپیہ سے کیا۔ اب بتلائیے کہ حسب شرع شریف بھانجوں کا کیا ترک ہوگا؟ اور حقیقی چچا زاد بھائی کا کیا ترک ہوگا؟ کیونکہ زید کی اولاد و بیوی وغیرہ کچھ نہیں ہے۔ اور صرف خوراک و علاج جو زید کے بھانجہ کا ہوا ہے وہ شرعاً پانے کا مستحق ہے یا نہیں؟

۱۹ ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ

صوبہ دار علی رضا خان محلہ لاڈپورہ راجپوتانہ

الجواب

بعد تقدم علی الارث بصورت ہونے ورشائس قدر جو درج سوال ہیں کل مال زید کا زید کے چچا کے بیٹے کو ملے گا۔ اس واسطے کہ وہ مصیہ ہے۔

کما فی السراجی

اما العصبۃ بنفسه فکل ذکر لا یدخل فی نسبہ الی المیت انشی و ہم اربعۃ اصناف
جزء المیت واصلہ و جزء ابیہ و جزء جدہ الاقرب فالاقرب یرجحون بقرب الدرجه
اعنی اولہم بالمیراث جزء المیت ای البنون ثم بنوہم وان سفلوا ثم اصلہ ای الأب ثم
الجد ای أب الأب وان علانہم جزء ابیہ ای الإخوة ثم بنوہم وإن سفلوا ثم جزء جدہ ای
الاعمام ثم بنوہم و ان سفلوا۔

(ترجمہ: عصبہ خفسہ ہر وہ مرد ہے کہ میت کے ساتھ اس کے رشتہ میں کوئی عورت داخل نہ ہو۔ اور اس کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) جز مالیت (۲) اصل مالیت (۳) جز ماب مالیت (۴) جز وجد الاقرب ثم الاقرب یہ تمام درجہ کے قرب کے ساتھ ترجیح پائیں گے۔ یعنی ان تمام میں میت کی میراث کا سب سے زیادہ حق وارثیت کا جز یعنی اس کے بیٹے پھر بیٹوں کے بیٹے ہیں اگر چہ وہ کتنے ہی نیچے کیوں نہ ہوں۔ ان کی عدم موجودگی میں میت اصل یعنی باپ پھر دادا اگر چہ وہ کتنا ہی اونچے درجہ کا ہوا۔ اس کے بعد میت کے باپ کی جز یعنی بھائی پھر ان کے بھائی ان کے بیٹے اگر چہ وہ کتنے ہی نیچے ہوں وارث ہوں گے۔ ان کے بعد میت کے دادا کی جز یعنی چچا پھر ان کے بیٹے اگر چہ نیچے ہوں وارث نہیں گے۔)

☆ اور بھانجوں کو موجودگی ابن المم میں کچھ نہیں ملتا اس واسطے کہ وہ ذوی الارحام سے ہیں۔ اور اگر بھانجوں نے اپنے پاس سے باوصف موجود ہونے مال زید کے علاج و خوراک زید میں صرف کیا ہے اس کا ان کو ثواب ملے گا۔ مال زید سے وہ صرف نہیں لے سکتے اس واسطے کہ بعد موت زید کے وہ مال چچا کے بیٹے کا ہو گیا۔ البتہ اگر بطریق قرض زید کو اگر روپیہ دے کر اس کے علاج و خوراک میں صرف کیا تھا تو بشرط ثابت ہو جانے اس امر کے شہادت ہو و معتبر مال زید سے اپنا قرض وصول کر سکتے ہیں۔

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ بالتقویٰ

ابو محمد محمد علی اربلی الرضوی النحوی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 326﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء شریعت غرامی مسئلہ میں کہ زید نے ایک اپنی زوجہ وارث اور ایک بہن ضعیفہ وارث چھوڑی۔ اور مسلک تین سو روپیہ کا قرض جو بعد نکاح چھوڑا۔ اور مسلک پانچ سو روپیہ مہر کے چھوڑا۔ پہلے دین مہر ادا کیا جائے یا قرض؟ اور بہن کا اگر بے حصہ تو کتنا؟ اور بہن نے بعد فوتیدگی اپنے بھائی کے جو کچھ روپیہ نقد و اشیا ظرف خیانت سے یا رضامندی سے اپنی بھاجہ سے زائد وصول کر لیے یا اس میں یعنی اگر حصہ بہن کا ہے محسوب ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور جائیداد جو چھوڑی ہے؛ اتنی زید کی بے موروثی نہیں ہے؟

۱۷ شوال ۱۴۳۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

صورت مسئلہ میں کل مال متروک زید سے بعد تجزیہ و تخمین جو کچھ بیچ اس سے اس کے ذمہ جس قدر قرض ہو خواہ قرض مہر ہو یا علاوہ اس کے وہ سب ادا کیا جائے گا۔ چنانچہ صفحہ ۵۳۶ تا ۵۳۷ رد المحتار میں ہے

يبدأ من تركه الميت بتجهيزه بعم التكفين من غير تغيير ولا تبذير تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد! انتهى مختصراً

(ترجمہ: میت کے ترکہ میں سب سے پہلے اس کی تجہیز پر کیا جائے گا۔ اس میں اس کا کفن بھی داخل ہے۔ جو کنبوی اور فضول خرچی کے بغیر کیا جائے گا۔) اس کے بعد اس کے وہ قرض ادا کیے جائیں گے جن کا مطالبہ بندوں کی جانب سے ہوگا)

☆ اور پھر بعد اداء دیون اور اجراء وصیت کے جہانی مال باقی سے اگر میت نے وصیت غیر وارث کو کی ہو۔ اگر کچھ بیچ اس کے چار حصہ کر کے ایک حصہ زوجہ کو دیا جائے گا اور تین حصہ بہن کو بطریق فریضت اور ایک بطریق رد۔ اور رضامندی سے زوجہ زید نے جس قدر مال زید کی بہن کو دے دیا اس کے علاوہ جو خیانت سے زید کی بہن نے لیا ہے وہاں شہداء اس کے حصہ سے بھر لیا جائے گا اگر اس کا ثبوت شرعاً ثابت زید پر ہو جائے۔

حروہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی، اعلیٰ مسجد جامع اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر 327﴾

سوال

بھٹور جناب مفتی صاحب جامع مسجد آگرہ

السلام علیکم ورحمہ ربانی فرما کر غلام علی مرحوم کے حصص تقسیم فرما کر متون مشکو و فرمائیں والسلام
غلام علی مرحوم نے قضا کی اور زندہ چھوڑا اصغر علی تراب علی امان علی مسماۃ امی جان پیران و دختر غلام
علی مرحوم اصغر علی نے قضا کی زندہ چھوڑا مسماۃ بسم اللہ و مسماۃ بند و دختران اصغر علی مرحوم اور تراب علی و امان علی
و مسماۃ امی جان

مسماۃ بسم اللہ نے قضا کی زندہ چھوڑا زید و بکر پیران مسماۃ بسم اللہ مرحومہ اور مسماۃ بند و دختر علی اصغر
مرحومہ اور تراب علی و امان علی و مسماۃ امی جان

مسماۃ بند و نے قضا کی زندہ چھوڑا عبداللہ بکر مسماۃ بند و مرحومہ اور تراب علی و امان علی و مسماۃ امی
جان پیران و دختر غلام علی اور زید و بکر پیران بسم اللہ

مسماۃ امی جان نے قضا کی زندہ چھوڑا احمد بخش مراد بخش پیران مسماۃ امی جان اور زید و بکر و
عبداللہ اور تراب علی و امان علی

احمد بخش نے قضا کی زندہ چھوڑا مسماۃ مشو بیوہ و محمود بخش و مولانا بخش والی بخش و مسماۃ آمنہ پیران و
بیوہ و دختر احمد بخش مرحومہ اور مراد بخش اور زید و بکر و عبداللہ و تراب علی و امان علی

مراد بخش نے قضا کی زندہ چھوڑا مسماۃ زبیدہ بیوہ و عبدالواحد و رموز و مسماۃ بیوہ و مسماۃ مشو و مسماۃ الطو
و مسماۃ طلو پیران و دختران و بیوہ مراد بخش مرحومہ و مسماۃ مشو و محمود بخش والی بخش و مولانا بخش و مسماۃ آمنہ پیران و
دختر بیوہ و احمد بخش اور زید و بکر و عبداللہ اور تراب علی و امان علی۔

تراب علی نے قضا کی زندہ چھوڑا محبوب علی و بشارت علی و نکت علی و مسماۃ الطو پیران و دختر تراب علی
مرحومہ اور امان علی بکر غلام علی اور مسماۃ زبیدہ بیوہ و عبدالواحد و رموز و مسماۃ بیوہ و مسماۃ مشو و مسماۃ الطو و مسماۃ طلو
پیران و دختران و بیوہ مراد بخش اور مسماۃ مشو بیوہ و محمود بخش والی بخش و مولانا بخش و مسماۃ آمنہ پیران و دختر بیوہ
احمد بخش مرحومہ اور زید و بکر پیران بسم اللہ مرحومہ اور عبداللہ پیر مسماۃ بند و مرحومہ۔

امان علی نے فقہ کی زندگی پھوڑا احسان علی و فیاض علی و مسماۃ نین و مسماۃ چمن پران و دختران امان علی مرحوم اور محبوب علی و ثنات علی و حکمت علی و مسماۃ اللو پران و دختر تراب علی مرحوم اور مسماۃ عشو و محمود بخش و امی بخش و مولا بخش و مسماۃ آمنہ پران و دختر و بیوہ احمد بخش مرحوم اور عبداللہ بکر مسماۃ بندہ مرحوم و بیوہ و بکر پران مسماۃ بسم اللہ مرحوم اور مسماۃ زبیدہ بیوہ عبدالواحد زمان و مسماۃ بیوہ و مسماۃ عشو و مسماۃ اللو و مسماۃ اللو پران و دختران و بیوہ مراد بخش کل ۳۳۳ ورثہ زندہ موجود ہیں۔

۱۶ شوال ۱۳۶ھ

الجواب

وهو الموفق للصواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

اللهم رب زدني علما صورت مسلولہ میں کل مال حقوقہ وغیرہ حقوقہ غلام علی مرحوم کے بعد ما تقدم علی الارث و تینتیس ہزار دروہاسی (۲۵۲۸۰) حصہ کر کے ایک ہزار چھ سو اسی (۱۶۸۰) زیدہ کو اور اتنے بکر کو تین ہزار تین سو ساٹھ (۲۳۶۰) عبداللہ کو اور اتنے بی عشو و بیوہ احمد بخش کو اور سات ہزار چودہ (۷۰۱۳) محمود بخش کو اتنے بی مولا بخش کو اتنے بی امی بخش کو اور تین سو ستاون (۳۵۷) آمنہ کو اور اتنے بی زبیدہ و اللو و بیوہ و عشو و اللو و اور سات سو چودہ (۷۱۳) عبدالواحد کو اور تین سو چونسٹھ (۳۶۳) محبوب علی و ثنات علی و حکمت علی کو ایک ہزار چھ سو تیس (۱۶۳۲) اللو بنت مراد بخش اور تین ہزار آٹھ سو آٹھ (۲۸۰۸) احسان علی کو اور اتنے بی فیاض علی کو اور ایک ہزار نو سو چار (۱۹۰۳) نین کو اور اتنے بی بن کو دیئے جائیں گے۔

صور نہ ہکذا

زیدہ	بکر	عبداللہ	عشو و بیوہ احمد بخش	محمود بخش
۱۶۸۰	۱۶۸۰	۲۳۶۰	۳۵۷	۷۰۱۳
امی بخش	مولا بخش	آمنہ	زبیدہ	امو
۷۰۱۳	۷۰۱۳	۳۵۷	۳۵۷	۳۵۷
۷۰۱۳	۷۰۱۳	۳۵۷	۳۵۷	۳۵۷
۷۰۱۳	۷۰۱۳	۳۵۷	۳۵۷	۳۵۷

عبدالواسع	محبوب علی	بشارت علی	حکمت علی	اللو
۷۱۴	۳۶۴	۳۶۴	۳۶۴	۱۶۳۲
احسان علی	فیاض علی	نمین	نمین	
۳۸۰۸	۳۸۰۸	۱۹۰۴	۱۹۰۴	

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دین علی الرضوی الحنفی

مسجد جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر.....328﴾

سوال

ایک متوفی مسلمان کے دو فرزند ایک چھوٹا دیرینہ بڑا ہے ان میں سے زائد حصہ جائیداد متروکہ کا کون حقدار ہے؟ اور جائیداد کی باقی کس طرح پر تقسیم ہوگی؟

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

☆ تقسیم میراث میں چھوٹے بڑے کی رعایت نہیں کی جاتی۔ بصورت نہ ہونے کسی اور وارث کے بعد مصارف، تعمیر و تحفین اور ادا عین میت خواہ دین مہر یا کسی اور کا ہو اور ادا عین میت جہانی مال سے اگر علاوہ وارث کسی اور کو وصیت کی ہو۔ کل مال میت سب برابر سب بیٹوں میں تقسیم ہوگا۔ کسی کے حصہ میں بوجہ خورد و کلاں ہونے کے ایک رقی کی کی بیشی جائز نہیں۔

ہکذا فی جمیع کتب الفرائض

(ترجمہ: علم میراث کی تمام کتابوں میں اسی طرح ہے)

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دین اعلیٰ المنصی فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 329﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص محمد جان ہے۔ اس کے دو پسر یونس خان و یوسف خان تھے۔ جن جملہ ان کے یونس خان فوت ہو گیا۔ یوسف خان موجود ہے۔ لیکن حتوفی یونس خان حتوفی نے دو پسر صلیبی چھوڑے۔ بعد محمد جان بھی فوت ہو گیا۔ اب فرمائیے کہ محمد خان کی جائیداد اور مرگہ گزارشتہ سے یونس خان حتوفی کے دونوں لڑکوں یعنی محمد خان کے پوتوں کو بروئے قرآن و حدیث حصہ ملے گا یا نہیں اور وہ حصہ پاسکتے ہیں یا نہیں؟

۱۳ رمضان ۱۴۳۶ھ

حافظ عبدالرحیم بیک از مقام بھرت پور

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

و علیکم السلام رحمہ اللہ و برکاتہ

چونکہ یونس خان محمد جان کے سامنے فوت ہو گیا لہذا یونس خان حتوفی کو جائیداد محمد خان سے کچھ نہیں ملے گا۔ اور محمد خان نے وقت انتقال پر نکدا ایک بیٹا یوسف خان چھوڑا ہے اور وہ پوتے یونس خان حتوفی کے متعلق بیٹے ہیں لہذا بیٹے کی موجودگی میں پوتوں کو کچھ نہیں مل سکتا۔ اس واسطے کہ عصبہ و اقرب کی موجودگی میں عصبہ ہرید کو کچھ نہیں ملتا۔ فقط

حردہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دیر علی لکھنوی المعہدی المنشی

فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 330﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و سامیان شریعتین کہ شیخ الہی بخش نے انتقال کیا۔ انہوں نے تین لڑکیاں مسیماں منقوہ منقوہ اور ایک پوتا منیر الدین ایک بیوہ مسماۃ جانی بیگم چھوڑے۔ بعدہ مسماۃ منقوہ نے انتقال کیا۔ اس کی دو لڑکیاں اور دو لڑکے اور ایک شوہر چھوڑا۔ پھر زوجہ مسماۃ جانی بیگم کا انتقال ہوا۔ پھر مسماۃ منقوہ کا انتقال ہوا اس نے دو لڑکے ایک لڑکی اور ایک شوہر چھوڑا۔ بیٹا تو جو ۱

۲۳ شعبان ۱۴۳۶ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں مال نبی بخش کے بارہ ہزار نو سو ساٹھ (۱۳۹۶۰) حصہ کر کے تین ہزار پانچ سو اسی (۳۵۸۰) بندہ کے دیئے جائیں گے۔ اور تین ہزار چار سو (۳۴۰۰) منیر الدین کو اور سات سو بیس (۷۲۰) احمد اور پانچ سو ساٹھ (۵۶۰) زید کو اور پانچ سو ساٹھ (۵۶۰) خالد کو اور اسی قدر مسعود کو اور پانچ سو بیس (۵۳۷) محمود کو بعد ما تقدم علی الارث حصص مذکورہ کر کے دیئے جائیں گے واللہ اعلم وعلہم احکم

صورتہ ہکذا

الہی بخش مسئلہ ۲۳/۷/۱۳۹۶ھ

میت

زوجہ	بنت	بنت	بنت	ابن الابن
جانی بیگم	منقوہ	منقوہ	بندہ	منیر الدین
۳/۹/۸۱	۱۶/۱۳۳	۱۶	۲۹/۱۳۳/۱۸۸۰	۱۵/۱۳۵/۲۷۰۰

ختم مسئلہ ۷۲/۱۲

میت	توافق باقی	بیدہ ۲/۱۶	بنت	بنت	ام
زوج	ایک	ایک	بنت	بنت	جانی یکم
حمود	زید	خالد	مریم	فاطمہ	
۲/۱۸/۳۶/۷۲۰	۱۳/۲۸/۵۶۰	۱۳/۲۸/۵۶۰	۷/۱۳/۲۸۰	۷/۱۳/۲۸۰	۲/۱۲/۲۳

جانی یکم مسئلہ

میت	بیدہ ۳۵/۱۰۵	بنت	بنت
بنت	بنت	ایک	ایک
متو	بندو	منیر الدین	منیر الدین
۱/۳۵	۱/۳۵/۷۰۰	۱/۳۵/۷۰۰	۱/۳۵/۷۰۰

متو مسئلہ ۲۸/۳

میت	تاجین	بنت	بنت
زوج	ایک	ایک	بنت
عمر	محمود	مسعود	محمودہ
۱/۵/۸۹۵	۶/۱۰۷۴	۶/۱۰۷۴	۳/۵۳۷

المستحق

۱۲۹۶۰

الاحیاء

بندو	منیر الدین	حمود	زید	خالد	مریم	فاطمہ	عمر
۳۵۸۰	۲۳۰۰	۷۲۰	۵۶۰	۵۶۰	۲۸۰	۲۸۰	۵۹۵
محمود	مسعود	محمودہ					
۱۰۷۴	۱۰۷۴	۵۳۷					

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ بالتقویٰ

ابو محمد محمد علی ادرلی لکھی المثنیٰ الاطوری ثم الکبرآبادی

واعظ اسلام جامع مسجد اکبرآباد

﴿فتویٰ نمبر 331﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت فوت ہوئی اس نے چار علاقائی بھانجے اور بھانجیاں اور ایک علاقائی بھتیجا چھوڑا ایسی صورت میں بھانجوں کو ترکہ ملے گا یا بھتیجے کو یا دونوں کو؟ اور اگر وہ بھتیجا بغیر نکاح کے کسی طواکف وغیرہ کے شکم سے ہو تو اس کو بھانجے کے مقابلے میں حصہ ملے گا یا نہیں؟

۱۵ شعبان ۱۴۲۶ھ

محمد علی میوند زہ

الجواب

اللھم رب زدنی علما

بھتیجا عصبہ ہے اور بھانجا بھانجی ذوی الارحام۔ لہذا کل مال متوفیہ کا بھتیجا لے گا اور بھانجا بھانجی کو کچھ نہیں ملے گا۔ اور اگر وہ بھتیجا بلا نکاح کسی طواکف سے پیدا ہوا ہے چونکہ زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا لہذا وہ بھتیجا شرما بھتیجا نہیں مانا جائے گا۔ اس واسطے اس کو مال متروکہ متوفیہ سے کچھ نہیں ملے گا اور کل مال متروکہ متوفیہ کا چونکہ یہاں بمقتضا مظاہر سوال ایک ہی علاقائی بہن سے کل بھانجا بھانجی ہیں لہذا ہر بھانجا دو بھانجیوں کے برابر سمجھا جائے گا اور اسی حساب سے بقدر ان حصہ داروں کو حصہ کر کے دیے جائیں۔

حردہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین علی المنصی

فی مسجد جامعہ اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 332﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیخ اللہ بخش نے انتقال کیا۔ انہوں نے ایک زوجہ پانچ لڑکے مسیان احمد حسن، سجاد حسن، محمد حسن، حافظ واحد حسن، اعدا حسن اور ایک دختر چھوڑا ہے۔ از روئے شرع شریف متروکہ مال ورثہ پر کس طرح تقسیم ہوگا؟

۲۶ مئی ۱۸۵۱ھ، شعبان ۱۳۳۶ھ

سجاد حسن صاحب گڑھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں کل مال اللہ بخش کے اٹھاسی (۸۸) حصہ کر کے گیارہ (۱۱) حصہ زوجہ کو اور چودہ (۱۴) چودہ (۱۴) بیٹوں کو اور سات (۷) بیٹی کو دیے جائیں گے۔

صورۃ ھکذا

اللہ بخش مسئلہ ۸۸

زوجہ	ابن	ابن	ابن	ابن	ابن	ابن	اخت
۱۱	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۷

حرفہ: عبدالرحمن رحمتہ
ابو محمد دیوبند علی لکھنؤ

جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر.....333﴾

سوال

حسب ذیل مسئلہ کے متعلق ملائے دین کیا فرماتے ہیں۔ زیہ و بکر دو حقیقی بھائی تھے۔ زیہ نے انتقال کے بعد اپنی منکوحہ بیوی اور ایک نابالغ لڑکے کو چھوڑا۔ قضا ہالٹی سے لڑکا بھی فوت ہو گیا۔ اب صرف زیہ کی بیوی اور اس کا بھائی بکر موجود ہے۔ پس از روئے شرع شریف زیہ مرحوم کی کل جائداد کا مالک و حقدار کون ہو سکتا ہے؟ زیہ کی وفات کے تین ماہ بعد اس کی بیوی کے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو اب تک موجود ہے۔ ایک لڑکا جو پہلے نافذ سے تھا (اس شائد کی بھی وفات ہو چکی) وہ بھی موجود ہے۔

امام الدین آگرہ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدنی علماً

صورت مسئلہ میں کل مال زیہ کے بھتر (۷۲) حصہ کر کے سولہ (۱۶) نصیب کو دینے جائیں گے اور

بیالیس (۳۲) مریم کو اور سات (۷) زفر کو اور اتنے ہی بکر کو۔ واللہ اعلم صورۃ ھکذا

زیہ مسئلہ ۸/۲۳/۷۲

میت

زہرہ	ابن	بنت	اخ
نصیب	خالہ	مریم	بکر
۱۳	۷۲	۷۲	۷۲
مسئلہ خالہ			

بیہ ۱۳

میت	م	اخت	زفر	عم
نصیب	مریم	زفر	بکر	
۷۲	۳۲	۷۲	۷۲	۷۲

الاحیاء

نصب

۱۶

المبلغ

۷۲

مریم

۳۲

زفر

۷

بکر

۷

حودہ: العبد الرائی رحمۃ ربہ القوی

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی مفتی

جامع مسجد اکبر آباد



الاحیاء

مریم	عر	بکر	خالہ	زفر	حمید	نضرب
------	----	-----	------	-----	------	------

۵۰۶	۵۲۲	۵۲۲	۵۲۲	۵۲۲	۵۲۲	۴۶۶
-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----

المبلغ

۲۳۲۲

حودہ: العبد الرائی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دین ارعلی المقتدی

جامع مسجد اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 335﴾

سوال

بعد حمد و صلوة سید المرسلین

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شریعتین اس مسئلہ میں کہ ارشاد حسین نے وقت انتقال اپنے کے تین بھائی اور دو زوجہ منکوحہ اور دو دختر ان پہ تحصیل ذیل چھوڑیں۔ ایک بھائی کا نام ولایت حسین اور دوسرا سخاوت حسین اور تیسرا فیاض حسین اور ایک زوجہ اول مرزائی بیگم اور زوجہ دوم سکندر بیگم زوجہ اول کوئی اولاد نہیں۔ اور زوجہ دوم سکندر بیگم کی دو دختر ایک کا نام جنھری بیگم دوسری کا نام ممتازی بیگم۔ جنھری بیگم کا انتقال ہوا جس نے ایک شوہر قتل حسین اور ایک دختر باقری بیگم چھوڑے۔ دختر ان کے چچا مکی ولایت حسین کا انتقال ہوا۔ اور ولایت حسین نے چھلڑ کے چھوڑے ان کو ارشاد حسین کے ورثہ میں سے کیا کیا حصہ کس کس کا ہوگا؟

الجواب

صورت مسئلہ میں کل مال حر و مکہ ارشاد حسین کے بعد ما تقدم علی الارث چار سو تیس (۳۲۳) حصہ کر کے ستائیس (۲۷-۲۷) دونوں بیویوں ارشاد حسین کو ایک سو چوالیس (۱۴۴) ممتازی کو اور تیس تیس (۳۰-۳۰) حصہ عادت حسین و فیاض حسین کو اور پچتیس (۳۶) قتل حسین کو اور ایک سو آٹھ (۱۰۸) باقری کو اور پانچ پانچ (۵۵) حصہ چھ بیٹیوں کو ولایت حسین مرحوم دیئے جائیں گے۔

صورتہ ہکذا:

ارشاد حسین مسئلہ ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷

میت

زوجہ	زوجہ	بنت	بنت	اخ	اخ	اخ
مرزائی بیگم	سکندر بیگم	جنھری	ممتازی	ولایت حسین	سخاوت حسین	فیاض حسین
۹۶۷۷	۹۶۷۷	۲۸	۲۸/۱۴۴	۱۰	۱۰/۳۰	۱۰/۳۰

جنوری سالہ ۳

میت	پیدہ ۱۲/۳۸
زوجہ قبل حسین	ہنت باقری بیگم
۱/۱۲/۳۶	۳/۳۶/۱۰۸

ولایت حسین مسئلہ ۳/۶

میت					پیدہ ۵/۱۰	
ایک	ایک	ایک	ایک	ایک	ایک	ایک
۵	۵	۵	۵	۵	۵	۵

الاحیاء

مرزائی سکندر بیگم	ممتازی بیگم	حات حسین	فیاض حسین	جبل حسین
۲۷	۱۳۳	۳۰	۳۰	۳۶

باقری ایکن (۶)

$$۱۰۸ \quad ۳۰ = ۶ \times (۵)$$

ابو محمد محمد دین علی الرضوی مفتی شہرہ آفر



سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمیٰ مسمیٰ نے انتقال کیا۔ اور مکان خاص غیر شدہ ذات اپنی کا چھوڑا۔ اور وارث اپنے مسماۃ اکبری زوجہ ایک لڑکا بندہ مسماۃ انوری اور سروری دو لڑکیاں چھوڑے۔ جو خاص مسمیٰ کے تلف سے پیدا تھیں۔

اور ایک وحید لڑکا اور اصغری لڑکی اکبری کے پیٹ ممر باپ دوسرا تھا۔ وقت عقد کے ان دونوں نابالغوں کو سربراہ الائی تھی جس کی شادی مسمیٰ نے اپنی ذات سے کی۔

سروری لڑکی کا انتقال ہوا بعد مسمیٰ کے اور اس کے بعد بندہ کا انتقال ہوا۔ یہ لڑکی لاولد تھی اور لڑکا نابالغ۔ اور بعد اس کے اکبری کا انتقال ہوا اور ایک لڑکی انوری جو خاص مسمیٰ سے پیدا ہوئی تھی وہ موجود ہے۔ اور وحید لڑکا اور اصغری لڑکی جو کہ اکبری سربراہ الائی تھی وہ موجود ہے۔ غرض یہ ہے کہ اس کا حصہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

اور مسمیٰ مسمیٰ کے خاص دو بھائی تھے شیخ کا و جو جن کا موجودگی مسمیٰ میں انتقال ہو چکا تھا اب کا مرحوم کا لڑکا اور بھوکے پانچ لڑکیاں موجود ہیں ان کا حصہ اس مکان موجودہ میں ہے یا نہیں؟

اور ایک لڑکا مسمیٰ کا پرورش کیا ہوا موجود ہے اس کا حصہ بھی مکان موجودہ میں ہے یا نہیں؟ بینوا تو حروا

۱۱ شعبان ۱۳۶۶ھ

وحید پر مسمیٰ

الجواب

وهو الموفق للصواب

بسم الله الرحمن الرحيم

مسمیٰ مسئلہ ۸/۳۲/۱۹۲/۵۷/۱۱۵۲

میت

زہد اکبری	۱ کن بندو	بنت سروری	بنت انوری
۱۳/۸۳	۷	۷/۳۲/۱۳۶/۲۵۲	۷/۳۲/۱۳۶/۲۵۲

سروری مسئلہ				
ام اکبری	میت	تاجین	بیدہ ۷	
۱۱/۷/۱۷۱	۲/۱۳	۱۱/۷/۱۷۱	۱۱/۷/۱۷۱	۱۱/۷/۱۷۱
بند و مسئلہ ۶۳				
توافق بالصف				
بیدہ ۳۹۷۸				
ام اکبری	میت	تاجین	بیدہ ۷	
۱۱/۷/۱۷۱	۲/۱۳	۱۱/۷/۱۷۱	۱۱/۷/۱۷۱	۱۱/۷/۱۷۱
اکبری مسئلہ ۲۳				
میت	توافق بالصف	بیدہ ۱۳۶	بیت اصغری	
۱۱/۷/۱۷۱	۲/۱۳	۱۱/۷/۱۷۱	۱۱/۷/۱۷۱	۱۱/۷/۱۷۱
الا حیات	انوری	وحید	اصغری	
۲۵۹	۲۸۲	۲۱۱	۲۱۱	۲۱۱
۱۱۵۲				

صورت مسئلہ میں بموجب صورت مذکور ہوا لا بعد ا تقدم علی الارض کل مال منی کے ایک ہزار ایک سو پانچ (۱۱۵۲) حصہ کر کے چھ سو اسی (۲۵۹) حصہ انوری کو دینے جائیں گے اور دوسو پانچ (۲۸۲) حصہ وحید کو اور دسویا (۲۱۱) حصہ اصغری کو اور موجودگی پر میں بھائی اگر موجود بھی ہوتے ان کو کچھ نہ ملتا پھر بیچوں کو کس طرح مل سکتا ہے۔ علی ہذا شریعت میں جتنی یعنی پروردہ کو کچھ نہیں ملتا۔ واللہ اعلم وحکمہ احکم

حروہ: العبد الراجی

ابو محمد محمد دینار علی المصنوع

فی مسجد جامع اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر..... 337﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس صورت میں کہ عدا رخش اور ان کے ورثہ کا حسب ترتیب ذیل انتقال ہوا۔ سب ان کی جائیداد اور مال متروکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

عدا رخش نے وقت انتقال 'غلام حسین' وزیر 'امیر' پھنا' قادر بخش' حیدر بخش بیٹے اور نصیبین غریبا' چھٹیا' زبایاں اور نبی بخش محمد حسین پوتے اور محمد پوتی چھوڑی۔

بعدہ چھٹیا بیٹی کا انتقال ہوا اس نے بھی قتلہ مذکورہ بالا بھائی اور بہنیں اور بھتیجا بھتیجی چھوڑیں۔

علی حذا حیدر بخش نے بھی یہی بھائی بہن بھتیجے بھتیجی چھوڑیں

پھر غلام حسین نے بھی بھائی بہن بھتیجا بھتیجی کے سوا کچھ نہ چھوڑا پھر وزیر بخش نے بھی یہی ورثہ اور ایک مسماۃ کماں بیوی چھوڑی پھر امیر بخش نے بھی بجز ورثہ مذکورہ کچھ نہ چھوڑا۔

پھر قادر بخش نے بھی بجز ایک بیوی مسماۃ سلیم اور ورثہ مذکورہ کے کچھ نہ چھوڑا۔

بعدہ غریبا نے بھی بجز بھائی بہن بھتیجا بھتیجی مذکورہ کے کچھ نہ چھوڑا۔ بعدہ نصیبین نے ورثہ مذکورہ چھوڑے اور چار بیٹے عبدالکلیم محمد امین 'منابیت' حسین 'ممتاز حسین' اور دو بیٹی 'امانی' حسینی وارث چھوڑے۔ من بعد مسکی چھٹیا نے وقت انتقال دو بھتیجے نبی بخش امداد حسین اور تنہا بھتیجی امران و وزیر بن محمد و من چھوڑے۔

من بعد نبی بخش نے ایک بیوی مسماۃ طاہرہ چھوڑی اور دو بیٹی نوابن ناتولن چھوڑیں۔

اور غلام حسین نے چونکہ بلا کساح ایک طوائف گھر میں ڈال لی تھی اور زنا سے دو بچے مسکی مصطفیٰ حسین

اور محسن پیدا ہوئے تھے لہذا علاوہ بھائی بہن وغیرہ یہ زنا سے دو بیٹے اور چھوڑے تھے۔

امیر بخش نے چونکہ جان محمد کو حسنی کر لیا تھا لہذا علاوہ بہن بھائیوں کے جان محمد نے لے پا لک جتا بھی

چھوڑا تھا۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللھم رب زدنی علما

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الارث کل مال دار بخش کے ایک لاکھ اکاون ہزار دو سو (۱۵۱۲۰۰) حصہ کر کے سات ہزار پانچ سو ساٹھ (۷۵۶۰) کماں کو پانچ ہزار نو سو پچاسی (۵۹۸۵) بیگم کو اور باون ہزار تین (۵۲۰۰۳) حصہ امداد حسین کو اور آٹھ ہزار تین سو اسی (۸۳۷۹) امر اون کو اور اتنے ہی محدودن کو اور مغیرن کو اور چھ ہزار تین سو چاراسی (۶۳۸۴) عبد الکریم کو اور اتنے ہی محمد امین عتایت حسین ممتاز حسین کو اور تین ہزار ایک سو باونے (۳۱۹۶) امافی کو اور اتنے ہی سخی کو اور تین ہزار نو سو نوے (۳۹۹۰) فاطمہ کو اور نو اکن کو دس ہزار چھ سو چالیس (۱۰۶۴۰) اور اتنے ہی بتون کو اور تین ہزار تین سو پچیس (۳۳۲۵) محمد حسین کو دیئے جائیں گے۔

☆ علاوہ میری زنا سے بلا خلاف جو طوائف کے دولہ کے مصطفیٰ حسین اور یحییٰ غلام حسین نے چھوڑے ہیں چھ نکلہ زنا سے ثبوت نسب نہیں ہوتا لہذا ان کو بطریق میراث کچھ نہیں ملے گا۔

☆ اور نہ جان محمد کو اس واسطے کہ شرمالے پا لگ چکا نہیں سمجھا جاتا۔ بیٹا وی ہوتا ہے جو اپنے نکلہ سے پیدا ہوتا ہو۔ واللہ اعلم و صورۃ ھکذا

دار بخش مسئلہ ۱۵/۲۹/۲۰۲۰ء ۳۳/۶۰/۳۳۰۰/۱۶۸۸۰/۳۰۰۰/۵۰۰/۱۵۱۲۰۰

میت

ابن	ابن	ابن	ابن
غلام حسین	وزیر	امیر	چھٹا
۲/۲۸/۵۶	۲/۲۸/۵۶	۲/۲۸/۵۶/۳۳۸	۲/۲۸/۵۶/۳۳۸/۲۲۳/۶۷۷۰
ابن	ابن	بنت	بنت
قادر بخش	حیدر	نصیب	چھٹا
۲/۲۸/۵۶/۳۳۸	۲/۲۸	۱/۱۳/۲۸/۲۲۳/۱۱۲۰/۳۳۶۰	۱

بنت	ابن الا بن	ابن الا بن	بنت الا بن
فیرا	نمی بخش	محمد حسین	عمده
۱۳۴۰/۲۲۳/۲۸/۱۴	م	م	م

چنیا مسله

میت	بیده ۱	بنت الا بن	ابن الا بن	بنت الا بن	بنت الا بن
غلام حسین	وزیر	امیر	چنیا	قادر بخش	حیدر
۲۴	۲۴	۲۴/۳۲	۲۴/۳۲	۲۴/۳۲	۲
اخت	اخت	ابن الا بن	ابن الا بن	بنت الا بن	اخت
نصیا	فیرا	نمی بخش	محمد حسین	عمده	
۲۴۳۰/۲۱۶/۸۰	۲۴/۱۶/۸۰	م	م	م	

حیدر بخش مسله ۱۲

توافق بالمدس

میت	بیده ۵۲۰	بنت الا بن	ابن الا بن	بنت الا بن	بنت الا بن
غلام حسین	وزیر	امیر	چنیا	قادر بخش	فیرا
۲۱۰	۲۱۰	۲۱۰/۸۰	۲۱۰/۸۰	۲۱۰/۸۰	۲۱۰/۸۰
اخت	اخت	ابن الا بن	ابن الا بن	بنت الا بن	اخت
نصیا	نمی بخش	محمد حسین	عمده		
۶۰۰/۲۰/۳۰/۵	م	م	م		

غلام حسین مسکرا

میت ۷/۷۰

اغ	اغ	اغ	اغ	اغ
وزیر	امیر	چٹا	قادر بخش	نخرا
۲/۱۳	۲/۱۳/۱۱۴	۲/۱۳/۱۱۴/۵۶۰/۲۹۸۰	۲/۱۳/۱۱۴	۱/۷/۵۶۰/۲۹۸۰
اغت	اغت	اغت	اغت	اغت
نصیا	نئی بخش، محمد حسین	نئی بخش، محمد حسین	نئی بخش، محمد حسین	نئی بخش، محمد حسین
۱/۷/۵۶۰/۲۹۸۰/۸۴۰	م	م	م	م

وزیر بخش مسکرا ۸/۳۲/۳

میت	توافق بالربع	بیدہ	میت	زوجہ
کمان	امیر	چٹا	قادر بخش	اغ
۱/۸/۲۹۸۰/۸۴۰/۲۵۲۰/۷۵۶۰	۲/۱۲۶	۲/۱۲۶/۲۳/۱۸۹۰	۲/۱۲۶	۲/۱۲۶
اغت	اغت	اغت	اغت	اغت
نصیا	نخرا	نئی بخش، محمد حسین	نئی بخش، محمد حسین	نئی بخش، محمد حسین
۲/۶۴/۳۶۵/۹۳۵	۲/۶۴/۳۶۵	م	م	م

امیر بخش مسکرا

میت	بیدہ ۱۳۳/۷۹۰	میت	اغ	اغ
چٹا	قادر بخش	اغ	اغ	اغ
۲/۲۶۶/۱۳۳۳/۳۹۹۰	۲/۲۶۶	۱/۱۳۳/۲۶۵/۱۹۹۵	۱/۱۳۳/۲۶۵	۱/۱۳۳/۲۶۵
اغت	اغت	اغت	اغت	اغت
نئی بخش، محمد حسین	نئی بخش، محمد حسین	نئی بخش، محمد حسین	نئی بخش، محمد حسین	نئی بخش، محمد حسین
م	م	م	م	م

چشمه سلسله ۲

میت	پیدہ ۱۰۶۳۰/۲۱۲۸۰	ابن الارغ	بنات الارغ
نہی بخش	۱۰۶۳۰/۳۱۹۴۰	امداد حسین	امراون - نذرین - خدومن
	۱۰۶۳۰/۳۱۹۴۰		م م م

نہی بخش سلسلہ ۲۳/۲۴۸

توافق رستہ عشر

میت	پیدہ ۱۰۶۳۰/۶۶۵	زہدہ	میت	پیدہ ۱۰۶۳۰/۶۶۵
بنات	بنات	بنات	بنات	بنات
نواہن	نواہن	نواہن	نواہن	نواہن
۱۰۶۳۰/۸/۱۹	۱۰۶۳۰/۸/۱۹	۱۰۶۳۰/۸/۱۹	۱۰۶۳۰/۸/۱۹	۱۰۶۳۰/۸/۱۹

الاحیاء

کمان	نیکم	امداد حسین	امراون - نذرین - خدومن	عبدالکیم	محمد امین
۵۹۸۵	۵۹۸۵	۵۹۸۵	۸۳۷۹	۸۳۷۹	۸۳۷۹
۵۹۸۵	۵۹۸۵	۵۹۸۵	۸۳۷۹	۸۳۷۹	۸۳۷۹
۵۹۸۵	۵۹۸۵	۵۹۸۵	۸۳۷۹	۸۳۷۹	۸۳۷۹

المبلغ

۱۵۱۴۰۰

حروف: العبد الراعی رقتہ ربہ القوی
 ابو محمد دہ ارطی الرضوی المقتی فی جامع اکبر آباد
 ۲۲ رجب المرجب ۳۶ھ



﴿فتویٰ نمبر 338﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

محمد بخش ہمارے دادا نے عرصہ 80 سال کا ہوا کہ وفات پائی انہوں نے دوا کے بڑا شیخ عنایت اللہ اور چھوٹا شیخ نصر اللہ اور ایک اپنی بیوہ اور دو مکان چھوڑے۔

عرصہ 50 سال کا ہوا بڑے لڑکے شیخ عنایت اللہ نے وفات پائی اور انہوں نے تین لڑکے احمد اللہ، انعام اللہ و غلام جیلانی اور ایک اپنی زوجہ چھوڑی۔

چند سال بعد زوجہ محمد بخش مرحوم نے انتقال کیا۔

اور اس کے چند سال بعد چھوٹے لڑکے شیخ نصر اللہ نے اپنی حیات میں ہر دو مکان کو بھروسہ خود رہن رکھ دیا یا بہت مکان نمبر 1 مرتبن نے مالش دادر عدالت کی۔ مکان نمبر 1 زور رہن میں قرق ہو گیا۔ پران شیخ عنایت اللہ مرحوم نے جو اس وقت نابالغ تھے عدالت میں عذر داری کر دی کہ ہم نابالغان کے حصہ کارہن رکھنے کا بیچ کو اختیار نہ تھا۔ عدالت سے مکان مذکور میں نصف حصہ ثابت کیا گیا اور نصف مکان جو حصہ نصر اللہ سمجھا گیا نظام کر دیا گیا۔ اس پر ہم لوگ قابض اور دخل ہیں۔ ایک بھائی ہمارا انعام اللہ درمیان میں فوت ہو گیا۔ باقی دو بھائی احمد اللہ و غلام جیلانی اب تک اس پر قابض اور دخل پلے آتے ہیں۔

بعد گزرنے زمانہ 45 سال کے پر شیخ نصر اللہ دھوی کرتا ہے کہ اس مکان نمبر 1 میں میری دادی کا حق ہے مجھ کو دیا جائے۔ آیا وہ کچھ پانے کا مستحق ہے؟

اور دوسرا مکان نمبر 2 جو دہلی رہن تھا بعد وفات شیخ نصر اللہ من باب مرتبن بیچ ہو گیا ہے۔ چونکہ مکان 2 موروثی جائیداد ہے۔ اس مکان میں شرعی کچھ حصہ پران شرعی دادی کا پر شیخ نصر اللہ کا نطفہ تو وہ حصہ مالیت موجودہ سے دیا جائے گا یا حاجت سابقہ سے؟ کیوں کہ یہ بیکہنہ اور بوسیدہ ہونے کے مکان کو پران شیخ عنایت اللہ نے از سر نو بنوایا ہے۔

بینوا بالکتاب و نو جروا بالصواب

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدني علما

محمد بخش مسکد ۱۹۸/۱۱۵۶/۹۴۱۶

میت

زوجه	ایک	ایک
مریم	عتایت اللہ	نصر اللہ
۱/۲/۳۳	۷	۷/۵/۳

عتایت اللہ مسکد ۷/۲/۲۳

زوجه	ام	ایک	ایک	ایک
قائمہ	مریم	احمد اللہ	انعام اللہ	غلام جیلانی
۳/۹/۲۳/۵۰۳	۳/۱۲/۸۳	۱۷/۱۱۹/۹۵۲	۱۷/۱۱۹/۹۵۲	۱۷/۱۱۹/۹۵۲

مریم مسکد

بیدہ ۲۸۸

میت

ایک نصر اللہ

۲۸۸

نصر اللہ مسکد ۳۲/۸

میت توافقاً با مریم بیدہ ۱۸۲/۷۳۲

زوجه	ایک	بنت	بنت
نضب	عمر	زیدان	خانم
۱/۳/۷۳۳	۱۳/۲۵/۲۳	۷/۱۲/۸۱	۷/۱۲/۸۱

اللهم اذننا الحق حقا والباطل باطلا

صورت منولہ میں بعد ازاں علی الارث کل مال محمد بخش کے نو ہزار دو سو سولہ (۹۲۱۶) حصہ کر کے
حسب صورت مذکورہ بالا قاطعہ کو پانچ سو چار (۵۰۴) حصہ دیے جائیں گے اور احمد اللہ کو نو سو باون (۹۵۴) اور
اسے بی انصام اللہ کو اسے بی غلام جیلانی کو اور سات سو تیس (۷۳۲) حصہ نصیب ہو گا اور دو ہزار پانچ سو بائیس
(۲۵۶۲) حصہ عمر کو اور ایک ہزار دو سو اکیاسی (۱۲۸۱) زید بن اور اسے بی غلام کو بدیں تفصیل

الاحیاء

قاطعہ	احمد اللہ	انصام اللہ	غلام جیلانی	نصیب	عمر	زید بن
۵۰۴	۹۵۴	۹۵۴	۹۵۴	۷۳۲	۲۵۶۲	۱۲۸۱

المبلغ

۹۲۱۶

لہذا کل مال محمد بخش سے من جملہ ۹۲۱۶ حصوں کے تین ہزار تین سو بائیس (۳۲۶۰) کے حصہ اور عتایت اللہ
کے تین بیے اور بیوی ربے اور پانچ ہزار آٹھ سو چھپن (۵۸۵۶) حصوں کے حصہ اور نصر اللہ کے بیٹا بیٹی اور بیوی
رہے۔

اور اگر محمد بخش کی بیوی مریم نے قبل تقسیم حصہ بھی لیا ہو گا تو وہ بھی اور جو بھی اس کی ملک ہو گا تو وہ
بھی نصر اللہ کے ذریعہ سے فقط ورثہ نصر اللہ کا ہے۔

پھر حسب تفصیل مذکورہ تقسیم ہو گا میراث نصر اللہ اور اس میں سے اولاد عتایت اللہ کو کچھ نہیں مل سکتا اس
واسطے کہ عتایت اللہ مریم سے پہلے ہی مر چکا تھا اور موجودگی بیٹے میں دادی کے مال سے بچوں کو کچھ نہیں مل سکتا۔
ابنہ انصام اللہ کے مال سے اگر انصام اللہ بعد مریم مرے ہے۔ نصر اللہ کی اولاد کو کچھ نہیں مل سکتا اور اگر
انصام اللہ مریم اپنی دادی کے سامنے مرے تو جب بھی انصام اللہ سے اولاد نصر اللہ کو کچھ نہیں مل سکتا۔ اس واسطے
کہ دادی کو موجودگی ام میں جو قاطعہ ام انصام اللہ کو کچھ نہیں ملا۔ لہذا کل مال انصام اللہ کا انصام اللہ کے بھائی اور
ماں سے کوٹے گا۔

اب صورت مسئلہ اس طرح ہو جائے گی کہ بعد ازاں علی الارث زمرہ زمرہ دیون میت وغیرہ کے کل
مال میت کے ساتھ کچھ ہزار چھ سو اڑتالیس (۶۷۶۸) حصہ کر کے انہیں سواٹھاسی (۱۹۸۸) حصہ قاطعہ کو دیے

جائیں گے اور احمد اللہ کو چار ہزار چھیالیس (۴۰۴۶) اور اتنے ہی غلام جیلائی کو۔

لہذا جملہ ورہ عنایت اللہ کے دونوں مکانوں میں دس ہزار اسی (۱۰۰۸۰) حصہ ہوئے اور ورہ نصر اللہ سے نصف کو دو ہزار ایک سو چھیانوے (۱۶۶) حصہ دیئے جائیں گے اور عمر کو سات ہزار چھ سو چھیالیس (۷۶۸۶) اور زین کو تین ہزار آٹھ سو تینتالیس (۳۸۴۳) اور اتنے ہی حصہ خاتم کو دیئے جائیں گے۔ لہذا جملہ ورہ نصر اللہ کے کل سترہ ہزار پانچ سو اڑسٹھ (۱۷۵۶۸) حصہ ہوں گے حصہ صورت آئندہ

اور پیران عنایت اللہ نے جس قدر دنیا مکان اس زمین میں جو حصہ پیران نصر اللہ خان میں آئے خوا لیا ہے اگر باجائز نصر اللہ یا پیران نصر اللہ بنایا ہے۔ زمین مع نو ساخت مکان پیر نصر اللہ کو دے دی جائے گی اور بعد منہائی قیمت اس قدر ملے گی جو اصل مکان سے حصہ پیران نصر اللہ آئے۔ پیران نصر اللہ سے اسی قدر روپیہ جو خوائے مکان حدیث میں حصہ نصر اللہ صرف ہوا ہے۔ پیران عنایت اللہ کو دلوایا جائے۔

چنانچہ پیراس روایت سے جو جامع الفصولین کے صفحہ ۱۶۰ میں مذکور ہے دائر ہے۔ وھذہ عبارتہ الاصل ان من بنی فی دار غیرہ بامر فالباء قلب الدار و یرجع علیہ بما اتفق!

☆ (ترجمہ: قاعدہ یہ ہے کہ جس نے کسی دوسرے شخص کے گھر میں اس کے حکم سے کوئی قبیر کی تو وہ قبیر کردہ عمارت گھر کے مالک کی ہوگی اور قبیر کرنے والے نے جو کچھ خرچ کیا اس کی وصولی کے لیے گھر کے مالک کی طرف رجوع کرے)

☆ اور اگر پیران عنایت اللہ نے بلا اجازت پیران نصر اللہ کے ان کے حصہ میں اپنے واسطے مکان بنایا تھا تو اس مکان کی وہی مالک رہیں گے مگر مالک زمین جب چاہے اپنی زمین کو مکان گردا کر لے سکتا ہے۔ اور اگر بتراشی یا طرفین زمین کی قیمت مالک زمین کو دے دے تو مضائقہ نہیں۔ اور اگر باقی مکان نے زمین والے کے واسطے ہی مکان بنوایا تھا تو مکان و زمین دونوں کا مالک زمین والا ہی رہے گا اور لاگت مکان بھی نہ دلوائی جائے گی۔

چنانچہ صفحہ ۵۴۷ درمختار مطبوعہ علی ہاشم درالحجاز مصری میں ہے:

عمر دار زوجہ بعالہ باذنہا فالعمارة لہا والثقة دین علیہا لصحة امرہا و لو عمر

لنفسه بلا اذنہا فالعمارة له ویكون غاصبا للعرضه فیومر بالتفریع بطلہا ذلک ولہا بلا

اذنہا فالعمارة لہا و هو متطوع! ہکذا فی الشافعیؒ

(ترجمہ: کسی نے اپنے مال سے عورت کی اجازت کے ساتھ اس کا گھر تعمیر کیا تو وہ عمارت عورت کی ملکیت ہوگا اور خراج شدہ رقم اس کے ذمہ دین ہوگا کیوں کہ اس کا حکم کرنا درست ہے۔ اور اگر خاوند نے اپنی ذات کے لیے اس کی اجازت کے بغیر (اس کی جگہ پر) تعمیر کیا تو تعمیر کردہ مکان خاوند کا ہے اور وہ اس زمین کا صاحب نمبر ہے گاجب وہ مطالبہ کرے تو اس کو وہ جگہ خالی کرنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر خاوند نے عورت کے اجازت کے بغیر اس کی زمین پر عورت کے لیے گھر تعمیر کا تو وہ عمارت عورت کی ہے اور مرد خوشی سے خراج کرنے والا شمار ہوگا)

محمد بخش

میت

ابن نصر اللہ

ابن عاتات اللہ

زوجہ

۷۵۰۳/۶۰۳۸

۷

۱۲/۱۳۳

عاتات اللہ مسئلہ ۷۵۲۳

میت بیوہ ۷

ابن احمد اللہ

ام مریم

زوجہ قاطمہ

ابن غلام جیلانی

ابن انعام اللہ

۱۷۱۹/۱۳۲۸/۲۸۶۵

۱۲/۱۲۸

۱۵۱۲/۷۵۶۳/۶۲۳۳

۷۱۱۹/۱۳۲۸/۲۸۶۵

۱۷/۱۱۹

مریم مسئلہ ۷

میت

ابن الاکین غلام جیلانی

ابن الاکین انعام اللہ

ابن الاکین احمد اللہ

ابن نصر اللہ

۲

۲

۲

۲۸۸/۲۷۳۶

انعام اللہ مسئلہ ۱۲/۶

میت

جدہ مریم	ام قاطرہ	اخ احمد اللہ	اخ غلام جیلانی
م	۱۲/۲۳۸/۴۷۶	۵/۵۹۵/۱۱۹۰	۵/۵۹۵/۱۱۹۰
نصر اللہ مسئلہ ۳۲/۸			

میت

زہدہ نضب	انک نگر	بنت زین	بنت خانم
۱۲/۲۱۹۶	۱۳/۷۸۶	۷/۲۸۴۳	۷/۲۸۴۳

الا حیا

قاطرہ احمد اللہ	غلام جیلانی	نضب عمر	زین	خانم
۴۰۴۶	۴۰۴۶	۱۱۹۶	۷/۲۸۴۳	۲۸۴۳

المبلغ

۱۷۷۳۸

حضور: العبد الراکعی زقہ رب

ابو محمد محمد دین اعلیٰ الرضوی المصطفیٰ

فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر..... 339﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا انتقال ہوا اور پانچ ورثہ چھوڑے۔ دو بی بی، دو بھائی ایک بہن۔ اس شخص کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

الجواب

صورت مسئلہ میں بعد ماتقہ علی الارث میر دو زوجہ وغیرہ کل مالِ زید کے چالیس حصہ کر کے پانچ پانچ حصہ دونوں زوجہ کو اور بارہ حصہ دونوں بھائیوں کو اور چھ حصہ بہن کو حسبِ مصلوہ ذیل دینے جائیں گے۔

زوجہ مسئلہ ۴

میت

زوجہ	زوجہ	اُمّ	اُمّ	اُمّ	اُمّ
۵	۵	۱۲	۱۲	۱۲	۶

حورہ: العبد الراعی رحمۃ ربہ

محمد دین اعلیٰ لکھنؤ المفتی فی جامع اکبر آباد



﴿فتویٰ نمبر 340﴾

سوال

ایک لڑکی دعائی برس کی ہے جس کے ماں باپ دادا دادی نانا نانی بہن خالہ سب کا انتقال ہو گیا ہے۔ خطہ اس کے قرائتوں میں سے یہ رشتہ دار باقی ہیں۔ اس کی ماں کا ماموں اور تین چچا تایا اور تین پھوپھی۔ اس مال کا جو اس لڑکی کے ماں باپ نے بوجہ مرگ مکان وغیرہ چھوڑا ہے اس میں اس لڑکی کا کتنا حصہ ہے؟ اور اس کی ماں کے بھائی بہنوں اور اس کے باپ کے بھائی بہنوں کا کتنا حصہ ہوگا؟

الجواب

کل مال پر سے لڑکی کو نصف ملے گا۔ اس طرح کہ کل مال زید پھر دختر کے اٹھارہ حصہ کر کے اس میں سے نو حصہ لڑکی کے ہوں گے۔ دو دو حصہ بیٹوں زید کے بھائیوں کے اور ایک حصہ زید کی بیٹیوں بہنوں کا جو لڑکی کی تین پھوپھیاں ہیں اور مال کا چونکہ بجز اس تاباقت کے اور ایک ماموں کے جو بیوی الاراحام سے ہے اور کوئی وارث نہیں ہے۔ پھر کل مال والدہ تاباقت مذکورہ کا اس لڑکی تاباقت کو ملے گا۔

☆ پھر لڑکی کے حصہ کا کل مال اگر لڑکی کی پرورش کی ضرورت ہو وہاں خرچ کیا جائے گا ورنہ چچا تایوں میں جو امانت دار ہو اس کے پاس لڑکی کے پانچ ہونے تک محفوظ رہے۔

واللہ اعلم وعلیہ احکم

حضور: العبد الراعی رحمۃ ربہ

محمد دین اعلیٰ لکھنؤی المصنف فی جامع اکبر آباد

۱۶ فروری ۱۹۱۸ء



﴿فتویٰ نمبر 341﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کریم بیگ نے وقح انتقال ایک جانکاد مشرک چھوڑی جو آدمی کریم بیگ کی تھی اور آدمی الف بیگ بردار حقیقی کریم بیگ کی اور یہ وارث چھوڑے۔

زوجہ مغلانی چار بیٹے نسیم بیگ، امیراجیم بیگ، حسیم بیگ، مستقیم بیگ، دو دختر امراء خانم بادشاہی خانم مہر مغلانی نے نکل جانکاد حصہ کریم بیگ سے ہر میں نظام کرادی جس کو الف بیگ، جلی بیوی مسماۃ کبکی نے خرید لی۔

بعدہ کبکی کا انتقال ہوا اس نے یہ وارث چھوڑے۔ شوہر الف بیگ، دختر نظامی دو برادر احمد حسین، قتل حسین۔

بعدہ الف بیگ کا انتقال ہوا۔ اس نے ایک بیوی چھوڑی، مسماۃ خانم اور دو دختر ایک اپنی زوجہ اول مسماۃ کبکی سے مسماۃ نظامی بیگم اور ایک زوجہ دوم مسماۃ خانم سے مسماۃ ثریا بیگم اور ایک بہن مسماۃ تامامی بیگم اور چار بیٹے اور دو بیٹی

بعدہ قتل حسین کا انتقال ہوا اس نے یہ ورثہ چھوڑے۔ زوجہ رفیق بیگم اور دو لڑکے جمیل حسن و طویل حسن اور تین لڑکی عزیز، بیگم شریف، بیگم شفیق، بیگم اور ایک بھائی احمد حسین۔

بعدہ عزیز، بیگم کا انتقال ہوا اس نے ایک ماں رفیق بیگم اور دو بھائی جمیل اور طویل اور دو بہن شریف، بیگم اور شفیق بیگم اور ایک بچا احمد حسین کو چھوڑا۔

بعدہ نسیم بیگ کا انتقال ہوا اس نے ایک بیوی نظامی کو اور ایک ماں مسماۃ مریم مغلانی اور تین بھائی امیراجیم بیگ، مستقیم بیگ، حسیم بیگ اور دو بہن امراء بیگم اور بادشاہی بیگم کو چھوڑا۔

بعدہ امراء بیگم کا انتقال ہوا اس نے ایک بہن بادشاہی بیگم چھوڑی اور تین بھائی امیراجیم، مستقیم، حسیم اور ایک ماں مغلانی۔

بعدہ نظامی کا انتقال ہوا اس نے دو بیٹے جلیل اور جمیل اور دو بیٹی شریف، بیگم اور شفیق بیگم اور ماموں احمد حسین

اندریں صورت ترکہ الف بیگ کبکی کس طرح تقسیم ہوگا؟ اس واسطے کہ نسیم بیگ نے فتو کچھ ذکر نہ چھوڑا۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم رب زدنی علماً

صورتہ منسلوہ میں اول بعد ما تقدم علیہ الشکل جائدا درخیزہ کہی اس طرح تقسیم ہوگی کہ کل جائداد کہی کے ایک ہزار ایک سو باون (۱۱۵۲) حصہ کر کے دو سو اٹھاسی (۲۸۸) حصہ الف یک کو دیئے جائیں گے اور پانچ سو پچھتر (۵۷۶) نظامی کو اور ایک سو چالیس (۱۳۴) احمد حسین کو اور چوبیس (۲۳) رفیق بیگم اور چالیس (۴۰) جمیل اور چالیس (۴۰) سی جلیل کو اور بیس (۲۰) شریف بیگم کو اور بیس (۲۰) سی شفیق بیگم کو۔

صورتہ هذا

کہی مسئلہ ۱۱۵۲/۶۳/۳

زوج	بنت	اخ	اخ
الف یک	نظامی	احمد حسین	جبل حسین
۱۱۵۲/۶۳/۳	۵۷۶/۳۴/۲	۸۱۳۴/۱	۱

جبل حسین مسئلہ ۸

میت

زوجہ	ایک	ایک	بنت	بنت	بنت	اخ
رفیق بیگم	جمیل حسن	جلیل حسن	شریف بیگم	عزیز بیگم	شفیق بیگم	احمد حسین
۱۱۸	۲۳۶	۲۳۶	۱۸	۱	۱۸	م

عزیز بیگم مسئلہ ۱۸/۳

میت

م	اخ	اخ	اخ	عم
رفیق بیگم	جلیل	جمیل	شریف بیگم	احمد حسین
۶	۳	۳	۲	م

الحمد لله

الف یک نظامی احمد حسین رفیق بیگم جمیل علیل شفیق بیگم شریف بیگم

المستطع

1054

اور نصف جائداد الف ایک معاش حصہ کے جو الف ایک کو جائداد و زر خرید کبھی اپنی زوجہ سے ملا ہے اس طرح تقسیم ہوگی کہ کل مال الف ایک کے چوبیس حصہ کے تین حصہ خاتم زوجہ الف ایک کو بیس حصہ لگے اور آٹھ حصہ ثریا بنت الف ایک کو جو خاتم زوجہ دانی ہے ہے اور آٹھ ہی نظامی بنت الف ایک کو جو زوجہ اول سماۃ کبھی سے ہے اور پانچ حصہ امی خاتم اشت الف ایک کو اور بیس حصہ بیس حصہ لگے۔ صورتہ ہکذا

الف ایک مسئلہ

زوجه خانم بنت ثریا خانم بنت نظامی اخت امامی خانم

اور نعیم بیگ نے کچھ مال چھوڑا نہیں لہذا اس کی تقسیم کی حاجت نہیں۔

حرره: العبد الراجي رحمته رب

ابو محمد محمد دیر اعلیٰ

المفتی فی جامع اکبر آباد

مورخہ ۲۷ مارچ ۱۹۶۶ء



﴿فتویٰ نمبر 342﴾

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی وفات کے بعد حسب ذیل ورثہ چھوڑے ایک بیوی دو لڑکیاں۔ بعد انتقال زید کے چار ماہ بعد ایک لڑکا پیدا ہوا اور چار ماہ زندہ رہ کر فوت ہو گیا اور صرف ایک بچہ دو لڑکیاں باقی رہ گئیں۔ ترکہ مورث ورثہ پر کس طرح تقسیم ہوگا؟

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم.

اللهم رب زدني علما

صورت مسئلہ میں بعد ما تقدم علی الارث اور انصار ورثہ کے ورثہ مذکورہ میں کل مال زید کے ایک سو ساٹھ حصہ کر کے ۳۳ حصہ مریم کو دیئے جائیں گے۔ اور ۶۳ حصہ زینب کو اور اتنے ہندہ کو۔ صورتہ ہکذا

زید مسئلہ ۱۶۰/۳۲۸

میت

زینب	ایمان	بنت	بنت
مریم	بکر	ہندہ	زینب
۱۶۰/۳۲۸	۱۳	۷۳۵	۷۳۵

بکر مسئلہ

ام	میت	بندہ (۱۳)
مریم	اخت	اخت
۱۶۰/۳۲۸	۲۲۸	۲۲۸

الاحیاء

مریم	ہندہ	زینب
۳۳	۶۳	۶۳
۱۶۰		

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ

ابو محمد محمد دین اعلیٰ لکھنؤ مفتی فی جامع اکبر آباد

﴿فتویٰ نمبر 343﴾

سوال

عرض حال یہ ہے کہ یہاں پر ایک مولوی صاحب نے وعظ میں فرمایا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک شہادت کے بعد کئی روز تک نہایت ناگفتہ بہ حالت میں پڑی رہی اور آپ کی ایک ٹانگ (نوعہ باللہ) کتوں نے چبا ڈالی۔ مولوی صاحب اس واقعہ کو ایک تاریخی واقعہ بتلاتے ہیں۔ لہذا مفصل تحریر فرمائیے کہ یہ کہاں تک صحیح ہے۔ مولانا احمد رضا خان صاحب مدظلہ العالی سے جو دریافت کیا گیا تو وہ ایسا تحریر فرماتے ہیں۔ امام حافظ ابن حجر عسقلانی کتاب الاصابہ فی تمییز الصحابہ میں فرماتے ہیں۔

قال الزبير ابن بكار ببيع يوم الاثنين لليلة بقيت من ذى الحجة سنة ثلاث و عشرين و قتل يوم الجمعة لثمان عشرة خلت من ذى الحجة بعد العصر و وفق ليلة السبت بين المغرب والعشاء!

(ترجمہ: حضرت زبیر بن بکار نے فرمایا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیعت ۲۹ ذی الحجہ ۳۳ھ کو کی گئی۔ چند کے دن انھارہ ذی الحجہ کو ہمر کے بعد آپ کو شہید کیا گیا اور ہفتہ کے کی رات کو مغرب اور عشاء کے مابین آپ کو دفن کیا گیا)

شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے فقہ ثمانیہ میں امیر المومنین ذوالنورین رضی اللہ عنہ دسویں طعن میں اول ملامین سے نقل کیا کہ :

بعد از قتل اورا تاسہ روز افتادہ گذاشتند و بدفن اونہر داختند!

(ترجمہ: بعد مارے جانے کے تین روز اسی طرح پڑا رہے کسی نے دفن نہیں کیا۔ ۳)

کتوں کا کھا اس طعن میں نہیں ہے۔ پھر جواب میں بہت سی روایت ذکر کر کے فرمایا:-

۱۔ کتاب الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد ۲، صفحہ ۳۶۳ مطبوعہ مکتبہ المعنیٰ لبنان

۲۔ نطفہ اثنا عشریہ صفحہ مطبوعہ نوکی

۳۔ ترجمہ اردو نطفہ اثنا عشریہ صفحہ ۶۷۶ نور محمد اصح المطابع کراچی

انہیں روایات مشہورہ متعدده ثابت شدہ تاسہ روز افتادہ مانندن لاش
عثمان محض افترا و دروغ ست و در جمیع تواریخ تکذیب آن موجود است
زیرا کہ باجماع مورخین شہادی عثمان بعد از عصر روز جمعہ ہیژدہم ذی
الحجہ واقع شدہ است و دفن او در بقیع شب شبہ وقوع یافت
بلاشبہ انتہی

(ترجمہ: اور انہیں چند روایات سے ثابت ہوا کہ تین روز لاش عثمان کا پڑا رہتا جو کہتے ہیں یہ بھی محض افتراء
و دروغ ہے۔ سب تواریخ دانوں نے اس بات کو ہیجوا ٹھہرایا ہے۔ تکذیب اس کی تواریخ میں موجود ہے۔ اس
واسطے کہ سب مورخ متفق ہیں کہ جمعہ کے دن اشعار ہوئی: یٰٰ آلہ النبیؐ کو بعد عصر عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا اور دو
شبہ کی شب بقیع میں دفن کیا ہے۔ ۳)

روایتی کتب فی بعض تعلیقاتی الحدیثیہ و هذا ایضا نجاوز نعم لا نفیل المناکیر
المنکران فی مقابله المشہورات المفیولات واللہ تعالیٰ اعلم
(ترجمہ: مجھے اپنے بارے میں گمان ہے کہ میں نے بعض اپنی حدیث تعلیقات میں لکھا ہے کہ یہ بھی (حق سے)
تجاوز ہے۔ ہاں مقبول اور مشہور روایات کے مقابلہ میں مجہول اور منکر روایات کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ اللہ
تعالیٰ بہتر جانتا ہے)

۲۵ رجب الثانی ۱۳۱۵ھ

عبدالوہاب مدرس مدرسہ ہجرت پور معرفت مولوی۔ حادث اللہ

۱۔ تحفہ اثنا عشریہ

۲۔ ”اور یہ بھی انہی چند روایات سے ثابت ہوا“ اور ساتھ ترجمہ نہیں ہے بلکہ گتہ ترجمہ میں ہے۔ ان شاء اللہ (کئی ایک) مشہور
روایات سے ثابت ہوا)

۳۔ اردو ترجمہ تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲۸۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

الجواب

هو الموفق للصواب .

بسم الله الرحمن الرحيم

استیعاب ابن عبدالبر و تاریخ طبری کے دیکھنے سے جو اس وقت میرے سامنے موجود ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تاریخ شہادت اور تاریخ دفن میں بہت کچھ اختلاف ہے علامہ طبری ص ۱۳۵ جلد ۱۱ اس کی تاریخ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

یعقوب بن زید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جوہر کے دن اٹھارہ ذی الحجہ کو بعد عصر ۳۶ھ میں شہید کئے گئے اور دوسرے راوی کہتے ہیں کہ ۳۵ھ میں شہید کئے گئے۔ مامر مہمی کہتے ہیں کہ وفات رسول اللہ ﷺ ۲۹ھ سے ۲۵ھ سال بعد صبح کے وقت شہید کئے گئے بعض کہتے ہیں غمی یعنی چاشت کے قریب علی بن ابی نعش کہتے ہیں کہ آپ کی لاش مبارک دو روز بے گور و کفن رہی اور بعض کہتے ہیں کوڑا ڈالنے کی جگہ تین دن بے گور و کفن رہی۔

☆ علی بن القیاس چونکہ یہ تاریخیں مدت بعد لکھی گئی ہیں کسی نے کچھ یا ان کا کسی نے کچھ کہا۔ ۲۹ھ ہجرت چونکہ زیادہ معتبر پہلی اعتبار رکھتی روایت ہے ☆ کہ بعد عصر اٹھارہ ذی الحجہ کو بروز جمعہ شہید کئے گئے اور ہفت کی شب کو قہق کے حش الکوکب نامی ایک باغچہ میں جس کو آپ نے خرید کر بیعت میں داخل کر دیا تھا اور بطریق کرامت یا تالیا حضور ﷺ کی بنارس کے موافق ہمیشہ جب آپ وہاں تشریف لاتے فرماتے کہ یہاں ایک مرد صالح دفن کیا جائے گا دفن کئے گئے۔

كما هو ظاهر من تصريحات التحفة والطبری والاستيعاب لابن عبد البر

☆ اور کورستان یہود میں جس کا نام در سلع تھا بعض یہودیوں نے دفن کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر وہاں دفن نہ کر سکے اور چند صحابہؓ نے ملائکہ کے آواز اطمینان دہ کن کر فرشتوں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھ کر آپ کو جہاں کی نسبت آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہاں ایک مرد صالح دفن ہوگا وہاں ہی حش الکوکب باغچہ بیعت میں دفن کئے گئے اور روایت کتے کی تو روایت کتے ہی کی ہے علی بن القیاس کی روایت دفن کی کورستان یہود میں۔

☆ ☆ ہم سچ جو بھی کچھ ہوا موجب ترقی و مراد ہے شہادت حضرت عثمان ☆☆ جیسے حضرت سید الشہداء ہجرت
کوشہ رسول اللہ ﷺ کی لاش مبارک پر کھڑوں کو دوڑایا جانا اور کئی روز لاش مبارک کا بے کور و کفن رہنا
موجب ترقی و مراد ہے حضرت سید الشہداء ام رضی اللہ عنہا ان واقعات کو بطریق یتیم و اعانت بیان کرنا
موجب خوف و اہل ایمان ہے اللہ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو یتیم مراد ہے صحابہ کرام اور اہل بیت عظام علیہم السلام
و علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بچائے آمین

حورہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ العالی

ابو محمد محمد دیہ اعلیٰ مفتی جامع مسجد آگرہ

نوٹ: معرفت عمران کل طالب علم بولوی سعادت اللہ صاحب فرستادہ شد



﴿فتویٰ نمبر..... 344﴾

سوال

مولانا عمر (رضی اللہ عنہ) نے بڑا حالہ صحفہ یعنی گردن مروڑا، لیکن کو کھلانا چاہا اور انہوں نے کہا: نے سے انکار کیا حالانکہ ممانعت صحفہ اس وقت نہ تھی پھر کیوں انکار کیا؟

جناب مولوی غلام محی الدین خان صاحب
امام جامع مسجد شاہجہاں پور۔
۱۷ دسمبر ۱۵۰۰ھ

الجواب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بڑا حالہ صحفہ کو پکا تا کسی معتبر کتاب میں نہیں ہے۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ عمر بڑا حالہ بدمست خود ذبح ساختہ بریاں کردہ بنظر او در آورد (۱)
(ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بکری کا بچہ اپنے ہاتھ سے ذبح فرمایا اسے بھونا اور ان کے سامنے لائے)

پس انکار صحیحہ کفار سے نکلے

لا تأکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ (۲)

(ترجمہ: جس جانور پر وقت ذبح اللہ کا نام نہ لایا گیا ہوا ہے مت کھاؤ)
تھاپہ تحظیم عظیم رسول کریم ﷺ ہوگا۔

کتبہ المنشی السید محمد اعظم شاہ غفرلہ

